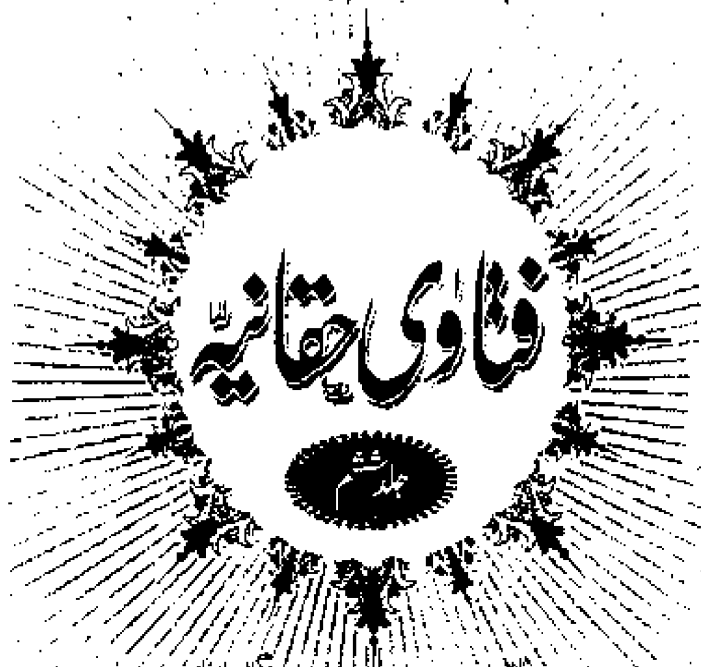


دار الفکر و النشر و التوزیع دہلی و لاہور و ممبئی و کراچی و بنارس و آگرہ و جالپائیگہ

دار الفکر و النشر و التوزیع دہلی و لاہور و ممبئی و کراچی و بنارس و آگرہ و جالپائیگہ



تالیف: مولانا محمد رفیع الدین صاحب  
 تصنیف: مولانا محمد رفیع الدین صاحب  
 جامعہ دارالعلوم حقانیہ  
 مفتی محمد رفیع الدین صاحب

دار الفکر و النشر و التوزیع دہلی و لاہور و ممبئی و کراچی و بنارس و آگرہ و جالپائیگہ

(جملہ حقوق و اشاعت و طباعت بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب ..... قرآن مجید (چودھم)

نویسندہ ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
بانی جامعہ انور العلوم کھانیہ دیگر مفتیان کرام جامعہ مدینہ

محررانی و ایڈیٹر ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل الحق صاحب احسن جامعہ مدینہ

ترجمہ ..... مولانا مفتی محمد ابراہیم خان اسحاق شہید انجمن انصار الفقہ والافتاء

صفحات ..... ۵۶۰ صفحات

تاریخ طبع ہفتم ..... ۱۳۳۱ھ ۲۰۱۰ء

محل ..... مکتبہ سید احمد شہید اکوڑ خٹک

Mob:0300 457 2899

مافر ..... جامعہ دارالعلوم کھانیہ کوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

# فہرست مضامین جلد ششم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰	ایک بیٹے کی خرید و فروخت کی بی		<b>کتاب البیوع</b>
۳۱	ایک بیٹے کی خرید و فروخت کرنا		
۳۱	میلاد کی خرید و فروخت پر کفایت		
۳۱	بیٹے کی سترھی حیثیت		
۳۲	بیچ کے تھانہ کا مالدار سرکاری	۲۵	باب شرائط البیوع و ارکانه
۳۲	کفایت میں شراعت پر توقف نہیں		
۳۳	حق بر علی دی برنی زمین کا حق	۲۵	خرید و فروخت میں طرفین کا متباد
۳۳	فروخت گیری کا حاصل ہے	۲۵	مکوک کی بیج صحیح نہیں ہے
۳۳	مذمت عقد بیع میں زمین کے تاج بی	۲۶	ایک طرفیہ و فروخت میں طرفی کا اختیار
۳۳	سجود کی آفت سے قیامت کرنا	۲۶	محسول کی خرید و فروخت
۳۴	مذمت کی رقم سے مقبرہ کے لئے بیگ خریدنا	۲۶	شرح کے تعین سے قبل عید پر تصرف کرنا
۳۵	کرانہ کی دوکان یا مکان پر پیشگی	۲۸	مال مسودہ کی خرید و فروخت کا حکم
۳۵	رقم بیٹے کی سترھی حیثیت	۲۸	کوئی چیز خریدنے کے لئے پیشگی رقم دینا
۳۶	دوسرے کے سودے پر سودا کرنا	۲۹	مشتري کا عید وصولی کو خرید پر عید نکھرا
۳۶	حرام ال سے خرید	۳۰	بیعتیوں کے دوسرے
	و فروخت کرنا		عقد بیع کا حکم

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۰	کھٹے کی خمرید و فروخت کی شرعی حیثیت	۳۷	سکونت کی طرف سے مزارعہ استعمال
۵۱	جو نذرین کی خمرید و فروخت کا حکم	۳۸	کی اشیا کے نذرین مقرر کرنا
۵۱	خمرید کی خمرید و فروخت کا حکم	۳۹	ڈالوا گئی کو روپسی کی قیمت پر فروخت کرنا
۵۲	روداد جازروں کی کھالی رنگنے کے بعد فروخت کرنا	۳۹	نذرانہ منافع کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنا
۵۲	روداد جازروں کی پڑیاں فروخت کرنا	۳۹	پیش کی خمرید و فروخت کا شرعی حکم
۵۳	ننگ کی کھانے والے جازروں کی تجارت	۴۰	جمع میں آجین بھول سے بیج فاسد ہوئی ہے
۵۳	برکچہ کو بیج کر کے روغن نکال کر فروخت کرنا	۴۱	بغیر قیمت طے ہوئے بیج و شراب کا حکم
۵۴	قبلی الباغ مرداد جازروں کی کھالی فروخت کا حکم	۴۱	قبول کا بیجا بکے مطابق ہونا ضروری ہے
۵۴	جائزہ اشیا کے محسول کی خمرید و فروخت	۴۲	باب ۱۰ بیجوزا بیدہ و ہالہ بیجوزا
۵۵	مردین کو وزن کر کے فروخت کرنا	۴۲	شراب کی خمرید و فروخت کا حکم
۵۵	نذرانہ عورت کی خمرید و فروخت کا حکم	۴۳	شراب کی آمدنی کے عوض اشیا و فروخت کرنا
۵۶	خون چھڑک کر رکھ کر جو جلے تو اس کی تجارت کا حکم	۴۳	وہ عورت میں شراب فروخت کرنے کا حکم
۵۶	خون کی خمرید و فروخت کے احکام	۴۳	شراب لی ہوئی اشیا کی خمرید و فروخت
۵۷	انسانی اعضاء کی خمرید و فروخت	۴۳	انکھ کی ادویات کی تجارت کی شرعی حیثیت
۵۷	کی شرعی حیثیت	۴۴	اشیا کی خمرید و فروخت
۵۸	جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا	۴۵	قصاب کو خمرید و فروخت
۵۸	قبرستان کے درخت کی قطع فروخت کرنا	۴۶	ریڈیو ٹیپ ریکارڈ کی خمرید و فروخت
۵۹	خود روگھاس کی خمرید و فروخت	۴۶	آلات موسیقی کی خمرید و فروخت
۵۹	اپنے مٹکے درخت سے شہد فروخت کرنا	۴۷	آٹھ روکن کی روں کی تجارت کرنا
۶۰	خمرید کو درخت کو چڑھ سے اکھاڑ کر فروخت کرنا	۴۷	تعمیرات کی خمرید و فروخت کی شرعی حیثیت
۶۱	باغ کے بعض میں نذرین ہو چکے بعض نذرین نہ ہوں	۴۸	اخبارات کی خمرید و فروخت
	روپسی حالت میں باغ کو فروخت کا حکم	۴۹	دوسرے محالک سے مال خرید کر بیچنے سے پہلے فروخت کرنا



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۷۵	بت فروشی کا حکم	۷۲	پچھلے ٹیکہ شرط لگا کر کچی فصل خریدنا
۷۶	غصب شدہ املاک کی خرید و فروخت	۷۳	قرعہ اندازی کے ذریعے خرید و فروخت کرنا
۷۶	کی شرعی حیثیت	۷۳	تبادلہ سُنسُن کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت
۷۷	بیٹے پر زمین فروخت کرنا	۷۴	انعامی ہڈی کی خرید و فروخت کا حکم
۷۷	بارگاہِ کبر سے کی تجارت کرنا	۷۵	غیر ملکی دینا کی خرید و فروخت کا حکم
۷۸	نا جائز اجراءات کی خرید و فروخت کا حکم	۷۶	انتخابات کے دوران وارث کی
۷۸	خیر معلول کی متروکہ جائیداد کی	۷۶	خرید و فروخت کا مسئلہ
۷۸	فروخت کرنے کا حکم	۷۷	ثبوتِ براءت کی خرید و فروخت
۷۹	بوجہ براءت کسی کی زمین فروخت کرنا	۷۸	بیع بدروسہ نیلا عام
۷۹	حق نقل کی فروخت کا حکم	۷۹	سرکاری کاغذات میں جملہ اسی سے خود کو
۸۰	شرط لگا کر کوئی چیز فروخت کرنا	۷۹	بلاکے ظاہر کرنے کی زمین فروخت کرنا
۸۰	کسی چیز پر قبضہ کر لینے کے بعد	۷۹	حکومت کی اجازت کے بغیر غیر ملکی اشیاء
۸۰	نقل و قیمت پر فروخت کرنا	۷۹	کی سبب براءت کرنا
۸۱	زمین کے بغیر صرف بان کو فروخت کرنا	۸۰	حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری
۸۲	کسی گاڑی کی متعلقہ آمدنی فروخت کرنا	۸۰	رضوں کی خرید و فروخت کا حکم
۸۲	مفسرہ نرخوں سے زیادہ	۸۱	حکومت کا ضبط کردہ ملک خریدنا
۸۲	قیمت پر مال فروخت کرنا	۸۱	خیر محض سرکاری کاغذات کے ذریعے
۸۳	بیع میں اجنبی کے فعل کی شرط لگانا	۸۲	جائیداد و غیرہ کی خرید و فروخت کی
۸۳	ایکاب و قریب کے وقت جیسے کہ شرعی	۸۲	شرعی حیثیت
۸۳	کے حوالہ کرنے کے لئے چند دن کی	۸۲	وقف شدہ زمین کو فروخت کرنا
۸۳	مہلت کی شرط لگانا	۸۳	سود کا صورت سے زائد سامان فروخت کرنا
۸۳	نفع کی خاطر لگا جب کہ دوسری اذکار	۸۳	خیر و خوف قبرستان کی خرید و فروخت کرنا
۸۴	سود لینے کے لئے قرض پر	۸۴	وصول حق کے لیے غاصب کا جائیداد
۸۴	رقم دینا	۸۴	فروخت کرنا جائز ہے

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۸۵	میب دار استسبا کی خرید و فروخت	۸۵	قرانی کھیلے خرید گئے عامہ بازار
۸۵	نقد زر قرضہ دینے کی بجائے کوئی	۸۵	کی واپسی کا حکم
۸۶	میسرہ ہنگی دینا	۸۶	بیع فسخ کرنے کی صورت میں
۸۶	آٹا پینے کی غرض راجح جمع کر کے فروخت کرنا	۸۶	ایلیج پر جس سے اڑ گئے
۸۶	مشترک زمین سے اپنا حصہ فروخت کرنا	۸۶	وقت میں ایک شخص کی اپنی اپنی کا اختیار دینا
۸۶	مشترک طور پر خریدی ہوئی چیز	۸۶	پیشوا آجئے پر خریدیں کرنا نام ہے
۸۶	سے اپنا حصہ نکالنے کا طریقہ	۸۶	بیع میں بجا مضبوطی کے
۸۶	زائدہ منافع کی امید پر کسی چیز	۸۶	راج کا شرعی حکم
۸۸	مکہ فروخت میں تاخیر کرنا	۸۸	کلوڑا کے حساب سے کوئی چیز خرید کر
۸۹	بیع قطعی سے انفاق درست نہیں	۸۹	میکہ کے حساب سے فروخت کرنا جائز ہے
۸۹	ایلیج اور مشرک کا ایک ہر قرضے پر اتفاق کرنا	۹۰	ایلیج کی جائیداد خرید و فروخت کرنا
۹۰	جس میں شریعت کا اصول ہے اس کا حصہ خرید و فروخت کرنا	۹۰	ایلیج کا منصف کی شرط لگانا بطل ہے
۹۱	فروغ کو فروخت کرنا	۹۱	مذہب کے مال کو بیع و شرا کا حکم
۹۱	غیر مسلم کی متروک مینا و فروخت کرنا	۹۱	موجودہ زمین کی خرید و فروخت کا حکم
۹۲	جم جنس موزوں دینا اگر بنا فتنہ فروخت کرنا	۹۲	انگلش کی تجارت کا حکم
۹۲	انگو کا معیار بہتر نہ بنے کھینچے لگانا بطل ہے	۹۲	حیوانات کی دھار بیع کا حکم
۹۲	جہ کی اذن کے بعد تجارت کرنا	۹۲	خسک نہ کھوڑ میں مفاضل
۹۲	فروغ سے اندرون مینا جمع کر کے فروخت کرنا	۹۲	مخالف مذاہب کی کرشمی کی تجارت کا حکم
۹۳	کاروبار کا اپنی فروخت کرنا	۹۳	قبل القبلت کسی چیز کو فروخت کرنا
۹۵	بیع فضولی کا حکم	۹۵	قسطوں کے اختمام سے قبل کاغذ کو
۹۵	جادوؤں کی خون کی خرید و فروخت کا حکم	۹۵	پچھلے والے اتفاق کا رد کرنا ہے
۹۶	مشرکہ جائیداد اور املاقی کی	۹۶	قسط لیتے مرنے کی وجہ سے
۹۶	بیع و شرا کا حکم	۹۶	جہ واپس نہیں ہو سکتا
۹۶	مشرک کا بیع کرنا دھار دینا	۹۶	کامیوں کو مختلف قیمتوں پر سوا بیچے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۱۹	مہینہ چہرہ میں ران کی حادثہ کر کے فروخت کرنا	۱۰۸	تجارت میں منافع کا تعین نہیں ہو گا اور خرید کی تجارت کے بغیر
۱۲۰	راہی سود بیع بالمصدقہ کے حکم میں ہے	۱۰۸	اس کے از فروخت کرنا
۱۲۱	مشتري کی گناہ مولیٰ میں بیع کو ضیع کرنا	۱۰۹	بجلی کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۱	وادیٰ قن کے غیر متعین وقت کا حکم	۱۰۹	فروخت کی رسم کی بیع کا حکم
۱۲۲	مردار جانوروں کی بیعت کی غیر فروخت کا حکم	۱۱۰	زمانہ مہنی کو قویٰ کی فروخت کرنا
۱۲۲	داد و چور کو فروخت کرنے کا حکم	۱۱۰	برقیوں کی بیعت کو بطور کھا فروخت کرنا
۱۲۳	بیع قبل القبض کا حکم	۱۱۱	تصفیٰ یا طاعت کے حقوق فروخت کرنا
۱۲۳	مید کو دوبارہ بالغ پر فروخت کرنے کی شرط ملگنا	۱۱۲	قاری برقیوں کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۳	سود کے زیورات کی ادھار تجارت کا حکم	۱۱۲	اشکاد و حویٹے والے کانے کے بیچ کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۵	جملہ خانی کے خرید و بیع کے فروخت کرنا	۱۱۲	بیع مول کا شتر قانی سے دوسرے خرید یا تجارت
۱۲۵	گندے اشیاء فروخت کرنے کا حکم	۱۱۳	بالغ بیعتوں کی جائیداد کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۶	<b>باب فی الخیار</b>	۱۱۳	تبادلہ اشیاء سے متاثر ہونے والے محکمات کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۶	خیار رذیت کا حکم	۱۱۵	جسید میں زیادت یا بیع کا حق ہے
۱۲۶	خیار فسخ کا حکم	۱۱۵	تغذیر کی خرید و فروخت کا شرعی حکم
۱۲۷	جملہ عیوب سے برأت کا اعلان کر کے کوئی جسم فروخت کرنا	۱۱۶	زخم کا پھینکنا اور اس کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۸	بیع بالرقا کا حکم	۱۱۷	ادیت قبل القبض کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۸	اطلاع علی غیب کا حکم	۱۱۷	مرد عورت اور کتوں کے گوشت کی خرید و فروخت کا حکم
۱۲۹	عدم بذیت کی وجہ سے تیار نہ نہیں فسخ کرنا	۱۱۸	شیر اور بچہ کی چربی کی تجارت درست نہیں ہے بلکہ مال کی خرید و فروخت کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۳۰	سبیل نیکی و نیکوئی کی طرف سے ملنے کا حکم	۱۳۰	حبیب دار چینی کی طرف سے فروخت
۱۳۱	ضلع نیکی کی نیکی، محصول و چوکی وغیرہ	۱۳۱	غیر ملکی و غریبوں کی طرف سے فروخت
۱۳۲	اعراضات اصل قیمت میں ملانا	۱۳۲	میں خیار حبیب کا حکم
۱۳۳	تسلطوں میں وشیوہ کی خرید و فروخت	۱۳۳	خیار رزیت ناقابل انتقال کی ہے
۱۳۴	کی سسٹم کی حیثیت		
۱۳۵	ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا		
۱۳۶	جمع برابری میں دھوکہ سے کی گئی		
۱۳۷	ناراضہ رقم پر رجوع کا حکم		
۱۳۸	میں کرنا زیادہ قیمت پر فروخت کرنا		
۱۳۹	زوجہ کی طرف سے فروخت کیے گئے سائنات کی قیمت		
۱۴۰	ادھار کی چیز زیادہ قیمت پر بیچنے		
۱۴۱	کی شرعی حیثیت		
۱۴۲	مولانا حاسنین کا مضمون		
۱۴۳	جواب از قاضی عبدالحکیم		
۱۴۴	جواب از مفتی غلام الرحمن صاحب		
۱۴۵	مفتی کی ضرورت		
۱۴۶	دلیل کے ساتھ سبب کی حیثیت		
۱۴۷	زیر نفاذ میں قیمت زیادہ کی حقیقت		
۱۴۸	قرآن سے استدلال		
۱۴۹	رسول اللہ کے ایک علمی واقعہ سے استدلال		
۱۵۰	خیرات و ان میں زیر بحث مسئلہ کا علمی ثبوت		
۱۵۱	تخلیف کتب میں		
۱۵۲	تخلیف کتب میں		
۱۵۳	تخلیف کتب میں		
۱۵۴	تخلیف کتب میں		
۱۵۵	تخلیف کتب میں		
۱۵۶	تخلیف کتب میں		
۱۵۷	تخلیف کتب میں		
۱۵۸	تخلیف کتب میں		
۱۵۹	تخلیف کتب میں		
۱۶۰	تخلیف کتب میں		
۱۶۱	تخلیف کتب میں		
۱۶۲	تخلیف کتب میں		
۱۶۳	تخلیف کتب میں		
۱۶۴	تخلیف کتب میں		
۱۶۵	تخلیف کتب میں		
۱۶۶	تخلیف کتب میں		
۱۶۷	تخلیف کتب میں		
۱۶۸	تخلیف کتب میں		
۱۶۹	تخلیف کتب میں		
۱۷۰	تخلیف کتب میں		
۱۷۱	تخلیف کتب میں		
۱۷۲	تخلیف کتب میں		
۱۷۳	تخلیف کتب میں		
۱۷۴	تخلیف کتب میں		
۱۷۵	تخلیف کتب میں		
۱۷۶	تخلیف کتب میں		
۱۷۷	تخلیف کتب میں		
۱۷۸	تخلیف کتب میں		
۱۷۹	تخلیف کتب میں		
۱۸۰	تخلیف کتب میں		
۱۸۱	تخلیف کتب میں		
۱۸۲	تخلیف کتب میں		
۱۸۳	تخلیف کتب میں		
۱۸۴	تخلیف کتب میں		
۱۸۵	تخلیف کتب میں		
۱۸۶	تخلیف کتب میں		
۱۸۷	تخلیف کتب میں		
۱۸۸	تخلیف کتب میں		
۱۸۹	تخلیف کتب میں		
۱۹۰	تخلیف کتب میں		
۱۹۱	تخلیف کتب میں		
۱۹۲	تخلیف کتب میں		
۱۹۳	تخلیف کتب میں		
۱۹۴	تخلیف کتب میں		
۱۹۵	تخلیف کتب میں		
۱۹۶	تخلیف کتب میں		
۱۹۷	تخلیف کتب میں		
۱۹۸	تخلیف کتب میں		
۱۹۹	تخلیف کتب میں		
۲۰۰	تخلیف کتب میں		





صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۸	اجیر خاص پانچ سو روپے آری سے نہیں کرانگنا	۲۳۸	معدود اجرت پر اجارہ کا حکم
۲۳۹	اجیر خاص کا استحقاق	۲۳۹	بجور ملکوت کا اجارہ
۲۴۰	ملازم کے لئے مفوض ڈپٹی کے	۲۴۰	گلاڈیوں کے ٹائز گریز پر دینا
۲۴۱	علاوہ کوئی اور کام کرنا جائز نہیں	۲۴۱	اجارہ چلی ہوئی زمین میں ہونے
۲۴۲	مالی چوری ہونے کی صورت میں	۲۴۱	دانی درختوں کا حکم
۲۴۲	اجیر خاص پر ضمان کا حکم	۲۴۱	اجارہ کردہ چیز کی مرست کا خرچہ
۲۴۲	میتوب دیل کا یا بی اجارہ پر ہونے کا حکم	۲۴۱	مرتا بر کے ذمہ لگانے کا حکم
۲۴۳	دینی مدرس کے لئے کیشن پر	۲۴۲	تین ماہ سے قبل نوکری چھوڑی تو
۲۴۳	چند روپے کا جائز نہیں	۲۴۲	تختہ و نہیں ملیجی اجارہ فائدہ ہے
۲۴۳	مدرسین دینی و دھرمی مدرس کے لئے	۲۴۳	اجارہ فائدہ کی ایک اور صورت
۲۴۴	چھٹیوں کی تختہ لینا جائز ہے	۲۴۳	حیران کر نصف پر رکھنا
۲۴۵	مسلمان کا کھانے کا ساتھ نوکری کر نیک حکم	۲۴۴	مزدوری میں زمین دینا
۲۴۶	سید پر کمر مت پر اجرت لینے کا حکم	۲۴۵	اجارہ میں زمیندار کو کاشت کی عام اجازت دینا
۲۴۶	بیل کی گالے سے جسٹ کوٹنے پر اجرت کا حکم	۲۴۵	اجارہ ملا اجارہ جائز ہے بشرطیکہ
۲۴۶	فوق عرفانی پر اجرت لینا	۲۴۵	لینے والے پر نہ ہو
۲۴۶	فلنگ وصول کرنا	۲۴۶	مرتا جبرائیل کی مرمت سے اجارہ کا ختم ہونا
۲۴۸	بیک کی جو کسٹوری کرنا	۲۴۶	جسٹ سنت پر ہجرت کرنے والے
۲۴۸	بیک کی ملازم کرنا	۲۴۶	ملازم کی تختہ کا حکم
۲۴۹	خلف شریعہ کام کرنے کی اجرت لینا	۲۴۷	ام مسجد میں اہیت نہ ہونے سے
۲۴۹	تغویہ پر اجرت لینا جائز ہے	۲۴۷	سورول کیا جاسکتا ہے
۲۵۰	دھلی کی اجرت لینا جائز ہے	۲۴۸	ام مسجد تعمیر کران پر اجرت لینے کا حکم
۲۵۱	بڑے مال کے دھول کی تختہ لینا جائز ہے	۲۴۹	کھاج غولی پر اجرت لینے کا مسئلہ
۲۵۱	مرافقہ کی تشخیص کرنے پر	۲۴۹	اجیر خاص کو نوکری کے اوقات میں
۲۵۱	نوکروں کی فیس کا حکم	۲۴۹	کوئی مدرسہ کام کرنا جائز نہیں

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۹۷	کیشن لینے کی شرعی حیثیت	۲۹۶	اجارہ پر لی ہوئی زمین میں
۲۹۷	کام میں رکاوٹ پیدا ہونے کے	۲۹۶	ایکھون کا مشت کرنا
۲۹۷	خوف سے ٹھیکہ دار کا انصراف ہونا	۲۹۶	عقد کی صورت میں اجارہ منسوخ کرنا
۲۹۷	کرد و رعوت دینا	۲۹۶	۱۲ اولی اجارہ منسوخ کرنے کے لئے عذر ہے
۲۹۷	امام مسجد کا حق و امامت سے	۲۹۶	اجارہ پر دی ہوئی چیز کی بیع کو توہم ہے
۲۹۷	زیادہ چھٹیوں کرنا	۲۹۵	سود پر سود کے لئے دوکان
۲۹۷	غارت خانہ پر صلے کی اجرت لینا	۲۹۵	کرایہ پر دینے کا حکم
۲۹۷	گولڈن میڈ ٹھیکہ کی شرعی حیثیت	۲۹۵	پچوڑی دیکر دوکان یا مکان
۲۹۷	مالی کرد و دوکان کرایہ پر دینا	۲۹۵	خالی کردانے کا حکم
۲۹۷	اجارہ فاسد کے جواز کی صورت	۲۹۶	آفات کی وجہ سے اجرت ساقط ہوتی ہے
۲۹۷	جاہل خلق کی بنا پر دوسرے سے	۲۹۶	حق شرط سے بیع فاسد ہوتی ہے
۲۹۷	خارج کیے گئے دروس کے لئے چوڑا	۲۹۶	انہی شرط سے عقد اجارہ بھی
۲۹۷	ساں کی تنخواہ کا حکم	۲۹۶	فاسد ہوتا ہے
۲۹۷	بیع قطعی کی تنخواہ کا حکم	۲۹۶	گروام سے چوری ہونے والے مال
۲۹۷	مفتی نے اپنا فرض کا حکم	۲۹۶	میں پر لیڈار پر ضمانت نہیں
۲۹۷	مذہب کے اہل برائے اعمال کا تو یہ	۲۹۶	کسی عمارت خانے سے دیر کے لئے
۲۹۷	زمین اجارہ دینے کی ایک صورت	۲۹۶	پر رقم لے کر بیٹا جائز نہیں
۲۹۷	کتاب الشفۃ	۲۹۶	مسئلہ تفریق الطمان کا حکم
۲۹۷	شفعہ کے عقد	۲۹۶	شامی کی ایک عبارت کی وضاحت
۲۹۷	تبادلہ میں حق شفعہ کا اثبات	۲۹۶	اجارہ پر جائزہ پالنے کا طریقہ
۲۹۷	حق شفعہ کو فروغ دینا	۲۹۶	شرط میعاد سے قبل دوکان خالی
۲۹۷	قبل البیع مسامحت سے حق شفعہ	۲۹۶	کرنے پر کل میعاد کے کرایہ کا حکم
۲۹۷	مسامحت نہیں ہوتا	۲۹۶	رشتہ کے ذریعے حاصل کیے
		۲۹۶	ہونے ٹھیکہ کی کف فی کا حکم



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۱	زمین کا تبادلہ کرنے پر حق شفعہ ثابت ہے	۲۸۷	شفعہ و شفعا میں سے بعض کے استحقاق
۳۰۱	بحیثیت کاروبار کسی کا حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا	۲۸۸	دھوکہ دہی سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا
۳۰۲	رجسٹر میں انتقال نہ ہونے کے	۲۸۹	شریک زمین کا پورے حصہ خریدنے سے
۳۰۲	صورت میں شفعہ کا حکم	۲۹۰	حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا
۳۰۲	مشتری کے سہ سے شفعہ کا حکم	۲۹۱	وقف شدہ زمین پر کسی کو شفعہ کا حق نہیں
۳۰۲	حق شفعہ باطل نہیں ہوتا	۲۹۱	شفعہ نامے سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا
۳۰۲	شفیع پر پورا تر دوں شفعہ کا حق رکھتا ہے	۲۹۰	معاذیر سے حق شفعہ کا بطلان
۳۰۳	کسی کے حق شفعہ کو شفعہ نہ کیلئے مل کر دینا	۲۹۱	بغیر مسلم پر حق شفعہ حاکم ہے
۳۰۳	مشعوہ فاعل شفعہ راجع شریعی میں کی گئی تھی	۲۹۲	حکم کو بھی حق شفعہ حاکم ہے
۳۰۳	مسودہ شفعہ آرڈر منس اور	۲۹۲	حق شفعہ سن غریب تک معروف ہوگا
۳۰۳	دارالعلوم حجازیہ کی سفارشات و فتویٰ	۲۹۳	بیع کا حد پر شفعہ کرنا
۳۰۳	<b>کتاب الشریکۃ</b>	۲۹۳	شفعہ کا ہر صبیح نہیں
۳۰۳	مرد و بی بی کے مابین کا تقسیم کا حکم	۲۹۴	بیع و فدا پر شفعہ کا حکم
۳۰۳	شریک مال نہ بیع ہوئی غریب نے کا حکم	۲۹۴	اموال منقولہ پر شفعہ صبیح نہیں
۳۰۳	شریک کی موت سے شرکت کا ختم ہونا	۲۹۵	تخلی عہد کا عوض لگتی زمین پر شفعہ کرنا
۳۰۳	شریک کا دربار سنا لے کر شفعہ کا حکم	۲۹۶	حق ہر میں ہی لگتی زمین پر شفعہ کا حکم
۳۰۳	شریک زمین میں سے اپنا حصہ فروخت کرنا	۲۹۶	صلح میں لگتی زمین پر شفعہ کا حکم
۳۰۳	شریک کا غیر حاضری میں شفعہ کرنا	۲۹۷	طلب و شفعہ کے وقت حدود زوجہ
۳۰۳	زمین پر شفعہ کا حکم	۲۹۷	کا بیان کر کے کا حکم
۳۰۳	شریک کی موت کا حکم	۲۹۸	طلب استیفاء میں فدا و شفعہ کا حکم
۳۰۳	شریک کی موت کو باریہ دینے کا حکم	۲۹۹	حق شفعہ میں شریک فی التہجد مستحب ہے
۳۰۳	شریک کا بیع و اجازت	۲۹۹	ہر مسکن کے عوض میں شفعہ دانی زمین پر شفعہ کا حکم
۳۰۳	شریک تصرفات کرنے کا حکم	۳۰۰	تعلقہ ملک میں لے دانی زمین پر شفعہ کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۲۰	شرک نہی سے استخفاف کا حکم	۳۲۵	شرک دیوار کی تعمیر کے اخراجات کا حکم
۳۲۱	دار الحکومت کے وہابی کی ملکیت کا موقوفہ ہے	۳۲۸	اقرار سے شرکت کا ثبوت
۳۲۲	اولاد نہ باب کی شرکت تجارت میں ہونے کا حکم	۳۲۹	شرک نہ زمین میں کسی ایک شریک { ۴۰ بھلا در وقت لگنا
۳۲۵	<b>کتاب المضاربة</b>	۳۳۰	شرک نہ کتب شرکاء کی اجازت کے بغیر { کسی کو عاریت دینا جائز نہیں
۳۲۵	مضاربت کی حقیقت	۳۳۰	شرک نہ غریب و بیکسے اپنی سے کسی { شریک کو سود کا جائز نہیں
۳۲۵	مضاربت میں سماعیغ کی تعیین کرنا	۳۳۱	بھلی کا شہادہ نہ میں شرکت کا حکم
۳۲۶	مقدّم مضاربت میں اموال مال { کا نقد ہونا ضروری ہے	۳۳۲	شرک نہ امر نہ مضاربت فروخت کرنے کا حکم
۳۲۷	مضاربت کے نفع کا حکم	۳۳۲	شرک نہ مال سے حق کرنے کا حکم
۳۲۷	مضاربت میں خسارہ کو ذریعہ کا سند	۳۳۳	شرک نہ زمین میں چشمشع کے پانی سے { شریک کو منع کرنا جائز نہیں
۳۲۸	مضاربت میں فریقین سماعیغ { کے حصہ زکب بنتے ہیں	۳۳۳	اسول مشرکت سے زکوٰۃ دینے کا حکم
۳۲۹	حکومتی چرمان رب المال پر { آلے گا یا مضارب پر	۳۳۵	اموال مشرک میں سے مہمانواری کا حکم
۳۳۰	دکان کے اخراجات مضارب پر ہونا	۳۳۵	شریک کے شرکت ختم کر دینا حقیق ہے
۳۳۰	مضاربت کے قواعد و ضوابط و ہدایہ کا اثر	۳۳۷	باب اور بیٹے کی شرکت کوئی کا حکم
۳۳۱	خیوں کو مضاربت میں دینے کا حکم	۳۳۷	شرک نہ زمین میں بلا اجازت شریک کے اربع لگانے
۳۳۱	مال مضاربت سے خریدی ہوئی { بجوری کے دودھ کا حکم	۳۳۷	کسی کی گائے بطور شرکت پالنا
۳۳۲	مضارب کا معاہدہ کے خلاف کام کرنا	۳۳۷	شرک نہ زمین پر شرکاء کی اجازت { کے بغیر مکان بنانا
۳۳۳	درخت کا قندچندہ دہندہ گان { کی اجازت سے مضاربت پر دینا	۳۳۹	مزدور کی کمائی اسکی ملک خاص نہ ہوتی ہے
		۳۳۹	آمدن و اخراجات میں شریک { بھائیوں کی کسی کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۶۷	والد کر کے بعد دیوں کے مطابق	۳۵۵	مال کی موجودگی میں مضارت کو ختم کرنے کا حکم
۳۶۸	مجبور کی چیز کی ذمہ داری لینا	۳۵۶	مضارت میں وقت بسر کرنا
۳۶۸	کفیل اور مکحول منسہ کے نام میں خلیفہ	۳۵۷	کتاب الوکالة والکفالة
۳۶۹	مختار علیہ کی رضا منہ کا حکم	۳۵۷	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۰	کتاب الہبة	۳۵۷	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۱	مستحب میں طرف کا اعتبار ہے	۳۵۷	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۲	تعلیک بھی ہونے کے مترادف ہے	۳۵۸	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۳	نا قابل تقسیم شیعہ کے بعد کا حکم	۳۵۹	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۴	نا قابل تقسیم اشیاء میں قابل تقسیم چیزیں	۳۶۰	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۵	امداد پر دی ہوئی زمین کا ہبہ کرنا	۳۶۱	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۶	موجودہ جائیداد کا سرکاری کاغذت	۳۶۲	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۷	میں انتقال کا حکم	۳۶۳	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۸	ہبہ عمری قابل رجوع ہے	۳۶۴	کتاب الوکالة والکفالة
۳۷۹	رشتہ اور عوض کی وجہ سے رجوع	۳۶۵	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۰	ساقط ہو جاتا ہے	۳۶۶	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۱	مستند کو بیوں کا کسی ایک شخص	۳۶۷	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۲	کو کوئی چیز سبب کرنا	۳۶۸	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۳	ہبہ کے لئے ايجاب قبول پر لفظ	۳۶۹	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۴	حدیثی نہیں بلکہ قرآن میں گائی ہے	۳۷۰	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۵	عادیہ کا اوطار کے نام کر	۳۷۱	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۶	ہبہ کرنا جائز نہیں ہے	۳۷۲	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۷	شرط فاسد سے ہبہ نامہ نہیں ہوتا	۳۷۳	کتاب الوکالة والکفالة
۳۸۸		۳۷۴	کتاب الوکالة والکفالة

صفحہ	موضوعات	صفحہ	موضوعات
۳۸۰	مقصود زمین کی واپس کرنے کے بعد	۳۸۰	شرط بیہ حکم
۳۸۵	حاصل کردہ منافع کا حکم	۳۸۱	بیہ سے بیہ کو گننے کا مسئلہ
۳۸۶	بغیر اجازت کے کسی کی زمین سے مٹی لانا	۳۸۲	میں خود زمین کی فروخت کرنے کا حکم
۳۸۶	بلو کر یا جو کر کے پڑنے سے نفع ہو نہ ہو	۳۸۳	راشہ داروں کو ہب کرنے سے
۳۸۷	پڑناں بند کرنے کا مسئلہ	۳۸۳	حق رجوع ساقط ہو جائے
۳۸۸		۳۸۳	اولاد کے بیہ میں تقاضی کا حکم
۳۸۸	<b>کتاب الودیۃ والعاریۃ</b>	۳۸۴	بیہ کے بیٹے و اسب کی رضاعت کی ضرورت ہے
۳۸۸	امین کو امانت میں تعریف کا حق ہے	۳۸۴	مرض الموت میں کیا گیا بیہ در صحت نہیں
۳۸۹	امانت ضائع ہو جانے پر ضمان کا حکم	۳۸۵	پوتے کو زمین بیہ کرنے کے بعد
۳۸۹	امانت پر اجرت لینے کا حکم	۳۸۵	بغور اس پر تھا بعض بیٹے کا حکم
۳۸۹	موت کے وقت پر ویشہ کو کون لے گا	۳۸۶	چھوٹا بیہ شدہ مال میں مالک کو لانا اور
۳۹۰	امانت کے ضائع ہونے کے بعد	۳۸۶	قرآن مجید کی بیہ گننے کا فیصلہ
۳۹۰	کی صورت میں فروخت کرنے کا حکم	۳۸۷	بیوی کا بیہ کر دیا حق میں رجوع کرنا
۳۹۱	عارضی دی ہوئی بیہ کی واپس لینے کا حکم	۳۸۷	بچہ کے مال میں تصرف کرنا
۳۹۱	میراث مستعیر کی موت سے عارضہ نسخ ہو جائے	۳۸۸	یادداشت کی زندگی میں ایسا مال تقسیم کرنا
۳۹۱	میراث مستعیر کا جائزہ اور عاریت میں تصرف	۳۸۸	مرض امتداد کر دینے سے بیہ کام نہیں ہوتا
۳۹۲	امانت رکھنے والا بیہ اپنے امانت کے قرضات کا حکم	۳۸۹	موت منافع کے حصول کیلئے دی ہوئی
۳۹۲	بجوری کے تحت امانت فروخت کرنے کا حکم	۳۹۰	چیز کا سبب نام نہیں ہوتا
۳۹۲	<b>کتاب حیاء الموات</b>	۳۹۲	<b>کتاب الغصب</b>
۳۹۳	بیہ زمین آباد کر کے مالکان لاپتہ ہوں	۳۹۳	غاصب کا قبضہ
۳۹۳	ان کے اذن نام نہ ہو تو ان میں انصاف	۳۹۳	ملک کو اطلاع کئے بغیر حق سے لاپتہ کا حکم
۳۹۳	میں ملکیت کے ثبوت کا حکم	۳۹۳	بلو اذن و سرور کے باوجود نفع کرنے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۸	احیاء موات میں جمع قول کا اہم نتیجہ کا ہے	۴۸	احیاء موات میں جمع قول کا اہم نتیجہ کا ہے
۴۹	جنگل کو آہیں میں تقسیم کرنے سے	۴۹	جنگل کو آہیں میں تقسیم کرنے سے
۴۹	رنگ اس کے مالک نہیں بن سکتے	۴۹	رنگ اس کے مالک نہیں بن سکتے
۴۹	ہجرت میں پر عرض نشانات لگنے سے	۴۹	ہجرت میں پر عرض نشانات لگنے سے
۴۹	حکیت ثابت نہیں ہوگی	۴۹	حکیت ثابت نہیں ہوگی
۴۹	غیر ملوک مشترک چراگاہ کی زمین	۴۹	غیر ملوک مشترک چراگاہ کی زمین
۴۹	آباد کرنے سے حکیت ثابت نہیں ہوتی	۴۹	آباد کرنے سے حکیت ثابت نہیں ہوتی
۴۹	ہجرت میں کھاد پس میں تقسیم کر کے آباد کرنا	۴۹	ہجرت میں کھاد پس میں تقسیم کر کے آباد کرنا
۴۹	احیاء موات کا حق ہر ایک کو حاصل ہے	۴۹	احیاء موات کا حق ہر ایک کو حاصل ہے
۴۹	غیر ملوک زمین کو آباد کرنے والوں کی شرکت	۴۹	غیر ملوک زمین کو آباد کرنے والوں کی شرکت
۴۹	خیر سے احکا مالک ہوتا ہے	۴۹	خیر سے احکا مالک ہوتا ہے
۴۹	منفا و عمار سے خارج رقبہ کو آباد	۴۹	منفا و عمار سے خارج رقبہ کو آباد
۴۹	کرنے والا مالک مشغور ہوتا ہے	۴۹	کرنے والا مالک مشغور ہوتا ہے
۴۹	غیر مسلم کے لئے احیاء موات کا حکم	۴۹	غیر مسلم کے لئے احیاء موات کا حکم
۴۹	موات کی تعریف	۴۹	موات کی تعریف
۴۹	مرفقہ قبضہ موجب ملک نہیں	۴۹	مرفقہ قبضہ موجب ملک نہیں
۴۹	بیش موجب ملک نہیں	۴۹	بیش موجب ملک نہیں
۴۹	سکادری شالہات زمین پر	۴۹	سکادری شالہات زمین پر
۴۹	کس کے قبضہ ہے احیاء کا حکم	۴۹	کس کے قبضہ ہے احیاء کا حکم
۴۹	ہندوؤں کی مملکت کو جائیداد پر قبضہ کا حکم	۴۹	ہندوؤں کی مملکت کو جائیداد پر قبضہ کا حکم
۴۹	مذہب شہر کے زیر ہجرت میں آباد کرنا	۴۹	مذہب شہر کے زیر ہجرت میں آباد کرنا
۴۹	تحدید حکیت زمین کے	۴۹	تحدید حکیت زمین کے
۴۹	لانگس کا ایک جائزہ	۴۹	لانگس کا ایک جائزہ
۴۹	انفرادیت اور شریعت کی حکیت	۴۹	انفرادیت اور شریعت کی حکیت
۴۹	کتاب المزارعة	۴۹	کتاب المزارعة
۴۹	زراعت کو چند صورتیں	۴۹	زراعت کو چند صورتیں
۴۹	انصاف کی بنیاد پر زمین کا حکم	۴۹	انصاف کی بنیاد پر زمین کا حکم
۴۹	کسان کا مالک زمین کی اجازت	۴۹	کسان کا مالک زمین کی اجازت
۴۹	کے بغیر فصل سے کچھ لینا	۴۹	کے بغیر فصل سے کچھ لینا
۴۹	لاشکوک سے بطور ضمانت کچھ رقم رکھنا	۴۹	لاشکوک سے بطور ضمانت کچھ رقم رکھنا
۴۹	مزارعت پر موت کے اثرات	۴۹	مزارعت پر موت کے اثرات
۴۹	قدیم قبرستان میں مزارعت کا حکم	۴۹	قدیم قبرستان میں مزارعت کا حکم
۴۹	انبیوں کی کاشت کا حکم	۴۹	انبیوں کی کاشت کا حکم
۴۹	تسلی کاشت جائز ہے	۴۹	تسلی کاشت جائز ہے
۴۹	جنگل کی کاشت کا حکم	۴۹	جنگل کی کاشت کا حکم
۴۹	مزارع کی طرف سے تم کے وجود کا حکم	۴۹	مزارع کی طرف سے تم کے وجود کا حکم
۴۹	کا اہلک دو بیرونی اثرات سے مزارعت کا حکم	۴۹	کا اہلک دو بیرونی اثرات سے مزارعت کا حکم
۴۹	بادیہ کی ایک حدیث کی وضاحت	۴۹	بادیہ کی ایک حدیث کی وضاحت
۴۹	چشمہ کے پانی سے منع کرنا حکم	۴۹	چشمہ کے پانی سے منع کرنا حکم
۴۹	کتاب الذبائح	۴۹	کتاب الذبائح
۴۹	ذبح کے لئے اشراف کا لینا بھی کافی ہے	۴۹	ذبح کے لئے اشراف کا لینا بھی کافی ہے
۴۹	معاون ذابح کے لئے تسبیح کا حکم	۴۹	معاون ذابح کے لئے تسبیح کا حکم
۴۹	ذبح فرقہ نقد کا حکم	۴۹	ذبح فرقہ نقد کا حکم
۴۹	سجہ ذبح کا حکم کا ذکر خیر کا حکم	۴۹	سجہ ذبح کا حکم کا ذکر خیر کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۵۸	<b>کتاب الصيد</b>	۳۴۲	وقت ذبح جانور کا سر نہ سے ہر کرنا مکروہ
۳۵۸		۳۴۳	بوجہ حادثہ سر کٹنے کے بعد جانور کا حکم
۳۵۸		۳۴۴	ذات پاؤں و غیرہ سے ذبیحہ کا حکم
۳۵۸	جال سے شکار کرنا جائز ہے	۳۴۵	مشتبہ ذبیحہ کا حکم
۳۵۸	بندوبست سے شکار کرنے کا حکم	۳۴۵	خاص مواقع کے ذبح کا حکم
۳۵۵	بوجہ شکار کو ذبح کرنا ضروری ہے	۳۴۶	اصل کتاب کے ذبیحہ کا حکم
۳۶۰	شکار کا کون سا عضو کھانا جائز نہیں	۳۴۶	اہل تشیع کے ذبیحہ کا حکم
۳۶۰	مرد یا عورت پر موجود بھینسوں کو کھانا جائز نہیں	۳۴۶	کھانے کے گوشت کی حالت کا حکم
۳۶۱	شکار کے کھانے کے شکار کا حکم	۳۴۶	چوری کیے گئے جانور کے گوشت کا حکم
۳۶۲	پھینے اور شہر کے ذریعے شکار کرنا	۳۴۸	موت و شش مصلوب جانور ہے
۳۶۲	شرقیہ طور پر شکار کھینچنے کا حکم	۳۴۸	کوتے کی حالت و حرمت کا حکم
۳۶۳	تجارت کا عرض سے شکار کا حکم	۳۴۹	بعد بعد کھانے کا حکم
۳۶۴		۳۵۰	موت و جانور کا شرعی حکم
۳۶۴	<b>کتاب البضایۃ</b>	۳۵۱	یہ کچھ ذبح شدہ جانوروں کے گوشت کا حکم
۳۶۴		۳۵۱	ضروری طریقہ کی پیدوار پر ہلکی گائے کا حکم
۳۶۲	نصاب قربانی کا معیار	۳۵۲	وقت ذبح و ذبح شدہ جانور کے کھانے کا حکم
۳۶۵	قربانی کی اچھائی کا حکم	۳۵۳	موت و جانور کے حرام اجزاء
۳۶۸	محبوبہ کی عمر	۳۵۳	جانور کو گولی مار کر ذبح کرنا
۳۶۵	شرکاء قربانی کی تعداد	۳۵۴	خسرو پر حرمت میں فلسفہ
۳۶۹	شرکاء قربانی کی نیت کا حکم	۳۵۵	بکھو کھانے کا حکم
۳۷۰	شرکاء اضطراری قربانی کا وجوب	۳۵۵	دندوں کی حرمت کا فلسفہ
۳۷۰	قربانی کا جانور خرچہ کے بعد کی کوئی چیز کرنا		
۳۷۱	بائع کی قربانی کا حکم		
۳۷۱	میت کے لئے قربانی کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۴۸۶	موہبیچہ کے عقیدہ کا حکم	۴۸۶	بخارہ شریقی قرآنی چھوڑ دینا
۴۸۶	بیچے کا حقیقہ کس پر ہے	۴۸۶	قرآنی کے جانور کو شہید کرنا
۴۸۶	<b>قرآن اور مسائل عید قرآنی</b>	۴۸۶	قرآنی کے جانور سے انتفاع کا حکم
۴۸۶	قرآنی عید قرآن	۴۸۶	قرآنی کے گوشت کا احکام و فریضہ
۴۸۶	قرآنی عید حدیث	۴۸۶	قرآنی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا
۴۸۶	شرائط درجہ بزرگ قرآنی	۴۸۶	میت کی طرف سے لائی قرآنی کے گوشت کا حکم
۴۸۶	قرآنی کے جانور	۴۸۶	تھک کر ہونے قرآنی کے گوشت کا حکم
۴۸۶	جانور کی عمر	۴۸۶	چرم قرآنی کا فائدہ داس کے کاروان پر لگانا
۴۸۶	قرآنی کے موقوفات	۴۸۶	حاصلہ بھائی کو چرم قرآنی دینا جائز ہے
۴۸۶	عمرات اور کھالی کا حکم	۴۸۶	قرآنی کا گوشت اجرت میں دینا جائز نہیں
۴۸۶	تجلیات شریقی	۴۸۶	واغذا جانور کی قرآنی کا حکم
۴۸۶	حیدر کے سنگین	۴۸۶	سنگی والے جانور کے قرآنی کا حکم
۴۸۶	خازنہ کی میت	۴۸۶	سینگ کا ٹوٹ جانا باطل قرآنی نہیں
۴۸۶	خطیبہ	۴۸۶	حادثہ جانور کے قرآنی کا حکم
۴۸۶	<b>کتاب الوصیۃ</b>	۴۸۶	سنگی شکل جانور کے قرآنی کا مسئلہ
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	خاص جانور کے قرآن کا حکم
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	قرآن کے جانور کے عید کو مٹا کر کرنا
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	آخر عمر سے لے کر عید تک کے جانور کے قرآن کا حکم
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	قرآن کے جانور کے مات دیکھنا
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	حوریت کے حق مہر پر قرآنی کا حکم
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	موت مشتبہ سے جانور کی قرآنی کا حکم
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	قرآنی کے جانور کے بچانے کی وصیت
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	حقیقہ کے شرعیت کا فلسفہ
۴۸۶	وصیت کے مفاد و وصیت کرنا باطل ہے	۴۸۶	حقیقہ کے جانور کے متعین کرنے کا حکم

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۲۶	اصول وین داغ ارث ہے	۵۲۲	وصیت کی وجہ سے وارث حق
۵۲۷	خاوند درہن میں جائیداد کی تقسیم کا حکم	۵۲۳	میراث سے محروم نہیں ہوتا
۵۲۸	بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کی میراث سے محرومی	۵۲۴	وصیت صرف نیک مال میں نافذ ہے
۵۲۹	حقائق بھال کی موجودگی میں عدالت	۵۲۵	وصیت سے رجوع صحیح ہے
۵۳۰	بھائی میراث سے محروم رہے گا	۵۲۶	غیر مسلم کو وصیت کرنے کا حکم
۵۳۱	بیٹے و بیٹی میں میراث کا تقسیم اور	۵۲۷	اثبات وصیت کے لئے شہادت ضروری ہے
۵۳۲	فراموشی کا اس سے محروم ہونا	۵۲۸	موجودہ کا کسی سے بیٹے وفات
۵۳۳	صرف مائید ہی کا بیٹے کی تمام جائیداد کا شریک	۵۲۹	پا جانے پر وصیت کا حکم
۵۳۴	میراثی بھائی کی موجودگی میں عدالت میں	۵۳۰	وصی کو معزول کرنا جائز ہے
۵۳۵	کی میراث سے محرومی	۵۳۱	وصیت کی ملکیت کے لئے قبول کرنا ضروری ہے
۵۳۶	نظران بیٹے کا باپ کی میراث میں شتھاق	۵۳۲	مجبور وصیت کا حکم
۵۳۷	وراثت کیلئے بعض رشتہ دار ہونا کافی نہیں	۵۳۳	مجنون اور نابالغ کی وصیت کا حکم
۵۳۸	نکاح فاسد سے پیدا ہونے والی	۵۳۴	پراتے کیلئے وصیت کا حکم
۵۳۹	اولاد کا وراثت سے محروم ہونا	۵۳۵	وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے
۵۴۰	رواجی قبضہ کا اعتبار نہیں	۵۳۶	موصی پر صرف تسبیح کرنا بھی کافی ہے
۵۴۱	مومن کا پھانسی گھاٹ میں ہونا	۵۳۷	وصی کا موصی کا انتقال کے بعد وصیت کر دینا
۵۴۲	مرض الموت کے حکم میں نہیں	۵۳۸	بیٹے کی موجودگی میں بھائی کیلئے وصیت کرنا
۵۴۳	مرض یا مرض الموت شمار ہوگی	۵۳۹	شیخ احمد کفریہ خصوصاً وصیت نامہ کی حیثیت
۵۴۴	شرعی بیت لمان نہ ہونے کی	۵۴۰	وصیت نامہ کی تحریر وراثت کے توہین نافذ نہیں
۵۴۵	صدقات میں میراث کا حکم	۵۴۱	كتاب الفرائض
۵۴۶	حیثیات میں جائیداد کی تقسیم و شریک	۵۴۲	زوجہ متوفی کی میراث سے محروم ہوگا
۵۴۷	لمریدو اعدان عاق اسے بیٹے	۵۴۳	زوجہ متوفی کی میراث سے محرومی نافذ
۵۴۸	کو میراث سے محروم کرنا		
۵۴۹	نکار کے لئے قید فقیر کی میراث کا حکم		



صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۳۵	بڑی کا کنٹن شو پر کے درجے	۵۳۲	مشیر صحابہ کے امین میراث کا حکم
۵۳۵	ایسا حصہ میراث کسی مرد سے حصہ دارم پر زبرد خست کرنا	۵۳۳	ترک کی مطلقانہ میراث کا حقدار نہیں
۵۳۶	چار بیویوں کا خاوند کے ترکہ پر حصہ شرعی	۵۳۳	ترکہ عورت کے ترکہ کا حکم
۵۳۶	چھٹے شو پر کا میراث میں حصہ نہیں ہے	۵۳۳	بیوی کے کی میراث کا حکم
۵۳۶	بیتھویدوں کی بیویوں کی بیعت بعدیاں	۵۳۳	مرنے والے کا ترکہ کل کے پر تقسیم
۵۳۶	میراث سے محروم ہونے کی	۵۳۴	ترکہ کا حصہ ہر جائی ہے
۵۳۸	کلاخ ثانی کرنے سے عورت کا حصہ پر تقسیم	۵۳۴	نفاقت موجب میراث رشتہ نہیں
۵۳۹	مولد کی بیویوں کی والدین کا	۵۳۴	شہنی کو میراث دینے کا حکم
۵۳۹	حصہ شری مشا شرعی ہوتا	۵۳۵	سوتیلے باپ میراث سے محروم ہے
۵۳۹	محکومت کے طرف سے ملنے والی	۵۳۵	سوتیلے بیٹے کی میراث کا حکم
۵۳۹	اولاد کی رقم میں میراث کا حکم	۵۳۸	دو بیویوں کی اولاد میں میراث کی تقسیم کا حکم
۵۴۰	باب کے زندہ کی میں میراث کا دعویٰ کرنا	۵۳۹	بہرہ شری کا حصہ میراث
۵۴۱	مناقصہ میں ترکہ میں شامل ہے	۵۳۹	کسی وارث کو وارثت سے محروم کرنا
۵۴۱	قبر کے لحاظ جنگ کی قیمت میت	۵۳۹	بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے
۵۴۱	کے ترکہ سے دی جائے گی	۵۴۰	ولاد اور ولاد الماعتہ کی میراث کا حکم
۵۴۲	تبر کوٹنے والوں کی ازدوری کا حکم	۵۴۱	دو دہشتہ والے کی میراث کا حکم
۵۴۲	شوہر بیوی کے مال میں حصہ میراث سے محروم نہیں ہوتا	۵۴۱	پیش کی رقم میں میراث کا حکم
۵۴۲	بیمہ کے مال میں بہن اور بھائی کا حصہ	۵۴۲	میت کی مملکت مشیر میں وارث جاری ہونا
۵۴۲	ظالم باپ کا بیٹے کے ترکہ میں حصہ میراث کا حکم	۵۴۲	مفقود یا غیر کے ترکہ کی تقسیم کا حکم
۵۴۲	خازن بیوی کا شوہر کی	۵۴۲	عصبہ کی بیویوں کی میراث کا حکم
۵۴۲	میراث میں حصہ کا حکم	۵۴۲	میں دو سیر کے حصہ کا حکم
۵۴۵	حربی لڑی کا وارثت نہیں ہو سکتا	۵۴۲	میں بی بی بی بی کی بیویوں کی میراث کا حکم
۵۴۶	بہن کا اپنے بھائی کے ترکہ میں میراث کا حکم	۵۴۲	کا میراث سے محروم ہوتا
		۵۴۲	میراث میں مطلقہ کے حصہ کا حکم





يَا أَيُّهَا الْغَنِيُّ امْنُوتَ لَا  
 تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم  
 بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ  
 تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ



طیب نفس کو خرید و فروخت دیا ہے، لہذا اگر کسی عہد میں بائع کی رضا منفقہ ہو اور حرج و اکراہ سے بائع کو مجبور کر کے بیع کی گئی ہو تو بیع صحیح نہیں۔

ما قال العزامة انكاسا في حقه الله، ومنها الرضا..... فلا يصح بيع المكره اذا باع مكرها وسلم مكرها لعدم الرضا. وبدفع المنايع ۵۸۳ عن كتاب البيوع حصل واما شرائع الصحة فانها في حقه

نائب البائع کی خرید و فروخت میں اذن غرق کا اعتبار | **سوال ۱۔** دینا تول میں بعض وقت بیچنے والے کو پتہ نہیں ہے اور پچھلے دوکان میں بیٹھ کر کھانے پینے کی اشیا فروخت کرتے ہیں، اگر ایک کو پتہ نہیں جلتا کہ جوں کا توں دوسرے پرست اس پر دانی ہے یا نہیں؟ جبکہ پتہ کھلا کا باپ اس خرید و فروخت پر انہیں منع نہیں کرتا، تو کیا اس طرح بیچوں سے اشیاء کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب۔** جرنیچے اور چھیاں نفع اور نقصان کی تیز کر سکتے ہوں تو باپ کا اذن و اجازت سے ان کی بیع و شراء شرعاً نافذ ہوگی اور اذن مراۃ اور ولایت دونوں طرح درست ہے پس بیچوں کے والدین کی غامضی اور خرید و فروخت سے انہیں منع نہ کرنا بھی اذی اور اجازت میں داخل ہے لہذا ان سے خرید و فروخت مرتفع ہے۔

ما قال العلامة المصنف في ثم الاذن كما ثبت بالنعم يجوز ثبت بالذلة كما اذا رأى عبد بيع ويشترى فمكت يصير ما ذكرنا عندنا۔ زهدية ج ۳ ص ۲۸۲ کتاب المآذون۔

ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: الا لا تعلموا الا بعمل مال: مرفق الطبيب نفس منه۔ (عش حقه لصاحب ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب البيوع، باب الغصب والغارة) ومثله في رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب البيوع، مطلب في بيع المكره والمنقوض۔

ثم قال في المهدية: اذا اذن لصبي بعقل البيع والشراء يجوز يريدهم انه يعتزل معنى البيع والشراء بان عرف ان البيع سالب للمطلق والشراء جالب عرف الغبن اليسير من الغاش لا نفس العبارة كذا في الصغرى۔ (فتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۸۲، الباب الثاني عشر في الصبي والمعتوه۔ الخ)

ومثله في البحر الرائق ج ۸ ص ۲۸۲ کتاب المآذون۔

**سوال :-** ایک آدمی کا وفاق تو نرسن درست نہیں در پروانہ  
**مجنون کی خرید و فروخت** اور مجنون ہے آیا از روئے شریعت اس آدمی کا بیع و شراء

باطل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت طہر ہونے مع و شراء کی صحت اور انعقاد کے لیے دیگر شرائط کے  
 ملاوہ عقل کی درستگی کو بھی ضروری اور اہم شرط قرار دیا ہے، اگر کہ وہ از روئے عقول صحیح ہے  
 اور نفع و نقصان کی تیز بہہ قادر نہیں ہوتا اس لیے مجنون اور نہ یوانے کی بیع عقدہ ہوگی۔

لما قال العلامة انكاسانی رحمه الله: وما شئت انطها اقتضاها ان يكون له عقل  
 فلا تثبت ولا يجه العبد ومنها ان يكون عاقلًا فلا تثبت ولا يجه المجنون  
 (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، فصل وما شئت انطها فانواع ۱۰۷)

**سوال :-** ہمارے علاقے میں  
**نرخ کے تعین سے قبل مدیعوں میں تصرف کرنا** زمیندار کپاس کی فصل تیار ہونے پر

کارخانے میں بھیج دیتے ہیں، کارخانہ والے مال قفل کر لیتے استعمال میں لاتے ہیں اور  
 زمیندار کسی بھی وقت جا کر نرخ طے کر لیتے ہیں، آیا تجارت کا یہ طریقہ کار درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کارخانہ والے مال وصول کر کے بطور امانت اپنے پاس رکھیں یا باقاعدہ  
 درجہ نرخ طے کر لیں اور کسی کو بھیج دے گا کہ اس کے پاس زمیندار کا مال ہے تو وہ اس کو استعمال  
 نرخ طے کرے اس سے قبل بھی کارخانہ والے اس کپاس کو اپنے استعمال میں لائیں اور استعمال  
 کے بعد نرخ مقرر کیا جائے تو یہ معاملہ بیع خاص ہے، کپاس کے استعمال سے قبل نرخ  
 مقرر کرنا القی ہے۔

لما قال العلامة انكاسانی: ومنها ان يكون البيع معلوماً وثمنه معلوماً علمياً يمنع من  
 انتافعه۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، فصل وما شئت انطها فانواع ۱۰۷)

لما قال العلامة ابن عابد: وشراؤها بالقد اشارة العقل والعدد فلا يجهد بيع مجنون وصبي  
 لا يعقل۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، مطلب شرائط البيوع فانواع اربعہ)

وَمِنْهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، الباب الاول في تعريف البيع... إلخ۔

۲۔ قال في الهندية ومنها ان يكون البيع معلوماً والثمن معلوماً علمياً يمنع من انتافعه  
 (الفتاوى البهريہ ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، الباب الاول في تعريف البيع، وَمِنْهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ ج ۳ ص ۳۳۱ کتاب البيوع، مطلب شرائط البيوع  
 فانواع اربعہ)۔

**باب مسروقتہ کی خرید و فروخت کا حکم** | سوال :- ایک شخص نے کسی سے کچھ مال خریدا  
سو دیکھ لیا اور خریدنے کے بعد اسے غلام بنوا  
کر یہ مال پوری کا بیچنے والا بن گیا۔ اس خرید سے جو مال کا بیچا گیا ہے ؟

الجواب :- شریعت مقدسہ میں اس بات کی تصریح فرمادی گئی ہے کہ چوری کا مال  
اصل مالک کو واپس کرنا واجب ہے، جس چیز کے متعلق قرآن سے غائب گمان ہو کہ یہ  
چوری کا ہے تو اس کے خریدنے سے گریز کیا جائے۔ لیکن اگر غلط فہمی سے خریدی جائے  
اور بعد میں حقیقت واضح ہو تو وہ چیز اسی کے اصل مالک کو واپس کی جائے، اور مشتری کو  
بائع سے اپنی رقم کے مطالبے کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : لو ظفر غریب صلاب ای مسروقا  
او مفسودا بوجع عینہ لشدائی۔ (رد المحتار ج ۴ ملت کتاب البیوع ج ۱)

سوال :- جب یہ شخص صاحب زمین ایک  
کوئی چیز خریدنے کے لیے پیشگی رقم دینا  
پہلے کا مالک سے رقم وصول کر لیتا ہوں بعد میں نئی کاربندی سے لے کر مالک کے کالے کرتا  
ہوں، اگر مالک کو پسند آجائے تو خرید لیتا ہے ورنہ اپنی رقم واپس لے لیتا ہے، درج ذیل رقم  
ہو جاتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح معاملے کو نافذ کیا جائے یا نہیں؟  
الجواب :- منظرین فقہاء نے صورت مذکور کے جواب پر تصریح کی ہے کہ اگر بیع  
کی نیت سے پیشگی رقم دینا بیع نہیں بلکہ بیع کا وعدہ ہے جبکہ حقیقی بیع ہمیشہ وصول کرنے  
کے بعد متحقق ہوتا ہے لہذا بیع کا عملی کی وجہ سے بیع منقطع ہو کر صیغہ ہو جاتی ہے و مشتری  
کو خرید و فروخت کا حق حاصل رہے گا۔ اسی لیے کسی چیز کے خرید و فروخت کے لیے پیشگی رقم دینا

لے قال ملت العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : ولو باع السارق المسروق  
من انسان او ملک منہ بوجہ من الوجه فان كان قائما فاصح حیه  
ان یاخذہ لانه عین ملکہ ولما اخذ منہ ان يرجع یا یضمان علی السارق۔

ردائع و نصائح ج ۵ ملت کتاب البیوع

و ملکہ فی البیوع الائن ج ۶ ملت کتاب البیوع، باب خیار العیب۔



ہمارے لئے۔

لما قال علامۃ ابن عابدین رحمۃ اللہ: ولولا طاعۃ النور، لم یجعلنی رخصۃ کل یوم خمسۃ اعیاد ولم یقن فی الایستاد شاریت ملک یجوزنی وطفا حللانی وان کان نیتہ وقت الشراء لانه بمجرد النسیۃ لا یشعشع وانما یقع البیع الا ان بانعا علی والان المبیع معلوم ینعقد البیع صحیحاً۔ یہ حدیث نہایت عجیب و غریب ہے۔  
**مشتری کو بیع وصول کرنے پر مجبور کرنا** | سوال: میں نے ایک شخص کو ایک شے کے لئے ۱۰ روپے کی رقم دی تھی اور وہ اسے وصول کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ کیا میں اسے روپے وصول کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں؟  
 ہاں، لیکن آپ وہ مجھے تنگ کرنے کی غرض سے نہ تو دھتکے کا شے اور نہ ہی سودا واپسی کو لیتے ایسی صورت میں از روئے غریبیت مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: باقاعدہ بیع منعقد ہو کر شخص کو بیع وصول کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اسی بنا پر صورت مذکورہ میں بالبیع کے مطالبہ پر مشتری کو دھتکے کا شے یا دوا وغیرہ کی رضامندی سے بیع فسخ کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور اگر مشتری اس کے باوجود کسی بات کو تسلیم نہ کرے تو باقی قاضی یا اہل حل و عقد کے ذریعے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔  
 ما قال ابن ابی بکر المرعیشانی: ویقال للبیاع اقلعها وسلم البیع، وکذا اذا کان فید الزرع لان مدق المشتري حشغول بملک البیع فکان علیہ تفریقہ، ولیس لہ ما اذا کان فیدہ محتاج۔ (الہدایۃ ج ۳ ص ۳۰۰) کتاب البیوع: فعل ومن باع وانما (الخ)۔

لما قال علامۃ سلیم: ومن باع بالتماعی... وصورۃ یشغول علی الثمن...  
 یاخذ المشتري التماع ویذهب بوضاہبہ من تیران بوقع الثمن وان یرفع مشتری الثمن للباع ویذهب بدارن قبض البیع فان البیع لازم علی الصحیح۔

شرح المجلد للعلامۃ سلیم: رتبتم بالادۃ ۵۵ ص ۵۵۰  
 وَتَمَلَّکَ فی شرح المجلد للعلامۃ خالد الاحاسی: تمت المادۃ ۵۵ ص ۵۵۰۔  
 اما قال العلامة المصطفیٰ: ومن مر بائع بقطعها وتسليم البیع عند وجوب تسليمها فان لم یقصد الثمن لم یؤثر به غایۃ۔ وقال العلامة ابن عابدین: تحت قوله: عند وجوب تسليمها: ای تسليم الارض والشجر وما لک من مدقک مشتری الثمن فلو لم یقصد الثمن لم یؤثر به۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۵۵۰) مطلب فی بیع التمر والزروع والشجر مقصوداً۔ وَتَمَلَّکَ فی البحر الرائق ج ۵ ص ۵۰۰ کتاب البیوع

ٹیلیفون کے ذریعے عقدِ نکاح کا حکم | سوال :- ہم حاضر میں عام طور پر پتہ اور حضرات دور دراز کے شہروں اور بیرونِ ملک سے ٹیلیفون

کے ذریعے مال منگواتے ہیں، تو کیا خرید و فروخت کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں ؟  
الجواب :- شرعیت مقدمہ نے خرید و فروخت کے دوران ایجاب و قبول کے لیے اتحادِ مجلس کو ضروری قرار دیا ہے لیکن اتحادِ عام ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی، حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی کی صورت پر ہے کہ ایک مجلس میں ایجاب ہو جائے اور شتر کی کو کسی مناسب طریقہ سے خبر دے بغیر خط یا پیغامِ رسل کی معرفت اطلاع دی جائے۔ موجودہ دور میں فقہانہ انسانی ضروریات اور حرج و مرج (ٹیلیفون) کے ذریعے کئے گئے بیع و شراء اور طلاق وغیرہ کو بھی اسی زمرہ میں شمار کیا ہے، لہذا ٹیلیفون کے ذریعے اگر کسی چیز کے بارے میں بات کاغذ پر ایجاب و قبول ہو جائے تو یہ بیع شرعاً نافذِ عمل ہوگی۔

ما قال ابو محمد کمال ابن مصطفی الطرابلسی، مسئل بعد صلوة الجمعة حفیر خیر لثام فی الشغراف لبعض التعوس بانہ ثبت فی الشام ندبة حلال .... فلجاب ابن السلاطین المسلمین وضعوا الشغراف لتسلیخ الاخبار من البلاد المغریبة ذلیعاً فی مدة یسیرة جداً او اقاموا لاعماله اشخاصاً مسلمین واتفقوا علی ذلک مواء جسیمة واستغفوا به من السعاة ورسالة المکاتیب غالباً نصارتان فی ذلک یخاطب به السلاطین بعضهم ببعضهم فی مهمات ذمور و تبعهم الناس علی ذلک۔ فتناهی الکاملیة ص ۲۸۶ مطلب هل یتب رعضان بالشغراف ینے

بالغ بیٹے کی غیر موجودگی میں اس کی بایں اور فروخت کرنا | سوال :- ایک شخص کا بالغ میں رہتا ہے اس کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر والد اس کی بایں اور فروخت کرے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے ؟

لہ قال الذکثور الوہبة الزحیہ علی، البیع بالمراسلة او بواسطة رسول یعم اتفاقاً ویکون مجلس التعاقد هو مجلس بلوغ الرسالة معانذ وقد اقل الی العاقد الشان۔

رافعہ اسلامی وادلتہ جہ ۳۵۵ تانیاً البیوع بسبب التبیغۃ

الجواب: شریعت مقدسہ سے ہر انسان کو اپنی ملکیت میں خود مختار قرار دیا ہے جبکہ کسی دوسرے کی ملکیت میں تصرف، صل، مالک کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ لہذا جب باطنی بنا معاشرہ ہو تو والد کی طرف سے اس کی فروخت کروہ جائیداد بیع فضولی کے زمرہ میں آکر بیٹے کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

لما قال علاؤ الدین الحنفی رحمہ اللہ: بیع الاب عرض ایہ، اکبر انساب لا اخصر، ما کا عفا۔ (الدر المختار صفحہ ۳۳ طبع ۱۳۷۲ مطلب فی نفقۃ قرینہ غیر الوالد من الرحم لمعزم) لے

جائیداد کی خرید و فروخت پر کیش لینے کی شرعی حیثیت | سوال: ایک آدمی فروخت کا با اعتماد ادارہ کے نام سے ایک دفتر کھول رکھا ہے جہاں وہ زمین کی خرید و فروخت کا کام کرتا ہے اور اس پر وہ جائیں یعنی خریدتے اور فروخت کرتے ہوئے سے دو فیصد کیش لیندے، تو کیا اس طرح پر جائیں سے کیش لینا شرعی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شریعت مقدسہ نے ایک ایسی شخص کو مانع اور مشتری دونوں کی جانب سے وکالت کی ذمہ داری دینے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن جائیں کی طرف سے دلال بن سکتا ہے۔ وکیل اور دلال میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وکیل کو صل میں جائز تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ دلال کی ذمہ داری مال خریدنے کی طرف ترغیب دلانا ہوتی ہے اور بیع میں کسی قسم کے تصرف کا اس کو حق حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسؤل میں یہ شخص جو نہ دلال کی حیثیت سے کار کرتا ہے اس لیے اس کو جائیں سے مناسب کیش لینا حرام منوع نہیں ہے، تاہم ایسے ادارے کو بیٹے سے مناسب کیش کی وضاحت کر دینا ضروری ہے تاکہ بعد میں جھگڑے اور کبیروہ غاضری کا سبب نہ بنے۔

لے قال العلامة عبد العلی السیجندی: يجوز لطلب ان بیع عروض ولد العاقل ابتداءً أو بقاءً أو تصرفاً في نفسه، إذا كان من اجنس نفقه ولا يجوز ان بیع عقاره لذات۔ (الرجبندی ج ۳ صفحہ ۳۷ کتاب البیوع)۔

وَمِنْهُ فِي آدَابِ الْأَوْصِيَاءِ عَلَيَّ هَامِشِ جَامِعِ الْفُصُولِ فِي تَرْغِيبِ الْأَوْلَادِ وَالْعَقَارِ وَالْمَالِ

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: فتجب الدلالة على البائع والمشتري عليه ما يعصب المعروف - (رد المحتار ج ۴ ص ۴۸۱ کتاب البیوع) ۱۷

بیع کے نفاذ کا دار و مدار سرکاری کاغذائیں اندراج پر موقوف نہیں | سوال نمبر ایک

زمین خریدی لیکن لاپرواہی سے حکومتی کاغذات میں اندراج و رجسٹر اور انتقال کیے بغیر بیع فرمایا۔ اسی آدمی کے حوالہ کردی جس سے خریدنا تھی اب کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ آدمی اس زمین پر قابض ہو گیا ہے کہ یہ زمین سرکاری کاغذات میں میری ملکیت ہے تو کیا مشتری بغیر سرکاری کاغذات میں اندراج کے اس زمین کا مالک ہے یا نہیں؟

الجواب: - خریدت نے بیع کے نفاذ کو سرکاری کاغذات میں اندراج پر موقوف نہیں رکھا ہے بلکہ بیع کے لیے جانین کی رضامندی اور ایجاب و قبول کو ضروری قرار دیا ہے۔ لہذا سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے کے باوجود مذکورہ زمین کے حاکم حقوق مشتری کو حاصل ہوں گے اور اس پر بائع کا قبضہ غصب اور ظلم شمار ہو کر ناجائز اور حرام ہوگا۔

لما قال فی مجلۃ الاحکام: البیع ینعقد بالایجاب وقبول۔

رجلۃ الاحکام، المادة ۱۶۸، الفصل الاول، ما يتعلق بکمال البیع) ۱۸

حق نہ ہر میں دی ہوئی زمین کا حق فروخت بھی نہ میری کوھا اصل ہے | سوال نمبر ایک

وقت اپنی حکومت کو حق نہ ہر میں کچھ زمین دی، اب یہ شخص حق نہ ہر میں دی ہوئی زمین کو ملکہ امتداد نہ ہر میں فروخت کرنا چاہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع قانون کو

لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا یبذل عذرہ الا بالکفوف کے تو اس کا ریت اور ادا دانی کیلئے نہ قصہ اور اس کو نہ کہ وہ ہے اور اس کو نہ کہ وہ ہے فروخت کرنے والے کو ایجاب ہے تو حق اور دوا کا اعتبار اس کے خلاف ہو گا نہ کہ وہ اس کے اختیار میں ہوگا۔ (المذاہب المتقرینہ فیہا من احوال العربین ج ۱ ص ۱۶۸) ۱۹

۲۰ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: اما القول فبالایجاب والقبول وهو انکنا ظاہرہ

انما یصح بالایجاب والقبول - (رد المحتار ج ۴ ص ۴۸۱ کتاب البیوع) ۲۰

ومشکلۃ فی البعول والبقول ج ۵ ص ۲۵ کتاب البیع -





نمبر نمونہ ۔

لما قال علامہ ابن نجیم انصری : لو مات رجل وكتب من ثمن البازق ونظلم  
واخذ الرشوة تعود انوارثة ولا يأخذون منه شيئا وهو لا يفي لهم ويردونه  
على اربابهم عن عرفوهم والا بصدقة لان سبب الحجب ان صدق اذا  
تعد التردد . ( البحر الرائق ج ۸ ص ۸۰ فصل في البيع )

سوال :- بعض ملافوں میں دوکان یا مکان کرایہ  
پر دیتے وقت پیشی رقم دینا ضروری ہوتا ہے اور یہ  
پیشی رقم کرایہ کے علاوہ ہوتا ہے جو کہ عرف میں پختہ  
کہلاتی ہے کیا یہ رقم اپنا شرط جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مساوات ایک آدمی اپنے مکان یا دوکان ایک غریب کے لیے کرایہ  
پر دیتا ہے اور کرایہ دار سے کرایہ کے علاوہ کچھ رقم پیشیت بھی وصول کرتا ہے جو پختہ کہلاتی ہے  
کرایہ دار پر پیشیت رقم دے کر اس بات کو سمجھتا ہے کہ وہ جاتا ہے کہ ایک غریب مدت یا نجات  
کرایہ داری کو جاری رکھے۔ بعض حالات میں وہ اپنا یہ حق کسی دوسرے کرایہ دار کو منتقل کر کے  
اسی سے یہ رقم لے سکتا ہے، اور اگر اصلی مالک دوکان یا مکان یا نبی دیتا چاہے تو اسے  
یہ رقم واپس کرنا ہوگی۔

اس مروجہ پختہ کے بارے میں علامہ کرام نے عدم جواز کا قول فرمایا ہے کیونکہ یہ نہ تو  
نہوں میں الحق ہے اور نہ تجارت جملہ ہے بلکہ یہ حق مجرد کی فروخت ہے جو کہ ناجائز ہے اور  
پیشی کا رقم رشوت ہے جو کہ بعض خطی کنز سے حرام ہے، لہذا مروجہ پختہ کی کارم شرع  
کے خلاف ہے۔

ابنہ اس پیشیت رقم کو ایک متعین مدت کی پیشی قرار دیا جائے اور متعین مدت تک

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : في التبرعية اخذ مورد رشوة او ظلم ان  
علم ذلك بعدد لا يحل ما اخذ وان لم يدر حكمه امان في الديانة بصدق ما بنية  
بعض المصنفين . ( رد المحتار ج ۵ ص ۹۹ مطلب في من وردت حال احراماً )

ومثل في غير عيون البصائر شرح الاشياء والمقاصد ج ۲ کتاب التبرعية۔

کرایہ بھی ختم ہوتا ہے جائز ہے کیونکہ یہ اجارہ میں شمار ہوگا اور اجارے کے تمام احکام اس پر جاری ہو کر اس قسم کی رقم کا لینا جائز سے اور جو جو رقم بگڑی یا ناجائز ہے ۔

قال الدكتور وهبة الزحيلي : الحق المجرد (والحق هو الذي لا يتنازل عنه مسلماً) اذ لا يجرى الاحتياض عنه كحق الوكالة على النفس والمال وحق الشفعة . رافقه الاسلامي وادلته ج ۳ ص ۴۱ الحقوق المجردة وحق المجردة ( )

سوال :- ایک آدمی اگر کسی سے گھر خریدنے کے دوسرے کے سود سے پرسودا کرنا بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی دن وہ ایک تیسرے

آدمی سے ملاقات کر کے زیادہ قیمت پر وہ مکان خرید لیا کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟  
الجواب :- ہاں اور مشتری کی بات قیمت کے دوران کسی اور کے لیے دریاں میں تاگر قیمت بڑھانا سب نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے تاہم باتفاقہ ایجاد قبول کی صورت میں صحیح تمام اللہ رحمہ ہے اگر یہ ایسا کرنا کرہت سے نکالیں ۔

لاوروفي الحديث : عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يبيع الرجل على بيع أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه إلا أن ياذن له وإيضاً عن أبي هريرة أن نبى عليه السلام نهى أن ينام على سوم أخيه - (الصحيح المصنف ج ۲ ص ۴۱ باب التحريم بيع الرجل على بيع أخيه وسومه على سومه)

سوال :- رشوت ، سود ، خوراک وغیرہ حرام ہے یا نہیں ؟  
حرام مال سے خرید و فروخت کرنا سے حاصل کی ہوئی رقم سے خرید و فروخت

کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

قال العلامة (الحصكفي) رحمه الله ، لا يجوز الاحتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة - (المختار من صمد المتعار ج ۲ ص ۵۹ کتاب المہجوع)

لے قال العلامة علی بن ابی بکر المرغینانی : نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النش

ومن سوم على سوم غيره - (الهداية ج ۳ ص ۴۱ فصل فيما يكره)

وَوُكِّلَ في البيع والرائق ج ۲ ص ۴۱ فصل فيما يكره -



**الجواب :-** رشوت، سود، جوا اور دیگر حرام ذرائع سے حاصل شدہ رقم کا ذاتی ضرورت یا میں صرف کرنا جائز نہیں، اسی سے فراغتِ قوت کے لیے ضروری ہے کہ اگر اصل مالک زندہ ہو تو ان کو واپس کر کے زیرِ فارغ کرے ورنہ فقراء اور محتاجوں پر اصل مالکان کی طرف سے عہدہ کر دے۔ اس بناء پر علم کے باوجود ان اشیاء کے کوئی خرید و فروخت سے اجتناب ضروری ہے۔

ما قال العلامة ابن عابدین: والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم والآن ان علم عین الحرام لا یجوز له ویصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالاً محتطاً بحقیق من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئ منه یستہل حل لہ حکماً والاھن، دیانۃ الضمیر منہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۹۹ مطلبی من ورت صلاً حراماً لہ)

**حکومت کی طرف سے روزمرہ استعمال کی اشیاء کے نرخ مقرر کرنا** **سوال :-** بسا اوقات حکومت کی طرف سے روزمرہ استعمال کی اشیاء کے نرخ مقرر کر کے تراش قیمت وصول کرنے پر پابندی لگا دی جاتی ہے، کیا حکومت کے لیے اس قسم کی پابندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت کی نروس سے کسی چیز کی خرید و فروخت، بائع اور مشتری کی آپس میں رضامندی پر موقوف ہے خواہ وہ قیمت زیادہ ہو یا کم، بعض اشیاء کی کوٹنگ میں تفاوت کی وجہ سے آنکھ کے نرخوں میں بھی تفاوت آ جاتا ہے ایسے حکومت کو شریعت میں نہیں کہ کسی چیز کے نرخ تعیین کر کے پابندی لگائے کیونکہ اس قسم کی پابندیوں سے عوام پر تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض حالات میں بھی لوگ اشیاء فرو بیع کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ کر کے عوام کو پریشان کرتے ہیں اور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور لوگوں کو

ما قال الامام مازن نجیم النہر ج ۱ ص ۱۷۷: لو مات رجل وکسب من ثمن الباقی وانظلم او خذل او شربا لتعدا لوزرۃ ولا یأخذون منه شیئاً وھو الادوی لہ بعد یوجد نہ علی ادباہ ان عرفوہم ولا یتصدق بہ لان سبیل الکسب الخبیثۃ التصدیق اذا تعدا الزرد۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۸۷ فصل فی البیع کتاب البکرۃ)

وَمَنْ لَّكَ فِي الْأَشْيَاءِ وَالنَّظَائِرِ ج ۲ ص ۱۷۷ کتاب البکرۃ۔



زیادہ منافع کیلئے ذخیرہ اندوزی کرنا **سوال**۔ لوگوں یا شرکاء کی ضرورت کے باوجود  
ایک شخص نقد خرید کر ذخیرہ کر دے اور ضرورت ہے تو اس کا  
وقت پر فروخت کر کے زیادہ منافع حاصل کیا جاسکے، تو کیا اس کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب**۔ ہاں اور عت کے دنوں میں ذخیرہ کر منسوخی کر لی پیدا کر سکتے ہیں ذخیرہ  
کرنا احکام کا ہے جو شرعاً حرام ہے، تاہم اگر عوام الناس کی ضروریات کھلی منڈی میں آسانی  
سے بخاری ہوئی ہوں تو پھر کسی چیز کو زیادہ منافع کی خاطر ذخیرہ کرنا جائز ہے۔

لاوردی، الحدیث، عن عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ  
صلى اللہ علیہ وسلم الغالب موزوق والعتاکر ملعون (ابن ماجہ ۱۵ باب الفکو)۔  
پیش کی خرید و فروخت کا شرعی حکم **سوال**۔ اگرچہ ملازمت کے انتہائی شرائط  
پر سرکاری ملازمین کو ملازمت کی طرف سے پیش کیے  
۱۔ ہر کچھ وظیفہ دیا جاتا ہے، اس وظیفہ کا کچھ حصہ دوران ملازمت ملازم کی تنخواہ کے کا اہلانا  
ہے اور کچھ کو برصغرت اپنی طرف سے ملا ہے، اس طرح یہ وظیفہ ریٹائرمنٹ والے کو حکومت  
سے رفتہ رفتہ ملتا رہتا ہے، تو اگر اس وظیفہ کو فروخت کر کے یکدم نقد رقم لے لی جائے  
تو کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ یہ دو کیفیت و حقیقت دوران ملازمت منت اور خدمت کے عمل میں بطور  
اعزاز و انعام کے ملازمت سے ریٹائر ہونے والے کو حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے جس میں  
بعض حصہ عطا مسطانی اور بعض اپنی منت کا حصہ ہوتا ہے اس کی فروخت کی دو صورتیں ہو سکتی  
ہیں، ایک تو کو برصغرت کو فروخت کرنا ہے اور ایک اس کے علاوہ کسی دوسرے بظاہر وقت  
کرنا ہے، تو حکومت کے علاوہ کسی اور پر فروخت کرنا چند خرابیوں کی وجہ سے مشروع نہیں  
کیونکہ اس میں اس رقم کو فروخت کیا جاتا ہے جو کہ ابھی اس کے قبضے میں آئی ہیں نہیں اسلئے

لہ قال العلامة برہاۃ الدین موصی فی، ویکبر الاحتکار فی اقوت الادبیات  
والہائم اذا کان ذالک فی بلد غیر الاحتکار یا ہلہ وکن ذلک المتنی فاما اذا کان  
لغیرہ فلا بأس بہ۔ (الحدایۃ ج ۴ ص ۱۷۵ کتاب الخلیفۃ، فصل فی بیع)  
وَمَثَلُهُ فِي بَدَائِعِ الْمُصَنِّعِ ج ۵ ص ۱۲۵ تَبَا لَاسْتِعْمَالِ۔

غیر مقدور التسلیم ہونے کی بنا پر جائز نہیں، اسی لیے فقہاء کی جائزات اور عایدات نبوی میں اس قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔

عقد وفاق میں بیع کی وجہ سے دست بدست اور مثل مثل موزاں ہو چکا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ لہذا ان نقصانات اور خرابیوں کی وجہ سے اس پیشین کی بیع جائز نہیں۔ یہاں تک گورنمنٹ پر فروخت کرنا ہے تو یہ درحقیقت بیع نہیں بلکہ عطاء و عین کو معین بنانا ہے اور وہ اس طرح کہ حکومت نے جو وظیفہ قسطنطینہ وارشیت سے خریدا تھا اب اس زیادہ وظیفہ کو نسبت کر کے بخش لیا ہوا ہے۔ یعنی بھی صورت میں تا جیل تھی اور اس میں کیدار کی حاصل کرنا ہے جس میں شرعی طور پر کوئی خرچ نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم مصرى رحمه الله: وبیع الذین لا یعوزون بآئنة من سربون وودھید جاز۔ (الاشاہ وفتاویٰ ج ۴ ص ۲۸۰) بقول فی الذین ص ۱۰

بیع میں اجل مچھول سے بیع فاسد ہو جاتی ہے | اس سوال - ایک شخص نے کسی کچھ رقم سے لے اور اس کے بدلے آئندہ گندم کے تومن میں جو خرچ ہو گا اس کے مقابلہ میں گندم دے دینا، تو کیا یہ معاشرہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب - کسی بھی معاملہ میں وقت کا تقبیل کرنا ضروری ہے، وقت کا تقبیل کیے بغیر معاہدے کرنا مضنی، نالی الزام ہوتا ہے، اس لیے شرعاً ایسے معاملات فاسد قرار دیے جاتے ہیں۔ مذکورہ معاملہ بھی اسی قسم کا ہے، خواہ اسے بیع مطلق قرار دیا جائے یا بیع سلم، البتہ اگر یہ معاملہ قرض کا ہو تو قیہم شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة عفرامہ عثاقی، وقد اجمعوا علی فساد السلم و الاجل مچھول فساد بیع کذا متواتر کہ وہ اعلام سنن ج ۴ ص ۱۴۸، بولوا بیع و بیع فاسد و بیع الاجل مچھول ہے۔  
لما قال العلامة الشافعی رحمه الله: و بیع طرد و یون من غیر مت علیہ و اشتراء یفا من غیر مت علیہ فی مخرات، ضائع، بیع و اشتراء الحی ازیت لمریح جز۔ ہ (بیع المصانع ج ۲ ص ۱۸۰) بیع و اشتراء المصنع نوعاً  
لما قال العلامة ابن عابدین: رجل یباع شیئاً یفاجئاً و لخرج الشئ ان المصدا و اللباس قال مفید  
البیع فی قول ابی حنیفہ۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۱۸۰) و فی شرح الوفاة ج ۴ ص ۱۸۰ بیع۔



## باب ما يجوز بيعه وما لا يجوز

جائز اور ناجائز بیع کے مسائل احکام

**شراب کی خرید و فروخت کا حکم** **السوال**۔ اسلام میں شراب کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

**الجواب**۔ اسلام میں شراب نہیں بلیا جاتا اور حرام ہے۔ بلکہ اس عمل کو شیطانِ عمل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ إِذْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَالًا نَصَافٍ** وَالَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ الشَّيْطَانُ۔ (سورۃ فائدہ آیت ۸۴) اس لیے شراب کی خرید و فروخت حرام بلکہ باطل ہے لہذا مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

و فی الہندیۃ: فما باطل ما لا یکن محلہ ما لا یستقر ما لا یواشتر فی خمسہ و حدیث و منہ احرام۔ نو۔ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۷۷ کتاب البیوع الباب الحادی عشر فی احکام بیع تخیل الجائز۔ لے

**شراب کی آمدنی کے عوض اشیا و فروخت کرنا** **السوال**۔ ایک شخص کو کپڑے کا کاروبار کرتا ہے پھر اس کو کسی کام کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ شراب کی آمدنی کے عوض کپڑا خرید رہا ہے تو اس کا کپڑا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ یہ مسلمان کے لیے شراب فروشی کو ذریعہ آمدنی بنانا حرام اور ناجائز ہے اور یہی اس آمدنی کے عوض دیگر اشیا و فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ شراب کی فروخت کے عوض کیا ہوا مال بالکل غیر ہے مسلمان اس کا مالک نہیں ہو سکتا۔

لَا جَائِزَ فِي الْحَدِيثِ، وَالْحَقِيقَةُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ أَوْ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَتَقِ لَمْ

يَقُلْ لِعَلَّامَةِ مَذْهَبِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ: الْبَاطِلُ مَا لَا يُمْرُ بِحَالٍ وَهُوَ صَوْرَتُهُ بِإِيجَاعِ لَدُنْ وَالْحَرَامِ وَالْحَرَامِ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۷ کتاب البیوع، الفصل الرابع فی بیع العاصد و احکامہ)

و مَشْكُوكٌ فِي الْهَدَايَةِ ج ۲ ص ۵۲ کتاب البیوع باب بیع العاصد۔



نہو اس بنا پر جن ادویات اور دیگر شہا میں یقیناً یا قریباً غالب سے معلوم ہو کہ ان میں غلبہ کی  
آئینہ شمس ہے اور علاج کسی قبضہ دل و دماغ سے ممکن ہو تو ان کی خرید و فروخت اور استعمال سے  
اعتبار کرنا چاہیے۔

ماوردی الحدیث : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا ابا عامر ان الله تعالى قد حرم  
الحمر فلا حاجة لذي حمر ان قال خذها فبعضها فاستعن بشمنها على حاجتك فقال يا ابا عامر  
ان الله تعالى قد حرمها وبيعها واكثمها۔ (السنن عظمیٰ كتاب البسوم) ۱۰

سوال :- اکمل علی ہونی ادویات کی خرید و  
اکمل علی ادویات کی تجارت کی شرعی حیثیت

الجواب :- اگر ادویات میں ملا گیا اکمل انکور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے کشید  
کیا گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس دوا کا استعمال ضرورتاً جائز ہے گا  
بشرطیکہ ہر کسک تک نہ پہنچا ہوا اور علاج کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے شیخین کے مسلک پر عمل کرنا  
مصرح ہوگا تاہم اگر اکمل انکور یا کھجور سے حاصل کیا گیا ہو تو ان دواؤں کا استعمال شدید ضرورت  
اور اضطرار کے علاوہ جائز نہیں۔ البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ اکمل روٹوں میں ملانے کے بعد اس کی  
حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوئی ہے تو ایسی صورت میں اس کی حقیقت تمام ہو کر ان ادویات  
کا استعمال بالاتفاق جائز ہوگا لیکن یہ مسئلہ ماہرین فنی و طب کے حصے سے بھی حل ہو سکتا ہے۔

اساقان العقۃ المضمیٰ فی مثالی ۱۔ و بهذا یجب حکم الکحول المسکرة التي  
ممت بها البسول المیزم فانها تستعمل فی كثير من الادویة و العطور و العریجات الاخری  
فانها ان اتخذت من العنب او التمر فلا سبیل الى حلقها و طهارتها وان اتخذت من غیرهما فلا  
جناہ علی من ذہب الی حنیفہ و نایبہما استعمالہا فی البسول و ای لا یمنع من استعمالہا فی البسول  
و ان سئل عن الاستعمال فی البسول مع الخمر الاخری و ان یحکم بمجانستہا اخذ القول فی حنیفہ  
و ان یحکم بالکحول التي تستعمل فی البسول فی الادویة و العطور و غیرہا اخذ من اعجب و التمر انما  
تقتضی من الجبوب و القشیری (البسول و غیرہ) (المدخل فی الفہم ص ۱۰۰ کتاب البسول) ۲۰

۱۔ قال محمد بن الحسن الشیبانی : محمد بن یعقوب عن ابی حنیفہ رخص الله قال الحمر حرام  
فیلها و کثیرہا۔ (الجامع الصغیر ص ۲۹۸ کتاب الاشربة)



**منشیات کی خرید و فروخت** | سوال: ایفون پرس، ہنگام اور بیرون وغیرہ کی تجارت کا شریعت منہج میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:** ایفون پرس، ہنگام اور بیرون وغیرہ کی دوسرے تمام چیزیں لہذا حرام تھیں کی قیمت اور گناہ پر عاقبت کی دوسرے ان کی خرید و فروخت سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ان اشیاء سے انسان کی دینی اور دنیوی بربادی لازم آتی ہے۔

لما قال علاؤ الدین المحضی رحمہ اللہ: وھم یبع غیر المحضی داسر ومقادہ مسعۃ یبع المحشیۃ والافیون قلت وقد مثل عن بیع المحشیۃ من جھوز فکتب لایجوز یعمل علی انہ مرادہ بعدم الحواز عدم الحل قلنا المصنف۔

والرد المحتار مع ما دا مختار ج ۲ ص ۲۵۵ کتب لاشریۃ لہ

**تباکو کی خرید و فروخت** | سوال: جناب مفتی صاحب! تباکو کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

**الجواب:** تباکو کا استعمال از روئے شرع نہیں لہذا اس سوال کے فسخ ہونے کی بنا پر اس کی خرید و فروخت میں بھی کوئی قیامت نہیں جبکہ آج کل تباکو فروشی ایک بہت بڑا ذریعہ معاش بن گیا ہے، غربت اور تنگی کے اس دور میں اس کا کاروبار کرنے میں کوئی شرعی حرم نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وبالجملة ان ثبت فی ہذا الدخان ضرر لا منہ فخال من النافع فیجوز الاتا، ثم عریضہ ان لم یثبت تنفعہ فالاصل حله مع ان فی الاتا یحلہ دفع العرج عن السالمین فان اکثرھم یستنون بشاؤلہ مع ان تحلیلہ یسر من تعریضہ دعا عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اتا لیسوا (یعنی اتا دینا کہ ہم تم کی دوسری چیزیں لے لے قال العلامة الحدادی: ولا یجوز انھل لیسج والمحشیۃ والافیون وذلک لیکون حرام۔) (المجہدۃ الشیخ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الاشریۃ۔)

وتمکنا فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الاشریۃ۔

کذا قال العلامة ابوالحسنات عبدالحی کلینی، فی رسالہ و فیہ الاتا لیس فی حکم تعالیٰ بنظر اعتبار اعیانہا وشرائہا لاجوز لہا کان لا تنقاع بہا۔ (المجہدۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الاشریۃ۔)

وہم غفلہ فی رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۵ کتاب الاشریۃ۔

**ریڈیو ٹیپ بیکارڈ وغیرہ کی خرید و فروخت** | سوال: تندرست ترائیڈ وغیرہ دیگر ادارہ خرید و فروخت کرنے کی غرض سے ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کا استعمال جائز امور میں ممکن ہے اس لیے ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں تاہم یہ چیزیں کسی ایسے شخص کو دینا جس سے کسی غیر کا توقع نہ ہو بلکہ محض یہ دینی کے امور میں استعمال کا یقین ہو تو تعاون علی المعصیت کے مشابہ سے خالی نہیں۔

ما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: قلت وافاد کلامہن ما قامت المعصیۃ بعینہ بکرمہ بیعہ تعدیاً ولا غشاً فیہما (فتاویٰ رضویہ) وعرفی بمقتداہ لا یکون بیع عالم تقیم المعصیۃ بکلیع الجاریۃ المذنیۃ ولا نکیش النطوح۔ (رد المحتار ج ۱۲ باب البغاة۔ المجلد ۱۲)

**آلات موسیقی کی خرید و فروخت** | سوال: باجا، ہستار اور دیگر آلات موسیقی کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: موسیقی جو کہ اسلام میں ناجائز اور حرام ہے اس لیے یہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہوں اور بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے ان سے موسیقی کا کام لیا جاتا ہو اور اسے صحیح ہونے کے وجہ سے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے حجاز کی گنجائش نہیں۔

ما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ویکرہ تحریک ما یج السراح من اهل المذنب لانه اماذ علی المعصیۃ... قلت و فلو کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکون بیعہ تعدیاً ولا غشاً فیہما (فتاویٰ رضویہ) کا حقیقہ الجواز فی لان المعصیۃ تھا ابھار۔ (رد المحتار ج ۱۲ کتاب البغاة)

لہذا احرمة ابن نجیم۔ ان ما قامت المعصیۃ بعینہ بکرمہ بیعہ وحالات فلا ولا قالانہ ذکرہ مع الجاریۃ المذنیۃ والنکیش النطوح۔ (ابن عابدین ج ۱۲ باب البغاة)

وَمَثَلُهُ فِي تَشْرِيحِ الْحَامِدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الاجارۃ۔

لہذا قال علامۃ ابن نجیم: نظیر بیع اسرار میں بکرمہ کھانا ما قامت المعصیۃ بعینہ بکرمہ بیعہ ولا خلاف۔ (ابن عابدین ج ۱۲ کتاب البغاة) نتیجہ یہ ہے۔ (تحفہ کتاب البغاة)

وَمَثَلُهُ فِي تَشْرِيحِ الْفَتَاوَى الْحَامِدِيَّةِ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الاجارۃ۔

گمراہ کن کتابوں کی تجارت کرنا | سوال :- آجکل بعض لوگ بے دینی و فحش گوئی، فرضی ناول اور سوانح پر مشتمل کتابوں کی تجارت کرتے ہیں، کیا یہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- شریعت مقدسہ نے مسلمانوں کو شرک و بدعت، فحش ناول اور واپس پھیراؤ کی کتابوں کے مطالعہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دین سے دوری اور گمراہی کا سبب بنتی ہیں، لہذا ایسی کتابوں کے مطالعہ اور تجارت سے اجتناب ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ یہی تاجر لا وفیت کا ایذا اور معلون بن جاویں، تاہم اس کا علم علماء کے لیے جوہر وئی کی قیمت سے، ایسی کتابوں کے مطالعہ کی گنجائش ہے تاکہ لوگوں کو ان کے مطالعہ سے منع کریں۔

لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَعْلَمُوهُ إِلَّا وَخُصُّوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا مِمَّنْ يَلْعَنُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 (رواہ العاصم) ﴿۱۰۳﴾ سورۃ النور (۱۰۳)

تعویذات کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت | سوال :- بعض لوگ تعویذات کی خرید و فروخت کا دھندہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگوں سے تعویذات کے پیچھے وصول کرتے ہیں، کیا تعویذات کے عوض پیسے لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- تعویذات جو کہ علاج و معالجہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اس بنا پر جائز و معاملات میں شروع تعویذ کے عوض پیسے لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔ تاہم تعویذ فریضی کو اپنا زر بیہ سفاکش بنانا مناسب نہیں۔

لَا تُحَرِّمُوا الْأَمْوَالَ حَتَّىٰ يَسْتَعِذَّ الْبَخِيلُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَظِيمِ  
 (ابن ماجہ) | اناؤا علی حی من احیاء العرب تعلم یقرؤہم تعویذ ہم انہ الذیغ  
 لے قال: اعطاه عالم بن اعلم تصدیقاً انہ اصحاب المسلمین انما یفعلون کذا فیما اصابوا مصیبت  
 فیہ ففی من کتب الیہود والنصارى۔۔۔ فانہ لا یأبى للامام ان یقسم بالذی یغنی عنہم السنین  
 عافۃ ان یتفع فی سہم رجل من المسلمین۔۔۔ و یبغیہ من المشرکین مکروہ۔

والفتاویٰ الشافعیۃ ج ۵ ص ۳۱۳ کتاب الیمن مسائل قسمۃ الیمن قسم









مرور جانور کی کھال رنگنے کے بعد فروخت کرنا سوال۔ مرے ہوئے غیر مذکور جانور کی کھال نکال کر باقاعدہ طور پر رنگنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ شریعت ہفتہ مرتبہ غیر مذکور جانور سے انتفاع مشروع قرار دیا ہے لیکن اس کی کھال کو باقاعدہ رنگنے یا خشک کرنے کے بعد فروخت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

لَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِيضًا يَقُولُ: عَلَا اسْتَعْتَمَ بِهَا يَهَاقُوا لَهَا الْمَيْتَةَ قَالَ: احْمَرْمُ أَكْلَهَا۔

(رواہ البخاری ج ۱ ص ۲۹۹) باب جلود المیتۃ قبل ان تدفین سوال۔ مرور جانور جس کے کھانے سے مرنے والے کو منع فرمایا ہے تو کیا ان کی چڑیوں کو جمع کر کے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ اس جانور کو باقاعدہ طور پر ذبح نہیں کیا گیا ہو؟

الجواب۔ خنزیر کے علاوہ دیگر مرور جانوروں کی کھال رنگنے سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں لیکن ہڈی ہال اور اڈوں کی خرید و فروخت شریعہ میں ہے کیونکہ یہ جانور کی موت کی وجہ سے اس کی یہ اشیاء ناپاک نہیں ہوتیں۔ لہذا اگر جانور باقاعدہ طور پر ذبح ہو تو اس کے چڑی ہال اور اڈوں کی فروخت جائز اور مشروع ہے۔

لَا قَالِ الْمَرِيضُ: وَلَا بَأْسَ بِيَعِ عظام المیتة وعصبها ووصفها وقرنها وشعرها ووبرها ولا شفاع بذلک کلمۃ لیس فیہا طهر ولا یصلح الا لثوب الخیاة۔ (الحدائق ج ۳ ص ۵۵) باب البیع الفاسد) لے

لے قال العلامة الزلیحی: و جلد المیتة قبل ان تدفین یعنی لا یجوز بیعہ و بعدہ بیاع و ینتفع بہ۔۔۔ یعنی بعد الدباغ یجوز بیعہ۔ (تبیین الحقائق ج ۳ ص ۵۵) باب البیع الفاسد) و یشکل فی الہندیۃ ج ۳ ص ۵۵ کتاب البیوع، باب البیع الفاسد۔

لے قال لعلامة الزلیحی: و جلد المیتة قبل الدباغ و بعدہ بیاع و ینتفع بہ و کہ عظم المیتة و عصبها و وصفها و قرنها و وبرها یعنی بعد الدباغ یجوز بیعہ کا یجوز بیع عظم المیتة۔ (تبیین الحقائق ج ۳ ص ۵۵) باب البیع الفاسد)

و یشکل فی الحانیۃ علی هامش الہندیۃ ج ۳ ص ۵۵ کتاب البیوع فصل فی البیع الباطل۔





وطہارۃ غیریہ لاکوں ملا متفاح لا جہذا کا حصول کذا فی معجم السرخس۔  
 زائد دی الہندیۃ ج ۵ ح ۱ کتاب النماز ج ۱ باب فی التفرغ

**قبل الدباغ مردار جانور کی کھال کی فروخت کا حکم**۔ سوال :- بعض ملازمین مردار  
 کے قبل ہی فروخت کر دی جاتی ہے، کیا ایسی کھال کا استعمال و فروخت جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- مردار جانور کے اجزاء سے کسی قسم کا فائدہ یا نفع یا شرعاً ممنوع ہے، لہذا اس  
 کی کھال آثارِ دباغت (رنگینہ) سے قبل فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے تاہم کھال کو  
 باقاعدہ دباغت کے بعد استعمال کرتے اور فروخت کرتے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لا قال من بین ابی بکر بن عیینہؓ : ولا یباع جلود المیتۃ قبل ان تنزع لکن غیبر  
 منقطع بہ ولا بأس بسلطہا ولا تنزع بہا بعد الدباغ۔ (انوار ۳۳۳ باب مع النماز) ۱۰  
**جاندار اشیاء کے مجموعوں کی خرید و فروخت**۔ سوال :- اگر کھلونوں کی خرید و فروخت، کپڑوں اور  
 جوتے کی خرید و فروخت، کھلونوں اور پرندوں کی اشکال والے کھلونوں کی خرید و فروخت سے  
 اجتناب کرے ایسا بیکہ حضرت محمدؐ کی مجال ہے کیا موقع پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔  
 لاوردی حدیث: قال ابن عباسؓ: لا ما حبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا قال قرآن بن عثمان بن عفانؓ: تجاز بحدود النماز وشعورھا وجلودھا جلود المیتۃ  
 جلود المیتۃ یعنی الدباغ حتی یجوز بیعھا ولا تنزع بہا فی غیر الاھل بعد ان تنزع لکن  
 رتبہیں، لکن فی ج ۱ کتاب النماز ج ۱ باب مع النماز

وتمت فی ھذا ج ۱ کتاب النماز ج ۱ باب مع النماز

۱۰۔ قال ابن عیینہ رحمہ اللہ: (وجلد المیتۃ قبل الدباغ) فی لم یجوز بیعہ لکن غیبر

منقطع بہ۔ (انوار ۳۳۳ ج ۱ کتاب النماز ج ۱ باب مع النماز)

۱۱۔ تمت فی الہندیۃ ج ۵ ح ۱ کتاب النماز ج ۱ باب مع النماز ج ۱ باب مع النماز

يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس نافع فيها ابداً فربما الرجل يذوق شدة آفة واصفرو وجهه فقال ويحك ان اريت الابد تصنع فعليك بهذا الشجر حصل شيء ليس فيه روح -

(صحيح بخاری ج ۱ ص ۱۹۲) باب بیع التصاویر التي ليس فيها روح وما يكون من ذلك له  
مُرغیوں کو وزن کر کے فروخت کرنا | سوال :- زندہ مَرغیوں کو تول کر وزن کر کے فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- جائز ارشاد عہدی متفاوت ہونے کی وجہ سے وزن یا پیمانے کے ذریعے فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ سانس لینے کی وجہ سے ان کے وزن میں گتے بڑھنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ مفسد فی اللہ ہے البتہ درجہ میں لوگ اس معمولی گتے بڑھنے کو کوئی وقعت نہیں دیتے تو نزاع نہ ہونے کی صورت میں اس بیع جائز ہونی چاہیے کیونکہ انسانہ عادت اس پر مبنی ہیں جبکہ انہیں مافیہ میں عادت کی وجہ سے ایسی بیع کے حکم جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے ۔

لما قال المرغبی نافع : لان الحيوان لا يؤخذ عادة ولا يمكن معرفة ثقله باوزن لان يخفف نفسه مرة وشغل اخرى - (الهداية ج ۳ ص ۳۸۰) کتاب البیوع - باب المروءات

سوال :- بعض علاقوں میں پردواج ہے کہ بہن یا  
آرٹا عورت کی خرید و فروخت کا حکم | بیٹی کی شادی کے وقت والد یا سرپرست ہر کے نام سے بہت سی رقم وصول کر کے خود استعمال کرتے ہیں جبکہ اس میں سے تھوڑا بہت جہیز میں بھی لگاتے ہیں کیا اس طریقہ سے لیے ہوئے مال کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- اس مسئلہ تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہر وہی مبالغہ بہتر نہیں بلکہ

لما قال العلامة المحقق : اذا ثبت كراهية كسبها فالحكم ثبت كراهية بيعها وضمها لما فيه من الاثم على ما يجوز وكل ما أدى الى ما لا يجوز ولا يجوز (رد المحتار ج ۴ ص ۲۶۱) فصل في بایع  
 ومثله في عمدة القاری ج ۲ ص ۲۸۲ باب بیع التصاویر والاع

لما قال ابن الصائم : اما اقتناء الحيوان ليس يجوز ولا ذل لا يؤخذ عادة فليس فيه حائل فقد  
 الشرعین الوثوق والاكمل - (فتح القدير ج ۹ ص ۲۸۲) باب اسباب - کتاب البیوع  
 ومثله في العناية على هامش فتح القدير ج ۹ ص ۱۹۴ باب الربا -

حرم طہر کا ہونا چاہیے اور ہر جس کے ہاتھ میں رکھا جائے تو وہ اسی کا حق ہوگا اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اس کے استعمال کا حق نہیں۔ اور بعض علاقوں کا گورنر جان آزاد و غریب کی خرید و فروخت کے متعلق جس سے جبکہ ظاہری طور پر اسے مہ کا نام دیا جائے ہے لہذا ناجائز و حرام ہے۔

فاہل العلمۃ لعمارتی رحمہ اللہ وجعل بیع حلیس بحال کالعدم والمعتق والمحرر

تہذیب جلد ۲، صفحہ ۲۸۲، باب (بیع الغاسق) سلسلہ

**خون کے محل کرنا رکھ کر جانے پر اس کی تجارت کا حکم** سوال :- جناب مفتی صاحب بائبل اگر بڑے شہروں کے بعض بکروں سے تو اس میں بھی جانوروں کے خون کی تجارت عام ہے کہ مذبح خانوں سے خون جمع کر کے جلا لیا جاتا ہے اور اس کی رکھ کر کو فارمی میں بیویوں کی خوراک تیار کرنے والی فیکٹریوں پر فروخت کر دیا جاتا ہے کہ اس طرح جانوروں کے خون کی تجارت کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب :- کسی جانور کا خون اگرچہ مال مستحب نہیں کہ اس کی فروخت کیلئے عام نہیں ہوتا صرف عرف کی وجہ سے ضرورت کے تحت ایک غیر مال بھی مال بن جاتا ہے اور فقہاء اسلام نے اس کی بیع کرنا جائز کر دیا ہے مثلاً گوبر وغیرہ، تصویرت مشور کے مطابق آج کل جانوروں کے قوی سے چونکہ فارمی میں بیویوں کی خوراک بنتی ہے اور ضرورت کے تحت قویا اس کا کھانا دیا جاتا ہے اسلئے جانور عرفی ان کو مانا سمجھا جائے گا۔ اور مذکورہ صورت میں تو وہ خون خون بھی نہیں رہتا بلکہ حل کر رکھ کر بن جاتا ہے اس لیے جملہ ہونے خون کی تجارت بلا شک و شبہ جائز ہے۔

لا قالہ لعمارتی رحمہ اللہ، یہ بیروں کا خون ہے۔ ان کو ان کے مقاصد کے لئے لگائی گئی خون کی بیعت بھی مرفا ہو جائے تو اس کی بیع و شرا کو صحیح ہے اور خون کی رکھ کر پاک ہے اس کی بیع صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (تہذیب الاحکام جلد ۲، صفحہ ۳۵۵، کتاب البیوع)

**خون کی خرید و فروخت کے احکام** سوال :- خون کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- خون چونکہ مال مستحب نہیں اسلئے شرعاً اس کی بیعت صحیح نہیں۔

لے قال علی بن ابی بکر اسراء بنی مویذ کہ ان احدی البعوضین اوکلاھا فمحرر ولایع فادنا اذ اکون غیر مصنوع کا غیر۔ (المندائۃ ج ۳، کتاب البیوع، باب البیع الغاسق)

و مثلاً فی مجلۃ الاحکام افادۃ ص ۱۲۱، فی فیضان الفقہ ج ۱، ص ۱۲۱، وما لا یجوز (

خرید و فروخت جائز نہیں تاہم اگر کسی مریض کے لیے غمیدہ ضرورت کے وقت بیعت خون نہ ملے تو فروخت دے گا کسی کے لیے غویٰ خریدنا تدابیر بالحمی کی وجہ سے مریض ہوگا لیکن غویٰ لینے والے کی بیعت جائز نہیں تاہم خون متعارف بازار نہیں جائے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: بطل بیع مالیس بحالی ی ایس بحالی فی سائر الادیات کا لدم۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۵۷) مطلب بیع الوقوف من قسم المصیبر ص ۵۷

انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت

ضرورت ہوتی ہے، تو کیا ان اعضاء کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- انسان کو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے مکرم اور شرف پیدا فرمایا ہے اسی مکرم اور شرف کے پیش نظر انسانی اعضاء کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں انسانی اعضاء متعارف بازار پر آکر ان کی عظمت متاثر ہوگا بابت لازم آئے گی تاہم باوجود ان کی مکرمیت۔  
لما قال العلامة کمال الدین ابن الہمام: والانتفاع به لان الآدمی مکرم غیر مبتذل

فلا یجوز ان یکون شیء من اجزائه مہاتاً و مبتذلاً و فی بعبہ احاطۃ لہ و کذا فی متھانہ بالانتفاع۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۰۲ باب بیع الفاسد) ص ۲۰۲

سوال: جنگل سے لکڑیوں کو کاٹ کر فروخت کرنا جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا

الجواب: جنگل اگر کسی قوم قبیلے یا حکومت کی باقاعدہ ملک اور ملکیت نہ ہو تو اس سے لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے فروخت کرنا شرعاً جائز ہے لیکن اگر جنگل کسی کی ملکیت ہو تو چونکہ اس میں

لما قال العلامة ابن عابدین: لم یجوز بیع لہیئة وادام الا بعد اتمام الخایفۃ التي علی رکت البیع۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۲ باب بیع الفاسد)

وہیئۃ فی تبیین الخفائی ج ۲ ص ۲۰۲ باب بیع الفاسد۔

۲۔ قال العلامة انکاسافی: والآدمی یبیع اجزائه معتداً مکرم ولین من اکثریۃ ولاعتراۃ ایتن الہ ببیع ولشوار۔ (البدیع والنصائح ج ۱ ص ۱۰۲ کتاب البیوع فصل ولما الذی یبیع الی العصور۔ ج ۱ ص ۱۰۲)

وہیئۃ فی رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۲ فصل فی النظر واس کتاب الخطر والا یا حۃ۔

بزرگ شکر و ان حق تعالیٰ کا اندیشہ ہے لہذا ان کو دماغ اندی کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں۔

ما قال العلامة ان ما بين يدي. والخطب في ملوك رجل بين لاجد. بن خطبة بغيا اذ سمع  
وان كان غير ملك. فلا بأس به ولا يضر نسبة الى قريته او حاجية او جعة على ما لم يعلم  
ان ذلك ملوك. وهم وكذا ذلك الذرية والكبريت والتمار في المروج والاودية.

مراد الحجاز ۴۰ مثقال فصل اشرب ۱۷

**قبرستان کے درخت کا سے قبل فروخت کرنا** | سوال :- قبرستان کے درختوں کو کاٹنے سے قبل فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- قبرستان کے زمین اگر مناسب طور پر وقت کی آبی ہو تو کسی زمین کے درختوں کو ان سے  
سدا مال میں نہیں لائے جا سکتے البتہ ان درختوں میں سے غیر پیدا کردہ درخت قبل قطع فروخت کرنا  
جائز ہے اور چند درختوں کو قس قطع فروخت کرنا جائز نہیں اور ان درختوں کو فروخت کیے  
حاصل ہونے والی رقم کو قبرستان کی ضروریات میں خرچ کیا جائے گا، کسی شخص کو یہ رقم خود اپنے  
ضروریات میں خرچ کرنے کا اختیار نہیں۔

ما قال العلامة عالم بن الحنفی والاصحاری رحمہ اللہ : اذا اجماع وفي فتاوى  
ان الفضل سئل عن اشجار موقوفة مع الارض ايجوز بيعها فان لا يجوز قبل اقطع  
كبيع الارض ومن قطع يجوز. وقال ايضا الاشجار لموقوفة اذا كانت غير مضمرة  
يجوز بيعها قبل اقطع لا يشاهد الفلاة بعينها و. مضمرة لم يجر بيعها الا بعد اقطع

لما قال العلامة سليم رحمہم بآزجہ اللہ الاشجار التي تبنت بلا غريب  
في الجبال السباحة غير مملوكة (بعذر في السير) والقبر والزمريخ وغير ذلك  
صاحبها من غرض من هذا الاشياء ممن واخطب في ملوك ثم قيل  
ليس لاحد ان يخطب بغیرہ وسم وان كان في غير ملك فلا بأس  
به ولا يضر نسبة الى قريته او جعة على ما لم يعلم ان ذلك ملك لهم.

شرح الجملة تحت المادة ۲۴ ص ۱۲۷  
الفصل الاول في الاشياء المباحة

وَمَقْدَرٌ فِي الْجَمْعِ الْفَصُولِ ۲۴ ص ۱۲۷، الفصل الثاني في الاشياء المباحة

کبتام، لوقت و الباب لا يجوز بيعه قبل الدفع - (الشاتارغانية ۳۵۵ شمسیناب، لوقت مسائل و گفت الاشجار) ۱۰

**سوال :- اگر کسی کی ملوکہ زمین میں خود رو گھاس** | **خود رو گھاس کی خرید و فروخت کرنا** | **ہو تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟**

**الجواب :-** خود رو گھاس چلتے ملوکہ زمین میں کیوں نہ ہو کھٹے سے قبل اس کی خرید و فروخت جائز نہیں، تاہم اگر خود رو گھاس کے ٹکڑے اور حفاظت کرنے میں مالک زمین کی محنت بھی شامل ہو مثلاً اس کے ارد گرد خندق یا کانٹے دار تار وغیرہ سے حفاظت کرے اور اس کو پانی وغیرہ سے تو اس محنت کی وجہ سے مالک زمین کے لیے اس خود رو گھاس کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔ بشرطیکہ اس ٹکڑا کو کاٹ کر فروخت کی جائے۔

لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : عن رجل من اصحابہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عدوت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا سمعہ یقول المسلمین شریکاء فی ثلاث امارہ واکلاء واثارہ (ابوداؤد ج ۲) ۱۱

**سوال :- اگر کسی شخص کی اپنی ملوکہ زمین** | **اپنے ملوکہ درخت سے شہد فروخت کرنا** | **میں درخت ہر اور اس میں شہد کی**

۱۰ قال علامہ ابن عابدینؒ، وفي البرازية وقال الفضل وبيع الاشجار وهو كوفه مع اكلامه لا يجوز قبل القلع كبيع الارض، وقال ايضا اذا لم تكن مشجرة يجوز بيعها قبل القلع. ايضا لانه غلشه والثمرة لا يباع الا بعد قلع كبيع البساتين. لوقت بعضہ

(منتقى الفتاوى حامد يہ ج ۱۱۱۱ في مطلب بيع الاشجار لوقت)

وَيُتَلَفُ فِي السَّهْدِ يَوْمَ ۲۷ مَكَّةُ الْبَابُ الْخَامِسُ فِي وِلَايَةِ النُّوْقَةِ وَفِيهِ مَا نَقِمْ

بَلْغًا فِي السَّهْدِ، وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْكَلَامِ وَاجَارَتِهِ وَارِثَتِهِ فِي اَرْضِ مَلُوكَةٍ فَيُحِلُّ نَصَبُهَا يَبْنَعُ الدَّخُولُ فِي اَرْضِهِ .... حَذَّ اِذَا بَيْتَ بِنَفْسِهِ تَامَا اِذَا كَانَ سَقَى (الارض) وَاَمَّا هَا الْاَنْبَاءُ فَيَتِ غَنَى النَّدِيَةِ وَالْحَيْطُ وَالْاَوَّلُ يَجُوزُ بَيْعُهُ لَانَّهُ مَلِكُهُ وَهُوَ مَخْتَارُ السَّهْدِ

رَفْعًا فِي السَّهْدِ يَوْمَ ۲۷ مَكَّةُ الْبَابُ الْخَامِسُ فِي وِلَايَةِ النُّوْقَةِ وَفِيهِ مَا نَقِمْ

رَفْعًا فِي السَّهْدِ يَوْمَ ۲۷ مَكَّةُ الْبَابُ الْخَامِسُ فِي وِلَايَةِ النُّوْقَةِ وَفِيهِ مَا نَقِمْ







بھاری غصہ کر کے بایع و مثلاً بہر حال تصدیق کے چیل کا سہارا کر کے منطوقاً کر دیتا ہے۔

لما قال العلامة علاء الدین المصنف رحمہ اللہ : و لخطبة ان يأخذ الشجرة معاملة  
على ان لا يجزئ من ائف جزء ، وفي المزروع والخشيش يتقوى الموجود وبعض الثمن يتاخر  
لا من مئة معلومة يعلم فيها الادراك بما في الثمن وفي الاشياء ما موجود وعلى البائع  
ما يوجد فان خاف ان يبيع يقول على اني متي رجعت في الادوات تكون ما دون ما في التركة

شمس مخلصنا۔ (الذخائر مع رد مختار ج ۳۵ کتاب البیوع)۔  
سوال : گندم یا جو کی کچی فصل پکتے پکتے کچھ جوڑنے  
پکتے پکتے کی شرط کا کچھ فصل خریدنا  
کی شرط سے خریدی جائے اور پکتے پکاؤں پلے تو کیا  
یہ بیع شرعاً درست ہوگی یا نہیں ؟ اور جواز کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب : گندم ، جو یا دیگر فصلوں کو اس شرط سے خریدنا کہ پکتے پکاؤں کا تو یہ بیع  
ناجائز ہے ، البتہ فقہاء نے جواز کی ایک صورت ذکر کی ہے کہ فصل کو مستقل طور پر بیعتنا خرید کر  
ایک خاص مدت کے لیے زمین یا جاڑ پر لی جائے اور عین مدت کے اندر فصل کو کاٹ لیا جائے  
اس صورت میں مذکور بیع درست ہو پکتے پکتے فصل کا باقی رکھنا صحیح ہوگا۔

لما قال طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ : وان حضان البیع بشرطه لم تترك  
لا يجوز . (مختار الفتاوی ج ۳ ص ۲۹ کتاب البیوع) الفصل الثاني فيما يجوز بيعه . الخ

لما قال العلامة ابن ابي عمير : وفي تمام الاشياء يشترى الموجود ويحمل له البائع ما يوجد فان خاف  
ان يرجع بفصل في الادوات ترك الله وعلى الشجرة وهو ان يأخذ المشتري من ائف متي رجع من  
الادوات كان ما دون ما في التركة باذن جدي في جعله على مثل هذا الشرط .  
(فتح القدیر ج ۲ ص ۲۹ کتاب البیوع)

ترجمہ : (۱) وصلة : مفتاوی ج ۳ ص ۲۵ کتاب البیوع الفصل الثالث فيما يجوز بيعه . الخ .  
سئل قال طاهر بن عبد الرشید بخاری : وان كان يترك في الارض ويترك له ولاية لشريعه ما لحيلة ان يشترى  
الابن الاشياء بطرح بعض الثمن وليست جواز من بعض الثمن من صاحب الارض انما  
معلوما . (مختار الفتاوی ج ۳ ص ۲۹ کتاب البیوع) الفصل الثاني فيما يجوز بيعه وما لا يجوز  
فإنه في البيعة ج ۳ ص ۲۹ کتاب البیوع) الفصل الثاني فيما يدخل في بيع الاراضي والجار

**قرعہ اندازی کے ذریعے خرید و فروخت کرنا** | سوال :- ایک چیز کا قیمت ایک سو ۵۰ روپے ہے، جس کے ذریعے قرعہ اندازی کر کے جس کے نام پر یہ چیز منسلک آئے تو یہ اس کا دی جائے گی اور باقی ماندہ افراد محروم رہ جائیں گے، کیا یہ طریقہ تجارت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** خرید و بیع مطہرہ میں خرید و فروخت کے جو اصول دفع کیے گئے ہیں ان کے فقدان کی وجہ سے ایسی بیع جائز نہیں، صورت مذکورہ میں ایک ممنوع امر یہ ہے کہ اگر نام نکل آئے تو اس کو بیع دیا جائے گا درجہ نہیں جو کہ شرط فاسد ہے، اور دوسرا یہ کہ ہر ایک سیر یا نام نکلنے کا منتظر ہوتا ہے لیکن پتہ نہیں کہ نکلے یا نہیں تو گویا بیع علی خطر الوجود ہو رہی کی وجہ سے قرار لازم آتا ہے جو کہ نص قرآن ممنوع ہے اس بناء پر مذکورہ معاملہ شرط فاسد اور قمار کی وجہ سے جائز نہیں۔

لَمَّا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَيْبَةُ الْمَيْبُورَةُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ وَرَحِمَ قَوْمَ مَدْيَنَ وَانْقَلَبُوا بِنَجْوَاهُمْ فَعَلَّوْهُمُ فَعَلَّوْهُمُ (سورة المائدة آیت ۱۰۵) | سوال :- ایک شخص تجارتی لائسنس (پر مٹ) کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت کے اس حکومت کی

طرف سے جاری کردہ خرید و بیع کی صورت میں ایک تجارتی لائسنس (پر مٹ) ہے تاکہ درآمد برآمد کے وقت کوئی اعتراض نہ کرے اب وہ شخص اس اجازت نامہ کو فروخت کرنا چاہتا ہے یہ لائسنس چونکہ فائدہ کی شکل میں ہوتا ہے تو کیا اس کی فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** عصر حاضر میں اکثر ممالک نے تاجروں پر لائسنس کے بغیر درآمد برآمد کے پابند ٹیکس کی صورت ہے، گو حقیقت یہ ہے کہ لائسنس ایک مادی چیز نہیں بلکہ دوسرے ممالک کو مال دینے یا لینے کا دوسرا نام ہے اور اس لائسنس کے حصول کیلئے جو کدورت، کوشش اور

لحم قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ما عان مبادلة ما في عدل يفسد بالشرائط الفاسد ويطل تعليقه. ايضاً المدخول في التعليلات لانها اعم.

(مراد المتعارف ۵ مآلاً ما يطل بالشرائط الفاسد ولا يصح تعليقه به)

وتمت في البحر الرائق ج ۶ ص ۱۹۹ باب التفرقات. کتاب الجبوع -

مال صرف کرنا پڑتا ہے تب یہیں جا کر حامل لائسنس کو تحریری سرٹیفکیٹ کے ذریعے قانونی پوزیشن حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ مختلف قسم کی سہولیات کا مستفاد ہو جاتا ہے اور بغیر لائسنس کے مال درآمد کرنا قانوناً مجرم ہوتا ہے اور اس کے مرتکب شخص کو سزا کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اس لیے یہ لائسنس بڑا قیمتی ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے کروڑوں روپے کی تجارت ممکن ہو جاتی ہے۔  
 تو اس طرح تجارتی لائسنس کے ساتھ اس مال والا معاملہ کیا جاسکتا ہے چونکہ حامل لائسنس کو برقی ضمانت نامہ ہے تو اگر وہ غرضی لے کر اپنے حق سے دستبردار ہو کر کسی دوسرے کے نام منتقل کر دے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ مال کے بدلے اپنے وظائف اور حقوق سے دستبردار کسی شرعاً مقرر شخص ہے، البتہ اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کا ہو جسکی کسی دوسرے فرد یا کمپنی کو انتقال کیا جائے تو اجازت نہ ہوتی چونکہ ایسے لائسنس کو کسی دوسرے کے نام منتقل کرنے کی صورت میں جھوٹا دھوکہ اور فریب لانا آتا ہے لہذا یہ بیع ناجائز ہوگی۔

قال العلامة علاؤ الدین: بعضکفی بطله الله، ولا يجوز الاعتياض عن الحق المجردة  
 كحق الشفعة وعلى هذا يجوز الاعتياض عن الوفاة بالادوات وفيما عدا  
 بيعت تعارض العرف مع اللغة المذهب عدم اعتياد العرف الخاص لكن افق كشور  
 باعتياده وعليه فيحق بجواز النزل عن الوفاة بمال - (دارالافتاء مجلس علماء مصر) -  
 انعمانی یا نندز کی خرید و فروخت کا حکم | سوال :- آج کل حکومت نے انعمانی یا نندز کے  
 نام سے ایک کاروبار شروع کیا ہوا ہے جو کہ ملک مالیت کے یا نندز کی شکل میں ہے، طریقہ کار اس کا یہ ہوتا ہے کہ باندھ حاصل کرنے کے ہر ماہ  
 بعد قرضہ غلامی کی جاتی ہے، قرضہ غلامی میں جو غیر نکلتے ہیں ان کے مالین کو زیادہ رقم دی جاتی

لے لائی امامت عالی تاسی: اقول وعلى ما ذكره من جواز الاعتياض عن الحق المجردة بما يتفق ادا  
 بيننا الاعتياض عن اتعلي وعن حق الشرف وعن حق المييل بماله... كما جاء في النزل عن الوفاة و  
 نحو هذا سيما اذا كان صاحب حق اعلن فقيرا قد عجز عن اعادة علوه فلو لم يعجز ذلك لعل  
 الذي ذكرنا يتضمن فليتأمل وليعرف - وشرح مجلة احكام - كما ذكره في الامن الثاني في بيع ما يجوز ولا يجوز  
 ويؤكد في فتاوى مقالات ج ۱ ص ۱۹۰ بيع حقوق المجردة -



بلکہ کسی دوسرے ملک میں داخل ہونے اور بال ایک متعین وقت تک رہنے کا تحریری اجازت نامہ ہے جس کی ضرورت حامل ویرا کو مناسب سہولیات بھی حاصل ہوتی ہیں جبکہ بغیر ویزہ کے داخلہ ممنوع ہوتا ہے، چونکہ کسی ملک کے ویزا کے حصول کے لیے کافی وقت اور مال لگنا پڑتا ہے اور حامل ویزہ کو تیرہ دنوں کا داخلہ اور باطلہ ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے لہذا اگر وہ اپنے حق اور وظیفہ سے دستبردار ہو کر ویزہ کسی دوسرے کے نام فروخت کرے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ مناسب عرصے کے کسی کو اپنا حق اور وظیفہ چھوڑنا فقہانے مرضیوں قرار دیا ہے لہذا ویزہ فروخت کر کے رقم حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لا قال علامہ الحنفیؒ: لا يجوز الاعتذار عن المحرقا بمجردة كحق شفعة وھل هذا لا يجوز الاعتذار عن الوطائت بالادوات وفيما في اخر بحث تعارض العرف مع ائمة الذہب عدم اعتبار العرف الخاص لكن ائمة كشيء باعتبارہ وعليہ فيصحق يجوز الاندول عن الوطائت بحالہ۔ (الدر المختار علی منہود الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۱۹ کتاب البیوع ر ۵)

**انتخابات کے دوران ووٹ کی خرید و فروخت کا مسئلہ** | **سوال۔** بعض علاقوں میں انتخابی انتخابات کے دوران ووٹ کی خرید و فروخت کا مسئلہ کے وقت لوگ امیدواروں سے بھاری رقم لے کر اپنا ووٹ اس کے حق میں استعمال کرتے ہیں، تو کیا ووٹ کے عوض رقم لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب۔** ووٹ جس کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے وہ اس کے حق میں ملک و ملت کی خیر خواہی کی ضمانت ہے اور ووٹ ایک قسم کی سفارش ہے کہ امیدوار کے لیے متعلقہ عہدے کی سفارش کر رہا ہے ووٹ ایک قسم کا مشورہ ہے یہی امیدوار اسی عہدے کا مستحق ہے لہذا ووٹ کی مذکورہ بالا حیثیتوں سے یہ بات بخیر ہے کہ ووٹ مایہ مستقیم نہیں، اور کسی بھی چیز کی

لے قال علامہ امامہ الحنفیؒ: انہی دعی ما ذکرہ من جواز الاعتذار عن المحرقا لخرقة المال فیحق ان یجوز الاعتذار عن التمسک من حق المشرک ومن حق المسلم بملک۔ لا جواز الاندول عن الوطائت و تعویلا سیما اذا كان صاحب حق اعلیٰ فقیہاً فہو عجز عن اداء حقہ فلو لم یجوز ذلك لعل علی التو الذہد ذلک یقتضی فسادہ و یجوز۔ (شرح بکرة الاحکام، الموطا علیہ المصنفان فی بیع ما یجوز بالبیع و یؤخذ فی بعضی مقالات بہ اس ۱۹) مع حقوق اص و ردة۔

خرید و فروخت کے لیے اسکی چیز کا مالی تقویم ہونا ضروری ہے، لہذا وراثت کے بدلے رقم حاصل کرنے کا شرعاً کوئی حوالہ نہیں۔

لما قال الدكتور وهبة الزحيلي اتفاق الفقهاء على صحة البيع ذاك ان المتعقد عليه ما لا متقومًا معوضًا موجودًا مقدورًا على تسليمه معلومًا للعاقدین ثم يتعلق به حق الغیر۔ (الفقه الاسلامی۔ دلتہ جہاں کتاب البیوع۔ ثالثاً البیوع المتعقد علیہ۔

سوال۔ بعض کمپنیوں اور اداروں کی اپنی تجارتی علامت ٹریڈ مارک کی خرید و فروخت ہوتی ہے جو کہ حکومت کی طرف سے رجسٹرڈ ہوتی ہے اور اسے گاہک کو رغبت اور تیزی دلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیا اس کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ کسی کمپنی کی مصنوعات پر تجارتی علامت یا ٹریڈ مارک رغبت یا بے رغبتی کا سبب ہوتی ہے اس لیے تاجروں کی نظر میں اس کی وقعت بڑھتی ہے اور جو کمپنی موجودہ دور میں اپنا کمپنی اور دھوکہ بازی عام ہونے کی وجہ سے حکومتوں کی جانب سے اپنی ٹریڈ مارکوں کی رجسٹریشن ہونے لگی اور ایک تاجر کے لیے دوسرے تاجر کا ٹریڈ مارک کا استعمال قانونی طور پر مجرم قرار دیا گیا اس لیے تاجروں کی نظر میں اس کی قیمت گویا مادی پر لگئی ہے اور تاجر اسے چھینکے داموں بیچتے اور خریدتے لگے ہیں اور ٹریڈ مارک کو تحریری سرٹیفکیٹ کی شکل دی گئی ہے۔ یہ تو ایک حق مجرد ہے لیکن اس کے حصول کے لیے جو کمپنی نے محاشا مال صرف کیا ہے وہ تاجر کے لیے ایک ثابت حق بن جاتی ہے جو کہ اس کے لیے اصل ثابت ہے۔ تو تھمار کی تصریحات کے مطابق عرض لے کر اپنا حق اور وظیفہ چھوڑنا مضر ہے لہذا ٹریڈ مارک کی فروخت میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ ٹریڈ مارک رجسٹرڈ ہو کیونکہ رجسٹریشن کے بغیر یہ علامت قابل قبول نہیں ہوتی۔ اور دوسرا یہ کہ عوام پر دھوکہ اور اتھاس نہ کرنا

انما للعقد البیوع عند الرضا والرضا، ومنه ان يكون البيع مطلقاً بائع كل البیع..... وان يكون مقيداً على تسليمه فلا یفقد ببع المعصوب..... ومنه ان يكون البیع معاً او التین معلوماً علیاً یجمع من الذی ذی البیع المجهول جهالة تفضی الی الذی ذی غیر معین۔ (کتاب الفقه علی مذاہب الاربعہ ۲۲ ص ۱۱۱۔ کتاب البیع ج ۱ ص ۱۱۱۔)

استعمال کرتا ہے اور اس سے بھی رقم حاصل کرے۔

ما قال العلامة لمصنف في ذم لا يجوز الاعتياض عن حقوق المعبره مكنو لشفعة  
وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن النكاح بالانكاح وفيها في آخر بحث نكاح العرف  
مع النكاح المذهب عدم الاعتبار بالعرف الخ من لکن افقی کثیر باعتبار درہ وعلیه فیغنی بھوار  
لنور عن بوطانہ مال۔ (البدیع المختار عن صدر الدین التاریخ ص ۵۰۰ کتاب البیوع) ۱۰

**بیع بذریعہ نیلہ عام** | سوال: اگرچہ بیع وخرید کا یہ طریقہ جائز ہے کہ کسی چیز کو منہ  
اور ہدایت میں رکھ کر کوئی بیع خریدے گا اعلان ہو کہ بیع خرید  
اپنا اپنا نرخ مقرر کر کے خرید و فروخت کر رہے ہیں لیکن جو خریدار زیادہ قیمت بتائے  
تو وہ بیع اس کے حوالے کیا جاتا ہے، کیا خرید و فروخت کا یہ طریقہ اپنا نامائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: کسی ایک خریدار سے باقاعدہ معاہدہ ہوئے بغیر دوسری متعدد خرید و فروخت کر کے  
معلوم کر کے سب سے زیادہ قیمت دینے والے سے احباب و قبول کرنا جائز ہے، فقہاء کی  
اصطلاح میں: من کو بیع من یرید کہا جاتا ہے، خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص  
کے لیے چند ارشیاہ فروخت کر کے میں یہ طریقہ اپنا یا تھا۔

ما جاء في الحديث: عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بع حلسا  
وقد دعا وقال من يشتري هذ الحلس والمخرج فقال رجل شفتها بدينار ثم فقال الشئ  
ملى الله عليه وسلم من يزيد على درهم فاعطاه رجل درهمين فبها هاتان۔

(ترمذی ج ۱ ص ۳۳۱) ۱۱

۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳



مسئول :- ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے  
 شخص کے پاس بیورو میں رکھ لی تھی لیکن اس نے  
 اس کے لئے کاغذات میں وصول اور رجسٹری سے  
 اس زمین کا انتقال اپنے نام پر کر لیا، اس کے لئے کاغذات میں رجسٹرڈ کی وجہ سے اب یہ شخص اس زمین کو  
 فروخت کرے تو کیا یہ صحیح شرعاً جائز ہوگی ؟

الجواب :- بشرط صدق وثبوت اگر یہ زمین کسی کے لئے تسلیم شدہ یا بذریعہ روایت ثابت شدہ  
 ہو تو کسی کے غاصبہ اور غلامانہ قبضہ سے اس زمین میں شرعاً اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ  
 اس زمین کے تمام حقوق ہی حق فروخت ہیں، مگر مالک کو حاصل ہیں، البتہ اس زمین کی فروخت  
 موقوف علی شہ یا تسلیم ہوگی یعنی جب تک زمین مشتری کے حوالے نہیں کی گئی ہو تو بیع  
 موقوف ہوگی۔

مذکور، اعلامۃ الکاساف علیہ السلام، منہا، کیونکہ مفید در التسلیم عندا عقد فان کان  
 معجوزا تسلیم عندا لا ینعقد۔ (البدائع والسناع ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب بیوع، فصول و اما  
 الذی یرجع فی المعقود علیہ، لحد

مسئول :- دو غیر ملکی اشیاء  
 حکومت کی اجازت کے بغیر غیر ملکی اشیاء کی تجارت کرنا  
 جن کی خرید و فروخت پر حکومت  
 کی طرف سے پابندی ہو اس کے کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

الجواب :- جو اشیاء دیہاتوں و ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں ان پر حکومت تاجروں سے  
 ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں ناقابل ہرجا  
 حد تک اضافہ کر دیا جاتا ہے، اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو تو قومی خزانہ میں

الحمد للہ، طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ، واما بیع المنصوب فتدکویہ مد  
 انہ موقوفون ان اقر بہ لغاصب ثم البیع وان جحدوا ولم یفصو بہ منہ ینتہ  
 فکذا وان لہم یکن ولم یسلمہ حتی ھذا فی بیع البیع۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۸۸ کتاب بیوع، فصول و احکامہ)

و مثلاً فی الجمع المنصوبین ج ۲ ص ۳۸۸، فصل الثانی و اثلاثون فی بیع المنصوب۔

صحیح ہو کر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو تو پھر سامان تجارت پوری چھپے لانا مناسب نہیں کیونکہ حکومت وقت در آمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس دہکنے کی مجاز ہے، البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں باقاعدگی برداشت و اضافہ کر کے تاجروں کو تنگ کرے اور ٹیکس کے نام سے دموں کی گئی رقم قومی خزانہ کی جملے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کی جاتی ہو تو ایسی صورت میں مال الناس و الاشیاء سے بچنے کی مناسب تدابیر اختیار کر کے تو کر کے مضائقہ نہیں، البتہ در و ملکی حیاتیات اور دھوکہ بازی سے بہر حال اجتناب ضروری ہے۔

قال القاضي ابو يعنى محمد بن حسين الغزالي ان كان البلد ثغرا يأتى من دار الحرب وكان من اموالهم اذا دخلت دار الاسلام معشوقة من صلح استقر معهم اجبت في الديوان عقد صلح وقد مر اسخوذا منهم من عشر اذ خسر اذ خسر او لقص ناهية وان كان يختلف باختلاف الازمنة والاموال فسلطت فيه فكان الديوان موضوعا لاختراج رسومه لا للاستفاد مما يرفع اليه من مفادير الاعتناء المحولة اليه - (الاسكاف السلطانية ص ۳۳۷) نے

حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری درختوں کی خرید و فروخت کا حکم **مسوال** سرکاری ملازمین کے ذریعے سرکاری زمین پر اٹکے ہوئے درختوں کی خرید و فروخت کا حکم کیا ہے؟

**الجواب** - حکومت کی طرف سے اگر ان ملازمین کو سرکاری درختوں کی فروخت کی اجازت ہو اور رقم حاصل کر کے قومی خزانہ میں پہنچتی ہو تو ملازمین کے لیے درختوں کو فروخت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، البتہ اگر ملازم غیانتاً بددیانتی اور ماردھانٹے سے فروخت کرتے ہوں تو علم ہونے کے باوجود ان سے خریدنا ناجائز ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ فروخت ملکیت ہونے کی وجہ سے ان درختوں میں پوری قوم کا تقصیب ہے۔

لے قال محمد بن النزيلی والاصل ان حتى عرفنا ما يأخذون منا اخذنا منهم مثله بذات مسر  
عسر رضی اللہ عنہ وان لم نعرف اخذنا منهم اعشور لقول عمر فان احياكم فاعشروا فان  
ياخذون اسكنناخذ منهم المبيع الا قد د ما يوصله الى ما منه في انصميم۔

(تبيين الحقائق ج ۲ ص ۲۸۵ باب اعاشرو)

تمشک فی الجامع الصغیر ص ۱۱۱ باب ذین یسر علیہما شرعاً۔

لما فی بچان الاحکام :۔ یس بلوکیل ان بیع با نقض معا عینہ الموکل یعنی اذا کان  
 امره قد عین ثماناً فیس بلوکیل ان بیع با نقض من ذلک و اذا بیع بیعت بیع  
 موثر علی اجازة موکل۔ ہذا قال العلامة فانداناسی : ثم و خالف بلوکیل بالبیع  
 و بیع و سمع المبیع للمشتري ثم هکذا فی رد المستقری بخوار بلوکیل صامناً بنفسه  
 ناد بالحق الفد صار غاصباً ۱۱۰۔ شرح المحرر الخاندانسی ہم ۳۵۱ رد ۱۱۰ مادة ۱۶۵

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا | سوال : بعض لوگ اندرون ملک مخصوص علاقوں  
 سے دھڑے علاقوں تک بڑا بڑا برتن اور دیگر سامان  
 خفیہ طریقے سے لے جاتے ہیں جبکہ بعض اوقات حکومت کے کارکن یہ لوگوں کو ان کا  
 سامان ضبط کر کے تیار کر دیتے ہیں، کیا ان ضبط شدہ اشیاء کی خرید و فروخت شرعاً جائز  
 ہے یا نہیں؟

الجواب : چونکہ شرق نقطہ نظر سے یہ سامان اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلتا ہے  
 کیونکہ حکومت کیلئے رعایا کے اموال ضبط کرنا مناسب نہیں لہذا ایسا سامان اصل مالک کے  
 ملک سے خارج نہ ہونے کی وجہ سے واجب الزم ہے اس بنا پر ضبط شدہ مال کی خرید  
 فروخت جائز نہیں اور حکومت کی اندرون ملک انتقال اشیاء پر پابندی لگانا جائز نہیں۔  
 لما قال العلامة ابن عابدین : وليس للامام ان يخوم شيئاً من ماله الى الحق ثبت  
 معروف۔ (رد المحتار ج ۴ مطلب القرب الذي لبيد ان الارض ملكه وان كانت نزعاً) ۱۱۰

۱۱۰ قال العلامة القاضی ابو علی الحنبلی رحمہ اللہ : فاما اعداء الاموال المتعلقۃ فی  
 دار الاسلام موت بلدی الی بلک ضعیفۃ لا یمسها شرع ولا یسوغها جہاد ولا  
 ہی من سیاسات العدل و قضاة کونی کلا فی اسلادۃ لجائزۃ و لذلک قال  
 دسوان اللہ علی اللہ علیہ وسلم لا یدخن بلنۃ صاحب مکہ۔

راق حکام السلطانیۃ مستأمنون و امن۔ (تقریر اللہ و نفاذ الاموال)

و ملکہ محمد حامد الذی علی ہامش الاحکام السلطانیۃ ۲۲۶

مسئوال :- منگی قانون کے تحت ایک شخص سرکاری کاغذات اور سرکاری و غیرہ کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت فروخت کر سکتا ہے ان کاغذات کے اعتبار اور عدم اعتبار کے متعلق شریعت مقدسہ کا حکم ہے ؟

الجواب :- اگر وہ شرعی کاغذات جو سرکاری کاغذات تھے تبدیل سے محفوظ ہوں تو ان کا اعتبار قائم رہے کران کے مطابق فعل کرنا جائز ہوگا۔ موقوفہ، مالت میں جو تھوڑی رشوت چھوٹ اور غریب ہر جگہ غالب ہو چکا ہے اس بناء پر درجہ آخر میں صرفہ کاغذات کے ذریعے خرید و فروخت مناسب نہیں۔

ما فی حلقۃ الاحکام :- لا یعمل بالخط والمثم واحدہما الا اذا کان سائما من شہدۃ التحدید والتصیع فیعمل بہ یعنی انہ یکون مایا للحکم ولا یحتاج الی الشہوت بوجہ آخر۔ (المجلۃ المادۃ ۱۷۱۱ الباب الثانی، الفصل الاول فی المعجم المخطیہ) لہ

مسئوال :- ایک شخص نے اپنی ملک زمین کو بیچ دیا وقت شدہ زمین کو فروخت کرنا قبرستان کے لیے وقف کیا، وقف کے بعد اس زمین کو وہ فروخت کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس واقع کو موقوفہ زمین کی فروخت کی مشرعا اجازت ہے یا نہیں ؟

الجواب :- زمین کو وقف کر دینے کے بعد شرعا زمین واقع کی ملکیت سے نکل جاتی ہے بشرطیکہ وقف کی شرائط کافی ہو کر کے وقف تمام ہو۔ وقف کر دینے کے بعد میں میں واقع کو کسی قسم کے ذاتی یا ملکانہ تصرفات کا حق حاصل نہیں رہتا، لہذا اس زمین کو

لے قال الامام ابن عابدین رحمہ اللہ: فلما صار ابن السد اوعی انفسا ان شہدۃ تاملہ وعلیہ فایرجع فی دفترہ فارجع فی دفترہ اذا مات احدہم وقد حو بہ خطہ ما علیہ فی دفترہ الذی یقرب من یقین انہ لا یکتب فیہ سبعین التجرید والہول یعمل بہ۔  
تنقیح الحامدیۃ ج ۲ ص ۲۸ مطلب فی دناواتہا صحتہ فی جلد دفترہ

نریہ فروخت یا سب کا جائز نہیں ہے اور نہ اس زمین میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔  
 لما قال علی بن ابی بکر المرغینانی رحمہ اللہ : و اذا حکم لواقف تعدی بجزئیہ فلا  
 تملیکہ ۔ زادہ راجیۃ ج ۳ - مثلاً کتاب الوقف ج ۱

مسجد کا ضرورت سے زائد سامان فروخت کرنا | سوال :- اگر کسی مسجد کے دگر  
 اپنے مسجد سے مکمل طور پر کس  
 دوسری جگہ منتقل ہو رہے ہوں اور اس مسجد میں مسجد کی ضرورت باقی نہ رہے تو کیا ایسی حالت  
 میں مسجد کا سامان فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر حقیقتاً مسجد کے مکمل طور پر اپنے مسجد سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو رہے  
 ہوں اور ان مسجد کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس صورت میں جو مسجد کو ایسے ہی چھوڑنے  
 پر اسکے سامان کے خاتمے ہونے کا خطرہ ہے لہذا ایسی کسی بھی مسجد کی اشیاء فروخت کرنا  
 جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو کسی دوسری مسجد کی ضروریات میں صرف کیا  
 جائے گا، البتہ مسجد کے زمینیں کسی بھی دوسرے مقصد کے لیے استعمال نہیں ہو سکتی۔

ما قال الامام تاج العابدین رحمہ اللہ : قلت لک الفرق غیر ظاہر لیلنا ملہ  
 واذی یذبحی متابعہ لثانیج مسجد کونین فی ہوا فی الفس بلا فرق بیت  
 مسجد او حوض کما اتفق بہ الامام ابو شجاع والامام الخوافی وکفی بہم  
 قدوة فلا یما فی زمان فان المسجد وغیرہ من سائر احوض او اضرار  
 یاخذ انفاض النصوص والمتعبون کما هو مشاہد وبتذاتک وقاضیہ  
 یأخذ فی النظر او غیرہم وفی فتاوی الشافعی مثل تخییر عن اهل قریة  
 رملوا ونداعی مسجد ہانی الخشب وبعض المتعلیست یستولون علی خشبہ و  
 یقلونہ فی دورہم هل یواحد لاهل الخملۃ ان ینبع الخشب باصر لناعی ویمسک

لہ قال لغلامۃ التمرۃ شی رحمہ اللہ : فاذا تم ای الوقف فلا یملک ولا یباع  
 ولا یورث ۔ (کنز العمال فی تفسیر القرآن ج ۳ ص ۲۵۰ کتاب الوقف)  
 وبتذاتک فی سد ثبع لصلایع ج ۶ ص ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷

التمن ليعمر فيه الى بعض المساجد والى هذا المسجد قال نعم۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۲ مطلب في نقل انقاض المسجد ونحوه)۔

**غیر موقوف قبرستان کی خرید و فروخت کا حکم** | سوال :- ایک شخص نے ایک قطعوں زمین خرید لی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جگہ قبرستان کی ہے لیکن تقریباً ساٹھ سال سے اس میں کسی بھی میت کو دفن نہیں کیا گیا ہے اور اس قطعہ زمین کو مالک نے قبرستان کے لیے وقف بھی نہیں کیا تھا، کیا اب مالک زمین کو اس کا فروخت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- غیر موقوف قبرستان میں اگر یہ یقین ہو کہ اموات کا لاشیں ختم ہو کر خاک بن گئی ہیں تو ایسی صورت میں اس کو مالک اس زمین میں بہتر قسم کے مالکانہ تصرفات کا بخوار ہوگا، البتہ اگر وہ قطعہ لاشیں بھی موجود ہو تو موقوفہ قبرستان کی خرید و فروخت یا دیگر مالکانہ تصرفات کا حق اس کو حاصل نہیں۔

لما قال الشيخ فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي رحمه الله ولو بولي البيت وصار تراباً جازوا فيه في قبوره وذرعه والبناء عليه۔ (التبيين للحقائق ج ۲ ص ۲۸۲ باب الجناز)۔

**سوال:** میرے ایک دوست نے میری ملکیتی زمین سرکاری کافڈرٹ رجسٹرڈ وائسٹن وغیرہ میں چھ سال سے زائد پہلے کرکٹ فروخت

لما قال العلامة عالم بن اعلام لا تصدري رحمه الله استحشيش المسجد اذا كان له قيمة فلا هن المسجد ان يبيعهوا وان فعوا الى احكام فهو احب وكذا لاجاب والعتش اذا افسدا فلا هن المسجد ان يبيعهوا وان دفعوا الى احكام فهو احب۔

(اختاروى الآثار راجحة ج ۲ ص ۲۵۸ باب التمسك بالوقت معاملة وقت المساجد)

وَمِنْهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۲ ص ۲۵۸ ابواب الخواص عشر في مسجد وما يتعلق به۔

لحقنا العلامة ابن عابد بن عبدولي البيت وصار تراباً جازوا فيه في قبوره وذرعه والبناء عليه۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۲ مطلب في دفن الميت)

وَمِنْهُ فِي الْمُهَنْدِيَةِ ج ۲ ص ۲۵۸ الفصل السادس في المقبر والدفن والنقل من مكان الى مكان اخر۔

کر دیا ہے، میں نے بہت اصرار کیا کہ وہ اس زمین کو مجھے واپس کرے لیکن وہ کسی طرح بھی زمین واپس کرنے کو تیار نہیں ہے، اس لیے میرے اس رشتہ دار کو چند وجوہات کی بنا پر ملک چھوڑنا پڑ گیا ہے جبکہ اس کا دوکاناں رقبہ میرے قبضے میں ہے، تو کیا میرے لیے اس دوکاناں پر قبضہ کر فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ہے؟

**الجواب:-** بشرط صحت مولا کسی کے غاصبانہ قبضہ کرنے سے آپ کی زمین اسکی ملکیت نہیں بن سکتی اور نہ ہی ناجائز طور پر سرکاری کاغذات میں تبدیلی کے فروخت کر دینے سے شرعاً ملکیت ثابت ہوتی ہے، لہذا اگر کوہ زمین میں مالک کو باقاعدہ طور پر ہر قسم کے نقصانات کا حق حاصل ہے۔ اپنے حق کے حصول کے لیے غاصب کی استغناء اور غیر منظور اشتیاق کی فروخت کر کے اپنا حق وصول کرنا جائز ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: قال ونقل جند والدی لہما اجمالا لا یشترک فی شرجہ البقر وری ان عدم جوازنا لاخذ من خلاف الجنس کما فی زمانہم لغاؤہم فی الحقوق و نفقوی البیوع علی جوازنا لاخذ عند القدرۃ موت ای ما ان کان لا سیالی دیار نامد و متہم للعقوق. (رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۰) مطلب یعنی برائے عمل بحدہ غصب الغیر عند الضرورة)۔

**بیت فروشہ کا حکم** | اسوان: بعض لوگ بہتوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں اور دوسرے شرعاً یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** بیت چوندہ اگر معاصی اور شرک پرستی میں نہیں ہیں، لہذا جائز ہے کہ ان کی خرید و فروخت جائز نہیں، عذرہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت فروشہ سے منع فرمایا ہے۔

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وقیہ ان ابن النبیول والشافعی یطلقان اخذ خلاف جنس حقہ علیا لیسۃ فی المالیۃ وہ لا ھو لا وسیع و یجوزنا لاخذ ہم وان لم یکن من ہینا فان الانان یعنی فی العمل بلو عند الضرورة۔

(ابن عابدین رحمہ اللہ ج ۱ ص ۱۰۰ کتاب المیراث)

و مثلاً ان: انما کل منہ دھارہ جرم مطلب یعنی بالاعمال بحدہ غصب الغیر عند الضرورة۔

آخر جلد ۱۲۸ البغدادی رحمہ اللہ : عن جابر بن عبد اللہ : قال سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عام الشح وهو بکفة ان الله ورسوله حرم بیع الخمر والمیئة والمیتة والخنزیر : (المصنف ۱۸۸۱۲ باب بیع المیئة والاصنام) ۱۷

غائب شدہ املاک خرید و فروخت کی شرعی حیثیت | سوال :- بعض اوقات علما کا قلم غلبہ کر کے اس کے تمام جائیداد مال مویشی وغیرہ پر غاصبانہ اور غلامانہ قبضہ کر کے ضبط کر لیتی ہے، تو کیا اس غاصب قوم سے مغلوب قوم کی غصب شدہ جائیداد خریدنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے مال و جان پر غاصبانہ قبضہ کرنا جائز نہیں، ورنہ ہی اس طرح قبضہ شدہ جائیداد وغیرہ کسی فریق کی ملکیت ہی کہتی ہے بلکہ ان غاصب شدہ املاک کی واپسی شریعت مقدمہ سے واجب قرار دی ہے، اس بنا پر قبضہ غصب شمار ہو کر اصل مالکوں یا ورثہ کو واپس کرنا واجب ہے اور اگر اصل مالک یا ورثہ معلوم نہ ہوں تو ان کی طرف سے افراد و مساکین پر صدقہ کر کے اپنا ذمہ فادغا کر لیں، لہذا شتر کو اگر کسی مسلم ہو کر جو جائیداد وہ خرید رہا ہے وہ غصب کردہ اور ظلم و جبر سے بھائی گئی ہے تو جبراً اس کے لیے وہ جائیداد اور مال مویشی وغیرہ خریدنا جائز نہیں، اور جو بیع ہو جائے وہ بیع فصولی کے حکم میں ہو کر کو قوت رکھتی ہے۔

لما قال انہو عنی اللہ علیہ وسلم : لا لا تقسم الا لایحل مال امرئ الا بطیب نفسہ  
منہ - مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۸۷ کتاب الغصب ۱۸

۱۷ قال العلامة علی بن سلطان محمد دہلوی : حرم بیع الخمر والمیئة والخنزیر والمیتة والاصنام  
من ذہب : (المہدایۃ ج ۲ ص ۴۹۹ باب کسب وطلب الملائم - مقبول اندون) ۱۸  
کریم اللہ فی عمدة القاضی ج ۲ ص ۴۷۵ باب بیع المیئة والاصنام -

۱۹ قال العلامة علی بن ابی بکر الریفی : الغنم فی الشریعة اخذ مال موقوف شتم بغیر ذل لملک علی وجہ بطلانہ... وعلی الغاصب وہ عین المعضوبۃ - (المہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الغصب) ۲۰  
فی غنۃ فی بحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الغصب -







**بلا اجازت کسی کی زمین فروخت کرنا** | سوال :- بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ لوگ بیچ بھولی اور بیسیوں کو زبردستی سے ان کے حق سے محروم کر دیتے ہیں، تو کیا ان لوگوں سے ایسی لاپرواہی یا دیگر عیائیدہ خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** یہ بھولی اور بیسیوں کو جائیداد میں ان کے مفروضہ حق سے محروم کرنا اسلامی تعلیمات کو یا مال کر کے کے متضاد ہے اور ان کے حق پر ان کی رضامندی کے بغیر قبضہ کر کے فروخت کرنا مفسوسہ بندہ میں کی فروخت کے حکم میں ہے، لہذا ان کی اجازت کے بغیر فروخت کردہ زمین بیع نفوی کے حکم میں شمار ہو کر حق وادوں و بیسیوں اور بھولی کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر وہ اجازت دی تو بیع نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔

قال العلامة سليم بن عابد: كل واحد من المشركين في شركة المسلمين جنس في حقته ما تروهم فليس احد منهم ولا غيره ولا يجوز له ان يتصرف في حصته شريكه بدون اذنه. (شرح مجلة الاحكام) ملادة ۱۴۱۱ الفصول الشافى في بيان كيفية التصرف في الاعيان المشركه) ۱۴۱۱

**حی ثقی کی فروخت کا حکم** | سوال :- موجودہ دور میں بعض مقامات میں ٹیڑھ بھڑکی یا بے شرط گائی جاتی ہے کہ آپ کو دس روپے کے اندر اندر ایک پھت بنا۔ نے کی اجازت ہو گی، اگر دس فٹ سے مکان اونچا کرنا تو اس کی بھی قیمت ادا کرنا ہوگی، البتہ اس کی قیمت نیچے والے حق سے کم ہوگی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین فروخت کرتے وقت جس قسم کی شرط عائد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ فضا مال نہیں کیونکہ ان کا ازالہ ممکن نہیں اور حقوق مجرودہ کی فروخت شرعاً منسوخ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ نیچے والی منزل

سے قال في المهندية: ولا يجوز لاحدهما ان يتصرف في نصيب الآخر الا بائنه فكل واحد منهما كالايجبة في نصيب صاحبه. (الفتاوى الهندية ج ۱ ص ۱۳۱ الفصل الاول في بيان انواع الشركة) ومثبت في البرجندی ج ۱ ص ۱۳۱ کتاب الشركة۔

ایک آدمی کی ہوا اور اوپر والی منزل کسی دوسرے کی ہوا اور خدا خواستہ دونوں گرجائیں تو انہی والا اپنا حق نیچے والے پر فروخت کرے تو بیع باجائز ہوگی کیونکہ یہ حق نقل ہے اور حق نقل گتہ فروخت سے فقہاء نے منع فرمایا ہے۔

قال العلامة الکاسانی رحمہ اللہ: سفلی وعلویین زکلتین انہما معا باع صاحب العلو علوہ لم یجوز لان السداد یس بمال. (مبدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۸۱ کتاب البیوع الفس) و ما الذی یرجع الی العقود علیہ فانواعہ ۴

شرط لگا کر کوئی چیز فروخت کرنا | سوال :- ایک آدمی نے کسی پر اپنا گھر فروخت کئے وقت یہ شرط لگا دی کہ میں آٹھ مہینے تک اس گھر میں رہوں گا، کیا اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر گھر کی بیع کو اس شرط پر موقوف رکھا گیا کہ اگر مشتری اس شرط کو قبول نہ کرنا تو بائع اس پر راضی نہ ہوتا تو یہ بیع قاسد ہوگی کیونکہ شریعت مقدمہ نے بیع و شرائع کے دوران ہر اس شرط کو منسوخ قرار دیا ہے جس میں کسی ایک جانب یا سبب کو فائزہ ہو لہذا اس مرتبہ مذکورہ میں بیع قاسد تصور ہوگی۔ تاہم اگر بیع کو اس شرط پر موقوف نہیں کیا گیا بلکہ مشورہ کی حیثیت سے رکھا گیا تو اس میں شرط کا کوئی حرج نہیں جس کے نتیجے میں اس کی رعایت فروغی نہیں بلکہ شرط کی رعایت احسان کے مترادف ہوگی۔

لما قال العلامة الغزالی رحمہ اللہ: ولا بیع بشرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ و فیہ نفع لا حد ہما او لیس. (متون البیوع ج ۱ ص ۸۵ باب بیع القاسم) ۴

کسی چیز پر قبضہ کر لینے کے بعد نہ اند قحمت پر فروخت کرنا | سوال :- ایک شخص نے ایک گھر کو ایک لکھ روپیہ میں

لہ قال العلامة مرغینانی: لان حق اشعل یس بمال لان المملک ما یمکن احراراً۔

الہدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸۱ کتاب البیوع۔

لہ قال العلامة طاہری بن عبد الرشید رحمہ اللہ: و فیہ نفع لا حد ہما او لیس. (متون البیوع ج ۱ ص ۸۵ باب بیع القاسم) ۴

خلاصہ الفاوی ج ۲ ص ۵۸۱ کتاب البیوع، الفصل الخامس فی البیع (

و مثله فی المہندیۃ ج ۲ ص ۵۸۱ کتاب البیوع، الباب الاول فی تعریف البیع الخ۔

خریدی اور قبضہ کر کے دوسرے شخص پر دو لاکھ روپے میں فروخت کر دی، دوسرے شخص نے خریدا کر  
تیسرے آدمی پر دو لاکھ دس ہزار روپے میں فروخت کر دی، تو کیا یہ معاملہ سود و رشود ہے یا  
شرعاً جائز ہے؟

الجواب: شریعت سے قبل القبیض کسی چیز میں تعریف کی اجازت نہیں دی ہے لیکن  
القاعدہ طور پر کسی چیز کو قبضہ کر کے فروخت کرنے کو شروع رکھا ہے لہذا بائع اور مشتری کے  
درمیان جو بھی قیمت مقرر ہو جائے وہ اکاملاً صحیح اور مشروع ہے۔

قال العلامة ابن الہمام رحمہ اللہ، ہو مبادلة المال بالمال بالتراضی۔

رتبہ القدیر ج ۵ صفحہ ۲۵۲ کتاب البیوع

سوال: اگر کسی زمین کا حق شرب بغیر زمین کے  
فروخت کیا جائے تو کیا یہ بیع خرماد درست ہو

گی یا نہیں؟

الجواب: اشریت نے ماہر ذہنی وہ پانی کو کسی برتن میں محفوظ ہو کر علاوہ عام پانی  
کو مباح الاصل قرار دیا ہے اور زمین کا حق شرب زمین کے توابع میں شمار کیا ہے۔ فقہاء کرام نے  
تقریباً فرماتے ہیں کہ اگر ملائکہ شرب زمین فروخت کی جائے تو زمین کے ساتھ حق شرب بھی خود  
شامل ہوگا۔ لہذا مفتی بر اور علامہ ابوبکر قول کے مطابق مستقل طور پر حق شرب کی  
خرید و فروخت یا بیع یا تصدق وغیرہ جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: ولا یباع الشراب ولا یؤہب ولا یؤتی ولا یتصدق  
بہ لانه لیس مال متقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی۔ (رد المحتار ج ۵ منہاج البیع صفحہ ۲۵۲)

سے قال العلامة جلال الدین رحمہ اللہ: البیع مبادلة المال بالمال بالتراضی۔

(کتابہ شرح السجدیۃ فی توفیخ القدیر ج ۵ صفحہ ۲۵۲ کتاب البیوع)

وَمِنْ شُكَا فِي الْعَنَاءَةِ عَنْ حَامِشِ نَجِ الْقَدِيرِ ج ۵ صفحہ ۲۵۲ کتاب البیوع

سے قال العلامة کاظمی: ولا یجوز مع سبیل الخمر ویتولایج الطریق بدلت الارض وکذا لک بیع الشراب

وہذا کاظمی عن علی امین الہدی ج ۲ کتاب البیوع، باب البیع المفسد

وہذا فی شرح النجلیۃ ص ۲۱۶ الفصل الثانی فی بیع الخمر ویتولایج

کسی گاڑی کی متوقع آمدنی فروخت کرنا | اس سوال پر دو کوئسٹنوں نے آپس میں مشترکہ کر کے سنے کہا کہ اس کا نام تر سالانہ منافع مجھے اتنی رقم پر فروخت کر دو تو کیا یہ محنت و شرابا جابر ہے یا نہیں؟

الجواب :- خرید و فروخت مکینہ فرہیت سے مسخران و بوند کی ضروری قراردی ہے ، صورت مذکور میں چونکہ سالانہ منافع یا اصل نامعلوم اور مدہ و مسبہ ، لہذا ایسے معدوم کے زمرہ میں شمار ہو کر باطل ہوگی ۔

لے قال : اعلامۃ الشافعی رحمہ اللہ . منہا ان یکون سوبہ ، فمن یعتقد بوجوبہ و مدہ و مخرجہ لم یعد . ابدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب بیوع فصل لہذا مدی بمتن و العتق و ...  
مقررہ ترخول زیادہ قیمت پر مال فروخت کرنا | سوال :- ایک آدمی نے کہا کہ ایک کھیتی مقررہ روزہ زکوٰۃ پر کچھ فروخت کرتا ہے ، بعض اوقات امداد شاد بنوئے کا وہ سے مارکتے ہیں کہ اتنی ہے اس موقع سے خاتمہ اٹھاتے دوتے یہی ذکر کھا دیا جا قیمت پر فروخت کر لے ، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مذکور میں یہ کھاؤ و لیکر گورنٹ ہوگی نہیں کیونکہ اگر روزہ کا تمام منافع مالک ہی کو ملتا ہے لیکن اس نے گورنٹ سے کھاؤ خیرین ترخول پر فروخت کرنے کا عہد و پیمان کر رکھا ہے اور گورنٹ اسے زکوٰۃ بنا کر کھا دیتی ہے لہذا اس سے زکوٰۃ زینت پر فروخت کرنے میں بعد ہی لازم آتی ہے اور زکوٰۃ زینت پر فروخت کرنے سے بھوٹ . غلو فی غلو پر غلو زیادتی میں لگا اور بے جا سختی لازم آتی ہے اس لیے اس سے اجتناب و برہیز ضروری ہے ۔

لے قال : اعلامۃ الشافعی رحمہ اللہ . و بیع ما لیس فی ملک بطلان لم یعدو الذم شرطاً و حدود علیہ ان یکون موجوداً مالا مستوفی فی نفسه . و رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب بیوع مطلب لآدمی مکرراً شرباً و کافراً و کثیراً فی ابیہر ان لہ ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب بیوع .

قال الله تبارك وتعالى: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُورَةً لِّذِي السُّرْرِينَ (۱۸۹)

**بیع میں اجنبی کے فعل کی شرط لگانا** | سوال :- ایک شخص نے کسی پر اس شرط سے زمین فروخت کی کہ غلام شخص مجھ پر عینہ قطوہ ارضی فروخت کرے گا اور اگر اس نے فروخت نہ کی تو میں بیع واپس کرنے کا ہمارے ہوں گا۔ باقاعدہ بیع کے بعد اس شخص نے اس پر عینہ قطوہ ارضی فروخت کرنے سے انکار کر دیا، تو اب بائع کہتا ہے کہ جو ٹکڑی میں نے اپنی زمین کی واپسی کی شرط لگائی تھی لہذا میں اپنی بیع کو منسوخ کرتا ہوں، تو کیا اس کو اپنی زمین واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بیع میں وہ شروط عورت کرنے ہوتے ہیں جو کہ بیع کے مقتضیات یا لوازمات عقد میں سے ہوں تو شرط مذکورہ جو ٹکڑی ذات اور مقتضیات میں سے نہیں اور نہ ہی منفسہ العقد ہے کیونکہ اسے اجنبی کے فعل سے ملحق کیا گیا ہے اس بناء پر یہ عقد صحیح ہو کر شرط قاصر شمار ہوگی ایس بائع کو زمین واپس لینے کا حق حاصل نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجيم المصوني: وفي المشتق فان عجز كل فني يستوله المشتري على البائع بعد به البيع فاز شرطه على جنبي فهو باطل (۱) فان لشرط باطل فمئة لغا (۲) كما اذا شرطت دابة على ان يهبه فلان الاجنبي كذا فيلهو باطل۔

(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۱ باب البيع الفاسد) | سوال :- عقد بیع کے دوران یہ شرط لگانا کہ میرا بھی نہیں بلکہ چند دن حوالہ کریں گا کرنے کے لیے چند دن کی جہلت کی شرط لگانا | تو کیا بائع کے لیے یہ شرط لگانا شرعاً

الحق قال العلامة الترمذی: ولا يصح ما حكم الا اذا تعدى الذباب عن القيمة بعد باقاشا فبمعنى مشور اهل الزاوي۔ (توضيح) لا بعد رضى صدر هذا المختار ج ۲ ص ۲۸۱ باب البيع الفاسد | اصل لبيع | قال العلامة ابن عابد بن: المواد با لنفع ما شرط من أحد لعقد بين علي لاخر ولو على جنبي لا يفسد ويطلق المشط لما في الشئع عن الولو لجهة بعثك الذباب لعلي ان يقرض غلا لاجنبي عشرة دراهم فقبل للمشتري لا يفسد البيع لانه لا يلزم الاجنبي ولا خيار للمبايع۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۱ مطلب في الشروط الفاسدة ذكر بعد العقد وقبله)

فصل في شرح نية سليم رسم بان تحت المادة ۱۸۹ ص ۸۹

جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شرط مذکورہ تو بیع کے منتفیات میں سے ہے اور نہ طائفات میں سے ہے بلکہ بالشرط کے فائدہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بیع کیا گیا ہے اور مبیعہ حوالہ کرنے میں جہالت کی شرط کا نفع ہارنے کی شرط فاسد قرار دیا ہے اسی بناء پر مذکورہ شرط بھی ناجائز ہے البتہ اگر قسم نے کہ بطور وعدہ چند دن بعد مبیعہ حوالے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو بیع اجراء کا دوسرے پہچانی رقم وعدہ بیع تمام ہو کر مبیعہ حوالہ کر کے وقت بیع منعقد ہو جائے گی۔

لما قال العلامة علی بن ابی بکر السیفی: ومن باع عبداً علی ان لا یسلطہ الی رأس الشهر فابیع فاسد لان الاجل فی المبیع العین یا هل فیکون شرطاً فاسداً وهذا لان الاجل شرع تحفیفاً فلیق بالدیون دون الاعیان منہذبة <sup>۱۳۶</sup> باب المبیع اللہ سہلہ

**نفع کی خاطر گاہک کو دوسری دوکان سے سودا لینے کیلئے قرض پر رقم دینا** <sup>مسئله</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup> <sup>۹۹۸</sup> <sup>۹۹۹</sup> <sup>۱۰۰۰</sup>

دوکاندار سے کوئی چیز قرض پر خریدنا جائز ہے لیکن وہ چیز دوکاندار کے پاس نہیں ہے اور دوکاندار اس شرط پر گاہک کو قرض رقم دیتا ہے کہ مجھے اتنا منافع دو گے، تو کیا ایسا ناجائز ہے جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں چونکہ دوکاندار گاہک کو قرض رقم دے کر منافع کا مطالبہ کرتا ہے قرض لینے کی صورت میں کسی قسم کا منافع حاصل کرنا شرعاً منوع ہے اسلئے فقہاء نے تصریح کیا ہے کہ شرط کا قرض دینے سے شرط بطلان لازم نہیں ہے لہذا صورت مذکورہ میں قرض لینے کے بعد تو گاہک کو منافع دینا ضروری ہے ورنہ دوکاندار کو ایسا جائز ہے۔

لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من قرض جراً نقداً فهو بائع (من قرض جراً نقداً فهو بائع) <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲</sup>



**عیب دار اشیاء کی خرید و فروخت کرنا** | سوال :- ایک دوکاندار کے پاس مختلف عیوب دار اشیاء کی خرید و فروخت کرنا | اقسام کی گندہ ہے جسے وہ مختلف نرخوں میں فروخت کرتا ہے، اگر دوکاندار ان مختلف اقسام کی گندہ کو مانگر ایک عینہہ قسم نکالے جس میں ادنیٰ اور اعلیٰ قیمتوں کا گندہ شامل ہو تو کیا یہ طریقہ تجارت جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- اگر دوکاندار گندہ کی حقیقت چھپا کر خریدار پر اعلیٰ قیمت پر فروخت کرے تو یہ ناجائز ہے، لیکن اگر ایک کو بتا کر فروخت کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بائع کی نیت، ہی کے بعد عیب دار چیز کی فروخت میں کوئی مضائقہ نہیں، کسی چیز کے عیب کو چھپا کر فروخت کرنا کٹاہ ہے۔

لما قال: علامة الصنف: لا يحل لكان عيب في جميع ائمن لان الغش حرام۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۲۸۷، کتاب بیوع، باب خیار العیب) اے

**نقد قرض دینے کی بجائے کوئی چیز ملے گی** | سوال :- ایک آدمی نے کسی سے نقد قرض دینے کی بجائے کوئی چیز ملے گی دینا | میں ہزار روپے قرض لینا چاہتا ہوں، نقد قرض دے گا، اس نے ایک پڑا سا رومے تین ہزار روپے میں اس کے ہاتھ فروخت کیا جبکہ بازار میں اس کی قیمت تین ہزار روپے ہے، ضرورت مند نے کپڑا لیکر بازار میں لے کر تین ہزار روپے میں فروخت کر دیا، اس صورت میں قرض دینے والے کو پانچ سو روپے کا نفع ملا، اور ضرورت مند کو تین ہزار روپے ملے، جبکہ بعد میں کپڑا بیع والا شخص کپڑا دینے والے کو تین ہزار روپے کی بجائے تین ہزار پانچ سو روپے ادا کرے گا، تو کیا زندگی میں شرعیہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- اگرچہ اس صورت میں قرض دے کر ضرورت مند کی ضرورت کی بجائے مفاد پرستی نمایاں نظر آتی ہے لیکن بیع کی جملہ شرائط کی رعایت کی وجہ سے یہ عقد جائز ہے، اس صورت میں مشتری کا مقصد اور ضروریات پوری ہو رہی ہیں، جبکہ بائع کو جو نفع سیدہ مرہومہ قیمت سے زیادہ

الحمد لله على ان ابى بكر بن خنيس في: اذا طلع المشتري على عيب بيع فهو باء لم يأن شأ خفة  
جميع النعمان والحمد لله۔ (الهداية ج ۳ ص ۳۷۷ باب خیار العیب، کتاب بیوع)  
و مسئله فی البعوالان ج ۶ ص ۲۵۷ باب خیار العیب، کتاب بیوع۔



بعض دقیقہ قدمت ..... و حیلۃ فی سیرۃ النبیؐ قولاً و بیانی فی تفسیر بلاغی  
ثم بعضہ فی تفسیر مائۃ فیجوز ان احرار و بی علم بلا دورہ الخوالعہ یفعل فی دن رنہ  
من اخذ الاجرة من الحنطة و عذرهم معا ولا ثبوت فی جواب ۲۔

رد المحتار ۴۰۰ کتاب المغر لا باقہ فصل فی بیع ۱۰

مشتکر کہ زمین سے اپنا حصہ فروخت کرنا | سوال۔ چند ایسے مکان کے درمیان دس کنال  
اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہے، تو کیا فروخت مقدمہ میں مشتکر کہ زمین سے کسی حصہ دار کو  
اپنا حصہ فروخت کرنے کا اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب۔ مشتکر کہ زمین سے اپنا معلوم حصہ فروخت کرنا اگر دس کنال کے شرع جائز ہے  
اگرچہ تقسیم نہ ہوئی ہو، تاہم اگر اپنا حصہ فروخت کرنے وقت معلوم نہ ہو اور مثلاً ثلث یا  
ربع، ایک کنال ہے یا دو کنال، تو ایسی صورت میں یہ بیع جہالت کی دہر سے باطل شمار ہوگا  
نہ جائز ہوگی۔

لقال محمد خالد لا تسمى بيع حقه شائعة معلومة فان نصف و الثلث والعشر من  
عقار مملوك قبل لافراز مميّزة لا يشترط في صحة بيع الافراز عند التسليم لا اتفاقه  
على صحة بيع مشاع لا يمتن افرازه۔ شرح حیلۃ الاحکام تحت مادة بیع ۱۰ و کتاب بیع

ثم قال في الهندية: و حيلة في ائتمار من الاداء يجوز ان يشترط صاحب خففة اعتباراً  
من الحق الجيد و يعيق من هذا الحيلة، و الاتفاق الهندية جزم صدق  
كتاب الجائزة، الفصل في تقييد الطعان و ما هو في معناه  
و حيلته في شرح المجلة بسیم رستم یا تحت مادة مثلاً ۲۔

ثم قال محمود بن اسماعيل نشيد باین قاضي في وقایع ما بعد قسامة مجمل القسمة ولا  
وكل قسم عدا و جہنم ما ان باع من اجنبی و هو شرکيہ في وجه الا ان وهو بيع من  
اجنبی من متعين و اما ان يكون الفان له باع حقه او كان بين اثنين باع حقه لانه  
جامع جائز في مواضع كلها۔ (جامع تفصیلین ۳۰۰ اشعار طوق و غار توفیق و بی بی بیوم)  
و کتاب فی تسقیم الحاکم مدیة جہالت کتاب البیوع۔



ذاتی معاوضات کو ترجیح دینا کسی مسلمان کو درست نہیں دیتا۔

لما قال علی بن ابی بکر المرصی فی موطأہ: ومن احکمر غنۃ ضیعۃ، وما جلیہ من بلدی  
اعرف فیلس بہ حکمہ۔ رائد الدیاء ج ۲ مسئلہ کتاب بکرا جیۃ فصل فی البیع ج ۱

سوال در ایک شخص نے کسی پر غوثی و رضائی  
بیع قطعی سے انحراف درست نہیں

اور مشتری نے کچھ رقم ادا کر کے باقی کا وعدہ کیا، چند دنوں کے بعد یہی بائع کسی اور آدمی کے  
ساتھ درکان کا سود کرنا چاہتا ہے کیا بائع کے لیے اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ باضا بطر طور پر ایجاب و قبول کے بعد بائع بیع فسخ کر کے بیعہ کو کسی  
دوسرے پر فروخت کرنے کا شرعاً حجت نہیں رکھتا، البتہ اگر بائع اور مشتری نے آپس میں

بائی رضامندی سے بیع فسخ کر لی تو بائع کے چلے بیعہ کسی دوسرے کو دینے میں کوئی حرج نہیں۔  
لما قال علی بن ابی بکر المرصی فی موطأہ رحمہ اللہ: واذا حصل الایجاب والقبول لزم

البیع ولا خیار لواحدهما من عیب او عدم و قدیم۔ الموطأ ج ۲ مسئلہ کتاب البیوع ج ۱

سوال۔ جب مزدوری یا کمیلی  
بائع اور مشتری کا ایک بار تمھارے پر اکتفا کرنا

خریدی جائے، اگر مشتری کے سامنے ایک دفعہ جب پیر تولی جائے تو کیا مشتری  
کے لیے دوبارہ تولی ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: کسی چیز کو ناپ تول کے حساب سے خرید کر جب طرفین کی موجودگی میں اس

لے قال فی البدیۃ: ومن اشرف المعانی فی معہرۃ جلیہ ائی معہرۃ اشکرۃ وہو نہ لا ینکر  
ھکذا فی الھیط۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ مسئلہ فساد فی الاحکام کتاب البیوع ج ۱)

و موطأ فی بدائع المعانی ج ۲ کتاب الاستحسان۔  
تہ قال علامۃ ابن نجیم المصری رحمہ اللہ: البیع یلزم بالایجاب وقولہ ائی حکم البیع یلزم

لأنہ یجعلہما غیرہ وانہ یلزم بہما مع ان البیع ینس۔ لکنہما لایہما اکناہ۔  
رائد الدیاء ج ۲ مسئلہ کتاب البیوع ج ۱

و موطأ فی البیوع ج ۲ مسئلہ کتاب البیوع۔

مطلوبہ چیز کو ناپ تول لیا جائے تو مشتری کو دو بارہ ناپ تول کی ضرورت نہیں مگر خریدنے کے بعد دونوں کی موجودگی میں ہی تول کا کافی ہے۔

لما قال العلامة ابن خلدون رحمه الله: قال في المظاہر المشتري كينياً مكايلاً او موزناً موازنَةً كمال ابيع وخضرة المشتري قال الامام ابن العنقل يكتفي بكيل ابيع ويجوز لفظان يفهمون فيه قيل ان يكتفي - (مسدداً المختار ج ۵ مشا مطلب في تصرفات ابيع في: لبيع قبل القيص) ۱۷۷

شرکاء کا اپنے حصص کا کسی ایک شریک کے ساتھ فروخت کرنا سوال :- چند شرکاء آپس میں خریدنے کے بعد آپس میں یہ شرکاء بولی کر کے سوز یا وہ قیمت پر آمادہ ہو تو وہ میسر دیگر ہر ایک شریک کو اپنی رقم بے منافع واپس کرتا ہے تو کیا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- صورت مسئلہ میں چونکہ تمام شرکاء مشترک طور پر کوئی چیز نہ کر آپس میں نیلام کرتے ہیں اور سوز یا وہ رقم دینے والا ہو تو جامعہ اس کے حوالے کیا جاتا ہے آپس اس میں اگر نیلام سے ملے شرعاً رقم اپنے حصہ کے علاوہ دیگر شرکاء کے حصص کا عوض ہو تو یہ جائز ہے گا ورنہ مجموعہ کو خریدنا جس میں اپنا حصہ بھی شامل ہو جائز نہیں۔

لما قال في مجلة الاحکام: الشريك مضمون شاد باع حصته من شريكه وان شاد باعها عن اجنبی ببدون اذن شريكه - لكن في صورة خلط الاصول واختلاطها التقي بيتاها في الفصل الاول - (مجلة الاحکام المادة ۱۰۸۸ مثلاً) ۱۷۷

لما قال ابن نجيم: بما اذا كاله في حصة فانه يفتى من كيله وهو اصميم لان ابيع صار معلوماً بکيل واحد - (المجلد الثانی ج ۲ فصل في بيان انحصار البيع والتمن قبل قبضه - مؤیدتہ فی الہدایۃ ج ۳ مشا کتاب البیوع -

لما قال العلامة ملائک الدین الحنفی: دکن من شرکاء الملک اجنبی فی مال حاجہ فعمله ببع حصته ولو من غیر شریکہ بلا اذن الاق صورۃ الخلط -

والدین المختار عنی حاشیہ رد المحتار ج ۳ مشا کتاب الشوکۃ مطلب الحق ابی الکریم رحمہ اللہ  
و مثلاً فی شرح المجتہد سلیم رستم یا تحت المادة ۱۰۸۸ ۱۷۷

**قرض کو فروخت کرنا**۔ سوال: میں سعودی عرب میں کاروبار کرتا تھا وہاں میری کسی فتنے والی ہزار روپے قرضہ ہے لیکن اب وہاں بیانا اور اپنا قرض وصول کرنا بہت ہی مشکل ہے اس لیے میں یہ قرض کسی پر (نور ۹) ہزار روپے پر فروخت کرنا چاہتا ہوں کیا قرض کی رقم اس طرح فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** مفروض کے علاوہ کسی اور پر قرض فروخت کرنا فائدہ ہائے منوع قرار دیا ہے صورت مذکورہ میں چونکہ نقد نو ہزار روپے کے بدلے قرض کے دس ہزار روپے ملے جاتے ہیں جو درہواریہ کی وجہ سے اس کا خریدنا حرام ہو گا۔

قال علامہ ابن نجیم المصری: ینبع البذین لایجوز ولویا عد من المدیون (دو وہبہ جائز۔ زلالشاہ و الشافعی ج ۲ ص ۲۸۱) کتاب البیوع:

**غیر مسلموں کی متروک اشیاء فروخت کرنا**۔ سوال: کسی ملک میں غیر مسلم کچھ عرصہ تک کی باتماندہ اشیاء کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کو فروخت کر کے حاصل ہونے والا قیمت کو ذاتی استعمال میں لانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** کسی مسلم ملک سے غیر مسلم قوام کے چلے جانے کے بعد ان کی رو جانے والی جائیداد پر دیگر اشیاء ذاتی مفاد کے لیے فروخت کرنا شرعاً منوع ہے بلکہ ان اشیاء کو بیانیہ قیمت کو بیعت المال کے حوالہ کرنا ہو گا، اور اگر بیعت المال کا کوئی قابل اعتماد انتظام نہ ہو بلکہ اس میں ای اشیاء کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر کسی ایسی جگہ میں فروخت کرنا مناسب ہے جہاں سے عمومی مفادات و ایستہ مول، ایسے اموال کے لیے ذیقہ وارکن اور دیگر ہیں بہترین تقاضات صرف ہیں۔

لہذا فان علی بن ابی بکر مرغبت فی رحمہ اللہ، وما وجبت المسلمون علیہ من موال

لہ قال ملا علی قاری: علامہ کاماتی رحمہ اللہ: ینع ہذا للادیون من غیرہ من غنیمہ والشرار بہامت غنیم من علیہ فیعتلین: ضاوی البیع والشرع (الذین لم یجز۔ بدائع ۱ ص ۵۰) علا فضل و ما شرائط البیوع:

وینکح فی فتاویٰ تہج جامعہ دینیہ ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب المدانیات:

اہل الحرب یغیرت قال یصح علیہ فی مصالح المسلمین کما یصح فی الخراج فالواحد  
مثلاً لاراضی القی بجلواہلہا عنہا۔ (الہدایۃ ج ۲ مسئلہ ۵۹۲ کتاب السیر وقصل، وإذا  
دخل الحربی الینا۔ الخ) لہ

ہم جنس موزونی اشیاء کو بلا وزن فروخت کرنا **مسوال**۔ بعض علاقوں میں کچھ اشیاء

اگر بعض موزونی اشیاء مثلاً پیاز، ہنس وغیرہ اندازہ سے بغیر تول کے اپنی ہم جنس پر فروخت  
کی جائیں تو از روئے شرع یہ بیع درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب۔ موزونی اشیاء بغیر تول کے اپنی جنس پر فروخت کرنا اور تبادلہ میں  
لینا یا نہ نہیں کیونکہ اس میں مبادار سود کا شہیر پایا جاتا ہے۔ ہنس بھی شہرہ حقیقی رہتا ہے  
قائم مقام ہو کر بیع جائز نہ ہوگی۔

ساقا علی بن ابی بکر السمرغنی فی مطلق، ویجوز بیع الطعام والحبوب مکالہ و  
مجازفۃ وھذا إذا باعہ بعتلات جتہ نقولہ علیہ السلام إذا اختلف النوعان  
فیہواکیت شتم بعد ان یکون یذا بیعی بخلاف ما إذا باعہ بعتہ مجازفۃ  
لما فیہ من احتمال التولوا۔ (الہدایۃ ج ۲ مسئلہ کتاب السیر) لہ

گرو کا معیار بہتر ماننے کے لیے سنگ کا استعمال کرنا **مسوال**۔ بعض علاقوں میں

گرو کا معیار بہتر ماننے کے لیے سنگ کا استعمال کرنا **مسوال**۔ بعض علاقوں میں

لہ قل العلامۃ ابن ہدین رحمہ اللہ، وما اخذ منہم براحوب ولا غہر کا ہدیۃ  
والقلم فیہ لا غنیمۃ ولا فین وحکمہ حکم القلم کا بغیر وضع فی بیت المال۔  
(رواجحار ج ۲ مسئلہ ۱۲۳ باب القیم وقستہ، مطلقاً بیان معنی القیمۃ والقیم)

ترشہ فی فتح القدیر ج ۵ مسئلہ ۲۴۲ کتاب السیر۔  
لقل ابن نجیم، ویباع الطعام کلاً وجزاً فالحدیث لما روی فاذا اختلف ہذا الاضاف  
فیہواکیت شتم ولا یرقیدہ بیع بغیر یا جنس من التولوا مجازفۃ لاسیاتی فی الزیلا  
مکانہ فیجائز الا اذا کان قلیلاً۔ (البحر الرائق ج ۵ مسئلہ ۲۸۲ کتاب السیر)

و مسئلہ فی فتح القدیر ج ۵ مسئلہ ۲۴۹ کتاب السیر۔



رنگ کاٹ دنا قسم کا میسج استعمال کیا جانتے، کہ سفید سوکر قیمت بڑھ جلتے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بیع پر کیا اثر پڑے گا؟

**الجواب :-** اگر کوئی معانی اور اس کا معیار بہتر بنانے کے لیے رنگ کاٹ استعمال کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر رنگ کاٹ کے استعمال کا مقصد ادنیٰ قسم خواص کا کرنا ہو یا حرج کی تبلیغ اور دھوکہ دینا مقصود ہو تو یہ ملاوٹ کے مترادف ہو کر ناجائز اور حرام ہو گا۔

آخر حج (لعام البداء) عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یزجج ینبع عماماً فسلطہ کین ینبعہ فاشعبہ نہ دینا ایسے ان ینحن ینانک فادخل ینہ فیہ فاذا ہو ینون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس ینانک غش۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۲ باب من یغش کتاب البیوع)۔

**جمعہ کی اذان کے بعد تجارت کرنا** | **جمعہ کی اذان کے بعد تجارت رکاوٹ دار ہرگز اذروئے شرع** | **جائز ہے یا نہیں؟**

**الجواب :-** جمعہ کے دن جب وقت داخل ہونے پر اذان دی جائے تو اس وقت جمعہ کے متعلقہ امور کے علاوہ دیگر امور میں مصروف ہونا مناسب نہیں اس بنا پر جمعہ کی اذان کے بعد تجارت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جمعہ کی سعی اور نیکی متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے جمعہ کی اذان کے بعد تجارت کو نہ صرف کر دینا چاہیے۔

اب قال اللہ تبارک وتعالیٰ: یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَوَدَّ بِنَاؤَ دُنَىٰ يَلْعَلُوْا وَيَوْمَ يُنْفَخُ الصُّعُوفُ فَاسْعَوْا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْمِعُوا حُرُوفَكُمْ إِنَّكُمْ تَفْلَحُونَ (سورہ اعراف: ۳۰)۔

اب قال فی التہذیبۃ: وبیکرہ ان یس الجید یا لودی وان یصغ المعمر باقر عن ابن

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۵۸۲ فصل فی الاجتناب)

وَمَثَلُهُ فِي رَدِّ الْمُتَاجِرِ مَثَلُهُ بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ بَعْدَ مَطْلَبِ احْكَامِ اَنْصَانِ الْبَيْعِ فَاسِدًا تَهْ لَمَّا لَمْ اَبْلَغْهُ عَلِيٌّ بِرَأْيِ الْفَرِغَةِ وَالْبَيْعِ هَذَا اِنْ اَلْمَجْعُوعَ قَالَهُ وَدَرْنَا الْبَيْعَ ثُمَّ فِيهِ قَدَالِ بَوَاجِبِ لَيْسَ عَنِ اِيْضَ بَوَاجِبِهِ وَتَدْرِكُنَا اَلْاَذَانَ الْمَصْرُوفِيَّةَ وَكَلَامِ الْمَسْئُورِ كُلِّ ذَاكَ يَكُونُ اَلْاَذَانُ وَلَا يَنْسَبُ اِلَيْهِ (الہندیہ ج ۲ ص ۵۸۲ فصل فی بیکرہ کتاب البیوع)۔

وَمَثَلُهُ فِي اَبْعَدِ الرَّحْمَةِ ج ۲ ص ۹۹۔ فصل فی البیوع الفاسد۔

ضرورت سے زائد روٹیاں جمع کر کے فروخت کرنا | سوال : بعض لوگ ضرورت سے

کر کے فروخت کرتے ہیں تو کیا ان روٹیوں کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : خرید و فروخت کے لیے بنیادی طور پر کسی چیز کا مال مقوم ہونا لازمی ہے اس بنا پر روٹی اور آٹا جو مکہ مال مقوم میں سے ہے لہذا اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے۔

لما قال فخر الدين: معان بين المثلعي، وشرط ان يكون في العقد موضوع كل واحد من متبعضا معان يتحقق ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال، وتبيين الحقائق، مملكت فصل في تبين ما يشتري المبيع في البيع انفسا بامرا ليعلم

سوال : بعض علاقوں میں پانی کی کوئی دھڑ کے لیے کاریز کاریز کا پانی فروخت کرنا استعمال کئے جاتے ہیں، تو کیا ان کاریزوں سے حاصل ہونے

والا پانی فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : فقہاء کرام نے کاریز کو نہر جاری کے حکم میں شمار کیا ہے، نہر کے پانی کی طرح کاریز کا پانی بھی ملوک اور غرض نہیں اسلئے کاریز کا پانی فروخت کرنا جائز نہیں، تاہم اگر اس کو باقاعدہ طور پر چھڑ کر کے فروخت کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

لما قال علي بن ابي بكر المروغاني: والثالث اذا دخل المذ في القاع فحق الشفعة ثابت... ولان البئر ونحوها ما وضع للاحواز ولا يملك المباح بدونه كالظن اذا تكش في ارضه.

(الهداية ج ۴، فصل في مسائل الشرب) رحمہ

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وتفيد بقوله وكل من عوضه مال ليجز بيعه با طيبة وكل بيع باطل - (البحر الرائق ج ۶، مملكت فصل في البيع الفاسد)

وَمَثَلُهُ فِي حَاشِيَةِ الشَّالِبِيِّ عَلَى حَامِلِ تَبْيِينِ الْحَقَائِقِ ج ۴، مملكت كتاب البيوع.

لما قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله: وانما الظاهر في المذ تحت الارض... لانه نهض في الحفشة فتعبر بالهشور ولان الانهار والابار والحياض لم توضع للاحواز والمباح لا يملك

الآيا الاحواز - (البحر الرائق ج ۶، مملكت كتاب جهاد الموات)

وَمَثَلُهُ فِي سَائِلِ الْمُخْتَارِ ج ۴، مملكت كتاب احياء الموات.

**بیع فضولی کا حکم** | سوال :- ایک آدمی کی ملک کردہ زمین اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس کے بھائی نے فروخت کر دی اب وہ اپنی زمین واپس لینا چاہتا ہے اس کے امراء کے وجود پر مشتری واپس کرنے پر رضامند نہیں تو اسے مذکورہ زمین کا شرعی حکم کیا ہے ؟

**الجواب :-** کہہ کہ ملک کردہ زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر شرعی کو بھی تصرف کا حق حاصل نہیں لہذا اگر زمین کسی کی بذریعہ شہادت ثابت شدہ تو مشتری خود ملکیت جو تو اس میں کسی اور کا تصرف درست نہیں اور وہ شرعاً اپنی ملکیت زمین واپس لینے کا مجاز ہے۔

لما قال علی بن ابی بکر المرعینی : ومن یباع ملک غیرہ بغیر امرہ فاللہ بالحق والحق ان شاء اجاز البیع وان شاء فسخ۔ (الہندیۃ ج ۳ صفحہ ۳۰۰ کتاب البیوع۔ فصل فی بیع الفضول) حصہ  
**سوال :-** جانوروں کا خرید و فروخت کا حکم کیا ہے اور اس سے ارتفاع کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** خون بذات خود ایک نجس شے ہے اور اسلام نے اس کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے اس سے بامقرورت شرعی ارتفاع لینا بھی صحیح نہیں لہذا جانوروں کے خون کی خرید و فروخت اور اس سے ارتفاع دونوں صحیح نہیں ہے۔

قال العلامة القمی : جعل مع ما یسبغ بال کالداء والیتة (مزید بصرہ ج ۱ ص ۱۰۰) البیوع  
كما قال اللہ تعالیٰ : اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ لَیْسَتُمْ وَالْدَّمُ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۷۳)  
كما قال رسول اللہ : اقل شئ حرم علی قوم اکل شئ حرم علیہ شمس۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۱۲۸ باب بیوع عامۃ باب من منہم من اقر الوهم)

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : شرائط : سفاح و شتان ، سلف و الویة و ان لا یکون فی البیع حق فغیر البائع فلم یعتق جمیع الفضولی۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۵۰۰ کتاب البیوع، مغلب شرائط : بیع انواع اربعہ )

وفی فی الہندیۃ ج ۳ ص ۳۰۰ کتاب البیوع الباب الاول فی قرینۃ البیع ... الخ۔

لے قال العلامة علی بن ابی بکر المرعینی : بیع الیتة والوم ولحق باطل لانہا لیست اصولاً فلا یکون محلاً للبیع۔ (الہندیۃ ج ۳ ص ۳۰۰ کتاب البیوع)

**مشترکہ جائیداد اور اراضی کی بیع و شراء کا حکم** | سوال :- مشترکہ جائیداد اور اراضی کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

فہم حق کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

**الجواب** :- مشترکہ جائیداد کی خرید و فروخت جائز ہے بشرطیکہ اس میں تمام اشراک کی رضا مندی شامل ہو کہ کیونکہ ایک اپنے حصہ کا مالک ہے اور مالک اپنے حصے میں تصرف کر سکتا ہے، لہذا یہ بیع صحیح ہے غاصب نہیں ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : اذا باع احد الشريكين نصفها فان ثمره يجوز البيع فان نفعه الداران بيع المالك انصرف الى نصيبه باع احدهما نصيبه فابيع جائز في الموضع . (تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۱۳۲ کتاب البيوع)  
**مشترکی کا بائع کو دھوکا دینا** | سوال :- ایک شخص نے کسی سے نفع میں فاش زمین خریدی اب وہ تیرہ چودہ سال کے بعد یہ زمین بائع کو واپس کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کو یہ حق حاصل ہے؟

**الجواب** :- یہی خرید و فروخت جس میں ایک دوسرے کو دھوکا دیا گیا ہو غرضی کو اسے رد کرنے کا اختیار ہے۔

قال العلامة ابن عابدین : وان غر الشري البائع او بالعكس او غر الدان فله الرد . (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۲ باب المراجعة والتولية)

لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس شخص کے معلوم ہونے سے پہلے مشتری نے بیع میں تصرف نہ کیا ہو ورنہ بائع نے کسی میں تصرف کیا ہو جس سے ان کی رضا معلوم ہوتی ہے۔  
كما قوله عليه السلام ، نهى من بيع المصاة ومن بيع الغر . (امداد السنن ج ۱ ص ۱۳۲)

۱۔ قال العلامة الزياتي : هذا لان البيع صار شركة ملك حتى لا يجوز لكل واحد منهما ان يتصرف في نصيب الآخر بالقصد بعد ذلك ، وصار شركة عقد فبعض لكل واحد منهما ان يتصرف في نصيب صاحبه . (تبیین الحقائق ص ۲۳ کتاب البيوع)  
۲۔ قال العلامة شاذاناسي : اذا اشترى احد متبايعين الاخر وتحقق ان في البيع غشاً فاحشا فله ان يفسخ البيع جنيدي . (شرع الخطة ص ۱۹۳ الفصل الحاد)

قربانی کے لیے خرید سے گئے حاملہ جانور کی واپسی کا حکم [سوال ۱۰۰ ایک آدمی نے جانور خریدا، بیچ ہو جانے کے بعد شتر کی کو علم ہوا کہ وہ تو حاملہ ہے، کیا صرف اس وجہ سے اس کو واپس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟]

الجواب :- بیچ نام ہو جائے سے بعد جب کسی جانور میں عیب کا پتہ چلے اور وہ بائع کے ہاں سے ہی اس جانور میں سرحد ہو اور بائع نے بتایا بھی نہ ہو تو اس وجہ سے شتر کی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، کسی جانور کا حاملہ ہونا کوئی عیب نہیں، اس لیے صورتِ مسئلہ میں شتر کی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں، تاہم اتنا کہ کی صورت میں مبیعہ واپس کیا جاسکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : نعم لہ ردھا بعیب الحبث و لحیل عیب فی الجذاریۃ لافی البہائم - (تنقیح، لمصنفہ ج ۱ کتاب البیوع، باب المیہرات ۱۰۰) بیع فسخ کرنے کی صورت میں بائع پر جرمانہ لگانا [سوال ۱۰۱ دو آدمیوں نے اور شتر سے کچھ رقم نقد لے لی اور بقیہ رقم رجسٹری فی تکمیل ملک مفوض کردی تھی اور اس کے ساتھ شتر کی نے یہ شرط لگائی کہ اگر بائع نے زمین واپس لی تو اسے پچیس روپے جرمانہ ادا کرنا ہوگا، کیا ایسا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے؟]

الجواب :- مذکورہ صورت میں اگر بشرط اور رقمی وصولی وغیرہ بیع کے ایجاب قیوں کے وقت لگائی گئی ہو تو یہ بیع فاسد ہے اور اس سے ہر ایک بلا ضمانتے غیر فسخ کر سکتا ہے، نیز فسخ کی صورت میں وصول کردہ رقم واپس کرنا ضروری ہے تاہم فسخ کرنے والے سے جرمانہ لینا جائز نہیں اور اگر ایجاب و قبول کے بعد ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : طلب فی التشرط فاسد إذ ذکر لہ قال انہ لا یستطیعون بعد رتبہ ایضاً رجولہ توجہ حاداً واحداً لا یزیدہ بالعیب - (خلاصۃ الفقہ ج ۱ کتاب خیارات العیب و البیوع) فسخ فی البیع والرتبۃ ج ۱ کتاب خیارات العیب۔

بعد العقد أو قبله لا يقتضيه العقد ولا يلزمه فيه نفع لاحدهما أو لبينفع مبيع  
حوالہ الاستحقاق ببيع - (رد المحتار ج ۳ مسئلہ ۳۲۰ باب بیع بلفافہ) (۱)۔

**وقت معین تک ثمن کی ادائیگی کا اختیار دینا** | سوال ۱۰ کیا فرماتے ہیں علماء کرام  
مشرقی سے یہ کہے کہ اگر کوئی تم تک مجھے رقم ادا کر دے تو میرے اوزیر سے درمیان معاملہ  
باقی رہے نہ رہے؟

**الجواب :-** یہ عرض کی طرح کرنا بیع کی صحت کے متعلق نہیں لہذا اگر صورت مندرجہ کے  
مطابق اگر مشتری نے تمام تک ملے شدہ رقم بائع کو ادا نہ کی تو اسے اس نا بیع ختم ہوجائے گی۔  
قال العلامة مرغینانی: وعن يابح علي، انه ان لم يقبل الثمن الى تلافية يام فلا  
بيع بينهما بعد - (الهدية ج ۳ مسئلہ ۱۰۰ باب خبر المتسرد) (۲)۔

**پیشانی ہونے پر رقم واپس کرنا لازم ہے** | سوال ۱۱ ایک شخص نے کسی سے مکان خرید لیا اور کچھ دنوں تک رقم  
پیشانی ہونے پر رقم واپس کرنا لازم ہے؟  
کے بعد کچھ عرصے مشتری مکان خرید پر پیشان ہو گیا اور بائع کو مکان واپس کر کے ادا کر دے تو وہ رقم واپس لیتا چاہتا  
ہے۔ تو کیا مشتری مکان واپس کر کے بائع سے اپنی رقم لینے کا شرعی حق ادا کر دے یا نہیں؟  
الجواب :- بائع کے لئے یہ تھا کہ وہ رقم لینا حرام ہے۔ بشرطیکہ اسے یہ پتہ ہو کہ مشتری پر تمنا کے بعد  
میں مشتری کو واپس کر دے۔

قال العلامة مرغینانی رحمہ اللہ: فان شرد اكثر منه واقبل فالشرط باطل

لہذا فی الحدیث قوله علیہ السلام: كل شرط یس فی کتاب الله فهو باطل فیل الشرط  
الواحد وكل ما لم یعقد الا به - (اعلام السنن ج ۳ مسئلہ ۱۰۰ باب بیع من البیع بشرط  
ومثله فی دہدایہ ج ۳ مسئلہ ۱۰۰ کتاب البیوع - باب بیع بلفافہ) (۳)۔

لے قال: العلامة ابن عیینہ: فان نفذ الثمن تم البیع وان لم ینفذ لم یتخذ البیع  
وفي بعضہ فسد البیع ولو باع عبد علی انه ان لم یفقد مثله تولى الثمن الى تلافیه  
ابن عباس ج ۲ (رد المحتار ج ۳ مسئلہ ۱۰۰ کتاب البیوع) (۴)۔

ورد مثل الثمن الاول نقولہ علیہ السلام من قال لا دما بیۃ قال لا دما بیۃ قال لا دما بیۃ  
یوم النبیۃ - زلفہ دایۃ جسم ملک باب - لا قالۃ علیہ

بیع میں بیعانہ ضبط کرنے کے رواج کا شرعی حکم اس سوال سے بھی نکلتا ہے ایک  
مطابق مشتری سے کچھ رقم بطور بیعانہ بھی لے لی۔ اور اس بیع میں خریدنے والے کو یہ شرط  
ہے پانی کہ ایک مدت معین تک اگر بائع انکار کر دے تو وہ مشتری کو دے گا۔ اور یہ شرط بطور  
جرمانہ دے گا۔ اور اگر مشتری مقررہ مدت میں باقی رقم ادا کر کے اس مکان کی رقم بھی نہ  
کراسے تو بیع ان کی رقم ضبط کر لی جائے گی۔ اس کے کسی وجہ سے مشتری اس شرط کو پورا نہ کر سکا  
تو کیا بائع کو بیعانہ کی رقم ضبط کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

الجواب :- مذکورہ صورت میں مشرورہ عقیدہ بیع فاسد ہے اور متعاقبین کو بیع  
فسخ کرنے کا اختیار ہے، نیز بائع کو بیعانہ ضبط کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔  
کہ قولہ علیہ السلام۔ ضعی عن بیع العربیۃ (علیہ السلام) چاہے وہ بیع عوامی ہو  
اس سوال :- ایک شخص بیرون ملک  
کلگرام کے حساب سے کوئی چیز خرید کر سیر کے  
حساب سے فروخت کرنا چاہتا ہے اسے خرید کر اپنے ملک میں سیر کے  
حساب سے فروخت کرنا ہے۔ اسی طرح وہاں سے کچھ امیر کے حساب سے خرید کر  
اپنے وطن میں اسے گز کے حساب سے فروخت کرنا ہے تو کیا اس کا یہ سیر کرنا شرعاً  
جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ صورت مشرورہ کے مطابق خرید و فروخت کا یہ طریقہ بالکل جائز ہے

قال علیہ السلام: لا یجوز ان یباع فی الاوقاف الا ان یتفقوا علی ان لا یباع فی الاوقاف  
نہی لان قولہ ہو مرجوع عین الثمن الاول الی ما ملک کان مہم بدھن فی الوجود علی قیود  
یستلزم تعین الاول۔ راجع بقدر ج ۱ ص ۱۱۱ باب الاوقاف

لقد کان علامۃ لغویۃ فی کون شرط لا یقتضیہ احد و قد منع احد الثانی بن اوجہ و قد منع  
وہو من اهل الاستیعاق یفسدہ۔ (نہیں ایہ ج ۲ ص ۱۱۱ باب بیع الغائب)

بشرطیکہ اس میں کوئی دھوکا نہ ہو۔

قال علامۃ المرجعین: یجوز بیع والحبوب مکایلة و مجاز ذلک۔ قال  
و یعوض بان دعیته لا یعرف مقدار و یوزن حین یعیته لا یعرف مقدار  
لان المذلة لا تقضی الی نازعة۔ (الهدایة بہ سہلۃ کتاب البیوع) ۱۰۰  
تا بالغ کی جائیداد جبراً فروخت کرنا **مسوال** کیا قرابتے میں علماء دین دین ذیل  
مسائل کے بارے میں کہ۔

- (۱) کیا کسی نابالغ کی جائیداد جبراً فروخت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟
- (۲) دو نابالغ بھائیوں میں سے ایک اپنے دوسرے بھائی کی جائیداد فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ کسی کو اس کا علم بھی نہ ہو؟
- (۳) شفعہ کا حق نسبت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے یا جوہر (قرب) کی وجہ سے؟
- الجواب :-** (۱) کسی نابالغ کی جائیداد وہ اس کی رضا کے فروخت کرنا درست نہیں،  
تاہم باپ کو شفعت کے پیش نظر صرف کا حق ہے۔
- (۲) اگر یہ فروخت کنندہ بذات خود تقیم ہوا اور اس کے ساتھ نابالغ اور غیر مائل بھی ہو  
تو اس کی خرید و فروخت کا عدم و نامعلوم رہے
- لانک الملایمة المصکفی رحمہ اللہ: و شرط أهلیة المتعاقدين ینکونہما  
عاقلین لا یشترط البلوغ۔ (الفتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۰۰)
- (۳) او شفعہ کا حق نسبت نسب کی بجائے شرکت اور جوہر (قرب) کی وجہ سے  
زیادہ حاصل ہے۔

قال علامۃ حمی بن ابی بکر المرجعین رحمہ اللہ: و اذا اکره اسرجل علی بیع ما لہ  
او حق شرا مسلماً او عی ان یقر لرجل بالغ یواجر دارہ و اکره علی ذلک

سلہ قال الامام بدر الدین العینی رحمہ اللہ: بیاع الطغی اکلا ای من حیث التکلیل  
و بیاع ایضاً و جزائماً لا بکل منہما یصح معلوماً ما لکایلة فظہر و اما الخراف  
فلانہ بالاشارة تقع فیہما۔ (یعنی شرع کفر بہ سہلۃ تحت فی بیان احکام البیوع)  
و مثلاً فی البحر الرائق ج ۵ ص ۲۸۲ تحت احکام البیوع۔



بالقصد او بالفساد الشدید و یا حبس قبیح او اشتراک فیہ و یا الخیانتان شامہ  
مخری البیع وان شئ فسخہ بالمبیع۔ (الہدایۃ ج ۳ ص ۳۳۳ کتاب البیوع) ۱۰  
سوال :- ایک شخص نے کسی پر ایک  
بائع کا منفعت کی شرط لگا کر باطل ہے۔  
مگر وہ کہ جب رقم واپس کی جائے گی تو مکان بھی واپس مل جائے گا، تو کیا یہ بیع شرعاً  
باطل ہے ؟

الجواب :- جس بیع میں بائع کی منفعت کے لیے ایسی شرط لگی ہو تو وہ بیع  
ناصح ہوئی ہے جیسا کہ حدیث میں اس سے حماقت کی گئی ہے ۔

قال: العلامة السرخسائی: وکل شرط لا یقتضیہ العقد و فیہ منفعۃ لا حد  
المتعاقدين (املاء مقود علیہ و هو من اهل ال- منع ذاق فیئذہ العقد۔

(الہدایۃ ج ۳ ص ۳۳۳ کتاب البیوع) باب بیع بفساد) ۱۱  
رفاہ عامہ کے کاموں کے لیے بیع و شراء کا حکم | سوال :- ایک گاؤں کے  
مکینوں نے من کر کر یہ فیصلہ کیا کہ  
ہم اپنے گاؤں کی چیزیں مثلاً اٹھ سے ستر غیاں وغیرہ فلاں خاص شخص ہی کو فروخت کریں  
گے، نیز وہ اس میں شخص پر یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ گو ہم کو جس رویت یا ہانہ چند دے گا  
جسے ہم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کریں گے، تو کیا خرید و فروخت کیلئے ایسا شرط

۱۲  
سلہ قال العلامة السرخسائی: (وقوله بالجور) العضا، بخلاف الحق اما عن خلا لا وعد  
وکل عن وجہین اما فی حقہ تعالیٰ او حق العبد فالخطا، وحق العبد اما ان یکن فیہ تدریج  
و لا ینال ما ینال العبد بل اوصافاً و صفاتاً... بیع بفساد و لا ینال ما ینال العبد بل اوصافاً و صفاتاً (الہدایۃ ج ۳ ص ۳۳۳ کتاب البیوع) ۱۳  
و ایضاً (وقوله بیع بالفساد) لولا تحریک الباع فلا یفسد فیہ، او یجوز ان لا یفسد فیہ  
فی نذر اھد حصہ بالی و ید، (ارباح و خسائر) من، و المتاجر ج ۳ ص ۳۳۳ کتاب البیوع) ۱۴

۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰

۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰

لگانا شرطاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** درج بالا صورت میں منصوبہ بندی سے ایک معین شخص سے خرید و فرو  
جائز ہے بشرطیکہ اس سے ذخیرہ اندوزی اور روزہ مرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتیں بڑھانے  
مقصود نہ ہو، البتہ چندہ دینے کی شرط لگانا جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی خوشی سے چندہ دے  
تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وفي مجلة الاحکام : البيع بشرط ليس فيه نفع لحد لعا قد بين يهود وشبه  
لغو - (مجلد ۱۲ احکام ص ۸۹) المادة ۱۸۹ کتاب المبیوعات الفصل الرابع في اشغال البيع (۱) لہ  
موجودہ زمین کی خرید و فروخت کا حکم | سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ  
کے بارے میں کہ موجودہ زمین کی خرید و فروخت  
کیا جا سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** موجودہ زمین کو باقاعدہ و برسر کے بعد فروخت کیا جا سکتا ہے بلکہ  
اس سے واسطہ کو خروج کا حق بھی قائم ہو جاتا ہے۔

قال العلامة سليم رستم بازر : اذا باع الموهوب له الموهوب  
ادخرجه من ملكه بالهبة والتليم لا يفي ملوایب حق الرجوع -

(شرح المجلة مادة ۲۸۹) تحت احکام الهبة (۲) لہ  
اکھل کی تجارت کا حکم | سوال :- آجکل بعض ادویات میں اکھل استعمال  
کیا جاتا ہے جس کے وجہ سے اس کا کاروبار رواج  
پکڑ چکا ہے، تو کیا اکھل کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

له في العلامة سليم رستم بازر فيافي : لو شرط في البيع نفعا على اجنبي  
كما دأب به شيئا بشرط ان يقضه ثلاث عشرة دراهم فالباع  
صحيح والشرط لغو - (شرح مجلة الاحکام ص ۸۹) المادة ۱۸۹ کتاب  
المبیوعات الفصل الرابع في الشرط بالبيع (۳)

قال العلامة بن نجيم : خروج الهبة من ملك الموهوب له بالكلمة بان باع الهبة او هبها  
(البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹) تحت باب الرجوع في الهبة

الجواب :- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شراب اربعہ کے علاوہ جب شراب دیگر  
 اناج و اشیا سے بنائی گئی ہو تو بصورت شرعی مجبوری استعمال کرنا جائز ہے تو اس  
 کو تجارت کی بھی کئی آتش موجود ہے۔ موجودہ مکمل جو کہ شراب ہی کی ایک قسم ہے (جو حکم نہروا  
 بخوانی وغیرہ اشیا سے بنائی جاتی ہے اور ضرورتاً بہت ساری ادویات، رنگوں کے  
 علاوہ دیگر کیمیکلز میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے) اس لیے بناءً برقول امام ابو حنیفہؒ اس  
 کا خرید و فروخت جائز ہے۔ موجودہ دور میں ٹوٹا بڑی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے۔

قال العلامة المحقق: الشراب عند كل مانع يتسرب واصطلاحاً ما يسكر  
 والمحرم منها اربعة..... وضع بيع غير الخمر. قال ابن عابد بن رجب: تحت قوله  
 صريح غير الخمر) في عنده خلافاً لهما في البيع والضمان كفي، فتدبري عن  
 قوله في البيع. (رد المحتار ج ۶ ص ۴۵۲ کتاب الاشربة) لہ

**حیوانات کی ادھار بیع کا حکم** **اس سوال :-** ایک آدمی نے دس گائے شیش سے کہا کہ  
 آپ اس سال مجھے اپنا میل دے دیں میں اس کے  
 عوض میں آئندہ سال دس راہیل دے دوں گا، تو کیا شرعی بیع جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- مسئلہ صورت میں یہ ان کی بیع حیوان کے بدلے میں بصورت قرض ہے  
 ہر کہ شرعی حرام ہے اس لیے دونوں عاقدین کی یہ عقد بیع جائز نہیں۔

عن ابن عمر بن النبی علی لہ عیہ وسلم نہی بیع حیوان با حیوان نسیئة۔  
 ومعانی الآثار ج ۲ ص ۲۲۹ باب انہی عن بیع العیون بالعیون نسیئة ۳

لم قال العلامة مرغینانی: لا شربة المعومة اربعة..... وقد بينا المعنى  
 من قبل ان حرمته هذا الاشربة دون حرمة الخمر حتى لا يكثر متعلما  
 ويكثر متعل الخمر..... ويجوز بيعه. وبعض متعلها عندنا حليفة خلافا  
 لهما فيهما الخ (الهداية ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب الاشربة)

۲ قول الشیخ ظفر جلالی: لا يجوز بيع شی من حیوان مارتوق ولا غیر شی من حیوان رتیق ولا  
 غیر نسیئة لان حیوان لا یخیر فیہ سلم ای ناجس وقال عن عبد اللہ بن مسعود انه نہی  
 السلم فی الحيوان. (واعز السنن ج ۲ ص ۲۸۳ باب النبی عن بیع الحيوان بالحيوان نسیئة)  
 ومثل فی کتاب الفقہ علی المذاهب اربعة ج ۲ ص ۳ کتاب بیع۔ اركان السلم۔

**خشک و تر کھجور میں تفاضل** | سوال :- تیار کھجور جو کہ عام طور پر بازار میں ملتی ہے اگر اس کو تر یعنی کچی کھجور سے (جو کہ ابھی تک درخت پر ہے) دو گنا زیادہ وزن سے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ بازار میں دونوں کی قیمت میں بہت فرق ہے، مثلاً تر کھجور فی کلو دس روپے اور تیار کھجور تیس روپے فی کلو کے حساب سے فروخت کی جاتی ہے۔

**الجواب :-** احناف کے نزدیک رطب اور تمر دونوں ایک جنس سے ہیں اس لیے ان کی بیچ برابر کر کے جائز ہے مگر باریق رطوبت میں داخل ہے، لہذا تر کھجور کو عام کھجور کے مقابلہ میں دو گنا وزن یا قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة: برهان الدین شریعتی رحمہ اللہ: ویجوز بیع الرطب بالتمر مثلاً بمثل عند الحنفیة<sup>۱</sup> وقال لا یجوز لقولہ علیہ السلام حیث سئل عنہ او ینقص ان یقبل نعم فقال علیہ السلام لا، ذالک ان الرطب یمشی لقولہ علیہ السلام حیث اُھدی الیہ رطب أو حبل تمر یحب برھنک اسماء قسراً ویجوز التمر بالتمر بمثلہ جائز۔ والھدایۃ علی صدر فتح القدیر ج ۲ مثلاً باب الرطب ملہ مختلف ممالک کی کرنسی کی تجارت کا حکم | سوال :- اگرچہ مراۃ بازار میں ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے زیادہ داموں بیچنے کا رواج عام ہے، مثلاً ایک آدمی نے امریکی ڈالر ایک دن قبل بیچنا شروع کر دیے تو اس کا بیس اب وہ اس کو بیچیں وہ بیچے میں فروخت کرتا ہے۔ تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** دو ملکوں کی کرنسی چونکہ مختلف الاجناس اشیاء میں داخل ہے اور اسی وجہ سے ان کے نام کی اکائیاں وغیرہ مختلف ہوتی ہیں اور مختلف الاجناس اشیاء

لے قال العلامة: کل اللوین لبارق<sup>۲</sup>، قال ویجوز بیع الرطب بالتمر مثلاً بمثل بیع الرطب بالتمر متفاضلاً لا یجوز بالاجماع ومثلاً بمثل جوزہ<sup>۳</sup> البوحیفۃ خاصۃ وقال لا یجوز۔

والعیانۃ علی هامش تنبیح القدیر ج ۲ ملہ باب الرطب۔

ومثلاً فی اللوس الخ<sup>۴</sup> علی صدر رد المحتار ج ۵ ملہ باب الرطب۔

کو تفاضل کے ساتھ بچنا جائز ہے، لہذا ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے  
تفاضل کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

قال العلامة المصنف رحمہ اللہ: وان عن ما..... حلالا لعمدین بموہبین لعلنا لعلنا  
قبلی من اصل الا باحۃ وان وجدا احدهما ای القدیرۃ وحدثنا ابو الحسن حبل  
انفصلی وحرم النیاد ولو مع المتساوی۔ (الدر المختار علی مصدرہ المختار ج ۵ ص ۱۴۶)  
باب الریو مطلب فی الا برار عن الریاء لہ

قبل القبض کسی چیز کی فروخت کا حکم اس سوال: جناب مفتی صاحب ایضاً یہ یاد

ہوں اس تجارت میں بعض اوقات زمین اور مکانات وغیرہ کا اس کے مالک سے قبضہ سے  
لیا جاتا ہے تاکہ اس کو کسی اور شخص پر فروخت کر دیا جائے تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: اگرچہ قبل القبض کسی چیز کا فروخت کرنا شرعاً ممنوع ہے البتہ انسانی کے  
نزدیک زمین اس حکم سے مستثنیٰ ہے، لہذا زمین پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی بیع کرنا جائز ہے۔

قال الشيخ عبد الرحمن الجزائری: ما البیع الا حیوان غیاہ المنقولة قبل قبضہا کبیع الریح  
والنضایع والتخیل والدرر وغیر ذلک من لایبایع الا بابتیۃ التی لایضعی ہلا کہا ف ذلہ  
یصح۔ (کتاب الفقہ حلی هذا اہب الاربعۃ ج ۲ ص ۲۳۴ کتاب البیع، مبحث فی بیع المبیع) لہ

لہ قال العلامة یہان الدین المرغینانی: واذا عدم الوصفان النفس والمعنی المضمون الیہ جن  
التفاضل والنسب لعدم اعلیۃ المحرمۃ والاصل فیہ الا باحۃ واذا وجد احدہما فقد  
والنیاد یجوز العلقۃ واذا اوجد احدهما وعدم الآخر حل التساوی وحرم النیاد۔  
(الہدایۃ علی فتح القدر ج ۲ ص ۱۵۳ باب الریو)

وَمَنْ لَّهٗ فِي تَحْرِيقِ الْقَدِيرِ ج ۲ ص ۱۵۳ باب الریو۔

لہ قال الشيخ ظفر احمد العثماني رحمه الله: والثالث لا يجوز بيع مبيع قبيل  
قبضه الا بالدرر والارض قاله ابو حنيفة وابو يوسف۔ (رمحہ اللہ)

(اعلام السنن ج ۱ ص ۲۳۴ باب البیعی عن بیع الشتر فی قبل القبض)

وَمَنْ لَّهٗ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۵ ص ۱۸۱ فصل شرائط صحۃ البیع۔

سوال :- اگر ایک گاڑی قسطوں پر  
 خریدی جائے اور قسطوں کی مکمل ادائیگی سے  
 قبل اگر گاڑی کو کوئی نقصان پہنچ جائے  
 تو یہ نقصان بائع کا شعور ہوگا یا مشتری کا؟ قرآن و سنت سے جواب غایت اہم و  
 مشکور فرمائیں؟

الجواب :- بیع چاہے نقد تم سے ہو یا ادھار سے ایجاب قبول فرمائیے اور قبضہ  
 ہو جانے پر بیع تام ہو جاتی اور بیع مشتری کی ملکیت بن جاتی ہے، اس کے بعد یہ ہو کہ  
 جو نقصان پہنچے گا وہ مشتری کا ہوگا، بائع پر رجوع صحیح نہیں، تاہم اگر بیع بائع کی ملکیت  
 میں بلاک ہو جائے تو نقصان بائع پر ہوگا۔

قال العلامة سليم رستم يار: ابيع اذا اهلك في يد البائع قبل ان يقبضه  
 المشتري يهلك مال البائع ولا شيء على المشتري..... اذا اهلك البائع بعد القبض  
 هلك من مال المشتري ولا شيء على البائع. مجلة الاحكام ۱۹۳۱-۱۹۳۲  
 الفصل الخامس

قسط لیٹ ہو جانے کی وجہ سے بیع واپس نہیں ہو سکتا | سوال: گاڑیوں کا  
 بعض لوگ قسطوں میں گاڑی فروخت کرتے وقت یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر مشتری نے اتنی مدت  
 میں تمام قسطیں ادا نہ کیں تو اس کی کئی اقساط ضبط شعور ہوں گی اور بیع میری ملکیت ہوگا،  
 بعد دونوں (بائع اور مشتری) ان شرائط پر دستخط کرتے ہیں۔ دریافت طلب بات یہ ہے  
 بعض اقساط لیٹ ہو جانے یعنی عدم ادائیگی کی صورت میں بائع بیع کو واپس لینے کا

قال العلامة محمد بن أبي بكر الرقي في حاشيته: ولو قبضه المشتري وهلك في يد البائع  
 مدة الحيا رخصته بالقيمة..... ولو هلك في يد البائع انفسخ البيع انقضى حالي  
 انقضى اعتبارا بالبيع الصحيح المطلق.. (المهد آية على عدم فتح القدير  
 ج ۵ ص ۵۰۰ کتاب البیوع)

وَمُشْكَلٌ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۵ ص ۵۰۰ کتاب البیوع.



**تجارت میں منافع کا تعین نہیں:** سوال :- بعض بزرگ چیر جس قیمت سے خریدتے ہیں پھر اس کو دوکان، سرگن، بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا حرام یا کراہی یا نہیں؟ یا منافع کے لیے کوئی حد مقرر کی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ نے تجارت میں مال کے منافع کی کوئی خاص حد مقرر نہیں کی، یہ دونوں عادلین کا باہمی معاملہ ہے جس طرف غی یا چاہے اسی طرح جائز ہے البتہ اس حد تک منافع لینا کہ جس سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو خلاف مرویت ہے حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ ناجائز منافع خوردی پر قابو پانے کے لیے من سب اقدام کرے۔  
 ۱۔ ان لا ملہ علی مہاجرین (حیاء تصریف السبع فی کشور من امکنہ الفقہیہ) بانہ مہاجرین انان مال بالرضا۔ (دور الفقہ شرح معطلۃ الاحکام) جماعت مقدسہ فی بیان الاصطلاحات الفقہیہ) - ۸۔

**بیوی کا شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال فروخت کرنا:** سوال :- کیا بیوی اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے یا نہیں، طبعاً، شوہر کو بیوی پر مال میں ہر بلا وغیرہ کے سبب جس میں اس کے تصرفات تصرفات فضولی کے حکم میں ہے اعمد ہو یا نہ پر شوہر کو اختیار ہے کہ وہ ایسی چیز کو باقی رکھے یا مسترد کرے۔

قال العلامة المحقق: ان تصرف صدقہ تملیک کان کبیع وتزویج واستقالا کفلاً وان تاق ولہ فیہ ای لہذا التصرف من یدہ علی اجازتہ مال وقوعہ العقد موقوف۔ (الذی المختار علی صمد بارد اختار) <sup>۱</sup> فی الفصل فی الغصب کتاب بیوع ۱۰۷  
 - قال العلامة المصنف: هو مباح لمان بالمال بالترامی۔ (مختار قاضی در ۳۲۳ کتاب بیوع)  
 و مثلاً فی فتح المربع ۵۵ و ۵۶ کتاب بیوع -

۲۔ قال العلامة سلیم شرم: بیع الذی یتعلق بہ حق الغیر کبیع الغصبوا و بیع المرصوف یتعقد موقوف علی اجازۃ ذلک الاخر۔ (مجلۃ الاحکام - مادۃ ۴۸ کتاب بیوع)  
 و مثلاً فی دور الحکام شرح معانی الکلام <sup>۳</sup> کتاب بیوع تحت المادة ۳۶۸۔



بجلی کی خرید و فروخت کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! بجلی کو بیع و شراء

الجواب :- چونکہ جیسے کابین ہونا ضروری نہیں اس لیے اگر کوئی چیز عین نہ ہو مگر عرفی وہ مال بھی جانی ہو تو اس کی بیع جائز ہے لہذا بجلی اگر یہ عین نہیں لیکن اس کی بیع و شراء جائز ہے۔ اس لیے کہ اسی قسم کے اشیاء ماییت میں داخل ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : المالیۃ تثبت بتحول الناس لا قفۃ  
او بعضہم۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۸۵) کتاب بیع، مطلب فی تعریف المال والذات ہاے

ذرائع کی رسید کی بیع کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرا مکان مسعودی عرب  
میں ختم مزدوری کرتا ہے، اگر وہ ذرائع کے ذریعے  
کچھ پیسے پاکستان اپنے اہل و عیال کے لیے بھیجتے اور کسی وجہ سے وہ ذرائع ٹیٹ ہو جائے  
اور اس کے اہل فائدہ کو رقم کی اشد ضرورت ہو تو کیا میں ان کے اہل خانہ سے اسی ذرائع  
کی مالیت کے عوض وہ ذرائع خرید سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب :- ذرائع ہی اگر یہ فی ذاتہ ایک گنا غصب ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں  
مگر اس وقت وہ ایک معین نہ تم کی غامض گنا کرتا ہے اس لیے اس وقت بنا بر عرف وہ  
بھی قیمت والی بن چکے ہیں اس لیے اس کو اتنی قیمت کے بدلے خریدنا جائز ہے جتنی کہ  
اس کی مالیت ہے، اسی طرح ٹریڈ جیک اور بانڈز وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : والمالیۃ تثبت بتحول اناس لا قفۃ  
او بعضہم۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۸۵) کتاب بیع، مطلب فی تعریف المال والذات ہاے

لہ قال الشیخ وحبۃ الزحیلی المال ہو کل عین ذات قیمۃ مادیۃ بیت

لناس۔ (افتقار الاسلامی واولئہ ج ۳ ص ۳۴۴) فصل الاول عقد بیع  
وَمَثَلُهُ فِي الْمَرْفُوعِ عَلَى هَامِشِ مَجْمَعِ الْأَنْهَارِ كِتَابِ الْبَيْعِ۔

لہ قال الشیخ وحبۃ الزحیلی المال ہو کل عین ذات قیمۃ مادیۃ بیت

لناس۔ (افتقار الاسلامی واولئہ ج ۳ ص ۳۴۴) کتاب البیوع

وَمَثَلُهُ فِي الْمَرْفُوعِ عَلَى هَامِشِ مَجْمَعِ الْأَنْهَارِ كِتَابِ الْبَيْعِ۔

**سوال :-** آجکل بازار میں زندہ مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا

حساب شرعہ و زنا سے کم ہوتا ہے، ان کو کیا ایسا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** چونکہ زندہ مرغیوں کے مروجہ طریقہ بیع میں پورے قارم والا مشتری پر صرف گوشت فروخت نہیں کرتا بلکہ وہ زندہ مرغی فروخت کرتا ہے اس لیے اصل بیع معلوم ہونے کی وجہ سے ایسا معاملہ کرنے میں کوئی قیاحت نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین اخصکفی رحمہ اللہ : البیع بشرعا مبادلة شئ مرغوب فیہ بمثلہ ..... علی وجه مفید مخصوص ای بايجاب او تعاط ام۔  
 والتمہ المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۸ کتاب البیوع ہلہ

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! مرغیوں کی بیٹ کو بطور کھاؤ فروخت کرنا

آجکل بازار میں زندہ مرغیوں کی بیٹ کو بطور کھاؤ فروخت کر دیتے ہیں کیا شرعی اسی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس بیع سے وصول شدہ رقم کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے قارم کی کھاؤ صرف مرغیوں کی بیٹ پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ اس میں چاول کا چھلکا، اٹلی اور مکڑی وغیرہ کا براہ اور دیگر کئی اشیاء خلط ملط ہوتی ہیں اس لیے اس کو فروخت کرنا فرض اور اس سے حاصل ہونے والی رقم بھی جائز اور حلال ہے۔ تحقیق دفاتر میں اسی کے نظائر موجود ہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین اخصکفی رحمہ اللہ : ورجع الادی لم یقلب عیہ القراب فلزم مغلوباً یہ جائز کسرتین و بعد و کتفی فی البیوع بمجرود خلط

لم قال لشئ وجہ الزحیل : البیع : واصطلاحاً عند الحنفیۃ

مبادلة مال بمال علی وجه مخصوص۔ او هو مبادلة شئ مرغوب فیہ بمثلہ علی وجه مخصوص ای بايجاب او تعاط ام۔

(نفقہ الاسلامیہ دلتہ ج ۲ ص ۲۸۸ الفصن الثانیۃ فی البیع)

وَمِثْلُهُ فِي كَيْفِ الثَّمَنِ بِمِثْلِهِ كِتَابُ الْبَيْعِ۔

بقول ابن عابدینؒ نفعہ ویجوز بیع السرقة والجور والافتاح به والوقود  
بہ۔ (۱) مختار ج ۴ ص ۴۸ فصل بیع النفاق قبل مطلب آدمی ملکاً شرعاً وکافراً۔ (۲) لحد

**تصنیف یا طاعت کے حقوق فروخت کرنا** | سوال ۱۱۰: آذ کل تعینت و تالیت  
اور طاعت کے حقوق کی تجارت عام

ہے، مصنف حضرت ابنی تصانیف کے مسودے ہجری کتاب پر مکتبے داسوں فروخت  
کرتے ہیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**اجواب:** ۱۔ حق تصنیف اگرچہ حقوق مجرہ سے متعلق ہے مگر حقوق مجرہ کی بھی قسمیں ہیں،

(۱) وہ حقوق جن کے ساتھ مالی منفعت وابستہ ہو جیسے حق وکیلہ وغیرہ۔ (۲) دوسرے وہ حقوق

جن کے ساتھ مالی منفعت متعلق نہیں جیسے حق شہرہ وغیرہ۔ شریعت اسلامی میں مالی منفعت

والم حقوق سے مقبر واری کے عوض مال لینا جائز ہے۔ حق تصنیف کے ساتھ بھی دوری اثر

میں جو کہ مالی منفعت وابستہ ہے اس لیے اس کی بیع و شراء جائز ہے، فقہی اصطلاح میں

اس کو حق استیقت کہنا جائز ہے۔

قول المصنفی: ولا یجوز الاعتیاض عن الحق الجور والافتاح وعلی هذا لا یجوز الاعتیاض

عن حقوق الفان بالادوات و فیہا فی الخیر بحد تعارض مع مانوۃ المذہب عدم اعتبار

ادوات من حق استیقت یا اعتبار و علیہ فیفتی بجواز التذول عن انوطائف بیاہ

مختار ج ۴ ص ۴۸ فصل بیع النفاق قبل مطلب آدمی ملکاً شرعاً وکافراً۔ (۲) لحد

۱۔ حق قال الشیخ وحبہ الاحلی: ولا بأس بیع السرقة والجور والافتاح به والوقود

لأنه منفعہ بہ لأنه یلحق فی الادوی الاستکثار الریح وكان مالاً والذال من البیع

(الفقہ لاسانی واملت ج ۴ ص ۴۸ بیع النفاق والشیخ)

۲۔ حق علامہ خالہ تاشی: بقول علی ما ذکرہ من حوار الاعتیاض عن الحق الجور والافتاح بہ

الاعتیاض عن حق شرب وحق المسیل ہاں... کہما جاز ان ذول عن الوفا

ونحوہا لاسیما اذا کان صاحب حق اقلو فقیراً قدر عجز عن اعداء علوہ فلو لم یجوز

ذلک لہ عن الوجہ الذی ذکرنا ہ بقضیر فیستامل ویجوز شرح مجلة الاحکام

۳۔ حق الفصل الثانی فی بیع ما یجوز وروا لا یجوز (۲)

وتمت فی نظام الفتوی ج ۴ ص ۴۸ کتاب المعاملات

فارسی مرغیوں کی خرید و فروخت کا حکم | مسوال :- آجکل جو فاسٹ مریدان  
فروخت ہو رہی ہیں ان کو فروخت کر  
دی جاتی ہے اس میں دیگر چیزوں کے علاوہ خشک خون بھی ہوتا ہے جو کہ ذرا ہے،  
تو کیا اس طرح خون کھانے والی مرغیوں کی خرید و فروخت اور کھانا پکانا صحیح یا نہیں؟  
الجواب :- اگر ان مرغیوں میں نجاست اور خون ملی ہوئی ہو تو ان کو کھانے کی  
وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے تو پھر ان کا کھانا پکانا اور خرید و فروخت مکروہ ہے  
اور اگر ان مرغیوں کو نجاست اور خون وغیرہ کھانا پکد کر کے پاک غذا کھلائی جائے  
بہاں تک کہ ان کا بدبو بالکل ختم ہو جائے تو پھر ان کا کھانا بیع و شراہ اور پیہ وغیرہ  
سب درست ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: وفي المشتق المکروه علامة النجاسة اذا قربت  
وجب منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولا يعمل عليها ولا يکره  
بيعها وبيعها ذلک قاله - (رد المحتار معاشیة علی الدن المختار  
جلد ۵ مسئلہ کتاب الذبائح)۔

چونکہ اس بارے میں تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مرغیوں کی غذا میں  
خون یا دوسرے نجس اجزاء نہایت کم مقدار میں ہوتے ہیں، دوم یہ کہ اس غذا کی  
تیاری میں کمیکل استعمال ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خون اور دیگر نجس اجزاء کو  
ماہیت بدل جاتی ہے لہذا قلب ماہیت اور اجزاء بحسیر کے مغلوب ہو  
جاسکتے ہیں جب سے فارسی مرغیوں کا کھانا ان کی خرید و فروخت اور پیہ وغیرہ  
سب درست اور جائز ہے۔

لے وفي الهندية: انما تكون جلاله اذا نمن وتغير لحمه ووجدت رائحة  
ريح منتنة فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها وبيعها  
وهيها جائز هذا اذا كانت لا تغلب ولا تأكل الا لضرورة غائب الو  
(فتاویٰ ہندیہ ج ۵ مسئلہ ۲۸۹) باب اثانی فی بیات مال یوکل من الجوفہ وصال  
وہئلہ فی البعراء لکی ج ۸ مسئلہ کتاب النکاحیۃ۔

کتیا کا دودھ پیئے دے گا۔ اس کے بچے کی خرید و فروخت کا حکم | سوال کیا فرماتے  
 مسئلہ کے بارے میں کہ گائے کا بچہ اگر کتیا کا دودھ پئے اور مالک کو چہرہ لگ جائے کہ  
 اس بچے نے کتیا کا دودھ پیا ہے اب اگر مالک اس کو فروخت کرنا چاہے تو کیا  
 اس کی خرید و فروخت اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر گائے کے اس بچے سے چند دن بعد پاک خوراک کھائی ہو تو  
 پھر اس کی خرید و فروخت کرنا اور کھانا لانا بھی بہرہ ورنہ کراہت سے خالی نہیں۔

لما فی الہندیۃ بالجہدی اذا کان برقی بطنہ الاکان ولحقہ یوان اختلف ایاما فلا  
 یأمن بسنذۃ الجلائۃ والجلالۃ اذا حبست ایاماً فعلقت لایأس یہا فکن ائحدا  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۹) الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من المیوۃ وما لا یؤکل (۱)

بائع اول کا مشتری ثانی سے واپس خریدنا جائز ہے | سوال :- خریدنے والے  
 فروخت کی بعد میں محروم نہ وہ گاڑی بچہ کو نہیں پیار ہیے کے قرض پر دے دی  
 اب اگر خرید اس گاڑی کو بچہ سے فروخت کر وہ قیمت سے کچھ کم یا زیادہ قیمت پر  
 خریدے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے سود کا معاملہ قرار دیتے ہیں  
 تو کیا واقعی یہ سودی معاملہ ہے؟

الجواب :- صورت سنور میں بائع اول کے لیے یہ بیع مشتری ثانی سے  
 اس قیمت سے کم یا زیادہ پر خریدنا جائز ہے جس قیمت پر اس نے مشتری اول کو  
 بیچا تھا اس میں سود کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔

لما فی الہندیۃ : ولو باع المشتري من رجل ثم ان البائع الاول اشتراه

۱۔ قال العلامة المصنفی : ذکرہ طبعہما ای الجلالۃ ..... کما حل اکل جہدی  
 غذا یلین خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غدا ی بہ یصیر مستہلکاً  
 (الدور المختار ج ۵ ص ۲۵) کتاب الخطر والا یاحۃ  
 ومیشفۃ فی البحر الرائق ج ۸ ص ۱۸۵ کتاب الکراہیۃ۔

من المصلحة التي باقى مباح جازر۔ (فتاویٰ مہندیہ ج ۴ ص ۲۲۰) نقص  
 بعاشق بیع شیشین احمد لا یجوز بیع فیہ.....

نابالغ قیموں کی جائیداد کی خرید و فروخت کا حکم اس مسئلہ کے  
 بارے میں کہ جائیداد بھائی ہیں جن میں سے ایک بالغ اور تین نابالغ ہیں، جن کا کوئی تہ  
 واقعات ان میں ایک مکان ہے اب وہاں کے عادات کی خرابی اور کیونست انقلاب  
 کے پیش نظر بالغ بھائی اس مکان کو فروخت کرنا چاہتا ہے کیونکہ خطرہ ہے کہ مکان  
 غصب نہ ہو جائے تو کہاں ان تین نابالغ اور ایک بالغ بھائی کے شعور سے اس  
 مکان کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ صورت مسئلہ میں اگر مکان نہ بیچنے سے ان تینوں کا نقصان ہوگا  
 ہو تو اس کو بیچ دیا جائے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم سے ان کے لیے کوئی دوا  
 محفوظ چلائے، مکان یا زمین خرید لی جائے یا وہ صورت اختیار کی جائے جس میں ان  
 قیموں کو کوئی فائدہ ہو سکے اور نقصان نہ ہو۔

قال العلامة للعلامة: وجاز شرعاً ما لا بد للصغير منه وبيعه  
 بيع ما لا بد للصغير منه نكاح وعمل وأتم۔ (رد المحتار علی ہمش، ج ۲ ص ۲۵۰)  
 ج ۵ ص ۲۵۰) فقص فی بیع کتاب الخطر ولا باحثة (۱)

لے قال العلامة للعلامة: المشتري باع البيع من آخره قبل ان يملكه من غير نكاح شرعاً  
 منه بالاقول۔ (رد المحتار علی ہمش، ج ۲ ص ۲۵۰) باب الاقالة  
 ومثله في ابية والرائق ج ۲ ص ۲۵۰ باب الاقالة۔

۲۔ قال العلامة ابن عثيمين: وشراء ما لا بد للصغير منه وبيعه لعمله والذم  
 والمصلحة..... یعنی بیع اور لہذا شدائد ان پیشتر و الصغیر و بیع و مالاً  
 بد منه و ذلک مثل انفسه و اسکوئے و ذلک نہ نولم یکت لہم ذلک  
 بتفسر الصغیر و هو مسموع۔ (رد المحتار علی ہمش، ج ۲ ص ۲۵۰) فصل  
 فی بیع کتاب الکن ہیبة (۱)

نزالہ باری سے متاثر ہونے والی مچھلیوں کی خرید و فروخت کا حکم | سوال: بعض اوقات بارش اور نزالہ باری کی وجہ سے مچھلیاں پانی کے اندر تیرنے لگتی ہیں جو کہ نظر پڑی ہوئی نظر آنے میں لگیں۔ ان میں کئی قسم کی پیرا اور نقص نہیں ہوتی، تو بعض لوگ ان مچھلیوں کو کھانے کے فروخت کرتے ہیں، تو کیا اس طرح کی مچھلیوں کا کھانا اور فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جو مچھلی طبعی موت سے مری ہو تو اس کا کھانا اور خرید و فروخت ہر اُسے حرام جائز نہیں ہے اور جو مچھلی کسی عارضی سبب مثلاً بارش یا اوسے وغیرہ سے کی وجہ سے مری ہو تو اس کا کھانا اور خرید و فروخت جائز ہے لہذا صورت مسئلہ کی پرکھ بھی درست ہے۔

لما فی الہندیۃ: والاصل ان السمک متى مات بسبب حدوث حل اكله  
دون مات حتف الفہ لا بسبب ظاہر لا یحل اكله۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۴۲۸ الباب السادس فی نسید السمک)

بیعہ میں زیادتی بائع کا حق ہے | سوال: ایک شخص نے دو جریب زمین فکھر کو دیا اور ہر جریب کی قیمت بھی متعین کر لی، بیع کے بعد زمین مذکورہ کا جائزہ لیا گیا تو وہ متعین مقدار سے زیادہ نکلی، اب یہ زائد زمین مشتری کا حق ہے یا بائع کا؟  
الجواب:۔ صورت مسئلہ میں مقدار متعین سے زیادہ زمین بائع کا حق ہے البتہ مشتری کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو وہ اس بیعہ کو چھوڑ دے یا پھر اضافی رقم بائع کو ادا کر کے کل بیعہ لے لے۔

لما قال الذمۃ المصکفی، ولا یحل حیوان ما فی الاالسمک الذی مات باقۃ ولو تدرانی  
ما یرنجس ولو طاقۃ بمر و حۃ و ہبانیۃ غیر طاقۃ علی وجہ الماء الذی مات حتف  
الفہ۔ (رائد الفتاویٰ علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۶ کتاب الدیالک)  
و مقلد فی البیوع والوفی ج ۸ ص ۱۴۲ فصل فی ما یحل وما لا یحل۔

لنا فی الهندیة : ولو قال بعث منک هذا الثوب او هذا الارض علی  
 النہا عشرة اذرع کل ذراع یدہم فوجد ہا عشرة لن منہ بعثت ودرہم  
 ولا خیار لہ وان وجد ہا خمسة عشر ذراعاً فهو بالخیار انت ستار  
 اخذ الجميع کل ذراع یدہم وانت ستار ترکھا . (افتویٰ ہندی ۱۲۳۳)  
 الفصل الثامن فی جہالة البیع (الثم) ۱۷

**تصاویر کی خرید و فروخت کا شرعی حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب امین تصاویر  
 کا کاروبار کرنا ہوں کیا یہ کاروبار جائز ہے  
 یا نہیں اور اس کی آمدنی حلال ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کسی بھی ذی روح کی نوکڑ اور تصاویر بنانا اور ان کی خرید و فروخت  
 ناجائز اور حرام ہے ، ظاہر ہے کہ ناجائز اور حرام کاروبار سے حاصل ہونے والی آمدنی  
 بھی ناجائز ہی ہوتی ہے ۔

ما اخرجہ الامام محمد بن المعامل البخاری عن عیین بن ابی جحیفہ عن  
 ابیہ ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی عن ثمن الدم و ثمن الکلب و کسب  
 البقی و ثمن اکل الربوی و موکلہ والواشمة والمستوشمة والمعتود۔

(معجم البخاری ج ۲ ص ۲۸۱) باب من یمن المصور کتاب لباس (۱۷)  
 زقوم کا پھل کھانے اور اس کی خرید و فروخت کا حکم | سوال :- بعض لوگ  
 زقوم (مصور) کا پھل

۱۷ قال الامام ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : وان زاد شیء علیہ فهو طایع  
 لان البیع وقع عن مقدار معین و التقدير یسب بوصف۔

البحر الرائق ج ۵ ص ۳۸۸ کتاب البیع

۱۷ قال العلامة ابن نجیم المصری رحمہ اللہ : ولا يجوز علی غنم والنوح والملاهی کان  
 نعیبة لا یتصور استحقاقها بالعقد فلا یجیب علیہ الاجور من حمید  
 ان یتحقق علیہ لان المبادیة لا تكون الا عند الاستحقاق۔

البحر الرائق ج ۵ ص ۳۸۸ باب الاجارة (الفاسدة)



بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور آجکل بازاروں میں اس کی خرید و فروخت بھی ہوئی ہے۔  
 جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ زقوم جہنم کا درست ہے اس لیے اس کا پھل کھانا اور خرید و فروخت  
 جائز نہیں ہے، تو کیا یہ صحیح ہے؟  
 الجواب :- دنیا کے زقوم اور جہنم کے زقوم میں زمین آسمان کا فرق ہے اور زقوم  
 کے پھل میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے لہذا اس کا کھانا اور خرید و فروخت دونوں  
 جائز ہیں۔

قال العلامة المحقق (رابعاً) شرعاً مبادلة شيء مغلوب فيه بمثلہ  
 خرج غیر المغلوب کتاب ومیتة ودين الخ۔ (الدر المختار علی هامش  
 روضة المحتار ج ۴ ص ۳۰۰ کتاب البیوع)۔

**اجرت قبل القبض کی خرید و فروخت کا حکم** | زید ٹیکڑی کا کام کرتا ہے۔ اس کے ہاں

کاروبار کا یہ طریقہ ہے کہ وہ دوسرے اشخاص سے کارڈیاں کر لے لیتا ہے اور اجرت کی رسید دے  
 دیتا ہے۔ اگر اجرت کا ختم ہونے کے بعد دیتا ہے۔ اب اگر کارڈی کے مالک کو چھوٹ کا ضرر ہو۔  
 اور وہ اسی رسید کو ٹیکڑا یا کسی دوسرے پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو کیا اس طرح  
 شرعاً کر سکتا ہے یا نہیں۔ بیسواً توجروا ۵

الجواب :- بیع کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ بائع کو بیع پر ملک تمام حاصل  
 ہو اور یہ قبل القبض پر جو کوئی ملکیت تمام حاصل نہیں ہوتی اس لیے ایسی بیع درست  
 نہیں ہوتی اسی طرح محدث مسئلہ میں چونکہ وہ جس نے اجرت کو قبل القبض فروخت  
 کیا ہے اس لیے یہ معاملہ درست نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم (مجموعه) ربيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضي ..... وفي كسب الكبير  
 المال ما يبيع المبيع الطبع ..... والمالينة انما ثبت بتحويل الناس كافة او  
 بتقوم البعض والتقوم بثبت بها وبأياحة الانتفاع له شرعاً۔

(المحرر الثاني ج ۵ ص ۲۵۰ کتاب البیوع)

هذه الأربعة والمواد انما لا يستعملها المومنون بل لا بد... نكل لسلالة  
بيعها قبل قبضها - (البراءة ۳) من كتاب المجازة ۱۷

گدھوں اور گشتوں کے گوشت کی خرید و فروخت کا حکم | سوال - بعض مالک  
کا گوشت بازار میں فروخت کیا جاتا ہے تو کیا گدھے اور گٹے کو فروغ کر کے ان کا گوشت  
وغیرہ فروخت کرنا عند الاحناف جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب - گدھے اور گٹے کو اگر باق عدہ ذبح کیا گیا ہو تو پھر ان کا گوشت اور  
چمڑا بیچنا جائز ہے لیکن فروخت کر کے جواز سے کھانے کا جواز لازم نہیں آتا -

لما فی الهندیة ، و یجوز بیع لحوم السباع ولحموا الذبوحۃ فی الذبوحۃ الصغیة  
ولاحوم بیع لحوم السباع المیتة کذا فی عظیم الشرحی واما جلود السباع  
واخصر والمخال فما كانت مذبوحۃ او مذبوحۃ جائز بیعها واما لا فلا -

(فتاویٰ الہندیہ ج ۳ صفحہ ۱۱۱ الفصل فی بیع الخمر العید و فی بیع الخمر المیتة) ۱۷  
شیر اور رچھ کی چربی کی خرید و فروخت کا حکم | سوال - شیر اور رچھ کی چربی

کو حکماء اور طبیب حضرات فرماتے ہیں کہ اسے مختلف امراض میں دوائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں ، تو کیا ان درندوں  
کی چربی کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب - اگرچہ چربی درندوں شیر اور رچھ کی ہو تو اس کی تجارت جائز ہے جبکہ

۱۷ قال العلامة ابن عابدین <sup>رحمہ اللہ</sup> : قوله وما يستجوز الانسان الخ ذكر في البحر  
ان مع شرائك المعقود عليه ان يكون موجوداً فلم ينعقد بيع العدو ۱۸

(رد المحتار ج ۳ مآل مطلب فی بیع الاستجواز)

وَبَشَّرَ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۳ مآل كتاب البيوع -

۱۷ قال العلامة ابن عابدین <sup>رحمہ اللہ</sup> : قوله وجلد ميتة قيد بها لانها لو كانت مذبوحۃ  
فباع خمرها او جلد غيرها باطلا لانه يفسد بالذكاة اذا اخذ غير خاشية -

رد المحتار خاشية على ألف المختار ج ۳ مطلب اولهم والذبايد جنس واحد في مسائل

مردار زنجہ اور شری کی چربی کی تجارت جائز نہیں ہے۔

ما فی الہندیۃ ۱۰ وجوز بیع لحوم السباع وحملانہ یوحۃ فی الرویۃ  
الصحیحۃ ولا یجوز بیع لحوم السباع المبیۃ کذا فی محیط النجاشی۔

والفتاویٰ الہندیۃ ۳۷۲ حصہ ۱ فصل الخامس فی بیع خدم انصیف فی بیع الخوام۔

نسج سے پہلے کھال کی خرید و فروخت کا حکم | سوال : قربانی کے جانور  
کی کھال قربانی کرنے سے پہلے

فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : قربانی کرنے سے پہلے جانور کے چرم وغیرہ کی خرید و فروخت  
جائز نہیں ہے۔

ما فی الہندیۃ ۱۰ ولو باع الجلد والکروش قبل الذبح رایجوز فان ذبح بعد  
ذلك ونزع الجلد والکروش وسلم لا ینتقب انعقد جائزاً کذا فی الذخیرۃ۔

[الفتاویٰ الہندیۃ ۳۷۲ حصہ ۱ فصل التاسع]

[فی بیوع الاشیاء متصلۃ بغيرها]

صحیح چیز میں ردی کی ملاوٹ کر کے فروخت کرنا | سوال : ایک شخص مل قسم  
کی مکئی زیادہ قیمت پر

درا دئی یعنی ردی قسم کی مکئی کم قیمت پر خریدے تاکہ پھر ان دونوں کو مل کر ان کے معیار کے  
مطابق وزن مقرر کر کے فروخت کرے تو اس طرح کام مل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : اگر خریدنے والے کو اس ملاوٹ کے متعلق بتایا جائے اور پھر بھی

سے اقل علامۃ ابن عابدین: قولہ وجعل حیثۃ قید بہا لانہ لو کانت صد یوحۃ فباع

لحمہ وجعلہا جائز لانہ یطہر بالذکوۃ الا المتخیر بخانیۃ۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۴) مطلب لہذا والذی یزید فیہ و یقلل

وقال ایضاً: بخلاف الودک ای دھن امینۃ نہ نہ جزئہا فلا یکون مالاً

ابن ملک فلا یجوز بیعہ تم۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۲۴) مطلب لہذا والذی یزید فیہ و یقلل

و یقلل فی الخانیۃ علی ہامش الہندیۃ ۳۷۲ باب بیع القاسس۔

غریب لیتا ہے تو یہ معاملہ لایاں، یہ ہوگا اور اگر خریدار کو اس ملاوٹ کے متعلق زبانیا جائے اور وہ اسے عمدہ اقد ملاوٹ سے پاک کئی کچھ رہا ہو تو یہ معاملہ اس حدیث کی وسعہ میں داخل ہے، من غش فليس مثله۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیع طعنا ما فسأله یبغ تبیع؟ واخبرہ فاوحی الیہ ان: دخل ینک فیہ فادخل یدہ فیہ فاذا دہم بئول فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منہ من غش۔  
ربذاں اجمہود فدخل ابی داؤد حرمہ کتاب بیوع۔ باب فی النہی عن الغش۔ راجع

**زبان سو ادب مع بال معدوم کے حکم میں ہے** | سوال: احمد نے زید کے سوا فغانی (کشمیری) ایک روپیہ چھ آنے پر دوں گا، دوسرے دن احمد نے بکر سے سوا فغانی کا ایک روپیہ چار آنے پر سوا کیا، یہ صرف زبانی کلامی سود تھا، کسی طرف سے قبضہ نہیں ہوا تھا، اب احمد بکر کو زید کے سامنے لا کر زید سے دو آنے منافع لے کر چرا گیا اور باقی معاملہ کو زید اور بکر کے درمیان چھوڑ دیا، تو اب یہ دو آنے منافع احمد کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- بیع کی رسم قبل التقبض جائز نہیں صرف زبانی سود اگر کہتے سے بیع تام نہیں ہوتا، چنانچہ صورت مشورہ میں بھی زید اور احمد کے مابین بیع تام نہیں ہوتی لہذا زید کے لیے یہ دو آنے منافع لینا جائز نہیں ہے۔

وفي الهندية، ومنها في المبيع وهو ان يكون موجودا فلا يتعقد بيع للمعدوم وما به خطن لعدم۔ ترجمہ: وفي الهندية ج ۳ ص ۲۸ کتاب البيوع ص ۲۸

لے من غش فليس مثله۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل بیع طعنا ما فسأله یبغ تبیع؟ واخبرہ فاوحی الیہ ان: دخل ینک فیہ فادخل یدہ فیہ فاذا دہم بئول فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منہ من غش۔  
فلا جعلته فوق الطعام حتی یراک من موت غشک فلیس بموت۔

رمشوة ۲۳ مشکوۃ ۲ کتاب البيوع۔ باب المنہی عنہ من البيوع بالفصل الاول  
ص ۲۸ قال علامہ الحسینی: لان رکن بیع مبادلة المال بالمان ولم يوجد والمعدوم کتب حق  
انتمی.... لا یتعقد (واللہ اعلم) من راجع کتاب بیوع ص ۲۸

**مشتری کی مثال مثول میں بیع کو فسخ کرنا** | **سوال :-** اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری  
 ثمن (قیمت) ادا کرنے میں مثال مثول سے  
 کام لیتا ہو تو کیا بائع بیع کو فسخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ آجکل یہ ایک رواج بن چکا ہے!  
**الجواب :-** بیع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے  
 صورتِ مسئلہ میں مشتری کے مثال مثول کرنے پر جو بیکو بائع راضی نہیں کہ مشتری نے توقیت  
 ادا کرتا ہے اور نہ ہی چیز واپس کرنا ہے لہذا اس مجبوری کی وجہ سے بائع کو بیع فسخ  
 کرنے کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: لان المشتري اذا اخذ كان فسخا من جهته اذا اقر  
 بيبه كما اذا اجتاهد فاذعزم البائع على تركها فقصومة قسم الفسخ مجبورة  
 العزم... ولانه لما تعد واستيفاء الثمن موت المشتري فان رضاه البائع  
 فيستقبل بعقده. (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۲ مسائل شري، باب التكميم)

**ارائی ثمن کے غیر متعین وقت کا حکم** | **سوال :-** آجکل ایک عام رواج ہے کہ  
 گاہک جب کسی جاننے والے دوکاندار  
 کے پاس چلا جاتا ہے تو سودا سلف خریدنے کے بعد اسے کہہ دیتا ہے کہ پیسے بعد  
 میں دوں گا لیکن ارائی کے کا وقت مقرر نہیں کرتا، تو کیا اس قسم کی بیع جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** ادھار کی بیع میں جب تک اس کی ادائیگی کے وقت کا تعین نہ کیا جائے  
 تو وہ بیکو فسخ ہوگی مگر صورتِ مسئلہ میں چہ بیکو بیع ہو جانے کے بعد گاہک نے  
 دوکاندار سے کہہ کر پیسے بعد میں دوں گا، لہذا اگر دوکاندار بخوشی اسے قبول کر لے  
 تو کوئی حرج نہیں ہے۔

قال المحقق: وصح بمن حال وهو لا يصح او متوجلا في معلوم شديداً يفضي الى النزاع.  
 (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۰ مطلب في التاجيل الى اجل مجهول) ۱۰  
 ۱۰ قال العلامة ابن نجيم: قوله وصح بمن حال و باجل معلوم اي يبيع لا طلاق  
 النصوص وفي السراج انه واج ان الطول مقتضى العقد وموجه للاجل  
 لا يشترط بالشروط قيد بعلم الاجل لان جهالة تفضي الى النزاع۔

راجعہ رائق ج ۲ ص ۲۵۰ کتاب البیع (

**مردار جانوروں کی پڈیوں کی خرید و فروخت کا حکم** | سوال :- اگر کسی جگہ  
اور مالک اس کو باہر پھینک دے تو کیا اس کی پڈیوں کو فروخت کیا جا سکتا ہے یا  
نہیں؟ یا گوشت کی طرح پڈیوں کی بیع بھی ناجائز ہے؟  
الجواب :- ویسے تو شرعاً کسی بھی غیر مذکور جانور کی بیع جائز نہیں مگر اس حکم سے  
اس کے بعض اجزاء مثلاً ہڈیاں، بال اور سیٹک وغیرہ مستثنیٰ ہیں لہذا مردار جانور  
کے ان اجزاء کی خرید و فروخت جائز ہے۔

قال العلامة قسطنطین خان رحمہ اللہ . ویع جلود الحیوانات باطل ذالک من  
مذہب حنفیہ و یجوز بیع عظامہا و عصبہا و صوفہا و غلصہا و  
قرونها . (الفتاویٰ قسطنطینیہ) ۱۳۳۰ فصل فی البیع باطل  
و اذیر کو فروخت کرنے کا حکم | سوال :- ہم دو گتیاں کو کھیتی والوں پر فروخت  
کرتے ہیں اور کھیتی والے نقد داروں کی بھانٹ  
اس رقم کی رسید چسے واڈر کیا جاتا ہے اور دیتے ہیں تو کیا ہم اس رسید واڈر کو  
بوقت ضرورت کم قیمت پر فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟  
الجواب :- واڈر بذات خود کاغذ کا ایکسے قیمت پرزے ہے مگر اس رقم کی  
وجہ سے قیمتی بن جاتا ہے اس لیے اس کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ واڈر  
میں کچھ رقم سے کم پر فروخت کرنا سود سے خالی نہیں اس لیے ناجائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین : والربا ، قال فی البحر فصل احد الجنائین عم هذا  
یناسب تعریف الکفر بقوله فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال .  
زاد المحتار ما فی علی الرافع ج ۱ ص ۱۹۶ باب الربا ص ۱۹۶

عنہ و فی الفتاویٰ امام شریعتہ و عظمیٰ و صوفیہا و قرونها و قدیاس بالانتفاع بہا  
و بیع ذلک کلہ جائز . (الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۶) فصل الخاص فی بیع المعونات  
عنہ و فی الفتاویٰ ابن عابدین : فضل مال بلا عوض فی معاوضة مال بمال ای فضل احد الجنائین  
علی الآخر بانما انشوی ای لکن والوفیہ . (المجموع ج ۲ ص ۱۹۶ باب الربا)

**بیع قبل القبض کا حکم**۔ سوال۔ ایک آدمی نے کچھ سے ۳۰۰ ہزار روگرام مال کا زبانی سودا کیا لیکن مال نہیں اٹھایا بلکہ بائع کے پاس ہی پڑا ہے، چند دن بعد اس مال کی مارکیٹ میں قیمت بڑھ جاتی ہے تو مشتری بائع سے کہتا ہے کہ آپ مجھے منافع دے کر مال لپیٹے پاس ہی رکھیں، تو کیا مشتری کے لیے یہ منافع لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ شریعت مقدسہ میں بیع پر قبضہ کرنے سے قبل اس کو کسی پر فروخت کرنا جائز نہیں، اس سے حکمت ثابت نہیں ہوتی، چونکہ صورت مسئلہ میں بھی بظاہر بیع المتناول قبل القبض ہے اس لیے اس کی بیع جائز نہیں۔

نافی المہندیۃ: فحقون من حکم المبیع إذا کان متقولاً ان لا یبوز بیعہ قبل القبض الا ان قال واہ اذا تصرف فیہ مع ہائیلہ فان ہاعہ منہ لم یجوز بیعہ اصل قبل القبض۔ (امتناوی المہندیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ الفصل الثالث فی مہرقۃ المبیع والتمن والتصرف) غ

**بیعہ کو دوبارہ بائع پر فروخت کرنے کی شرط لگانا**۔ سوال۔ بعض لوگ کوئی مشتری کے ساتھ یہ شرط لگاتے ہیں کہ جب میرے پاس پیسہ آجائیں تو اس چیز کو مجھ پر دوبارہ فروخت کرو گے یا جب تم فروخت کرنا چاہو تو معاملہ میرے ساتھ ہی ہوگا کسی اور پر فروخت نہیں کرو گے۔ تو کیا بیع کرتے وقت اس قسم کی شرائط لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے بیع پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

**الجواب**۔ بیع میں اس قسم کی شرائط تو ہیں بائع یا مشتری یا بیعہ کو کوئی فائدہ بڑگانا شرعاً جائز نہیں، اس قسم کی شرائط سے کاروبار (بیع) فاسد ہو جاتا ہے لہذا صورت مذکورہ کی بیع فاسد ہے۔

لے قال العلامة ابن عابدینؒ: وهو لا یصح بہ القبض..... وقید بالقبض لان العقد فی ذلک صحیح غیر انہ لا یجب علی اشتری دفع الثمن لعدم القبض۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۳۱۱ مطلب اشتری دارکما یجوز لا یطالب بالقرن قبل قبضہما)

قال العلامة الحصکفی: فلا یصح بشرط عطف علی الی انیروز یعنی  
الاصل الجامع فی خاد العقد بسبب شرط لا یقتضیه انعقد ولا یؤثمه وفيه  
نفع لاحدهما وفيه نفع لمبیع - والدوالخت علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۲  
مطلب فی ابیج بشرط لفاصل ص ۳۵۳

سوال :- ہم چند پاکستانی دوست  
ملاؤیشیا میں پہلے پہلے علی ادھار تجارت  
کرتے تھے لیکن اب پڑے کہ تجارت کامیاب نہ ہو رہی ہے جبکہ سونے کے زیورات مثلاً  
انگوٹھیاں بالیاں بھیرا اور دوسری اشیاء کی ذبردست مانگ سب تو ہم نے یہ تجارت  
شروع کر دی 'اب ہم سونے کے زیورات، ادھار پر بیچتے ہیں اور ماہانہ قسطوں پر رقم  
میں واپس لیتی ہے، اب کسی نے بتایا ہے کہ اس طرح ادھار پر سونے کی تجارت جائز  
نہیں ہے لیکن عدم جواز کی کوئی وجہ بھی بیان نہیں کی، لہذا آپ اس کے جواز اور عدم  
جواز کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں؟

الجواب :- اگر سونے کی تجارت اس مرتبہ سے ہو کہ سونا نقد ہو اور روپے ادھا  
جیسا کہ سوال میں ہے تو مجھ پر تجارت جائز ہے اس لیے کہ یہ دونوں مختلف ان جنس اشیا  
ہیں اور اگر دونوں ادھار پر ہوں تو پھر ناجائز ہے۔

ما قبل العلامة ابن عابریں، (تنبیہ) سئل الخ لوقی عن بیع الذهب بالفضة فیسئ  
فاجاب بانه يجوز اذا قبض احد البائعين - رد المحتار اشیعہ فی الدرر المسترشع ص ۳۵۲  
لہذا فی التہدیه: ونباع شیئاً علی ان یسبب لہ اشتراک او یقتضی عینہ او  
یجمع منہ شیئاً او یقتضیہ کان قسداً - رائخاوی التہدیه ج ۳ ص ۱۳۲  
اباب العاشر فی اشروط المتی لفتد بیع وشی لا تنسده

لہذا فی التہدیه: وروی الحسن عن ابی حنیفۃؒ اذا اشتتری فلوساً ب راہرویس  
عندہ فلوس ولا عند الآخر وراہم تم انہ حدھا دفع ودفقا جاز وان تعینہ  
واحد منہما حتی تفرقا لہ یجوز کذا فی الحیط۔

رائخاوی التہدیه ج ۳ ص ۱۳۲ الفصل الثالث فی بیع الفلوس  
وہیئۃ فی المتاوی البزاریۃ علی هامش التہدیه ج ۳ ص ۱۳۲ کتاب الصرف۔



سوال :- جناب مفتی صاحب! اگرچہ بعض جعل سازی کے ذریعے دوسرے فروخت کرنا تو کبھی پاپورٹ اور ویزے وغیرہ پر عمل کو تو تبدیل کر کے جعل سازی سے کسی دوسرے شخص کو سند پر ملک میں بھیجتے ہیں اور اس پر جلدی رقم لیتے ہیں۔ تو کیا ان لوگوں کا یہ کاروبار شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ویزہ اگرچہ کانٹہ کا ایک پرزہ ہوتا ہے مگر متعلقہ ملک کی حکومت کی طرف سے اسے قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے لہذا قانونی دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے اس کو بیچنا اور اس کی بھاری قیمت لینا شرعاً جائز ہے۔ لیکن کسی خاص (ڈائریٹ) ویزہ میں تصویر تبدیل کر کے کسی دوسرے شخص پر فروخت کرنا سراسر دھوکہ ہے اور نہ ہی ایسے ویزے کی کوئی قانونی حیثیت ہوتی ہے لہذا دھوکہ دہی اور غیر قانونی طریقے سے کسی پر ویزہ فروخت کر کے بھاری رقم لینا ناجائز اور حرام ہے اسی لیے کہ ویزہ کے عوض پیسے لینا قانونی تحفظ کی بنا پر تو جائز ہے نہ کہ دھوکہ دہی کے ذریعہ۔

لما قال العلامة ابو عابدین: وقولہ فیغفر بھوار النزول عن الوطائت بحال۔ قال العلامة العینی: فی تناوہ ایس شیء یعتد علیہ وکن العباد والایم مشوا ذلک لغیر ذلک واشتروا انشاء الماظر مثلاً یقع فیہ انواع۔ رد المحتار ملہم ص ۵۱۹ کتاب لمیر معہ فی النزول عن الوطائت

گندے انڈے فروخت کرنے کا حکم | سوال :- ایک دوکاندار نے اپنے گاہکوں کو گندے انڈے نکل آئے تو کیا ایک کو شرعاً حق حاصل ہے کہ وہ گندے انڈے دکاندار کو واپس کر کے اس سے اپنی رقم لے لے؟

الجواب :- بل انڈے جب خراب ہو جائیں تو وہ مال نہیں رہتا، ان کو فروخت کرنا جائز نہیں اگرچہ اس ایسا معاملہ ہو گیا ہو اور اگرچہ ان گندے انڈوں کو استعمال میں نہ لایا ہو تو اس کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ دکاندار کو گندے انڈے واپس کر کے اس سے اپنی رقم لے لے۔  
لما قال العلامة المرغینانی: یغفر بھوار النزول عن الوطائت بحال۔ قال العینی: فی تناوہ ایس شیء یعتد علیہ وکن العباد والایم مشوا ذلک لغیر ذلک واشتروا انشاء الماظر مثلاً یقع فیہ انواع۔ رد المحتار ملہم ص ۵۱۹ کتاب لمیر معہ فی النزول عن الوطائت

## باب فی الخيار

(بیع میں خيار کے مسائل احکام)

**سوال :-** اگر ایک چیز ایسی حالت میں خریدی جائے کہ مشتری  
خيار رویت کا حکم نے اس کا تالا دکھاتا نہ دیکھی ہو اور دیکھنے کے بعد مشتری کو پسند نہ  
آئے تو کیا وہ اس کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جو چیز بغیر دیکھے خریدی جائے تو بیع کی حقیقت موجود ہو کہ معاملہ کے  
جواز میں کوئی شبہ نہیں رہتا تاہم مشتری کو دیکھنے پر اختیار حاصل ہے اگر کہل سے پسند نہ ہو  
تو وہ بغیر کوئی وجہ بتائے بائع کو واپس کر سکتا ہے تاہم اگر خریدنے پر آمادہ ہو تو پھر پوری  
قیمت ادا کرنا ہوگی۔

مسائل العلامة علی بن ابی بکر المعروف فی ثمن ومن اشترى ما يشاء لم يرد ما يبيع  
جائز وله الخيار إذا رآه فان شاء اخذہ بجميع الثمن وان شاء رده .

(الهدایة ج ۳ مسئلہ کتاب البیوع باب خيار السر وبقیہ طبع)

**سوال :-** ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی مگر خریدنے  
وقت دقل و بائع نے چالاک کی سے کام لیتے ہوئے وہ زمین  
ایسی قیمت پر فروخت کی جو عام مارکیٹ کے حساب سے کہیں زیادہ تھی، تو کیا اس بنا  
پر مشتری پر زمین بائع کو ضرعاً واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر مشتری نے ان تمام حالات کو جانتے ہوئے بھی اس زمین میں شہرت  
کیا ہو ورنہ اس کے مارکا نہ تصرفات پر کچھ مدت گزر گئی ہو تو پھر اس کو واپس کرنے کا حق

لہدول فی الہندیۃ من اشترى شیئاً لم یرہ ظلمه اختیار اذ اراد ان شاء اخذہ وجميع  
الغش وان شارد سوزر نہ عمل بظفۃ استی وصفۃ بائع علی غشۃ انہا .

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ باب اسباب اختیار الریۃ)

(مسئلہ فی البحر الرائق ج ۲ مسئلہ باب خيار المرویۃ)

ماصل نہیں کیونکہ عینِ ناحش میں اگرچہ شتر کی کو بیچ واپس کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے مگر اس پر علم کے باوجود اعتراضات کرنے سے یہ حق باقی نہیں رہتا۔

ماقال العلما تسلیم کرتے ہیں: المشتري الذي حصل له ثمنه بزيادة اطلع على عيبه حتى انصرف في البيع تصرفاً مملوك سقط حتى فسخه كما..... لو سقى لارض البعير زعفراناً حتى انصرف ذلك من التصرف فالبدانة على الرضا. (شرح المجلة المجلد ۱ ص ۳۵۵ تحت المادة ۲۵۵) مسئلہ: ایک دی کے کوئی چیز جملہ عیوب سے برأت کا اعلان کر کے کوئی چیز فروخت کرنا | فروخت کرتے وقت شتر

سے کوئی کپڑا اس چیز کے نقائص کے بارے میں اگر کچھ کہتا ہو تو اب کہہ لے وہ بعضوں میں کسی قسم کے عیب کا ذمہ داری نہیں ہوں گا کیا بائع کا شتر کی کو اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ الجواب: خرید و فروخت میں یہ بشرط برأت من العیوب درست ہے، بائع عیب کے تمام عیوب سے برأت کا اعلان پورا نہیں کرے اس طرح کہنے سے بعد میں تنازعہ نہ کرے اور عیب کی گہنی نش نہیں رہتی اس لیے اس شرط کوئی معاط کرنا ضروری نہیں ہے۔

ماقال العلامة ابن عابدین: وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب وان لم يسم تحذيراً للتأني لان البراءة من الحقوق المجعولة لا تصح عنده ولا يصح عنده انعدام القضاء الى النازعة ويدخل فيه المرسود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا يبرأ ببيع بائع قال يوافق هذا العبد على ان من كل عيب. (رد المحتار ج ۲ تحت مطلب في بيع بشرط ابراء من كل عيب) ۳۵۵

الحق حافظ الدين محمد بن بجزء: كل تصرف يدل على الرضا بعد العلم به يمنع رد ورجع بالتقصير..... ومقتضى الامر من وزاعتها وكسب الكرم رضاه

والبراءة على هامش الهندية ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب المبیوع باب المیزان

فرماتا: في الهندية ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب المبیوع

لما كان العلامة ابن عابدین: وصح بيع بشرط البراءة من كل عيب وان لم يسم تحذيراً للتأني لان البراءة من الحقوق المجعولة لا تصح عنده ولا يصح عنده انعدام القضاء الى النازعة. (تفہیم الفتاویٰ طامیہ ج ۲ ص ۳۵۵) سوال: بائع یا خریدار

ذمہ دار ہے؟ شرح المجلة تسلیم کرتے ہیں: تحت المادة ۱۵۹ ص ۸۹

**بیع بالوفاء کا حکم**۔ اس سوال کا ایک شخص نے اس بار درویش کے حوالے میں کی بیع قطعی کے کوئی دخل نہیں رہا۔ لیکن بیع میں شرط سے ملے کی کریمہ و مسترد میں کلمہ و بیس جوئے پنہ میں طیس لی جاسکتی ہے۔ نوید میں مذکور شرط جائز ہے یا نہیں ؟

**اجواب**۔ اصل قواعد کی گرد سے یہ معاملہ میں ہو کر اس زمین سے انتفاع حاصل ہو گا اور اگر اس معاملہ کو بیع تصور کیا جائے تو شرط کو جوئے کی وجہ سے بیع فاسد ہے، تاہم بیعت انتظام کے لیے متاخرین کے فتویٰ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے لیکن یہ ضرورت مشروط اس سے کہ بیعت ضروری ہے۔

ما قال بعضہ تعین عابدین۔ حمہ اللہ، و بیع الوفاء ذکرہ ہذا تافا فاسد و موسرہ  
 انہ یبیعہ العین بالمثل علی ثلثہ اذا ذل علیہ الخیر و عین۔ .... تین ہو رہی تہ ما انتفاع  
 بیعہ متساوی انہ الصبیح و قبل بیع مضی الا انتفاع بیع هذا المتحد بحد الخیر و الذوق  
 تا بیع صحیح و مفید بعض احکامہ میں مل انتفاع بلہ۔ لا۔ نہ لا یملک بیعہ و قال الخیر بعض  
 فی التواؤ و علیہ لغتوس۔ انشاء فی القول الی مع بعض، بعضہم انہ فاسد فی حق بعض  
 الاحکام کما اذا نزل و منافع لم یبع و رہن فی حق الی من حیث تم بملک مشتری بیدہ من  
 اندر ولا رہنہ۔ (لغات الخیر علی حدیث) انہ تاؤ نکذا کتابیہ و بیعہ من بیعہ و  
**اطلال علی العیب کا حکم**۔ اس سوال کا نزدیکے عمر کو ایک چیز فروخت کرنے  
 وقت یہ کہا کہ اس چیز میں فلاں عیب ہے مشتری

عمر نے نزدیکے کہا کوئی بات نہیں ہے اور وہ چیز خرید لی مشتری نے اس پر قبضہ بھی  
 کر لیا اور اس میں تعویض بھی کیا اب ایک سال کے بعد مشتری اس عیب کی وجہ سے

لہ قال علامہ بن اوجہ المصری حمہ اللہ۔ بقولہ انما انہ اجمع بعض، بعضہم انہ  
 فاسد فی حق بعض الاحکام حتی بملک کل منہم۔ الفسخ و صحیح فی بعض الاحکام علی الا نزل و  
 منافع اجمع و رہن فی حق بعض، بعضہم انہ فاسد فی التواؤ و علیہ لغتوس۔ انشاء فی القول الی مع بعض، بعضہم انہ فاسد فی حق بعض  
 الاحکام کما اذا نزل و منافع لم یبع و رہن فی حق الی من حیث تم بملک مشتری بیدہ من  
 اندر ولا رہنہ۔ (لغات الخیر علی حدیث) انہ تاؤ نکذا کتابیہ و بیعہ من بیعہ و

و منہم فی التواؤ و علیہ لغتوس۔ انشاء فی القول الی مع بعض، بعضہم انہ فاسد فی حق بعض

میں روایس کرنا چاہتا ہے تو کیا اسے واپسی کا اختیار ہے ؟

**الجواب :-** بالغ حب مشتری کو بیع میں بیع پر مطلق کر کے زوالہ و اعلیٰ علیٰ بیع کے بعد مشتری بیع نام کر کے بیع پر قبضہ اور کھرت کر کے بعد بالغ کو اس بیع کی وجہ سے واپس کرنا چاہے تو ضرور اس کو یہ اختیار حاصل نہیں تاہم اگر بالغ و مشتری باہمی رضائے سے اتفاق کرنا چاہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ۔

والى عذمة سبهم و منهم بالمرء بعد هلاك المشتري على عيب في البيع اذا تضمن فيه تصرف استلزم سقوط خبره مطلقا و عرض المشتري ان يبيع ببيع بعد هلكه على عيب قد ادى فيه كائن عرض يبيع ببيع رضى بالبيع فليس له بعد ذلك. (شرح معجلة المادة ۱۸۵ ص ۳۷۷)

**عدم رویت کی وجہ سے تبادله زمین منسوخ کرنا** [سوال :- دو دوستوں زید اور عمر نے اپنے آپس میں زمین دیکھی زمین کا تبادلہ کیا تھا لیکن بعد میں ایک زید کی زمین بخرید دوسرے (عمر) کی زمین خریدا لیکن عمر زید سے عمر اپنی زمین کی واپسی کا حق رکھتا ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** یہ و شرائ ورتبادلہ کی صورت میں عاقدین کا بعد یا عرضیں کو کو کھولنا ضروری ہے ، اگر کوئی تبادلہ یا سودا میں دیکھے ہو جائے تو عدم رویت کی وجہ سے دونوں کو اپنی اپنی چیز واپس لینے اور دینے کا حق حاصل ہے ، لہذا عمر زید سے اپنی زمین خرید کر لینا واپس لے سکتا ہے ۔

قال الشيخ بن انهما ، و لنا قوله عليه السلام من استولى شيئا نحر به فله خيارا و اسرا - ر قدح الفد يورج ۶ ص ۳۳ باب الحداد

قال علامه بوهان امين مرغيت في : من اشترى شيئا له يورج ۶ ص ۳۳ باب الحداد

قاله الغياص : ان اتيك ان شئت اخذك بجميع ثمنه و ان شئت

الصلاتي : اسهنية ، الاصل : ان المشتري من تصرف في شئ

بعد افسد بالبيع تصرف لملك بطل حقه في فرد ۔

(فتاویٰ نہندی ج ۵ ص ۵۵ کتاب بیع باب الخيار)

۱۳۰ مسودہ (۱) لہذا یہ جرم صغیر ہے۔ باب خیال العیب ۱۱۔

عیب دار چیز کی خرید و فروخت | سوال ۱۱۔ عیب دار اشیاء کی خرید و فروخت اور خرید

فروخت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱۱۔ بیع میں بیعہ کا مال منقوض ہونا ضروری ہے، عیب ایک عیب ہے اس لیے عیب دار اشیاء کی بیع جائز ہے بشرطیکہ عیب کو چھپایا نہ جائے۔

عن زید بن ثابت انہ قال من باع غنلا ما بالہ اذ فہو بڑی من کل عیب و کذلک فی اخرہ۔ (اعلاء السنن ج ۱۲ ص ۹۲)۔ بیع ما بالہ من کل عیب ۱۱۔

غیر مٹکی ویزوں کی خرید و فروخت میں خیال عیب کا حکم | سوال ۱۲۔ زید نے عمرو سے

۱۲۔ زید اس شرط پر خرید کر کھلی الیا من کا بیعنے والا ہوگا، اب عمرو الیا من میں زید کے لیے کھلی کا انتظام کرنے سے قاصر رہا جس کی وجہ سے زید نے کچھ عمرہ پیاروں میں

حکومت سے چوری چھپے لٹا لٹا، بالآخر مجبوراً اپنے آپ کو سعودی حکومت کے حوالہ کر دیا جس نے قانون کاروائی کے بعد اسے واپس پاکستان بھیج دیا، زید نے عمرو کو

پاکستانی کرنسی میں ۲۰ ہزار روپے نقد دیتے تھے اور مزید ۳۰ ہزار کا وعدہ کیا تھا تو اب اس صورت میں زید عمرو کو حسب وعدہ ۲۰ ہزار روپے دینے کا پابند ہے یا

عمرو زید کو چالیس ہزار روپے واپس کرے گا؟ شریعت کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ۱۲۔ صورت مسودہ میں اگر سعودی عرب کا ویزا بیع کے وقت موجود تھا

۱۳۔ قال العلامة ابن عابدین: ربح المشتري أرضاً أو مراً فظهرت شربة فکان علی ناوقة ای مینا۔ توضیح علی فہر فہو و موصی الخربان لہ ان یوکلان ذلک

بعد عیباً عند اناس۔ ثم المشتري بالخيار ان شاء انسکہا بجمع الثمن وان شاء رد۔ (تفہیم الحامدیہ ج ۱ ص ۲۵۷)۔ کتاب السبوح، باب الخیار

کے قال اعلامک برہان الدین مرغینانی: ہذا اذا طلع المشتري علی عیب فی بیع فہو بالخيار وان شاء انسکہا بجمع الثمن وان شاء رد۔ (الہدایۃ ج ۲ ص ۲۵۷)۔ باب خیال العیب ۱۱۔

ذم مثله فی رد المشتري ج ۲ ص ۲۵۷۔ باب خیال العیب ۱۱۔

اور اس میں الرباعی ٹھہرے کسی باشندہ کی کفالت کا ذکر تھا مگر رباعی پہنچنے پر کفالت کا معادہ معاہدہ کے برعکس لکھا تو اس میں مشترک کو نقص و فرج کا حق حاصل ملتا ہے نہ ہی۔ وان اشترى ثوباً على ائمة عشرة اذ ربع بعشرة الخ قوله فامتنع بالبيان الخ قوله وان اخذ ثوباً فمات الوصف امر غريب فيختار وضاه في جملہ الامم۔ (الفتاویٰ مہندیہ ج ۳ ص ۲۸۲) فصل الثامن

في جملہ لمبیع او یقیناً ہے

اور اختلافی نہ کورہ صورت میں بھی ظاہر ہے کہ وصفت مرغوب قوت ہو ہے اور اختیاری کو نقص کا اختیار مل رہا ہے۔

سوال ۱۰۔ ہمارے والد صاحب نے کراچی سے کچھ

خیار رویت ناقابل استحقاق حق ہے مال منقولہ در مال پہنچنے سے قبل والد صاحب فوت ہو گئے۔ جب مال آیا تو وہ عیب والہ نظر ہو کر ہمیں پسند نہیں آیا ہم اس مال کو رد کر دیں کرنا چاہتے ہیں مگر کسی والے نہیں مانتے تو کوئی شرط ہے کہ اس مال میں خیار رویت لاحق استعمال کر کے مال واپس کر دیں؟

الجواب ۱۰۔ خیار رویت ایسا حق ہے کہ اس میں ارشاد جاری ہے جتنا اور یہ رٹا کر صرف نقصان ہو گا۔ لہذا اگر آپ کے والد صاحب نے مال کو نہیں بھی دیکھا ہو اور ان کے انتقال کے بعد پندرہ گئے تو آپ پر شرط مایہ قرآن حاصل نہیں کوئی رویت کا حق استعمال کر کے اسے واپس کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے تاہم اگر کسی والے انکار کرنا چاہیں تو صحیح ہے۔

لانی جملہ الاحکام خیار الرقبة المستقل والوارث فاذا مات المشتري قبل ان يبيع المبيع ولا يرد له۔ وقال بعد مئة يومهم بائناً ان خيار الرقبة ليس له بعد راداة ومثبته وهذا اوصاف خديك لا يرد له او يرد له۔ (شرح ملاحکاتک المدة ۳۲ ج ۱ ص ۱۰۰)

لہذا ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اپنی ذات باریہ سب سے عسرا شرفیہ..... وفودات وصفت مرغوب فیہ۔ فان ابنی بدین۔ ہوں بلکہ فی حد الباب فی تولد اشتراکی عبد لخطہ ہرہ او کہہ الخ۔ انہ والحق ومع رد الحث ج ۱ ص ۵۰۵۔ اب خیار بشرط وفی الخ فی البحر الرائق ج ۶ ص ۶۰۰ باب خیار بشرط۔

## باب الاقالة

### (سودا واپس کرنے کے احکام و مسائل)

اقالہ میں طرفین کا رضا مند ہونا | سوال :- بائع اور مشتری کے درمیان باقاعدہ عقد  
کرتے ہیں دوسرا طریق اس پر رضا مند نہ ہوا تو کیا واپسی کا حق نہیں اچانق واپسی منہا سکتا  
ہے یا نہیں؟

الجواب :- باقاعدہ اور حجاب و قبول کے بعد مشتری مع لازم ہو کر کسی ایک کو جبراً عقد ختم  
کرنے کا حق حاصل نہیں تاہم اگر اقالہ کی صورت ہو تو اس کے لیے طرفین کی رضامندی  
ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : من شرائطها اتحاد الجالس ورضا  
المتعاقدین لان : الكلام في رفع عقد لازم واخراجه ما ليس بلازم فليمن له التخييار  
يصل صاحبه لا بوضاء يعر - (رد المحتار ج ۵ ص ۱۲۱ باب الاقالة) لہ

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط گنا | سوال :- انعقاد بیع کے بعد اگر طرفین اس  
شرط پر بیع ختم کرنا چاہیں کہ مشتری بائع کو  
ادا کی ہوئی رقم میں سے کچھ چھوٹے گا، کیا شرط و قبول کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- بیع ختم کرتے وقت اگر بائع اور مشتری قیمت کم کرنے کی شرط لگاتے ہیں  
تو دونوں کی رضامندی سے بیع ختم ہو کر بائع مشتری کو پورا رقم واپس کرے گا، رقم  
منہا کرنے کی شرط کا عدم ہو کر باطل رہے گی۔

لما قال العلامة علی بن ائوب یکر الموضیئانی رحمہ اللہ : الاقالة جائز فی البیع

لہ مال فی الہندیۃ : وشرط صحۃ الاقالة رضاء المتعاقدین۔

(فتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۲۱ باب ثانی فقہی الاقالة)

وَمَثَلُهُ فِي شَرْحِ مَجْلَدِ الْأَحْكَامِ لِلْمُحَقِّقِ بَارِئِ تَحْتَ مُدَاوِلَةِ ۱۹۰ ص ۹۲۔



بمثل الثمن الاقل فان شرطه اكثر منه او اقل فالتشريط باطل ويجوز مثل الثمن الاقل۔

(انہدایہ ج ۳ ص ۱۱۱ باب الاقالہ ص ۱۱۱)

**سوال۔** ایک شخص نے کسی کو قرض فروخت شدہ چیز کو کم قیمت پر واپس لینا

کے وقت مشتری نے اون کی سے انکار کرتے ہوئے بیع واپس کرنا چاہا اب بائع مشتری سے اون کی اسی قیمت پر یا اس سے کم قیمت پر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب۔** صورت مذکورہ میں باقائدہ طور پر ایجاب و قبول ہو کر بیع قطعی ہو چکا ہے جس سے بیع بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری کی ملکیت میں آچکا ہے مگر اب اگر مشتری بیع ختم کر کے بیع واپس کرنا چاہتا ہے تو بائع کو بیعہ سابقہ قیمت پر یا اس سے زیادہ قیمت پر واپس لینے میں کوئی حرج نہیں تاہم یہ جائز نہیں کہ بائع بیعہ کو کم قیمت پر واپس لے۔

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: یوجب شیئاً صالحاً بنفسه او وکیلہ او کمالۃ من غیرہ لیس له شراءه با اقل ولا لنفسه ولا لغيره۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۱۱۱ باب بیع الفاسد، مطلب فی التداوی بدعا البیت، ص ۱۱۱)

**سوال۔** ایک شخص نے دوسرے آدمی پر کوئی چیز بیعہ پسند نہ آئے پر واپس کرنا

اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ فلاں کھیتی کی مصنوعات

لے قال العلامة سلیم رحمہ اللہ: اثبات انها لا تصد الشرط انما صد وان لم تصح تطبقها به بل کیونکہ الشرط نفوا فلو تعایلا حل او یعود مشتری الثمن مشقہ او حل ان یعط منه خمسیں صحت الاقالہ لالک بخیر والخط۔

(شرح معجلۃ الاحکام سلیم رحمہ اللہ ص ۱۱۱ المادة ۱۵۱۰ فصل فی التداوی)

وَمَنْ لَمْ يَرْضَ فِي الْهَدِيَّةِ جِزْمَ ۱۵۱۰ وَالْبَابُ اثْنَا عَشَرَ فِي الْاَقَالَةِ۔

لے قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البزازی: شرط ما باع باقل مما باع من ان ذی اشتراه او من وارثه قبل نقد الثمن لنفسه او لغيره..... فاسد عندنا۔

(خلاصۃ الفتاوی ج ۳ ص ۱۱۱ کتاب البیوع، الفصل فی بیع الفاسد واحکامہ)

وَمَنْ لَمْ يَرْضَ فِي الْهَدِيَّةِ جِزْمَ ۱۵۱۰ وَالْبَابُ اثْنَا عَشَرَ فِي الْاَقَالَةِ لَمْ يَرْضَ فِي الْاَقَالَةِ لَمْ يَرْضَ فِي الْاَقَالَةِ لَمْ يَرْضَ فِي الْاَقَالَةِ۔

میں سے ہے جو کہ عمدہ اور اعلیٰ معیار کی حامل ہے، لیکن خریدنے کے بعد اس چیز کی کیفیت کچھ اور نکلی، تو کیا اس وجہ سے مشتری کو پیسہ واپس کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ عقوبت بیع کے وقت کسی چیز کے بیان کیے ہوئے ایسے اوصاف جن کے طرف غیبت و لاقی جاتی ہے، کا جملہ میں موجود ہونا ضروری ہے ورنہ عدم موت کوئی کی موت میں مشتری کو کوئی قیمت پر لینے یا بیع خراج کرنے کا اختیار حاصل نہ ہے گا۔ اس بنا پر مذکورہ موت میں کسی کی مصنوعی موت و قیمت بیع بیان کردہ اوصاف یعنی عمدگی اور پائیداری سے عاریتہ معلوم ہوں تو مشتری کو کوئی قیمت پر لینے یا واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔

فاصل فی الہندیۃ: وان مشتری ثوبا علی انہ عشرة اذیع بعشرة اور فاضل علی (انہ) ما ثلثه اذیع بمثلہ فوجدها اذیع فاشترى یا غیاوان شام اخذها بجمع الثمن وان شارتوك وان وجدها اکثر من الذراع اذی سماہ اوجولع مشتری علی خیال بلایع وان نقص فقد فات الوصف المرغوب فیختل رضاه ولا یعط الثمن من الثمن کذا فی الکافی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۱۸۸ الفصل الثامن)

**آٹا کی صورت میں رقم میں زیادتی جائز نہیں** | سوال: میرے اپنے اکیت بکر پر مبلغ ایک لاکھ روپے میں فروخت کر دیا مگر نے موقع پر دس ہزار روپے زیر کو پیشگی دیدیئے اور بقایا رقم چند دنوں کے بعد دینے کا وعدہ کیا، ایک ہفتہ گزرنے کے بعد زیر نے اپنا اکیت بکر سے واپس لینا چاہا اور کہا کہ میں اکیت کو فروخت نہیں کرتا ہوں، اور بکر کو اس کی اصل رقم دس ہزار روپے کے علاوہ پانچ ہزار روپے بطور پیشگی بھی دیئے، تو کیا بکر کے لیے

لہ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: مشتری من اخبر غرضا فکوالیبع انہا من نسل جیل فلان لغرض مشہور یا لجوۃ ثم تعین کذبہ هل له الرد ام لا فاجاب انما اشتراھا بناء عسفی ما وصف له بشئ لو لم یصفھا بحدہ الصفۃ لان الشئ یقری بذلک الثمن فان غداوت بعین الثمنین فاحسن وھم لا تساوی ما شترھا بہ لہ الرد اذا تبین خلاف ذلک۔ (تفہیم فتاویٰ حامدیۃ ج ۱ ص ۲۷۲ باب المبادیات) و مثله فی مشروح منجلیۃ الاحکام، تحت المادة ۸۹ ص ۸۹ باب المبادیات

یہ پانچ ہزار روپے بطور پیمانے کے بنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مذکور میں ایجاب و قبول کے بعد اگرچہ بیع معتقد و محکم کی جی اور زید زمین کو واپس لینے کا جواز نہیں تھا مگر جب کہ بیع میں فسخ کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور بیع کو ختم کر دیا (اسے شرعاً اقالہ کہا جاتا ہے) تو اس کے بدلے میں جو کہ کیلے زید سے بصورت جرمانہ اور پشیمانی کے اپنی اصل رقم کے علاوہ مزید کچھ رقم لینا عدالت نہیں ملے گا اور دف الحدیث، الاصل مال امر، مسم الاصل، طیبہ تلیہ، نقل۔

رمشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۵ باب الغصب والعارضة۔

**ثمن خرج بوجہانے سے اقالہ کا حکم** **اسوال :-** جناب مفتی صاحب! ایک کوئی زمیندار زمیندار علی و ابی زید کے بیچ جو زمین کی مشتری سے لی تھی وہ اس سے تم ہر ملک ہے اب زید ان مشتری سے کہلے کہ تم مجھے یہ چیز واپس کر دو لیکن پیسے ایک ماہ کے بعد ملیں گے۔ تو کیا ایسا اقالہ کرنا جائز ہے جبکہ واقعی زمیندار کے پاس پیسے نہیں ہیں؟

**الجواب :-** ثمن دیسوں کا تلف یا ختم ہو جانا اقالہ کے انعقاد کیلئے مانع نہیں ہے اسلئے اگر دونوں متعاقدین یا ابی زید کے اقالہ کرنا چاہتے ہوں اور مشتری رقم کی واپسی انتظار کر سکتا ہو تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة سلیم رستم باری: هلك الثمن، يتركه للمبتاع صيغة الاقالة۔ قال العلامة سلیم رستم باری: وانما لان الاقالة رفع البيع والاصل في البيع البيع والتمن ويخذ الوهلك البيع قبل القبض يبطل البيع بخلاف هلك الثمن۔  
شرح مجلة الاحكام ص ۹۵ اما ۱۹۶ فصل في الاقالة :

لے قال، العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ، قوله وتصح بفسخ الثمن الاول حتى لو كان ثمن عشرة دنانير وندفع اليه دلائم ثم نقابل وقد انقضت الدائيات رجع بالمدانين لا بما دفع وكذا انما رد بغيب دفع۔  
رد المحتار علیٰ مشرئ المجلدات ج ۲ ص ۶۵ باب ازالہ  
وَيُؤَدُّ فِي الْبَحْرِ الرَّائِي ۲ ص ۶۱ باب الاقالة۔

## باب المراجعة والتولية (زیع مراجعہ و تولیہ کے حکام و مسائل)

زیع مراجعہ میں منافع کی مقدار متعین نہیں اصول۔ ایک روزانہ عام طور پر ایک روپیہ سے زیادہ زرع پر سود فروخت کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ یہ کیا شرط تہ نہ کسی چیز کی فروخت پر منافع کی کوئی حد مقرر کی ہے یا نہیں؟  
الجواب بشرطیت: تہ نہ سے خرید و فروخت کو بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی پر موقوف رکھا ہے بائع اور مشتری جس زرع پر بھی متفق ہوں وہی زرع خریدا جائز ہے۔ فقہانے زرع مراجعہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے زرع کی تعیین نہیں فرمائی ہے وایت باز کے جائز ہوں سے زیادہ فروخت کرنا جائز ہے مگر خلاف مروت ہے۔

لما قال فی الہندیۃ: وروى شترى شيئاً واغنى في نفسه جاز۔

و فتاوى الہندیۃ ۴۸ کتاب البیوع باب رابع عشر فی المراجعة والتولية۔ رقم ۱

زیع مراجعہ میں مشتبہ خیانت سے اجتناب ضروری ہے | سوال۔ اگر کسی نے کڑھائی کر کے وقت اس کو یہ بتلایا ضروری ہے کہ میں نے اس کو اتنی قیمت میں ادھار خرید لیا ہے اور اس نے نفع میں فروخت کر لیا ہوں؟

الجواب:۔ زیع مراجعہ کا ادارہ دوزاریت و امانت پر سہمے، اس میں برائی قد سے اجتناب ضروری ہے جس سے مشتبہ خیانت ہو جو کہ ادھار میں عموماً عقد کی نسبت سے قیمت زیادہ خریدا جاتی ہے اس سے ادھار سے خریدی ہوئی چیز اگر ناکام کو قیمت خرید کر فروخت کرے تو اس قیمت کے ساتھ ادھار کا ادھار بھی ضروری ہے۔

لے قال: حذرتہ جلال الدین الخوارزمی: ہو مباداة المال بالمال بالتواضع۔

نکد نایۃ فی فہم فی التدریج ج ۵ ص ۴۵ کتاب البیوع

و فہم فی التبع: قدیر ج ۵ ص ۴۵ کتاب البیوع۔

لما قال العلامة علي بن أبي بكر المرعشي رحمته - ومن اشترى غلاما بابت درهم نسيئة  
 ابتاعه بدينار مائة ونمى بين يديه واشترى ذنبا ورده حرا شاء قبل ان يطلع ثوبها  
 بالبيع الاثرى انه يزداد ثمنه لاجل الاذن - (الهداية ج ۲ باب المراجعة والتولية) - له  
**بيع مرا بخر میں گز اور میٹر کے تعین کی ضرورت** اس سوال کا ایک دو کار بعض  
 کچھ اگر کے حساب سے اور بعض میٹر کے  
 حساب سے خریدنا ہے اور اگر ایک کو ایک روپیہ فی گز مانع سے کہ چنانچہ ہے اور دینار و کما میٹر  
 اور گز کی تفصیل طے کئے بغیر منطوق ہے جو مانع ہے اکہا دو کار کے لیے لیا کرنا جائز ہے ؟  
**الجواب** - اگر ایک گز کسی چیز کی قیمت خریدنا کر فروخت کرنا بیع مرا بخر ہے، نیز گز  
 گز میں جو گز تقریبا ساڑھے تین انچ فرق ہے اس لیے میٹر کے حساب سے خریدے جوتے  
 پڑے کو میٹر اور گز کا تعین کئے بغیر فروخت کرنے میں خیانت کا قوی احتمال ہے  
 اس لیے معاملہ کو یوں سمجھ کر کے چھوڑنا جائز نہیں ہے، دو کار کو چاہیے کہ قول تو کا ایک  
 کو قیمت خریدے، ہی نہیں اور اگر قیمت خریدے، تلے تو پھر گز اور میٹر کا فرق بتا دینا  
 بھی انتہائی ضروری ہے۔

لما قال العلامة علي بن أبي بكر المرعشي رحمته - ولما احتسبنا ما هي الامانة  
 والاحتواء عن الخيانة وعن شبهتها - (الهداية ج ۲ باب المراجعة والتولية) -

لما قال العلامة المحقق رحمته - اشترى بابت نسيئة بدينار مائة بلا بين غير اشترى  
 وقال العلامة ابن عابدین رحمته - اشترى بابت نسيئة بدينار مائة بلا بين  
 شبهة بالبيع الاثرى انه يزداد ثمنه لاجل الاذن - (الهداية ج ۲ باب المراجعة والتولية) -  
 مطلب اشترى من غير نسيئة

وَمُسْتَلَفٌ فِي مِثْلِهِ انصاع ج ۵ م ۲۲۴ - باب المراجعة والتولية -

لما قال العلامة الكاشاني رحمته - فالاصل فيه ان بيع المراجعة والتولية بيع  
 حائث... متجرب حياتها عن الخيانة وعن سبب الخيانة والتهمة لان التهر عن  
 ذلك سهل واجب ما يمكن - (رد المحتار ج ۲۲۳ باب المراجعة والتولية)  
 ومثله في مراد المحتار ج ۵ م ۳۸ - باب المراجعة والتولية -

**آمد وقت کا خرچہ خریدی گئی چیز کی اصل قیمت میں ملانا** | سوال : ایک شخص نے کوئی چیز خریدنے کے لیے کسی دوسرے شہر جانے تو اس پر جو خرچہ آمد وقت وغیرہ آئے وہ اگر اس چیز کی قیمت خرید میں شمار کر کے فروخت کرے تو اس کا خرچہ کھم کیا ہے ؟

**الجواب :** کسی چیز کے خریدنے وقت اس پر کتنے واسطے اخراجات محدود ہر ایک کی صورت میں قیمت خرید میں ملا کر ٹاپک سے وصول کرنا مشیہ قیامت کا تقاضا ہے اس لیے (اگر دئے خرچہ پر جائز نہیں کہ بائع اصل قیمت تھانے وقت پر اضافی اخراجات بھی اس میں ختم کرے۔ تاہم قیمت خرید سے قطع نظر کر کے بائع فروخت کرنے کے لیے جو معاوضہ کرے اس میں اصل قیمت کے ساتھ اضافی اخراجات بھی شامل ہوں اور مشتری اور بائع کے درمیان باہمی رضامندی سے کسی قیمت پر اتفاق ہو تو اس میں خرما کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلماء ان ما يدين به الله . لا يضمن نفقة له اي سفره تكسوته وطعامه ومسكنه وغسل ثيابه - (رد المحتار ج ۵ من باب المداخلة والنزلة)۔

**کسی چیز کی قیمت خرید میں اضافی اخراجات ملانے کی صورت** | سوال : بیرونی ملک سے صورت میں مختلف سرکار کی ٹیکسوں کی ادائیگی اور دوسرے اخراجات سے قیمت کمی گنا بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ ایک چیز کی قیمت، بین الاقوامی منڈی میں ایک ہزار روپے ہو تو یہاں بیچتے بیچنے اس کے مجملہ اخراجات دس ہزار روپے سے متجاوز ہو جاتے ہیں، تو کیا یہاں اس چیز کو اتنی کمی گنا اضافی اخراجات کے ساتھ فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :** سداً تجارت پر آنے والے اخراجات کو قیمت خرید میں ختم کرنا مضر ہے اس صورت میں اضافی اخراجات خرید سے جوئے مال پر تقسیم کر کے ٹاپک سے وصول کرنا نہیں

لما قال في الهندية : ولا يضمن عليه ما انفق عليه في سفره من طعام ولا كسوته ولا

مؤنجه لانعدام العرف فيه ظاهر كقول الف الميسوط۔

رافدائی الہندیہ ج ۳ ص ۱۱۱۱ باب الرابع عشر في المداخلة والتولية

وہم كلف في البعول الرائق ج ۶ ص ۱۱۱۱ باب المداخلة والتولية۔

خرما کو فروج نہیں، تاہم شہد خیانت سے بچنے کے لیے اگر قیمت خریدنے کے لئے ضرورت محسوس ہو تو اضافی اخراجات ملا کر قیمت خرید بتانا دیا نہ کہ خلاف ہے البتہ اگر یوں کیا جائے کہ یہ چیز مجھ اتنے میں پڑی ہے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

ما قال العلامة علی بن ابی بکر المرعشی (رحمۃ اللہ علیہ) - ویعوز ان یضیف الخداس ان اجرة القصد والمطوازی والصیغ والفتل واجرة حمل الطاعة ویقول ما ۳ علی بکذا فلا اشتریتہ بکذا کیلایکون کاذباً - (المہدایۃ ۳۲۸) باب المراجعة والتولیۃ لہ

**بیع مراہم میں خیانت کے باعث مشتری کا بیعہ واپس کرنا** | سوال: مشتری اگر اپنے منافع دیتے ہوئے خرید ہو جس کے نتیجے میں بائع نے چار ہزار کی خرید کر لی جو چیز مشتری پر پانچ ہزار میں فروخت کر دیا بعد میں مشتری کو کسی ذریعہ سے بائع کے جھوٹ پر لگا دی ہوئی ہو کر یہ چیز تو اس سے چار ہزار میں خریدی گئی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مشتری بائع سے ادائیگی زائد رقم (ایک ہزار) میں روپے) واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: بیع مراہم میں جب بائع کی خیانت ظاہر ہو جائے تو مشتری کو بیع فسخ کرنے کا حق حاصل ہے تاہم غلط شدہ قیمت میں کمی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے البتہ اگر وہ صورت میں مشتری یا تو خریدی ہوئی چیز بائع کو واپس کر کے (نئی پوری رقم واپس لے لے یا پھر غلط شدہ پوری قیمت واپس لے۔

ما قال علی بن ابی بکر المرعشی (رحمۃ اللہ علیہ) - فان اطلع المشتري على خيانة في المراجعة فهو بالخيار على حقیقة و ان شاد اخذہ جمیع المؤمن و اہل شاد ترکہ - (الصلیۃ ۳۳) باب المراجعة والتولیۃ لہ

ما قال العلامة علی بن ابی بکر المرعشی (رحمۃ اللہ علیہ) - فان اطلع المشتري على خيانة في المراجعة فهو بالخيار على حقیقة و ان شاد اخذہ جمیع المؤمن و اہل شاد ترکہ - (الصلیۃ ۳۳) باب المراجعة والتولیۃ لہ

ترجمہ: فی رد المحتار ج ۱ ص ۳۳۸ کتاب بیوع، باب المراجعة والتولیۃ (۱) لہ قال العلامة علی بن ابی بکر المرعشی (رحمۃ اللہ علیہ) - فان اطلع المشتري على خيانة في المراجعة فهو بالخيار على حقیقة و ان شاد اخذہ جمیع المؤمن و اہل شاد ترکہ - (الصلیۃ ۳۳) کتاب بیوع، باب المراجعة والتولیۃ۔ (۲) و علی بن ابی بکر المرعشی (رحمۃ اللہ علیہ) - فان اطلع المشتري على خيانة في المراجعة فهو بالخيار على حقیقة و ان شاد اخذہ جمیع المؤمن و اہل شاد ترکہ - (الصلیۃ ۳۳) کتاب بیوع، باب المراجعة والتولیۃ۔

**سوال: حکومت تاجروں اور چھوٹے دکانداروں سے سیلز ٹیکس کے نام سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے تو کیا بائیس کے لیے اتنی مقدار رقم مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا اور مشتری سے وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟**

**الجواب:** موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس جو کہ جائزہ دے نکل کر ظلم و تعدی کے دائرہ میں داخل ہیں اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تفریق بھی نہیں، خیر ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا ہے اس بنا پر سیلز ٹیکس بالکل اُس رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً و جبراً وصول کی جاتی ہے۔ اس لیے صورتِ مسئلہ میں مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت اس میں ٹیکس کا اضافہ منہم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے، تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتاتے بغیر جو ٹیکسوں کا حساب کر کے اُس سے کسی قیمت پر اتفاق کرنے کو کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحصفی رحمہ اللہ، لا یقام اجر لطیب۔۔۔ وما یؤخذ فی الطريق من الظلم الا اذا اجرت العادة بضمتہ حتی احوالاً اصل ک علیت فلیل العنول علیہ۔ (نہج المختار ص ۵۵) باب المراجعة والتولية

**ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، محصول چوکی وغیرہ اخراجات اصل قیمت میں ملانا** **سوال: سیلز ٹیکس**

اور محصول چوکی وغیرہ کے اخراجات مبیعہ کی اصل قیمت سے ملانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اگرچہ حکومت کے عائد کردہ مذکورہ بالا ٹیکس ظلمانہ اور جائز نہ سمجھتے اعتبار کر کے ہیں، مگر انسانی اخراجات کا مبیعہ کی قیمت خرید میں ملانا یا نہ ملانا تنہا کی عادت اور عرف پر موقوف ہوگا، پس اگر تنہا کی عادت اور عرف ملنے کی ہو تو پھر ایسا کرنا جائز رہے ورنہ انسانی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں۔

لما قال العلامة ابن نجیم المعمر رحمہ اللہ: ہی التولية مع بعض سابق وامر ائمة مع وضوادة۔ (المعجم الوائق ص ۶۸) باب المراجعة والتولية

فونقل فی المخذیة ص ۳۳ کتاب البیوع باب المس ابعة والتولية۔



لما قال اعلم انه علاؤ الدین الخفای رحمه الله : لا یقسم اجماع الطیپ ... وما  
 یأخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادة بضمه هذا هو الاصل ما عمت  
 فیما لم یعقل علیه . (الاحتیاج جلد دوم ، باب المراجعة واستولیه )

**قسطوں میں اشیاء کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت** [سوال : مجمع کل بعض  
 کاروباری ادارے خواہ

کی سہولت کے لیے روزمرہ استمدان کی اشیاء قسطوں میں فروخت کرتے ہیں لیکن نقد و نقد  
 کی نسبت اقتدا میں خریدنے کی صورت میں زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے تو کیا بزرگ قسط  
 حکومت یا بعض پرائیویٹ اداروں سے اشیاء خرید کر یہ خریدنا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :** بدور حاضر میں اقتدا کے ذریعے روزانہ استمدان کی چیزوں کی خرید و  
 فروخت کا رواج عام ہو چکا ہے کیونکہ کم آمدنی اور متوسط طبقہ کے لوگ منہائی اور تنگ دستی  
 کی وجہ سے اپنی ضرورت کی چیزیں نقد و نقد اس کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے ،  
 لہذا ان میں ضروری اشیاء اور دیگر سامان وغیرہ قسطوں میں خریدنا پڑتی ہیں جس کا  
 مطلب یہ ہوتا ہے کہ بالکل اسی وقت ایسا سامان خریدار کی طلب پر اس کے ہوائے کر دیتا ہے  
 جبکہ خریدار اس چیز کی قیمت نقد و نقد ادا نہیں کرتا بلکہ طے شدہ قسطوں کی صورت میں ادا کرتا ہے  
 اس طرح ہر گز چیز خریدنے کی صورت میں اس کی قیمت زیادہ لگانی پڑتی ہے ، اگر خریدار  
 اس چیز کو نقد خریدنا چاہتا ہے تو مقررہ قیمت سے کم قیمت پر بازار سے خرید سکتا ہے جبکہ  
 قسطوں میں ادا کر کے وہ سے زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے ۔

مذکورہ طریقہ بیع میں صرف یہی ایک پیچیدگی نظر آتی ہے کہ ادا کار خریدنے کی صورت  
 میں قیمت زیادہ اور نقد خریدنے کی صورت میں قیمت کم دینی پڑتی ہے ، امر اربعہ اور  
 جمہور فقہاء و محدثین کی مختلف رائے یہ مسجد کو دھار بیع میں نقد و نقد کے مقابل میں زیادہ  
 قیمت لگانا شرعاً غرض ہے ، لیکن اس میں شبہ یہ ہے کہ عاقدین کسی ایک قیمت پر تراضی ہوں

لے قال اندامہ بن نجیم ، المدعی والذی یؤخذ فی الفریق من الظلم والظلم ان فی موضع جرت  
 العادة فیہ ینقسم بالظلم ۔ (مجموع الفتاوی ج ۲۰ ، باب المراجعة واستولیه )

و منہک فی الہندیۃ ۳۴ ص ۱ کتاب البیوع باب استرابعۃ واستولیه ۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بائیں پر کسی کو یہ چیز میں نقد اسنے میں اور ادھار اسنے میں بیعت  
ہوں تو وہ نہیں کسی ایک طرف پر اتفاق کئے بغیر جدا ہونے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ البتہ اگر  
اسی مجلس میں نقد یا ادھار میں سے کسی ایک قیمت پر دونوں کا اتفاق ہو گیا تو یہ بیع جائز ہے  
یہاں ایک سوال یہ ہے۔ بڑا ہے کہ اگر نقد اور ادھار کی بجائے مختلف مدتوں کے متاجرے  
میں مختلف قیمتیں خرید کی جائیں مثلاً نقد سو روپے میں جبکہ ادھار ایک سو بیس روپے  
میں اور یہ ادھار ایک ماہ کے لیے ہو گا اور اگر ادھار دو ماہ کا ہو تو ایک سو چالیس روپے  
میں اور اگر ادھار تین ماہ کے لیے ہو تو اور بھی زیادہ قیمت ہوگی۔ تو جس طرح نقد اور ادھار  
کی بنیاد پر قیمتوں میں اختلاف جائز ہے تو اسی طرح مدتوں کے اختلاف کی بنا پر  
بھی قیمتوں میں اختلاف جائز ہے کیونکہ بیع کی ان دونوں قسموں میں بظاہر کوئی فرق  
معلوم نہیں ہوتا، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ عاقدین کے درمیان تصریح میں مختلف  
مدتوں اور قیمتوں کے درمیان کسی ایک مدت اور قیمت کا تعین ہونا ضروری ہے۔ اور  
اگر یہ کہا کہ ایک ماہ تک، ثم اور دو گے تو اسی قیمت، دو ماہ تک، اور دو گے تو اسی قیمت  
اور تین ماہ تک، اور دو گے تو اسی قیمت، اور اگر بیعت کے بغیر جدا ہونے تو یہ بات لازم  
ہو کر بیع ناجائز ہے۔

قال امام ترمذی رحمہ اللہ تحت ہذا الحدیث نہیں: رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم عن یعتبن فی بیعتہ وقت فسر بعض اہل العلم قالوا  
یعتبن فی بیعتہ ان القول بجلل ہذا الشوب بعتہ عشرة وفسد بیع  
بشیرین ولا یما رقد احد بیعتین فان قاربہ فلا بأس بہ اذا كانت البعتۃ  
على احد منہما۔ (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲) کتاب بیوع، شافعی اسی عن یعتبن فی بیعتہ کہ  
ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا [سوال: بعض اوقات ایک چیز

کے مال: معلوم علی بن ابی بکر الرضی عنہ رحمہ اللہ، لان لا مل شیطا بالبیع  
الا یزید الہ یزاد فی ثمنہ تا جہ الاجل۔

والہدایہ ج ۲ ص ۲۰۱ باب اول بیعتہ والتولیۃ کتاب بیوع

کومشقة فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۱ باب الصراخۃ والتولیۃ

تقدار کسی کی صورت میں کم قیمت پر دیکھ دو حمار کی صورت میں زیادہ قیمت پر متی ہے کیا نقد  
اور دو حمار کی صورت میں قیمت میں کمی بیشی جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- نقد اور دو حمار کی صورت میں قیمت میں کمی بیشی مقرر ہے لیکن شرط یہ ہے  
کہ قیمتیں نقد میں مقدار اور اور اسے قیمت کی مقدار مقرر کر لی جائے۔

ما قال العلامة علی بن ابی بکر بن خنیف فی صنیعہ لان لا یجوز شہداً بان یبع لادوی  
انہ یزاد فی الثمن راجل الانجن۔ راجعہ ج ۳ ص ۲۸ کتاب بیوع۔ ہذا الزاد والاولیٰ۔  
سوال :- ایک شخص نے

بیع مراہمہ میں دو حمار سے لی گئی نامزد رقم پر بیوع کا حکم کسی سے شمول دیا تو  
کچھ خریدنا چاہا اور اسی سے اس کا نرخ پوچھا تو اس نے بتایا کہ بوری کے حساب سے  
۷۵ روپے فی بوری جیسے بڑا قیاس ہے اور آپ کو میں ۵۰ روپے فی بوری کے حساب سے  
دوں گا، وہ شخص اس سے بوریوں خرید لیتا ہے اور بعد میں اس کو پتہ چلتا ہے کہ بازار  
میں تو اس کا ریٹ ۷۸ روپے فی بوری ہے، اب شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟  
کیا وہ مانع سے زیادہ بولی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت سہ و فی بیع مراہمہ کہ ہے بیع مراہمہ میں عاقدین کے مابین جو بھی  
طے پا گیا وہی اس چیز کی قیمت ہے البتہ ضمنی غش کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوتا ہے  
کہ وہ اس صورت کو طے شدہ قیمت پر قبول کرے یا اس کے بادل سے اپنا پتہ چلے  
واپس لے لے نقصان یا نہ بولی کی واپسی کو مصلحت نہیں کر سکتا۔

قال: العلامة السرخستانی فی کتاب الطبع المستوف علی خیانتہ فی المراجعات و التولیۃ

راہمہایہ ج ۳ ص ۲۸ باب المراجعات و التولیۃ۔

لے ذر الصلۃ ای نعم، صخر رحمہ اللہ، لان غزجل الاذوی بلغ یزاد فی الثمن لاجل الاجل،

راجعہ الرائق ج ۳ ص ۲۸ کتاب بیوع، باب المراجعات و التولیۃ۔

وَمَثَلُهُ فِي فَتَاۃ الْمَقْدِسِ ج ۲ ص ۲۸ کتاب بیوع، باب المراجعات و التولیۃ۔

کذا فی النہایۃ ج ۲ ص ۲۸ کتاب بیوع، باب المراجعات و التولیۃ۔

کذا فی الدقائق ص ۲۸ کتاب بیوع، باب المراجعات و التولیۃ۔

وَمَثَلُهُ فِي رَدِّ الْاَلْتِ ج ۲ ص ۲۸ کتاب المراجعات و التولیۃ۔

بیع کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا | سوال یہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دکاندار آٹھ کائے کی چیز دو روپے میں فروخت کرتا ہے لیکن اپنی قیمت خرید کو غیر رکھتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بصورتِ مسئلہ کے مطابق ایسا کرنا جائز اور حلال ہے مگر خلافِ روئے ہے لہذا بہتر یہی ہے کہ من مکتوب پر فروخت کرے قیمت خرید کو ظاہر کیے بغیر بیع بیچنے میں کوئی قیادت نہیں۔

قال الله تعالى في: ولو اشترى ثوباً باع عشر دراهم وقبضه اثني عشر فباعه مباحاً على الرغم بقبحه بيان جواز إذا كانت لرقبه معلوماً ولرغم معلوماً ولا يكون خيانة لأنه صادق لكن لا يقول اشترى مثله لأنه يكون كاذباً فيه۔  
وإذا باع أصنافاً بع درهم مثلاً في تحت بيان في سابعاً ۱۔

بیع سراج میں فیصدی کے ساتھ منافع کے تعلق کا حکم | سوال یہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سراج میں بیع کرنا چاہتا ہے فیصدی ۱۰ سہ ماہی، شاذیہ ۲۰ سہ ماہی، بکر ۳۰ سہ ماہی سے کیا یہ سود کے ذمہ ہے یا نہیں؟  
الجواب: معتبر سراج میں اس نوعیت سے منافع کا تعلق کرنا اگرچہ آپسکی کے سودی لین دین کے ساتھ مشابہ ضرورت مگر حقیقت میں یہ سود نہیں لایا صرف مشابہت کی بنا پر اس کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے صورتِ مسئلہ کے مطابق منافع کا تعلق فیصدی کے اعتبار سے کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ اس عقد میں بیع سراج کے جن شرائط کا پورا کافور کیا گیا ہے۔

الحمد لله العبد المذنب المذنب المذنب ما مکتوب بالعدل الاول بالثمن الاول مع زيادة  
رجحاً وثبوتاً مکتوب بالعدل الاول بالثمن الاول من غير زيادة ربح وایضا  
جائزاً۔ (۱-ہدایۃ ج ۳ ص ۵۵۵ باب المراجعة والتولیۃ)  
وبشک في البصر الواقع جہاً مکتوب تحت باب المراجعة والتولیۃ۔



## ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

حضرت مولانا محمد حاسنین صاحب دہلوی رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون میں میرا اصل مقصد جس خاص مسئلہ کی شرعی حیثیت سے بحث و تحقیق کرنا ہے وہ مسئلہ ہے کہ ادھار پر کوئی چیز اس قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا جو قیمت اس چیز کی بازار میں بھڑت نقد زائج ہو، مثلاً ایک چیز جس کی قیمت بازار میں عام طور پر بصورت نقد ایک سو ملے ہے اس کو مثلاً ایک سو کے ادھار پر ایک سو پچاس روپے میں فروخت کرنا، درخبر دانا۔ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یعنی اس میں جس معاشی معاملے کا ذکر ہے قرآن و حدیث کی نکتہ سے یہ جائز معاملہ ہے یا ناجائز معاملہ اس بحث و گفتگو میں اس کا تعین کرنا اصل مقصد ہے، اور یہ اس لیے کہ متعدد اشخاص نے مجھ سے یہ مسئلہ پرچھا ہے اور یہ ایک نئے مسئلہ ہونے کے ساتھ اپنے اثرات و معروضات نتائج کے لحاظ سے بڑا اہم اور ضروری مسئلہ بھی ہے۔ بحث کے ضرورتاً میں یہ عرض کرونا ضروری ہے کہ حقیقت میں کسی مسئلہ معاملہ کے متعلق شرعی حکم صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا تفصیل یا اجمالی ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہو، گو کہ مفسرین اسلامی کا تحقیق و اخذ و سرچشمہ صرف قرآن و حدیث ہیں لہذا اصلاً اس بحث کا دائرہ اتنی تنگی ہی ہوتے ہے گا، تاہم اصل مسئلہ پر کام نہ دراصل کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ لہذا کسی مسئلہ اور معاملہ کی شرعی حیثیت تعین کرنے کے لیے اس کو کھینچا اور اس سے فائدہ اٹھا بھی ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ اہل حدیث کا جو وسیع مفہوم ہے اس میں کئی نکتہ صاف بھی شامل ہیں، و مطلب یہ کہ کسی معاملہ کے شرعی جواز و عدم جواز کے متعلق صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ غرض قائل کی فرائض کتاب میں فعال فقہ نے اس کو جائز یا ناجائز کہا اور لکھا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کہ اس میں درویش کا ذکر بھی ضروری ہے جس کی بنا پر اس فقہ نے ایسا کہا اور لکھا ہے اور یہ اس لیے بھی کہ وفات شرعی عدالت کے راجح حضرات کسی فقہ کے قول کو صرف اس وقت ملتزم ہیں جب اس کے ساتھ قرآن و حدیث کی کوئی دین موجود ہو کیونکہ دستور مملکت خدا و پاکستان کے اندر صرف قرآن و حدیث کو اسلامی احکام کا فائدہ تسلیم کیا گیا ہے۔

اصل مسئلہ پر بحث سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری سمجھا ہوں کہ جہاں تک ادھار و عرفی کوئی چیز پرچھلا وغیرہ کا تعلق ہے تو قرآن و حدیث کے رد سے تعلق ہو رہا ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن و حدیث کی

آیت مدینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث پیش کر دینا کافی ہیں جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسروں سے احادیث ضرورت کی چیزیں لینے کا واضح بیان ہے اور یہی کہ وہ لوگ اُنکی کس وقت آپ نے بہتر طور پر اُنکی فرمائی قرآن و حدیث میں قرعہ منہ کے شعلے جو جھپکے ہیں اس سے بھی سترجح طور پر اُس ادھار کو جائز ثابت ہو چکا ہے جس پر کوئی اضافہ نہ ہو کسی ضرورت مند کو جو عذر اس کی ضرورت کی چیز اسی قیمت پر دینا جو نقد کی صورت میں ہو قرعہ منہ کی تعریف میں آتا ہے ہرگز بڑے اور بڑے کا ایک عمل ہے بعض احادیث میں اس کو محدود سے تعبیر فرمایا ہے جو نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب و مستحسن عمل ہے۔

اسی طرح بیع مزاحم کی وہ شکل بھی قطعی طور پر جائز ہے جس میں فروخت کی جانے والی چیز کی اصل قیمت بھی صحیح بتلائی گئی اور اس پر نفع کی مقدار بھی صرف اتنی لگائی گئی ہو جو زمانہ بروئے کے ہاں اور باقاعدہ کے عام رواج کے مطابق ہو یا اس سے بھی کم ہو، مثلاً اگر بازار میں عام طور پر نفع کی مقدار دس فیصد رائج ہو اور مزاحم میں فروخت کرنے والا فروخت کی جانے والی چیز کی اصل قیمت پر زیادہ سے زیادہ دس فیصد اضافہ لگائے، مثلاً جو چیز اسی کو سو روپے میں پڑی ہے اس پر نفع دس روپے یا اس سے کم لگا کر بیع مزاحم کے طور پر فروخت کرے تو اس کے جائز نہیں کوئی شک و شبہ نہیں۔ بالفاظ دیگر بازار میں عام نرخ کے مطابق ایک چیز کی قیمت ایک سو روپے تھی اور مزاحمت کی شکل میں بھی وہ ایک سو روپے میں ہی فروخت کی گئی یا مثلاً رعایت کے ساتھ ایک سو پانچ روپے میں فروخت کی گئی تو بیع مزاحم کی یہ صورت بالکل جائز ہوتی ہے اور شرعی طور پر یہ معاملہ قطعاً درست ہو چکا ہے کیونکہ اس میں فرق بین ممالک کی حقیقی رعایت ہی موجود ہو چکا ہے اور یہ اس وجہ سے موجود ہو چکا ہے کہ اس میں ہر فرقہ کے لیے اس کی چیز کا اس کی مرضی کے مطابق معاوضہ پایا جاتا ہے جو قطعی رعایتی کا عاری اور عوامی معیار ہے مثلاً مزاحمت کی ایسی شکل کے کہ جس میں فروخت کرنے والا خریدار کی نمبر رک سے زیادہ اٹھائے ہوئے اسی چیز بازار کے مقابل میں کہیں زیادہ نفع پر فروخت کرنا ہے، مثلاً یہ دیکھتے ہوئے کہ خریدار نقد دینا چاہتا نہیں کر سکتا لہذا اس کے ادھار پر لینا چاہتا ہے لہذا ادھار کی وجہ سے نفع دس فیصد کی بجائے بیس فیصد لگا دیا جائے، اس صورت میں خریدار کو اگرچہ ظاہری طور پر رعایتی ہو چکی ہوتی ہے لیکن حقیقی طور پر موجود نہیں ہوتی کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ جو چیز وہ ادھار کی وجہ سے مثلاً ڈیڑھ سو روپے میں خرید رہا ہے وہ بازار میں بھروسہ نقد سو روپے میں ملتی ہے اور یہ کہ فروخت کرنے والا دوسرا فرقہ اس کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بچاؤ روپے کا اضافہ کر رہا ہے چنانچہ وہ ضرورت کے تحت سے تو لینا ہے لیکن دل سے خوش نہیں ہوتا اسی لیے کہ اس کے لیے بچاؤ روپے کا نادی معاوضہ موجود نہیں ہوتا لہذا مزاحم کی یہ شکل بھی جو حقیقت

درست نہیں ہوتی بلکہ باطنی معاملہ کی تعریف میں آتی ہے اس کی مزید کچھ تفصیل آگے آئے گی۔

بعد میں اپنے اصل مسئلہ کی طرف آنا پورا یعنی یہ کہ اگر اذکار کی صورت میں کوئی چیز نقد قیمت کے مطابق یا زیادہ قیمت پر بیع ہو کر خارج ہو جائے یا ناجائز یا حرام چیز کا تعلق سے تو انسانی تلاش و جستجو کے باوجود مجھے آگاہ کرنا اچھا درست ہی نہیں بلکہ غیر ممکن اور ناممکن ہے اور یہی مسئلہ ہم میں کوئی ایسی دلیل نہیں مل سکتی جو اس معاملہ میں کوئی حجت یا ثبوت ہو۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ متعلق قرآن حدیث و روایات میں داخل ہو اور قطعی دلائل مل جائیں تو تحریم ہو جائے متعلق جو آیات احادیث و روایات میں ان سے صاف غرض و نیت کا قطعی طور پر ظاہر ہو جائے ثابت ہوتا ہے وہ اس میں کوئی قرآن مجسم نے عہد جاہلیت کی جس صورت پر ہو تو قطعی طور پر تسلیم و ممنوع قرار دینا ہے جس کی چند شکوک میں سے ایک یہ تھا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دفعہ درمیان پر کوئی چیز چھو جائے پھر اس وقت تک اس کی قیمت میں اضافہ کرنا مثلاً ایک چیز جس کی قیمت بازار میں ایک سو درہم ہو کر ایک سال کے اندر پندرہ سو درہم میں پہنچ جائے اور یہ ایک سال کے بعد کی مقدار قرار دینا ہو۔ درہم اوزان کر کے لیا تو قرآن خواہ اس سے کتنا میں حدت قرآن میں مزید اضافہ کر دینا ہو تو نہیں پہنچے دہم رقم کی مقدار اتنی بڑھ کر دو درہم قرآن کی رقم کی مقدار مزید ایک سال کے لیے دو سو درہم کر دی جاتی ہے اور دوسری مدت میں بھی وہ دو سو کر سکتا تو مزید مدت کے عوض قرآن کی رقم میں مزید اضافہ کر دیا جاتا اس طرح بڑھتے بڑھتے یہ رقم اصل کے کئی گنا ہو جاتی یعنی اضعافاً فاعضافاً ہو جاتا یہی حال نقد کے قرآن میں بھی ہوتا ایک آدمی دوسرے کو شفعہ ایک سو درہم ایک سال کے لیے قرآن دیتا تو اس مدت کے عوض اس میں اضافہ کر دیا جاتا جو دو بیس سال ہو جاتا یا سو سال ہو بعد کچھ مدت اصل کے ساتھ واجب لا اوبوانا اور بیس سال ہو جو دو بیس سال کی مقدار میں ہوتا ہے۔ غرض کہ قرآن مجسم نے یہ خواہش کی کہ جو چیزیں تم کو درہم قرار دیا ان میں سے ایک شکل و دار پر کوئی چیز نقد کے مطابق یا زیادہ قیمت پر بیع کی شکل بھی ملتی جس کا اظہار و متذکرہ ذیل آیات سے ہوتا ہے جو کوئی غرض کی تائید کرنے تحریم پر کوئی آیات کی تفسیر میں نہیں کیا ہے۔

(۱) عن زید بن اسلم عن محمد بن علف قال کان الزبوان الذی اذا اقلد یباع بالیومین مینذکہ عند جاحلیۃ یكون طریق علی حبس عن ای حبس فاذا جیل ین حبس عن صاحب الخفی انفقوا بہ ثوبی فان نقدہ انخذ منه ورا طوره۔ (جامع الصحیح ص ۶۹) اگرچہ ایک روایت لاشعری نے لکھی ہے کہ ہر مہینہ ہفت روزہ کی رقم تھی اس وقت سے مروی ہے قرآن یا وہ روایات جو لوگوں کو ترک کر کے لوگوں کے لیے اذکار تعاقب کے خلاف جنگ خروار عہد جاہلیت میں اس کی شکل اس صورت تھی کہ ایک آدمی کو دوسرے کی غرض



میت کے لیے حق یعنی دین و قرض ہو تا ہے جب مقررہ وقت آتا تو صاحب حق اپنی قرض خواہیے متروک  
کے کہتا اور کرتے ہوئے مزید مہلت کے عوض مال قرض میں اضافہ کرتے ہو اگر وہ اکثر تا تو مکبر معاملہ  
ختم کر دیتا ورنہ اس کو ہرگز نہ بڑھا تا بل جاتا

(۲) عن جابر عن ابي عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انما اهل البيت  
ذوین کلمۃ لک کذا وکذا یعنی فیو احد عنہ <sup>۱۱۱</sup> (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۱) المرقہ آیت ۱۱۱

ترجمہ: حضرت جابر نے فرمایا کہ وہ رب جو جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا! مجھ جابلیت میں اس کی  
شکل یہ ہوئی کہ ایک آدمی کو دوسرے آدمی پر واجب الادا قرض قرض ہوتا تو وجیب ادائیگی کا مقررہ وقت  
آتا تو قرض آدمی اپنے قرض خواہ سے کہتا مہلت بڑھا دو اور مطالبہ تو نہ کر دو اس کے بدلے آپ  
کے لیے امتنا استعاضہ یہ جو گا چاہے وہ مغایر ہو کر کے مہلت بڑھاو تا اور اس طرح یہ سلسلہ چل رہا تھا

(۳) عن سعید بن جبیر قال ان ابو جبرئیل یقول ان علی بن ابی طالب اذا حل الراجل علیہ من  
صاحبہ فیلو الطلق یخشی وایضاً یخشی ان یفعل ذلک۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۱) المرقہ آیت ۱۱۱

(ترجمہ) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ابی جبرئیل کی حقیقت یہاں کرتے ہوئے فرمایا وہ اس طرح بھی کہ ایک  
آدمی کا دوسرے آدمی پر بطور قرض مال ہوتا پھر جب قرض کی مقررہ مدت پوری ہو تو قرض والا اپنے قرض  
سے اپنا مال طلب کرتا پھر اگر قرض ادائیگی نہ ہو یا میں میں نہ ہو تا تو قرض سے کہنے لگے مزید مہلت  
دیجئے میں اس کے عوض آپ کے مال میں آپ کے لیے امتنا کر دیتا ہوں اپنا بچہ راء آپس میں ایسا  
کر لیتے اور بول یہ سلسلہ جاری رہتا تھا

(۴) عن قتادۃ قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انما اهل البيت  
یکن عند صاحبہ قضائہ وہ وقرضہ۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۱) المرقہ آیت ۱۱۱

ترجمہ: حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے کہا کہ وہ بول جابلی کی ایک شکل یہ بھی کہ ایک آدمی اپنی  
کوئی چیز ایک آدمی کو قرض کے لیے قرض پر دیتا پھر جب اسے خاص وقت آتا اور اس کے قرض کے لیے  
دائیگی کا انتظام نہ ہو تا تو مال بڑھا کر مزید مہلت دے دیتا تھا

(۵) عن عطیہ ابن ابی رباح قال کان یثقیف تدائن فی بنی مغیرۃ فی الجاہلیۃ وای احل الراجل  
قالوا نسیہ کم وقلی خیر۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۰۱) المرقہ آیت ۱۱۱

ترجمہ: حضرت عطیہ بن ابی رباح نے فرمایا بعد جاہلیت میں نو ثقیف ہوتا تھا کہ کو قرض دیا کرتے  
تھے جب ادائیگی کا مقررہ وقت آتا تو بنو المغیرہ نو ثقیف سے کہتے ہم تمہارا مال زیادہ کر دیتے ہیں

آپ ہمیں مزید ہدایت دے دیجئے گا۔

ان مذکورہ روایات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ربوہ الجاہلی جس کا درجہ نام نہاد القبیحہ ہے قرض کا ایسا معاملہ تھا جس میں جہلت اور بدعت قرض کے عوض مال قرض میں اضافہ کیا جاتا تھا خواہ وہ قرض نقد کی صورت میں ہو یا کسی فروخت کردہ چیز کی قیمت کی صورت میں اور یہ کہ اس کو قرضاً ہی گئے ورامہ ممنوع ٹھہرا کر اس خیال کی نفی ازتردید کر دی کہ قرض دینے والا جہلت قرض کے عوض مفروض سے قرض کے اصل مال پر کچھ بھی زائد مال مل سکتا ہے۔

یہاں یہ متذکرہ اور غیر مجتہدین کہ اکابر فہرست کرام کی کچھ عبارات ہیں مردوں و عورتوں نے ربانے عالم کی تفسیر میں فرمائی ہیں تاکہ حقیقت حال ایسی طرح واضح ہو جائے۔ چند نمونہ نام اور کچھ قصص اپنی جیل القدر فتویٰ تفسیر میں ربوہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

و ربوہ الذی کان من العرب تعرفه و تضعه افعال من قرض ادرام و الدنانیر الی اجل بنیادہ علی مقدار ما استقرضہ علی ما یراضون بغير اکان المتعارف المشہور عندہم۔

(احکام الفقہ ج ۱ ص ۵۵ باب الربوہ)

ترجمہ: وہ ربوہ جس کو اہل عرب جانتے پہچانتے اور کیا کرتے تھے اس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ ایک مقررہ مدت تک ورامہ و دنانیر کے قرض کا معاملہ تھا جس میں یہ شرط یا تھا کہ قرض کے اصل مال پر کچھ زائد بھی ضرور لینا ہوگا اور لو کا یہی معاملہ عربوں کے ہاں معتاد اور مشہور تھا۔ اس سے کچھ آگے ایک اور عبارت اس طرح ہے :-

و لہرین تعاملہم بالربوہ الاعلیٰ فیہ القرض ذکرنا من قرض ورامہ و دنانیر الی اجل مع شروط الزیادۃ۔ (احکام الفقہ ج ۱ ص ۵۵ باب الربوہ)

ترجمہ: عربوں کے اندر جس ربوہ شرط زد تھا اس کی وہی شکل تھی جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا یعنی ایک خاص مدت تک ورامہ و دنانیر کا قرض جس کے ساتھ زید و ذی کی شرط ہوتی تھی۔ پھر دو صفحات کے بعد ایک تیسری عبارت کچھ اس طرح ہے :-

انہ معنوا ان الربوہ الجاہلیۃ انما کان قرضاً متوجلاً بزیادۃ مشروطۃ بکانت الزیادۃ باندۃ من الاجراء باطلہ فموجرہ و قال وان تبتم فلکم وکؤوس موکم لا تظلمون ولا تظلمون۔ (احکام الفقہ ج ۱ ص ۵۵ باب الربوہ من ابواب الربوہ فی نقد الذی یصحیہ) ترجمہ: یہ ایک معلوم اور جانی ہوئی بات ہے کہ عہد جاہلیت کی ربوہ سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ

زیادتی کی شرط کے ساتھ میعاد قرض کا معاملہ تھا اور اس میں قرض کے اصل مال پر جو زیادتی ہوتی تھی وہ مدت اور مہلت قرض کا بدل سمجھی جاتی تھی پس اس کو اللہ تعالیٰ نے باطل قرار دیا اور فرمایا اگر تم اس سے توبہ کر کے باز آ جاؤ تو پھر تمہارے لیے صرف تمہارے اصل اموال ہیں تو تم نے بطور قرض بیچتے رہتم ان پر کچھ زائد لیکر اپنے مقروضوں پر ظلم کرو اور نہ وہ تمہارے اصل اموال رکھ کر تم پر ظلم کریں ۛ  
واضح رہے کہ یہاں ظلم کے معنی حق تلفی کے ہیں۔

اس تیسری عبارت میں جو بات خاص طور پر قابلِ ملاحظہ ہے وہ یہ کہ قرض کے اصل مال پر جو زیادتی مشروط ہوتی تھی وہ اصل یعنی مدت قرض کا عوض اور بدل بھی جاتی تھی۔  
دوسرے مفسر امام غزالیؒ نے اپنی عظیم الترتیب تفسیر مفتاح الغیب میں جو تفسیر لکھ کر نام سے معروف ہے، رتبہ کہ تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

اما المولى النسبة فهو الاموال التى كان مشهوراً متعارفاً فى الجاهلية وذات انهم كانوا يدفعون المال على ان ياخذوا كل شهر قدراً معيناً ويكون رأس المال باقياً، ثم اذا حل الدين طلبوا المديون برأس المال فان تعذر عليه الاداء زادوا فى الحق والاجل فلهذا هو الربو الذى كانوا فى الجاهلية يتعاملون. (تفسیر لکیر علیہ سورۃ البقرہ)

(ترجمہ) ”البتہ ربو النسبہ جو عہد جاہلیت میں مشہور اور متعارف تھی مثلاً اس کی شکل اس طرح تھی کہ بعض لوگ اپنا مال دوسروں کو بطور قرض اس شرط پر دیتے کہ وہ ہر ماہ اپنے مقروض سے خاص مقدار میں کچھ مال بطور سود دیتے رہیں گے اور قرض کا اصل مال اپنی حالت پر باقی رہے گا پھر جب اوائل مقررہ وقت آتا تو وہ مقروض سے اصل مال کا مطالبہ کرتے پھر اگر اس کے لیے ادائیگی مشکل ہوتی تو اپنے حق اور قرض کی مہلت میں اضافہ کر دیتے، پس یہی وہ ربو تھی جس کا لوگ عہد جاہلیت میں بین دین اور کاروبار کرتے تھے ۛ

اسی تفسیر میں ربو سے متعلق ایک اور عبارت کچھ اس طرح ہے:-

كان الرجل فى الجاهلية اذا كان له على انسان مائة درهم الى الاجل فاذا جاء الاجل ولم يكن المديون واجداً لذلك قال زنى فى مال حتى اوفى الاجل فربوا عليه ثلثين. (تفسیر لکیر علیہ آل عمران ۳۵)

(ترجمہ) ”زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی کے کسی انسان پر ایک خاص وقت کیلئے ایک سو درہم قرض ہوتے پھر جب محو وقت آتا تو مقروض کے پاس ادائیگی کیلئے مال نہ ہوتا تو وہ کہتا میرے حق میں اضافہ کرو جو کہ میں اصل کو زیادہ کروں پس بسا اوقات وہ سو درہم کے دو سو درہم کر دیتا ۛ

مذکورہ جہازات میں اس کی تصریح ہے کہ عہد جاہلیت کی ربوہ جس کو قرآن مجید نے قطعی حرام بتلایا ہے اس کے اندر جو مکرری تصور کا درنا تھا وہ یہ کہ قرض بھی قرض ہی ہے والا حدت قرض کے ہرے قرض کے اصل مالی پر کھو زائد مالی کا حصہ قرار پایا ہے قرآن کریم نے اس ربوہ کو حرام قرار دے کر اور یہ قرار کہ قرض اپنے اصل مالی پر جو کچھ بھی زائد ملے کہ وہ اس کا حق نہیں ہوتا بلکہ قرض کا حق ہوتا ہے تصور مذکور کی نفی کر دی ہے لہذا یہ قرار اگر بیل اور مدت قرض کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی مالی کا بدلہ ہو سکتی ہو اور جس کا کوئی معاوضہ نہ دیا جاسکتا ہو۔

یہاں تک ربوہ الجاہلی اور ربوہ النسیئہ کی حقیقت و ماہیت اور اس کی فہمی حیثیت کے متعلق مذکورہ تفصیل کے ساتھ طرح کھا اور عرض کیا گیا ہے اس کلمہ ثنی میں جب ہم اپنے زیر بحث معاملہ کا تحقیق کر رہے ہیں تو صحت نظر کرتے ہیں کہ یہ معاملہ اپنی حقیقت و ماہیت اپنے فساد و فساد و رابطہ لائق اثرات و نتائج کے لحاظ سے ربوہ النسیئہ جیسا معاملہ ہے تو اس طرح کہ اس میں ایک شے کسی کی قیمت نقد سے بازار میں عام طور پر مثلاً ایک سو روپے ہوتی ہے جب ایک سال کے بعد ہمارے وہ ایک سو سو روپے میں پہنچ جاتی ہے تو اس میں پچاس روپے کا بڑا اضافہ ہوتا ہے وہ دراصل ایک سال کی مدت و مدت کا معاوضہ ہوتا ہے نیز جس طرح ربوہ النسیئہ میں قرض سے قرض کے اصل مالی پر یا جانے والا زائد مالی بدلہ ہوتا ہے تو اسی طرح قرض کی حیثیت کا کافی قرار پایا ہے۔ اسی طرح زیر بحث معاملہ میں بھی جانے والے شے کی اصل قیمت پر ادھار کی وجہ سے جو اضافہ ہوتا ہے پہنچنے والے کی طرف سے خریدار کے ہونے اس کا کوئی معاوضہ ہو چکا نہیں ہوتا لہذا پہنچنے والا جو زائد ملتا ہے زیادہ از حد اس کی حق تلفی کرتا ہے نیز جس طرح ربوہ النسیئہ میں قرض دہندہ کا مقصد بغیر کسی دماغی و جسمانی غنت و مشقت کے اور بغیر نقصان برداشت کر کے کسی ضمانت کے بغیر سرمے اور قبول کر دینا ہوتا ہے اسی طرح زیر بحث میں منقولہ کے معاملہ میں قرض کفہ کا مقصد بغیر کسی پیدائش اور غنت اور علی حد ہر کے اور بغیر کسی نقصان برداشت کرنے کا دھموری کے نفع کا نا اور اپنے سرمے کو بڑھانا ہوتا ہے۔ پھر جس طرح ربوہ النسیئہ کے معاشرے میں معاشی عدم توازن اور غیر فطری تشبیہ و ترازو نہ ہوتا اور علی دولت چند تشبیہ اور سرمایہ داروں کے درمیان سب مکرر ہوتا ہے اسی طرح زیر بحث معاملہ کے بھی عام رواج سے معاشرے میں ویسی ہی معاشی حالت پیدا ہوتی ہے غریب کا عام اطلاق معاشرہ بڑا لیکن جو ربوہ النسیئہ کے علی رواج سے غریبوں میں آتی ہے معاشرے کے توازن کو بگاڑتی ہے اور جس کی وجہ سے اسلام نے ربوہ النسیئہ کو قطعی طور پر حرام اور ممنوع ٹھہرایا ہے وہ سب زیر بحث میں منقولہ کے معاملہ سے بھی لازم آتا ہے لہذا اصول نیاس کا تقاضا یہ



ہیں معاوضہ کے معنی اس معاملہ کو باطل سے منسختی اور جائز بتلایا گیا ہے جس میں ہر فریق کیلئے اس کی چیز کا بدلہ موجود ہوتا لہذا فرق بین کی حقیقی رضامندی پائی جاتی ہے، اگرچہ کہ تجارتی معنی میں معاوضہ کا معاملہ ایسا ہی ہے اس میں ایک کو اپنی چیز کا عوض کسی اور قیمت کی شکل میں اور مشتری کو اپنی چیز کا عوض خریدی ہوئی شے یعنی بیع کی شکل میں ملتا ہے۔ البتہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بائع مشتری کی کسی چھوٹی فائدہ اٹھاتے ہوئے لہذا چیز اس کی قیمت سے زیادہ پر بیچی دیتا ہے جو عام طور پر بازار میں اس چیز کی قیمت ہے یا بعض دفعہ مشتری بائع کی کسی چھوٹی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی چیز اس قیمت سے کم پر خرید لیتا ہے جو بازار میں عام طور پر ہوتی ہے، لہذا بیع و خراج کی ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ایک فریق کی حقیقی رضامندی موجود نہیں ہوتی اس وجہ سے کہ اس کے لیے اس کی چیز کا بدلہ اور بیع عوض کا بدلہ موجود نہیں ہوتا لہذا بیع و شرائط کا ایسا معاملہ کسی ایک فریق کی حقیقی رضامندی موجود نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز و منوع قرار پاتا ہے۔ یہاں تک ظاہری اور باطنی رضامندی کا تعلق ہے وہ تو معاملہ دلوں میں بھی موجود ہوتا ہے مگر اس کے باوجود رو کا معاملہ حرام و منوع رہتا ہے، بلکہ حقیقت میں ظاہری کا فائدہ اور معروضی معیار ہر فریق کے لیے اس کی چیز کا صحیح عوض و بدلہ موجود ہونا ہے وہ موجود ہونا اس کا مطلب رضامندی کا موجود ہونا ہے اور موجود نہ ہونا اس کا مطلب رضامندی کا موجود نہ ہونا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں جو عرض کیا گیا ہے اس کی روشنی میں معاملہ زیر بحث کو جب خود سے دیکھا جاتا ہے تو یہ معاملہ باطل کا بھی مصداق نظر آتا ہے کیونکہ اس میں بیچنے والا اور خریدار سے ایسی سوریہ کے چیز جو ذریعہ سود میں پہنچتے تو اس میں خریدار سے جو بچا اس روپے لانا لیتا ہے ان کا کوئی عوض اس کی طرف سے خریدار کے لیے موجود نہیں ہوتا لہذا وہ بیع مومن کے ذکر سے کمال لیتا ہے جس کو آیت کے اندر باطل سے تعبیر کر کے منوع ظہر پایا گیا ہے، نیز بیع و شرائط کا یہ ایسا معاملہ دکھائی دیتا ہے جس میں ایک فریق کے لیے اس کی چیز کا عوض موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کی رضامندی موجود نہیں ہوتی، ظاہر ہے کہ اس میں خریدار کے لیے مذکورہ بالا مثال کے مطابق کوئی عوض موجود نہیں ہوتا جو عرض کی وجہ سے بیچنے والا خریدار سے لیتا ہے لہذا اس کی حقیقی رضامندی بھی موجود نہیں ہوتی لہذا اس پہلو سے بھی یہ معاملہ ناجائز اور منوع قرار پاتا ہے۔

زیر بحث معاملہ کی شرعی حیثیت سے متعلق یہاں تک احادیث تنویہ کا تعلق ہے تو حضرت اصابہ سے بھی اس کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے، ان کی کثرت احادیث سے بھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقررہ حدیث اور مناعت سے لطافت سے پہنچے ہوئے ہیں ان کو یہاں نقل اور ذکر نہیں کر رہا، بیع عین کی لغت



اس کے بعد یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے بعض علماء کرام نے اپنی کتابوں میں بطور فتویٰ لکھا ہے کہ معاملہ مذکور شرعاً جائز و مباح ہے یعنی شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہمارے کوئی چیز نقد کے مقابلہ میں زائد قیمت پر بیچی جائے چنانچہ عاقلوں سے کے پیش نظر بڑا مسودہ بیگانہ کاری کے لیے سود کے مقابلہ میں خود معاملات تجویز کیے گئے ہیں ان میں سے ایک معاویہ بھی ہے گویا جنگ مذکورہ کی اجازت دیدی گئی ہے کہ اس سے اگر کوئی شخص مشین وغیرہ خریدنے کے لیے قرضہ مانگے تو وہ اس کو مسودہ پر نقد دینے کی بجائے اس سے یہ کہے کہ میں تیری مطلوب چیز خرید کر تم کو ایک سال کے ادھار پر دیدیتا ہوں اور ادھار کی وجہ سے مزاجہ کے نام پر اس کی اتنی قیمت دگائے جو بزرگ کی مردہ قیمت سے کہیں زیادہ ہو مثلاً یہ کہے کہ یہ چیز جو مجھے سود و پہ سے بیٹھ رہی ہے اسی کو روپے کے قرض کے ساتھ بیچتی ہوں تم ایک سو بیس روپے ایک سال کے بعد ادھر دینا، مطلب یہ کہ اس طرح کے معاملہ کو جنگ کیلئے جائز قرار دیا گیا ہے جو حقیقت میں اپنے مقصد اور اثرات و نتائج کے لحاظ سے رہنوی کی طرح کامیاب ہے اگرچہ اس کو بین مزاج اور بیع شرعی کے لحاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دینے جب کہیں لے کر شروع میں طوفانی کیا ہے مراجعہ بھی شرعاً اس وقت جائز ہے جب اس میں ربح و نفع کی مقدار بازار کے عام عرفہ و رواج کے مطابق ہو اسی بیع معمول بھی شرعاً اس وقت جائز ہے جب بیچنے والی چیز کی قیمت دیا جس بھی رائج ہی ہو یعنی نقد کی صورت میں تھی۔

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو حضرات علماء کرام معاملہ زیر بحث کو شرعاً جائز سمجھتے اور کہتے ہیں ان کے وہ دلائل کیا ہیں جن کی بنا پر وہ ادھار کی چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کو جائز و درست مانتے ہیں لیکن اس بارے میں نہ میں ان حضرات میں سے کسی کو اہم قرار دیتی ہوں نہ ان کے کتاب کا نام لکھوں گا جس میں کسی نے ایسا کہنا ہے بلکہ صرف وہ دلائل ذکر کروں گا جو ان حضرات نے اپنے موقف کے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں اور فیصلہ اپنی علم حضرات پر چھوڑ دوں گا جو استدلال اور استدلال کے مختلف طریقوں کا غیر معمولی علم و فہم رکھتے، جامع اور عاقل، استدلال کے درمیان حیرت انگیز رکھتے اور فیصلہ کرنے میں انصاف اور حقیقت پسندی سے کام لیتے ہیں۔

تاکہ میں مزید بڑھ کر سیرانی و تنقیح ہوں گے کہ جو انی علم حضرات معاملہ زیر بحث کے حوالہ کے قائل ہیں وہ اس کے ثبوت میں نہ تو قرآن مجید کا کوئی آیت پیش کرتے ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ انکا دعویٰ ہے کہ کوئی انکا زائد امر مجتہدین کا کوئی اجتہاد ہی قول اور نہ مسلمہ قواعد فقہیہ میں سے کوئی حد و پیش فرماتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت میں بطور دلیل فقہ حنفی کی دو مشہور کتابوں مسوط اور



ہذا کہ ایک ایسی جہالت پیش کرتے ہیں جن سے کس طرح بھی یہ مطلب نہیں نکلا کہ اگر دعایہ کوئی چیز  
 نقد کے معاملہ میں زیادہ قیمت پر بیچا خریدنا شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے۔ نہیں اس عبارت  
 کو یہ پیش کرنے سے پہلے جس سے ان حضرات نے استدلال فرمایا ہے اس میں سابق و سابق کا بیان کرنا  
 ضروری سمجھتا ہوں جس میں وہ عبارت ذکر ہوئی ہے تاکہ تفتیش واقعہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔  
 جس میں سابق و سابق ہیں وہ عبارت واقعی ہے اس کی پھر تفصیل یہ ہے کہ فقہ حنفی نے مذکور بالا  
 کتابوں میں جہاں بیع مریضہ کی بحث ہے اس میں بیع المراءکہ کی فقہی تعریف اسی کی صحت کی  
 شرائط اور اس کی مختلف شکلوں اور ان کے مختلف شرعی احکام کا بیان ہے۔ بیع مریضہ کی  
 تعریف جن الفاظ میں کی گئی ہے اردو زبان میں اس کا مطلب اس میں بیان کیا جا سکتا ہے  
 بیع مریضہ خرید و فروخت کا ایسا معاملہ ہے جس میں ایک شخص یہ کہہ کر اپنی کوئی چیز دوسرے پر  
 فروخت کرتا ہے کہ یہ چیز میں نے اتنے میں خریدی یا مجھے اتنے میں بڑی ہے اور اتنے نفع کے  
 ساتھ فروخت کرتا ہوں اور دوسرا اس پر اعتماد و بھروسہ کر کے وہ چیز خرید کر لے لیتا ہے گویا اس میں  
 کوئی چیز اس کی قیمت خرید پر تین نفع کے ساتھ تین خریدی جاتی ہے۔ چونکہ اس بیع میں بیچا  
 اور دیا اتنا ہی بیاد کی حیثیت رکھتا ہے لہذا اس کو بیع المراءکہ بھی کہا جاتا ہے اس بیع کی  
 صحت اور تکمیل کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ حقیقتاً بھوت اور خیانت موجود  
 نہ ہو بلکہ اس کا شائبہ بھی نہ پایا جاتا ہو یعنی اگر یہی وجہ ہے کہ معاملہ میں پانچنے کے بعد اگر خیانت  
 خیانت کا شائبہ ظاہر ہو جائے تو خریدار کو اس کے رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے یعنی چاہے تو اس  
 کو رد قرار رکھے اور چاہے تو ختم کر دے۔

بیع مریضہ کی وہ شکلیں جن میں بھوت و خیانت کے شائبہ کی بناء پر خریدار کو معاوضہ ہو جائے  
 کے بعد رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے ان میں سے ایک شکل جن کا امام محمد الشیبانی نے اپنی کتاب  
 جامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اس طرح ہے :

من اشتري غلاما بثلث مائة درهم فباعه بربيع مائة درهم ولم يمتنع فلعلم المشتري فان  
 شاء ردّه وان شاء قبل۔ (جامع الصغیر ص ۳۲۱ اب فی الزمان والقبول)

(ترجمہ) ایک شخص نے ایک غلام ایک ہزار روپے میں خرید لیا اور پھر ایک سو روپے کے نفع پر  
 اس کو فروخت کر دیا اور خریدار کو یہ نہیں بتلایا کہ اس نے ایک ہزار روپے میں اُدھا دین خرید لیا تھا، مگر اس نے  
 پانچنے کے بعد خریدار کو اس کا علم ہوا تو ایسی صورت میں اس کو رد و قبول دونوں کا اختیار ہوتا ہے :

جامع الصغير میں امام محمد الشیبانیؒ نے عبارت مذکورہ کے بعد اس کی کوئی توضیح نہیں فرمائی کہ اسی صورت میں خریدار کو معاملے کے رد کا کیوں اختیار ہوتا ہے اس کی عقلی ضرورت کیا درج ہے؟ لیکن بعد کے بعض سختی فقہاء کرام نے مذکورہ بحث میں کوئی کھنکھنے کے بعد اس کی توجیہ بھی لکھی ہے شمس الاثر السمرقنیؒ نے اپنی کتاب البسوط میں اس کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے:

قال رحمه الله واذا اشتري شيئاً نسبة فليس له ان يسعيده مواجعة حتى يتبين انما اشتراه لانه لا يبيع المرء ما يبيع الامانة حتى عنه كل تبعه وجانية وينحصر فيه من كل كذب وفيه ما يرضى اكلام شبهة فلا يجعله استعماله في بيع المرءة ثم لا يصدق في اعادة اشتري الشيء بالنسبة باكثر مما يفتري بالفتن (الطبعة ج ۱ باب المراجعة والناصفة)

اس عبارت کا وہ حصہ جو اس بحث کا مقصود ہے یہ ہے۔

ثم الاذن في اعادة اشتري الشيء بالنسبة باكثر مما يفتري بالفتن۔

ترجمہ: پھر انسان عادتاً اودھار کی چیز اس قیمت پر خرید لیتا ہے جو نقد کی قیمت میں ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ اودھار پر خریدی ہوئی چیز تیز مرگھ کے طور پر فروخت کی جائے تو امانت دہی اور راست گوئی کا تقاضا یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار کو صاف بتا دے کہ یہ شے جس نے اودھار پر اتنے میں خریدی ہے اور اتنے نفع کے ساتھ فروخت کرتا ہوں، اور یہ بتا دیا اس لیے ضروری ہے کہ حاجت مند انسان جب کوئی شے اودھار پر خریدتا ہے تو ملاقاتی یا نقد کے زیادہ قیمت پر خرید لیتا ہے لہذا یہ ممکن ہے کہ یہ چیز بنگاؤں کے اپنی حاجت مند کا اور ناظر کی وجہ سے زیادہ قیمت پر خرید لی ہو جو بعد از نقد بازار میں اس کی نہ ہو اور اب چونکہ وہ نقد کی صورت میں فروخت کر رہا ہے اودھار کی صورت میں نہیں کر رہا لہذا اس پر لازم ہے کہ خریدار کو اس حقیقت سے آگاہ کرے چنانچہ آگاہ ہونے کے بعد بھی اگر وہ اس کو مطلوب قیمت پر خرید لیتا ہے تو پھر اس کو ملے شدہ معاملہ فہم کرنے کا اختیار نہیں رہتا بخلاف اس صورت کے کہ وہ خریدار کو اس سے آگاہ نہیں کرتا اور معاملے بے جا جانے کے بعد اسے اس کا پتہ چلتا ہے تو وہ اس معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

البسوط کی مذکورہ عبارت میں جس انسان اور اس کی ذات کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ وہ بھی ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا حاجت مند ہو اور ناداری کی وجہ سے نقد پر خرید سکتا ہو اور وہ جب اس کو نقد کی قیمت پر بطور قرضیت کے بیچنے کی جگہ مل سکتی ہو ایسا انسان اپنی حاجت براری کے لیے مجبور ہوتا ہے کہ وہ اودھار دینے والے کی مرضی کے مطابق زیادہ قیمت پر خرید لے۔ اور حفظ قادت کا مطلب ہے کہ ایسا ہوتا ہے یہ مطلب نہیں کہ

ایسا لانا اور دانا ہوتا ہے، کیونکہ یہ بھی ہر تلبے کے قرضی حسنہ کی اسلامی تعلیم پر عمل کرنا ہے اور دوزخ کی ہر شکل سے بچنے اور اجتناب کرنے والے مفتی مسلمان جب کسی حاجت مند انسان کو اس کی ضرورت کا چیز ادا کرنے پر دیتے ہیں تو اسی قیمت پر دیتے ہیں جو بصورت نقد بازار میں اس کی ملنے والی ہوگی ادا کار کے وجہ سے زیادہ قیمت پر نہیں دیتے۔

بہر حال اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو مادی فائدہ کے بغیر کسی کو قرض نہیں دیتے اور اپنے معاشی معاملات میں اسلامی اصول و حکام اور عدل و عزم کا خیال نہیں رکھتے، اس لیے ایسے لوگوں کا رویہ اور طریقہ عمل شریعت اسلامی کی زد سے خارج و درست نہیں ہے۔ شمس الامائر السرخسیؒ کی مذکورہ عبارت میں کوئی غلط بھی ایسا نہیں جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی مذکورہ عادت شرعاً جائز و درست عادت ہے، یہاں یہ سوال کہ پھر انہوں نے اس کو ناجائز کیوں نہیں لکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ان کا مقصد اس عادت کے جائز و عدم جائز سے بحث کرنا نہیں بلکہ ان کا اصل مقصد بیع المراءکہ کی ایک خاص شکل سے متعلق انام محمدؐ کے مذکورہ قول کی توجیہ کرنا ہے جو عادت مذکور کے ناجائز ہونے کی شکل میں بھی ہو جاتی ہے۔

موسوط کی مذکورہ عبارت کے بعد اب میں صاحب الحدایہ علامہ المرتضائیؒ کی وہ عبارت نقل کرنا چاہوں جس سے زیر بحث معاملے کے جائز کے لیے استدلال فرمایا گیا ہے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:-  
قال من اشتوی غلاماً بائعاً و دحم لیتہ بیعاً بین صحابۃ و لعربین فاعلم ان الشریعۃ فان  
شاورہ وان شاور قبل لان لاجل شہایا بالبیع الذیری انہ یزاد فی الغن الاجل الاجل  
والخیر ففی ہذا الحلقۃ بالیقینۃ فصار کانتہ اشتوی شیئین و باع احدهما لیتہ  
بشئہما (ہدایۃ الخیر من مشکوٰۃ باب المراءۃ والتولیۃ)

ترجمہ: انام محمدؐ نے کہا جس نے ایک بڑا درہم کے بدلے ایک غلام ادا کار پر خرید لیا اور پھر مراۃ کے طور پر ایک سودہ ہم کے نفیر یا اس کو بیچ ڈالا اور خرید کر کوئی بھلا یا کرمی نے یا ادا کار پر خرید لیا یا بعد میں خرید کر اس کا علم ہوا، اس اب اگر وہ چاہے تو اس کو واپس لے لے چاہے تو اس کو قبول کر سکتا ہے کیونکہ اصل یعنی قرض کی مہلت اور مدت بھی مٹنے والی چیز ہے کچھ مدت بہت کم ہو کر گیا یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اصل کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور چونکہ مراۃ کا باب میں نہیں ہے کو حقیقت میں سے طعن نہ دیا گیا ہے لہذا مطلب یہ ہوا کہ گویا بچنے والے نے جس قیمت میں جو چیزیں خریدی تھیں غلام اور اصل اس قیمت پر ان میں سے ایک یعنی غلام کو بیچ دیا۔

اس عبارت میں فقہاء بحث اس کا وہ حصہ ہے جس میں صاحب ہدایہ نے امام محمد کے قول مذکور کی توجیہ پیش فرمائی ہے یعنی ہر ایک کی مذکور مشکل میں معطل طے پایا ہے کہ بعد خریدار کو معاوضہ پیش کیے کا جو اختیار رکھتا ہو کہ وہ معطل طور پر اس کو واپس لے لے وہ وہ صاحب ہدایہ کے نزدیک ہر ایک کی اس شکل میں شہادت لکھنا یا جانا ہے جس سے ہر ایک کو پاک ہونا چاہیے کیونکہ بیع ہر ایک بیع الگ الگ ہے اور شہادت کی جو وقعت انہوں نے فرمائی ہے وہ یہ کہ جو شخص ادھار رکھ کر چیز خریدتا ہے اس کے متعلق کوئی نص نہیں ہے نہ بھی ممکن یہ شہادہ ضرور ہو سکتا ہے کہ اس نے جس قیمت میں وہ چیز خریدی ہے وہ قیمت تنہا اس چیز کی نہ ہو بلکہ ادھار کی جو اس اور قیمت اس کی بھی ہو کیونکہ پچھلے ٹوکے بھی ہوتے ہیں جو ادھار کی قیمت اور مدت کی وجہ سے فروخت کی خلاف ورزی ہو کر کی قیمت پر حاکمیت میں لایا اور ادھار خریدی ہوئی چیز کے متعلق یہ شہادہ ضرور ہو سکتا ہے کہ اس کی قیمت ہے وہ تنہا اس کی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ اصل اور قیمت ادھار کی بھی ہو نہ ہو یہی جو شخص فقہ کی صورت میں ملے گا اس کی وہی قیمت وصول کرتا ہے جو ادھار کی قیمت میں اس شے کی ملے گی تو گویا وہ جو چیزوں کی قیمت ایک چیز سے وصول کر لے کہ جو کچھ فقہ کی صورت میں اصل نہیں ہوتی صرف چیز وقت ہے لہذا وہ ایک طرف کی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے جو مراعات کے معاملہ میں عیب ہے اور چونکہ حقیقت میں عیب ظاہر ہونے کی صورت میں خریدار کو رد و قبول کا اختیار ہوتا ہے لہذا بیع ہر ایک کی اس شکل میں بھی خریدار کو رد و قبول کا اختیار مل جاتا ہے اس وجہ سے کہ میں میں طلوع و نہانی نے اپنی اس بات کا تائید میں کہا میں سے کچھ شہادتیں فرمائی ہیں کہ یہ زیادتی الغن لاجل لاجل کیا نہیں دیکھا جاتا کہ اصل یعنی ادھار کی مدت کی وجہ سے شے کی قیمت بڑھا دی جاتی ہے اس سے بعض اہل علم حضرات نے یہ مطلب نکالا ہے کہ ادھار کی چیز کی قیمت بڑھنا بلکہ بڑھا دینا شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے حالانکہ عبارت مذکور سے یہ مطلب باطل نہیں نکلا۔ اس عبارت میں جو بات کہی گئی ہے بلکہ زیادتی باطل درست ہے کہ کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں یعنی ادھار کی چیز کی قیمت بڑھ کر شے میں لیکن ان کا ایسا کرنا قرآن و حدیث کی رو سے جائز ہوتا ہے یا ناجائز ہوتا ہے نہ کہہ کر کسی غلط سے ان کا انہما نہیں ہوتا بلکہ کہ صاحب ہدایہ کا مقصد یہاں صرف یہ بیان کرنا ہے کہ اصل کی قیمت سے کچھ زیادتی باطل کے بیع ہونے کا مشابہ ہے کیونکہ کچھ لوگ اصل کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کہتے ہیں لیکن ان کا مقصد اس کے جواز و عدم جواز سے بحث کرنا وہ یہ بتانا نہیں کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے بلکہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے بھی اس بات میں کچھ نہیں سمجھا۔ شیخ الفقہ بڑا متاثر و قائم اور متکاثر و غیر مذکور و کچھ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ اس کو سمجھ سے شے کے میں میں اضافہ کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی کا اس کو ناجائز نہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں یہ مقصد اس کے جواز و عدم جواز سے بحث کرنا ہے ہی نہیں بلکہ جو معاملہ بدیعی طور پر

ناجائز ہو اس کو ناجائز نہ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ بہر حال کسی معاملے کے جائز یا ناجائز ہونے کا مصلیٰ میں فرق نہ دھریٹ اور اس سے۔ حوالہ و اسکا کام ہیں، چنانچہ جو معاملہ ان کے مطابق ہو وہ جائز اور جو مطابق نہ ہو وہ مکلف خلاف ہو وہ ناجائز قرار پاتا ہے۔ لوگوں کا اس کو کرنا یا نہ کرنا اس کے بھواندہم ہونا کا کوئی معیار نہیں ورنہ شریعت ایک کھلوانا بن کر رہ جاتے گی۔

علامہ ازہری اگر مذکور عبارت یعنی ابن دادان الثمب لاجل الاجل سے یہ منہم کہے کر اصل یعنی ہمت قرع کسی شے کو قیمت کا عوض و بدلہ بن سکتی ہے تو میں سطروں کے بعد خود صواب دہانے واضح الفاظ سے اس کی نفی کر دی ہے، فرمایا "و ان استہلکتم علم اللہ مع الباق و ما تعلق لاجل الا بقاء شے حق الثمن"۔ اور اگر مذکور مثال میں خریدار نے قریب مٹے کے بعد علم کو چلا کر یا فروخت کر دیا یعنی اس کے ہاتھ میں مذکور اور پھر اس کو یہ علم ہٹا کر وہ ایک غلام ایک ہزار درہم میں ادھار پر خرید گیا تھا اور ایک سو دہم ہاتھ سے اس کے ساتھ پھر پر فروخت کیا گیا تو اب وہ فروخت کرتے وقت اس سے کچھ بھی واپس نہیں لے سکتا اور اس کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جو گیا راہ رو روپے آپ کو دیے ہیں ان میں جو اصل کا عوض تھا وہ مجھے واپس کر دو کیونکہ اصل ایک ایسی چیز ہے جس کے متبادل میں کوئی شے نہیں ہو سکتا۔ لہذا لاجل الا بقاء شے حق الثمن"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل اور ہمت ادھار کے بالمقابل کو کمال لینا دینا جائز نہیں۔ اور چونکہ ہمارے زیر بحث معاملہ میں بصورت ادھار نقد کے مقابلہ میں جو ذرا قیمت نکالی جاتی ہے وہ اصل اور ہمت ادھار کی وجہ سے نکالی جاتی ہے۔ لہذا عدل کی اس دوسری عبارت سے اس معاملے کا ناجائز ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ البسوط اور البصل سے کاجن عبارات سے معاملہ زیر بحث کے جواز کے لیے استدلال کیا گیا ہے، اگر کچھ بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ استدلال بے جان نظر آتا ہے اور ان عبارات سے کسی طرح اس معاملے کا جواز نہیں نکلتا، جبکہ اس کے مقابلہ میں ہم جواز کے دلائل قرآن وحدیث سے تعلق رکھتے اور مبسوط مستحکم دلائل ہیں جو حد سے تفصیل کے ساتھ پہلے عرض کیے گئے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ حوالہ علم حضرات معاملہ زیر بحث کے جواز کے قائل ہیں وہ اس مسئلہ پر از سر نو پڑھیں اور غور و فکر کریں گے اور پوری توجہ اور احتیاط کے ساتھ اس معاملے کی شرعی حیثیت کا تعین فرمائیں گے

### جواب ۱۰

## حضرت مولانا قاضی عہد الکریم صاحب کلاچی

استفتاء :- بخدمت کرامی امین حضرت مولانا قاضی عہد الکریم صاحب مدظلہ السلام علیکم وعلتہم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اُذِیٰ شہ ہے کہ ہمارا الحق اکوڑہ ٹنگ باہت ۱۹۴۱ء مطابق دسمبر ۱۹۹۹ء میں حضرت مولانا طاسین صاحب کا ایک مضمون آیا ہے جس میں انجیل نے بیع نقد اور نسیہ میں قیمت کے فرق کو ناجائز قرار دیا ہے اور سلام مکہ سے تعبیر کیا ہے حالانکہ ہمارے اکابرین اسے جائز قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ حضرت کفایت علی نے فتاویٰ امدادیہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب و حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امداد المقتنین میں و حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے تحسن امتدادی میں اور مفتی کل ہند حضرت مولانا مفتی کفایت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ کفایت المقتنین میں ہے۔

ان سب حضرات نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ آپ صحیح صور حال سے مطلع فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں تعارض ہے یا نہیں اگر ہے تو کس کو صحیح سمجھا جائے اور پوچھنے والوں کو کیا بتلایا جائے۔ اگر اجازت ہو تو آپ کا جواب تطبیق یا ترجیح کا تحت کمرجیج دہلی۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تحت بھی مولانا طاسین صاحب کی رائے کے تائید میں ہے کیونکہ اس نے بلا کسی تحریف کے اس کو حلال کیا ہے۔

حافظ عبد القیوم حقایق خطیب جامع مسجد لودھانہ کلاچی ۱۸ دسمبر ۱۹۹۹ء  
**الجواب :-** دونوں فتوؤں میں تعارض ہی ہر ہے۔ اکوڑہ ٹنگ کو بیع و نسیہ کے فتویٰ کو غلط سمجھنے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے، حضرت مولانا طاسین صاحب کا مضمون الحق میں ادھورا ہے یتاق میں غائب ہوا ہے، اور مجھے کسی صاحب نے ان کے مضمون کا عکس و فوٹو سٹیٹ بھی بھیجا ہے۔ مولانا نے اپنے مضمون میں دو باتیں فرمائی ہیں جن میں مختصر انا پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ کہ حلال کا فتویٰ دینے والوں کے پاس دلیل ہدایہ اور متوسط کی یہ بجا رہے  
 اللہ تعالیٰ انہما یزاد الخیر انہما لا یزید الا جمل الا جمل آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ

معاظہ جائز بھی ہے، انہوں نے مزاحیہ بحث میں صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کر دیا ہے، یہی کو جائز کہنے کی بات نہیں کی۔۔۔ دوسری بات یہ کہ جائز کہنے والوں کے پاس قرآن و سنت کی کوئی دلیل تو کیا کسی جہتہد کا قول بھی نہیں۔

اس ناکارو کے نام تمام معاملہ کے مطابق حضرت مولانا کا یہ دونوں باتیں غلط نظر آئیں آپ کا یہ فرمانا کہ علامہ سرخسی نے صرف لوگوں کی عادت کا ذکر کیلئے خود اسے جائز نہیں فرمایا، اس کے لیے ناظرین کو علامہ سرخسی رحمہ اللہ کی مسودہ جلد ۱ ص ۱۱۱ ملاحظہ فرمائیے عبارت یہ ہے :-  
 واذا اعتقد العقد على انه اجل كذا بكذا او لا تعتد بكذا اذا قال اني شيعي بكذا ولاي  
 شيعي بكذا او هو فاسد لانه لم يعامله على شي من معلوم ونعم ان النبي صلى الله عليه وسلم عن  
 شرطین فی بیع و هذا هو تفسیر الشریعین فی بیع۔

ترجمہ: ”جب عقد اس طرح کیا جائے کہ اہل ہر قوم اتنی ہے اور نہ ہر اتنی یا ایک ہیہ کا اہل ہو تو قیمت اتنی اور دوا کا اہل ہو تو قیمت اتنی تو یہ عقد فاسد ہوگا اور فاسد معاملہ ہوگا اگر معاملہ میں ٹمن معلوم نہ ہو مگر ترقہ میں پھیر دیا، اور اس لیے میں فاسد ہے کہ اگر حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں شرطین سے منع فرمایا ہے اور شرطین فی بیع کے یہی معنی ہیں، یعنی ٹمن یا بیعہ میں ترقہ“

آپ نے دیکھا کہ اسی صورت کے فساد کی وجہ علامہ سرخسی نے ترقہ فی الثمن کو کہا ہے جو اصولی بیع کے بھی خلاف ہے اور نفسی مرض کے بھی۔ علامہ سرخسی نے یہی فرمایا کہ یہ صورت جو نحوہ انشیتہ ہیں داخل ہے اس لیے فاسد ہے۔۔۔ اس پر بھی اگر اطمینان نہیں تو علامہ سرخسی کی اس عبارت کے ساتھ متعلق یہ مرضی عبارت بھی پڑھیجئے، آپ فرماتے ہیں :-

وهذا اذا اتفقوا على هذا امانا كان يترافضيان بينهما والعريضة حتى قامه على  
 ثمن معلوم وانما العقد فهو جائز لانهما ما اتفقا الا بعد تمام شرط صحة العقد۔

ترجمہ: ”یعنی فساد اس صورت کا اس وقت ہے کہ جب بائع اور مشتری ایسی ترقہ و امانت میں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، لیکن اگر وہ دونوں رضی ہو گئے اور جسٹس نے سے پہلے پہلے ٹمن معلوم کر لیا اور عقد کو اتم تک پہنچا دیا (یعنی ایک ہی صورت اہل والی یا عقد والی تسعین کرنا) تو پھر یہ عقد جائز ہے کیونکہ اب بائع اور مشتری محبت عقد کی شرط کو پورا کر کے آپس میں جدا ہو گئے ہیں۔“

قرابی صورت میں نہ تو بیع کے عام اصول کی خلاف ورزی ہوئی کہ ٹمن نہیں ہے اور نہ بیع

اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی خلاف ورزی جو فی کیوٹر شیطین فی بیع کے معنی علامہ شریفی نے بھی بیان کرنا ہے کہ کن وغیرہ ہیں یہ تردد ہو یا یہ بارہ جیسا کہ انہوں نے فرمایا دیکھا اھو شیطین فی بیع ۱۰۔ آپ خود ہی فرمیں کہ مولانا کی اس دلیل میں کتنی جگہ ہے کہ علامہ شریفی نے لوگوں کی عادت کا ذکر کیا ہے رجواز کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسری بات تو مجوزی ہے اس کی جہت کا قول بھی نہیں ہے اس سے اتنا تو یہ حال معلوم ہوا حضرت مولانا کے نزدیک غیر مجتہد کے لیے ایسے کچھ سب میں مجتہد کا قول بھی دلیل شرعی ہے، تو اس کے لیے کتاب ان عمل المعروف بالغیر کا صفحہ ۱۱۰ جلد ۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔ یہ واضح ہے کہ کتاب کی صحت پر یہ حدیث درج ہے اور جس میں غائب کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے

## کتاب الاصل المعروف بالمیسر

الاعمال المأخذ المجتہد لثبوت ذی عہدہ جلد ۱۱، حسن الشہابی رحمہ اللہ

آپ فرماتے ہیں: "واذا باع فرجل بعتا فقال هو بالنسبة بكن او بالنسبة بكذا كذا او قال ان اجلي كن البكذا۔ وكذا فافترقا على هذا فانه لا يجوز بيعنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى عن شيطون في بيع قال محمد حدثنا بذلك ابن حنيفة رحمه الله صلى الله عليه وسلم۔" اسی جگہ کوئی اس طرح بیع کرے کہ قرض پر اتنی قیمت ہے اور نقد پر اتنی یا بیکساں کہ مدت پر اس کی قیمت یہ ہے اور دوماہ کی قیمت پر قیمت دے ہے اور پھر تردد کی حالت میں ہائے اور شریک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو یہ بین ناجائز ہے۔ یونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں شیطون سے منع فرمایا ہے، یعنی من وغیرہ کا تردد جیسا کہ قرآن شریف میں پہلے ذکر کیا ہے۔ کتاب اصل کی یہ حدیث اسی لیے نقل کی گئی ہے تاکہ نامہ میں کو یہ معلوم ہو کہ نہ یہ صورت کو جائز کہنے والوں کے پاس حق جہت کا قول ہے یا نہیں۔ باقی رہے وہ بہت سے دلائل اور تفسیریں جو آپ نے اپنے مضمون میں تحریر فرمائی ہیں وہ ان کا تفصیل میں کیا بغیرات عرض ہے کہ مولانا کے خیال میں یہ بحث صورت پر یا نسبت میں داخل ہے اور جو دین کے نزدیک جس میں صاحب حدیث اور صاحب مسئلہ اجماعی ہاورد خود بخود باقی امام غیر شیعہ کی مثال میں یہ صورت رتبہ التفسیر میں داخل نہیں ہے ورنہ اس کے عدم رجواز کو صورت پر تردد تک حدود و درجہ کھتے اور بعض صورت یا نقد یا نسیم پر رجواز کا فتویٰ نہ دیتے اور صاف فرمادے کہ یہ صورت رتبہ التفسیر کی ہے اس سے حرام ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل ایک وصفت ہے اور وصف کا نہ کوئی عوض یا جائز ہے نہ ناجائز ہے





ہر حال فقہاء اہل حنفی کے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیر بحث صورت، وہو النبیۃ علیہا السلام نہیں بلکہ اس مسئلہ میں سب مولانا کا صاحب کے تخیل یا حضرت مولانا مفتی سیاح لدین صاحب مرحوم کا اسی مسئلہ پر ایک مضمون جنوری کے ٹکٹ قرآن میں چھپ چکا ہے جس میں انہوں نے بہت ہی دبی جہالتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے جو کہ مولانا کے مضمون میں ہیں کہ مسودہ سے اس میں منہج کا فرق دو وجہوں سے ہے کہ یہ ایسی برائیاں نہیں بلکہ شرعیات ہی سے ٹکری ہیں کہ بتلاؤ کتابت نہ مدت بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس زیادتی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ چھ آئے دیکھا کہ یہ زیر بحث صورت اگرچہ عیسویہ تو ہیں مگر یہاں بھی ذہنیت ہی سو دہواتا ہے، پھر کہتے ہیں کہ یہ مقصد اور ممانعت کے لحاظ سے ایک حرام جملہ ہے یا اقرباً استعمال کئے جائیں تو مکروہ اور شریعت اسلامی کے اصل مزاج کے خلاف ایک جملہ ہے۔ (اگر حضرت مفتی صاحب مرحوم بقصد حیات ہوتے تو ان سے اسلام کے اصل مزاج اور غیر اصل مزاج کا فرق دریافت کیا جاتا، پھر حال مفتی صاحب کے نزدیک عجمان بدران سے مسئلہ زیر بحث جیسو طور پر ثابت نہیں کیونکہ ابو النبیۃ اور اس صورت میں دو وجہوں سے فرق ہے، ابو النبیۃ صحیح ہے جبکہ یہ عین سو نہیں اس کو حرام کہنے کی بجائے مکروہ کہنے کی گنجائش ہے۔

باقی سورۃ ان یہ بعد باقی بات کہ اس سے عجیب لوگوں کی مجبوری سے مانعہ اٹھایا جاتا ہے۔ تو گذشتہ یہ بات کہ اگر ضروریات زندگی کی بنا پر ہی مجبوری مثلاً سنیاء، خورد و نوش، علاج و ادویات کی چیزیں ستر پوشی کا عام لباس حتیٰ کہ جانوروں کا چارہ اور گھاس وغیرہ کیا ہوئے کی وجہ سے چھپنے والوں کی چیزیں تو وہ یقیناً حرام اور حرام پہننے کا باعث ہے۔ مگر اس میں نہ تو منہج اور اصل کا فرق ہے اگر لفظ کی صورت میں ایسا کہے تو بھی کیونکہ وہ اصل کی صورت میں ایسا کہے تو بھی حرام پہننے کا باعث ہے اور نہ باہر معنی کہ وہ پہن ہی نہیں ہوئی، یہی ہو گئی، لے شو دام دینے پڑیں گے ہاں وقت ضرورت حکومت سے کام لے سکتی ہے اور اس کی مخالفت پر تعزیر کا حق بھی رکھتی ہے۔ مگر اس سے زیر بحث مسئلہ کو مطلقاً حرام اور سود گنا یا بار بار قطعاً حرام کہنا سب نہیں، اس سے باوجود امام فقہاء حنفی اور اہل ان کے تبعین کی تحریک للامان ہے یا نفیق، جو کسی حد تک بھی مخالف صاحبین کے نمایاں نشان نہیں، تحصیل اس لیے کہ یہ روایات اور حدیث عام معروف ہیں اور یقیناً مولانا صاحب کے پیش نظر ہو گی اور تحقیق اس صورت میں کہ جان بوجہ کر ان سے چشم پوشی کی اور قوتوں کو غلط راستہ پر نہ لایا نہ اس طرح عید کے مسائل کو بدنام کرنے رہے تو لفظ اسلام و شریعت تو خواب ٹرٹہ تہمید ہونے سے رہے رہا۔ ورنہ اس میں خفہ، غلامانہ پسندیدہ کا وہ بار اقرباً پر مال خریدنا ہمیشہ مجبوری سے ہی نہیں ہوتا

بکر زبہر صورتیں، پس ہیں کو کا د باری لوٹ، اپنا کمر و بار بڑھانے کے لیے ایسا کرتے ہیں تو ایسے برے کار  
ہے کہ گناہ بھی نہیں اسی طرح وہاں شیبا، جو صرف عیاشی کے لیے خریدی جاتی ہیں، انہوں نے سہولت کے لیے  
ان کو گراں قیمت پر بیچنے میں بھی بولی قیمت معلوم نہیں ہوتی۔ فقط دانہ علم  
الحق کو سمجھنے میں کوئی حرج نہیں باقی ان کا خیال تو ان کو ہی معلوم ہو گا، نہ یہ کہ انہوں نے  
بعد کوئی تائید یا تسلیم ضرور دیکھیں۔ بہتر ہے کہ مختلف قرآن لاہور کو بھی بھیجا جائے کیونکہ انہوں  
نے اس موضوع پر مختلف مقالات شائع کرنے کی پیشکش کی ہے۔

### جواب اس

مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دہلوی دارالعلوم خفایہ دارالہند

یہ مضمون درحقیقت حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ کے اس مضمون کا جواب ہے اور تفصیلی جواب ہے  
جو جملہ الحق کی جگہ کے شمار ۲۱۲ میں ڈھار جہیز راج قیمت پر لکھی گئی تھی جس کے عنوان ت  
شائع ہوا تھا۔ قبل ازیں حضرت مولانا قاضی عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم نے فریق مضمون و امت  
تحتی کے حوالے سے بطور جواب قارئین کرام کی تندرستہ یاد دہانی میں کافی حد تک سیر پرست مسئلہ کو  
دراخ کرنے کا کوشش کی تھی ہے۔

اولاً یہ مضمون نگار کی اسدی اور حدیث معانیات پر عین نظر اور تصدیق فرمیں وافر معلومات  
رکھنے کے کی وائے کہ جن موصوف کا ملک کی ان چند گئی تھی شخصیات میں نمایاں ہو رہے ہیں کو اپنی نظر  
بعد معاشی نظام میں اسلامی نظام معیشت کا وکیل سمجھتے ہیں۔ آپ کا علی کو قریشی مجلس علمی میں اول  
اور سرپرست و تحقیق کے پڑھنے میں سلم ہیں ابابہ ہر ممکن ہے کہ موصوف کی زیر بحث مسئلہ میں۔ اے واقعی  
مصلحت باوجود حالات و واقعات سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے سوزوں ہو چکے تھے غرضی نقطہ نظر  
سے موصوف کے اٹھائے ہوئے نکات قابل توجہ ہی نہیں بلکہ محل نظر بھی ہیں۔ موصوف کی رائے کہ  
اوصاف کی موت میں قیمت کی زیادتی حرام اور ناجائز ہے، اے تحریر سے قبل ہم قرآن وحدیث کے  
نواد سے مسئلہ کا ایک طائرانہ مطالعہ کر کے داخلی اور خارجی فرائض کا رد سے اس کا جائزہ لیں گے  
لیکن اس سے قبل مسئلہ کا اجمالی تعارف بھی ضروری سمجھتے ہیں تاکہ قارئین کرام کسی تکلیف اور غلط فہمی  
شکار نہ ہوں۔

قدیم معاشرہ کے معاشی نظام سے قطع نظر موجودہ معاشرہ کی یہ قیود، رویے معاشی مسائل میں

جکڑی ہوئی۔ یہ کہ کوئی شخص اپنی ضرورت کی کمی چیز کو کیشٹ تو خریدنے کی راہ نہ رکھتا ہو تو اپنی آمدنی اور فوٹ برداشت کو مد نظر رکھ کر سالانہ یا سالانہ قسط وار خرچہ نہ پرنایا ہو جاتا ہے، علیحدہ سے سرمایہ نقد کا ایک حصہ کیشٹ خریدنے کی صورت میں اور دوسرے فروخت کر کے دے دیتا ہے بہت کم کامداد ہوگا معاملت میں تنہائی اور دوسرا مدد کی کہ بات اگرچہ اس سے لگ ہے کیونکہ آؤ کار کی صورت میں اس کی مالی منفعت لازمی طور پر پیش نظر ہوگی اس لیے بٹع کو آؤ کار پر آمادہ کرنے کے لیے قیمت فروخت میں نقد کی نسبت سے پھوڑا دینی دیکھ جاتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر نقد کی حالت میں اس چیز کی قیمت کھلی مارکیٹ میں ایک سو روپے ہو تو دھانک وجہ سے اس کی قیمت ایک سو بیس روپے تک پہنچ جاتی ہے اب پانچ روپہ کی رقم سے قیمت میں روپے کا اضافہ وصول کرنے یا مشتری کے ایسے معاملہ کے لئے ایک سو روپے کی قیمت کیسے؟ میرے ناقص خیال میں وہ میرے عام انجم میں ہی کی طرف اس کا جواب بھی نہایت قسار الفاظ میں دیا جاسکتا ہے لیکن موصوف کے علمی و تحقیقی مزاج اور ایک شیخ نے اس کو ایک نظریاتی اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا۔

آسان و سہل ہونے سے میرے مقصد یہ ہے کہ ہم پاکستان میں اٹھائے ہوئے فیصد نقدی کے مفید میں شاہد ملک کے طول و عرض میں اکثر فی الصلوات بہت کم تعداد میں ہوں لیکن مجتہدین فی الشریعہ فی المذہب فی مسائل کے بڑے بڑے پیشینوں کے لئے تو درکنار اصحاب الفقہ و رجحان اور اصحاب الترتیب کے یہ بھی کوئی شخص نظر نہیں آتا، ایسے علمی اوقاف کے حوالے سے ہیں میدان نام برہ خلیفہ بالک کے مذہب کے مسئلہ قواعد و مواہد کی روحیت مسک کے فہرہ بسمد میں ہے کسی ایک کے فرم صحت پر اعتماد کرنے ہوئے اصل مراجع یعنی آیت قرآنی یا حدیث کے مطالبہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ایسے نادرک مطلب پر قبضہ ثالثہ کے مشہور علامہ خوشی یا جتہ قاسم کے، موصوف صاحب ہندو، علامہ عین قائم کے قول پر بغیر کسی تاویل اور تزیل و تفسیر کے اعتماد کرنا بظاہر فیضہ متعین میں ہے۔

قدیر فقہی ذخائر میں کسی واضح مؤثر کے تحت ہونے کے باوجود اصل مراجع یعنی قرآن و حدیث کے کسی دلیل کا ملکیہ زیادہ تحقیقت مجتہدین کا کام ہے اس لیے موصوف کا یہ تجویز دینا یا لا کارینا درست گذارنے سے موافقت نہیں رکھتا۔

مکسی معاملہ کے شرعی جواز و عدم جواز کے متعلق نہ فی ان کا فی نہیں کہ نقد و نقدی کی فلاں کتاب میں غلطی تفسیر اس کو جائز یا ناجائز کہا اور کھلے ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی اسی نص اور دین کی کادر کرنا بھی مندرجہ ہے جس کی بنا پر اس

نہی نے ایسا کیا اور لکھا ہے: "وہا بنی راعی جرمہ بشرہ ۳۱ ص ۱۰۰"

**مظاہر کی ذمہ داری** اس پر خیال میں غلط کر لیسیم و رضا کے موذور کوئی چارہ نہیں ورنہ نہایت  
 اچھے موقع پر کشائی سے اپنے مذہب و مسلک پر دلائل کا شکار ہو کر اس سے ہاتھ  
 دھو لیتے ہیں۔ بارہویں صدی کے زمرہ نقیہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ اصول افتاء کے ضمن میں اس پر  
 لکھا: خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمن ان هذا الامر اراعى رعيه لا يلقى بسوا حتى يعلم من اين هذا كان في  
 زمانهم ما فاقوا من فيكفي به عظمته في تقية وغيره ما يعرف ان قتال بقول  
 بن حبيب وان بعد من اثار - رشتہ عقود و ہم الفتی کے قیس ۱۶۱ اقوال (انفصال)  
 زنجیر سے یہ شامل ہیں: "ما بوجہ ان فن کا ہمارے قول پر اس وقت تک فتویٰ دیا جائے  
 نہیں جب تک اصل مرتجع معلوم نہ ہو"۔ ہاشمہ اور ان کے اپنے دور میں تھا ہمارے وقت میں بعض  
 مذہب کی چٹیاں پر فتویٰ دینا صرف جہنمی نہیں بلکہ واجب ہے اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ  
 نے کس دلیل کی روشنی میں یہ بات کہی ہے؟

مقلدین کو دلیل کا مطالبہ کرنا عقیدہ کا کام نہیں بلکہ تہدین کا کام ہے، جیسے کہ آپ  
 فرماتے ہیں:-

ولا تسلف بان هذا خاص بالمفتي المعتد به دون المقلد المتخصص فان التقليد  
 هو لا حق تعبير معروفة دليل - رشرح عقود دہم المفتی کے نفسی الا القول بالقتل  
 و توجہ ہم اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کا مطالبہ کرنا مجتہد کا کام ہے اور مقلد کے لئے  
 تو بغیر دلیل کے مطالبہ کرنے کے عرف جو کسی پر عمل کر رہا ہے اور کوئی چارہ نہیں کہ

**دلیل کے مطالبہ کی حقیقت** یہودی دلیل کو یہ مطلب نہیں کہ متعلقہ مسئلہ میں عرف قرآن مجیم  
 کا تیرتہ حدیث کا اجماعی حشر رہا ہو اور نہ پیشخص کے  
 شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے اجمالی حکم کا راندہ ہے جو ابتداء ہی سے فقہی اقوال پر قناعت کا  
 نظریہ نہ رکھتا ہو بلکہ دلیل کا مطالبہ کرتے وقت اس میں مذہب و مسلک کے قواعد و ضوابط لازم  
 سے طریقہ استدلال اور پھر داخلی و خارجی قرآن کے حوالہ سے پرکھنے کی صلاحیت ضروری ہے اور  
 متعلقہ مسلک کے جہد و سبک پر علم ہی ضروری ہے تاکہ مسیاق و سبب کے حوالہ سے مشورہ پروردگار  
 رکھے، ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کی علمی بصیرت اس میں زبردستی ہوئی ہو تو تقلید کی جگہ یہ خود

مجتہدین نے کاغذ پر ہے پھر اس کو تقلید کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی، جیسا کہ علامہ موصوفؒ  
مزید فرماتے ہیں۔

لأن معرفة الأدلّیٰ مما تكون المجتہدین لتوقفها علی معرفة سلاسل من  
المعارض دہی متوقفة علی استقراء الأدلّیٰ کلہا ولا یقتصر علی أدلّیٰ لا یجہد  
اما مجرد معرفة ان المجتہد انقد فی اخذ الحکم انقد فی من الدلیل انقد فی فلا  
فائدہ فیہا۔ (شرح عقود رسم الفقہ ص ۲۸۰) فیس الاقول بالتفصیل

وتمہہ مؤدیل کی پہچان مجتہد کا وظیفہ ہے کیونکہ اس کے لئے دلیل کے معارضے سے محفوظ  
ہونے کا عزم ضرور ہے جس کے لئے جملہ دلائل کا استقراء ضروری ہے اور اسی پر مجتہد کے سوا اور کوئی  
قد نہیں تمام محض یہ بات نا کہ فلاں امام نے فلاں دلیل سے پیغمبر کے کسی خاص حکم کا اطلاق نہیں  
کیا، ہم تو معتقد ہیں اور ہمارے لئے علامہ مرتضائیؒ یا عذر شرعی کا جو یہ تحریر کہنا بلکہ محض حضرت  
معاذیؒ، مولانا محمد شفیعؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مفتی عبدالعزیز صاحب  
دامت برکاتہم کی رائے بھی حرف آخر ہے، تقلید کے حوالہ سے ہم ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے  
ہوئے اصل مراجع کی ضرورت محسوس نہیں کرتے لیکن یہاں زیر بحث مسئلہ میں مولانا محمد امجد  
آپ کے ہندو حضرات کی تسلی کے لئے اپنے طاعنہ نامہ مطالعہ کے حوالہ سے چند حوالہ جات پیش  
کرنے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ قارئین پر واضح ہو کہ فقہاء کا یہ مسئلہ ان کی ذاتی، تضارعی یا  
عندیہ نہیں بلکہ اس کی تائید میں خصوصی واقعات، آیت اور حدیث بعینہ استناد کے موجود ہیں۔

زیر نظر مسئلہ میں قیمت میں نیا واتی کی حقیقت | اس کی بلکہ حقیقت خواندہ اللہ اعلم  
صفحات میں موصوف کے مضمون کے تحت ہے

بعد واضح ہو جائے گی کہ نقد کا نسبت سے ادھار میں یہ تفاوت کیا ادھار کا لفظ ہے یا ادھار کی  
وجہ ہے، دونوں کا اثر کار کیا ہے؟ اور دونوں کے درمیان ماہر لاشیاء کیا ہے؟ تاکہ  
مخصوصی تمام و ناجائز کار و بار زیر التنبہ سے اس کا فرق ہو سکے، ہر دست بہرہ مقدمہ کو  
دلائل کی طرف قدم پڑھاتے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں یہ تفاوت اوجہ  
کا مادہ نہیں، حقیقت میں ایسا بھی نہیں کہ درجہ میں کچھ قیمت جبرہ کہے اور کچھ قیمت اس  
اصل کہے تاکہ بوقت ضرورت کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو سکے بلکہ معاشرتی اور واقعاتی نظر  
حالات کو مدنظر رکھتے ہیں ادھار کی نسبت مانع، نوائہ اور دوسری غریبوں کی فراوانی کی وجہ

کچھ زیادتی آتی ہے ہم آسانی کے لیے اسے یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ ان الزیادۃ مفہوم الاجل لرجل لا بعض الاجل۔ یعنی یہاں پر زیادتی ادھار کی وجہ سے ہے اذہا کہ بعض میں نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعدد مظاہر ہائے جالتے ہیں جس میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی آتی ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کے بعض واقعات علیٰ حد پر اس کے شاہد ہیں۔

**قرآن سے استدلال** | قرآن مجید کی آیت المدائنہ پڑھ کر فکر کرنے سے شاید اس حقیقت پر روشنی کے لیے مواد مل سکے کہ اجل کی وجہ سے قیمت میں تفاوت جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

”هذا قسم الله تعالى في مقررہ سنت تک کیجئے ہوئے عقدہ سلمہ کے معاملہ کو اپنی کتاب میں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ذُكِّرْتُمْ بَدُّوا لَكُمْ بِحَسَبِ مَا تَكُونُونَ (سورہ بقرہ آیت ۷۷) کی روش سے حلالی قرار دے کر اجازت دے رہے ہیں۔ (تفسیر المظہری جلد ۱ ص ۱۸۸ سورہ البقرہ) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

لَا يَأْسُ بِطَعَامٍ الْمُومِسُونَ يَسْعُرُ مَعْلُومٌ إِذَا جُلَّ مَعْلُومٌ (بخاری شریف ص ۲۸۷) درجہ مقررہ سنت تک مقررہ نرخ پر معلوم خط کے کھدواریں کوئی حرج نہیں ہے معلوم ہوا کہ آیت مدائنہ بنیادی طور پر عقدہ سلمہ کے باب سے ہے اور عقدہ سلمہ کی تعریف علماء نے یوں کی ہے: ”بيع اجل بعاجل“ (فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۸۸ باب السلم)

اس اجمال کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی مشتری مقررہ شرائط کی رعایت کرتے ہوئے مثلاً کسی شخص کو ایک ہزار روپے دیکر یہ معاہدہ کرے کہ یہ رقم پیشگی وصول کر کے فلاح وقت مجھے گندم اس نرخ کا شمار سے چنے کے پابند رہو گے اور باقی بھی مقررہ شرائط کا اطلاق کئے ہوئے رقم وصول کر کے معاہدہ قبول کرے تو اسے عقدہ سلمہ کہا جاتا ہے۔ خیر القرون کے دور سے بلکہ آج تک بغیر کسی انکار کے یہ معاملات جائز اور مشروع ہیں۔ ”عقدہ سلمہ“ کی ماہیت پر غور و فحس کرنے کے بعد یہ حقیقت کسی پر محض نہیں کہ مشتری و فروغ پر سختت از سلمہ کی ادائیگی پر تیار ہو کر مینوں تک بیعہ کی وصولی کے لیے انتظار کس جذبہ کے تحت کرتا ہے؟ کیا اس کے لیے غیر خواہی اور ہمدردی کا کوئی جبین جذبہ کارفرما ہے؟ کبھی نہیں۔ اگر غیر خدا کی کا جذبہ ہوتا تو قرضہ حسنہ کی صورت میں بائع سے اسی لمحہ وقت میں تعاون کا ہاتھ بڑھا دیتا، متعدد شرائط کی رعایت کر کے پیشگی رقم دے دیتا مینوں تک بیعہ کی وصولی کا

فانقار کرنے سے بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس بارگزار کے تحمل کے عوض اس کو ضرر و نقصان پر بیوقوف اور ذی قیمت ہر شے پر ہو گیا ہو عقد مسلم میں بیعہ بارگزار کی قیمت سے بالغ کہ مومن مست برتا ہے، قاضی شامہ اللہ علیہ السلام کی مشروعت میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔

انما اجماع علی خلاف القیاس رفع حاجۃ الفقہاء للاحسن لفقہہ خیالہ القادر علی المسلم فیہ ما لا وجاہۃ لغتہ فی الی الاستباح لعیالہ وهو السلم اسهل اذ ینتہی المبیع فی السلم زلا عن قیمتہ ثم ایدیع غالباً۔ (التفسیر الفقہری ج ۱۔ ج ۱ سورۃ البقرہ)

(ترجمہ) ”عقد مسلم خلاف القیاس ہونے کے باوجود اس وجہ سے جائز قرار دیا کہ اس میں بائع اپنی قیمتہ خالی میں بیچوں کے لیے خرچہ کا بندوبست کر کے مستقبل میں سبکی ادا کی پر قادر ہو کر ہو جائے ہو سکتا ہے نیز مشرعی کو مسلم میں قائم و زیادہ ہوتا ہے کیونکہ عموماً عقد مسلم میں قیمت مرجعہ قیمت سے ازاں ہوتی ہے۔“

معلوم ہوا کہ عقد مسلم میں زر بیع کی پیشینہ ادائیگی اور بیعہ کی تاخیر سے قیمت کی مادیات مت ضررہ بغیر نہیں رہتی، عقد مسلم میں ادھار یعنی تسبیہ لازمی شرط ہے، اگر اس میں ادھار نہ ہو تو مسلم کی قیمت ختم ہو جانے کی گنجائش ہے، بیع عاجل، بعد اجل میں تسبیہ اور ادھار کی وجہ سے قیمت میں تفاوت کا آنا ممنوع نہیں، سود کے زمرہ میں نہیں آتا، تو زیر نظر معاملہ یعنی ادھار میں تو بیع عاجل، بعد اجل کی مخصوص صورت میں قیمت کا تفاوت کیوں ممنوع قرار دیا جا رہا ہے یہ نہ کہ تسبیہ نہ کیا جائے کہ عقد مسلم خلاف القیاس وار ہو کر اس پر دوسرا معاملہ قیاس نہیں کیا جاتا کیونکہ عقد مسلم غیر موجود و بیہودگی فروخت کے بھار کی حیثیت سے خلاف القیاس ہے نہ ہم اس پر کوئی قیاس کیسے ہیں بلکہ ہم اسے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نقد اور ادھار میں بیعہ بائع کا متاثر ہو کر کی باز و دل کا نام مشرووع معاملہ ہے دیو با، انسید کے زمرہ میں نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عملی واقعہ سے استدلال

سے بھی سوتے ہیں کہ تعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندگی سے ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ”باب شراء النبی یا انسینہ“ کے عنوان سے باب باندھ کر یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی طور پر نقد کی طرح بعض اوقات ادھار پر بھی خرید و بیعت زندگی خریدی، اس باب میں امام بخاری نے اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت لائق ہے جس میں



آپ فرماتی ہیں،

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشترى ملأ من یهودی الخی جلد و در دود  
من حدید۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱) باب ان یزید عن ابی ہریرۃ عن عبد اللہ بن مسعود  
عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد سئل عن یهودی من یزید عن ابی ہریرۃ  
عن عبد اللہ بن مسعود انہ قد سئل عن یهودی من یزید عن ابی ہریرۃ عن عبد اللہ بن مسعود

امام بخاری نے یہ روایت متعدد بار مختلف مقامات پر نقل کی ہے اس لیے یہی یہ معاملہ کا بول  
نہ قابل اثر کا حقیقت ہے۔ موصوف بھی اپنے مقالہ کی ابتدا میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،  
”ہمارے ملک اجڑا، و قرض پر کوئی چیز بیچنے اور خریدنے کا حقیقت قرآن و حدیث کی  
رو سے قطعی طور پر جائز ہے“ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت مدینہ اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عادیات پیش کر دینا کافی ہیں جن میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا دوسرا سے احادیث پر ضرورت کی چیزیں لینے کا واضح بیان ہے اور یہ بھی بعض  
ذہنین کے وقت پسندے بہتر طور پر واضح فرمائی گئی ہیں (حدیث جلد ۱ ص ۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیسے دوسرے معاملات کے بطور سے قطع نظر یہ یہودی  
سے مذکورہ معاملہ کا بارزہ دیتے ہیں ایک متعصب ذہنی رسوم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ  
اور پھر اس کے بعد روز بروز ضرورت آنے والا چیز طوری طور پر گورنری کرنے کے لیے یہ وہ وقت کے  
جائزہ سے جو صورت سامنے آتی ہے اس میں زیر نظر مسئلہ کے جوڑ کے لیے قوی مستدل  
موجود ہے۔ یہاں پر حقیقت کے جاننے کے لیے ہیں۔ یہ واقعہ کا معاملہ یہ یہ مستور کے من گھڑت  
حالات کو مد نظر رکھ کر نہ ہو گا۔

یہ دیکھتے ہیں کہ معاشرہ میں جب کسی چیز کا بک نہ ہوا ہو تو ان کا ایک ایک زیادہ ہوتا ہے اور  
جب خریدار زیادہ ہوں تو کسی چیز کے بکنے کے مواقع و فرصت میں پائے جاتے ہیں ایسے وقت میں بائع  
ادعا کرنا نسبت سے نقد کو زیادہ تر ترجیح دیتا ہے لہذا یہ کہ ادھار میں اگر کہیں مالی منافعت نہ دیکھتے  
کے زیادہ ہو تو پھر وہ سودیہ مفید نہ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ کے  
وقت مدینہ متورہ کی معاشی حالت کے حوالہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مدینہ متورہ میں غلہ  
کا بہت زیادہ ضرورت تھی، مومنوں کو بیرونی قاتلوں کے آنے کا اشتہار کرنا پڑا تھا اور  
جب کسی قافلہ کے آنے کی خوشخبری سن لی جاتی تو مسافر اوقات قاتلہ مدینہ متورہ کی حالت غم ہو جاتی

اور اپنی جان کی خبر تک نہ رہی، چنانچہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کو بتی رتی قتلہ نے کی خبر اس وقت تک پہنچی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ کما خلیفہ ارشاد فرما رہے تھے تو صحابہ کرامؓ شہر تھوڑے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیلے چھوڑ کر نالہ کی طرف دوڑ پڑے جس پر سورۃ الجمعہ کی آفر کا آئینہ نازل ہو گیا۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اس وقت ہمہ سورہ میں خرید و فروخت کی مارکیٹ پر یہودی بچانے جو نہ تھے وہ قافہ والوں سے غدار پیدا کر لینے کی مافی قیمت پر فروخت کرتے تھے ان کو نقد کا گاہک ایسی ضرورت کی ہتھیاد میں لازمی طور پر میسر تھا، یہ لوگ نقد کی نسبت دھما کو ترجیح کی شوق کی وجہ سے نہیں دیتے تھے بلکہ مافی منفعت کی خاطر یہ لوگ ادھار کا معاملہ کرتے تھے، ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھار کے معاملہ سے فائدہ مان یہ ہے کہ نقد کی نسبت سے۔ دھار میں قیمت کا تفاوت لازمی طور پر اختیار کیا گیا ہو گا ورنہ نقد کا گاہک ہٹنے کے باوجود یہودی کو، دھار کا معاملہ کرنے کا گاہک ضرورت محض یا مافی منفعت اور زیادہ قیمت کی وصولی کے سوا یہودی سے اس اقدام کے لینا اور کوئی دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔

اس میں اس کا احتیاط بھی نہیں کہ یہودی نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض احسان کے جذبہ سے حق سلوک کر کے محض نقد کی قیمت پر بعد از دھار دیا ہو گا تو کونکر نقد انشاء اللہ اس عداوت پسندیوں "مَنْ سَوَّاهُ فَلَيْسَ بِنَبِيٍّ" وَالْقَبُولُ أَشْرٌ مِّنْهُ کے مرتکب ہونے کے باوجود یہودیوں میں متعصب قوم سے مسئلہ اول کے ساتھ بغور غماں کو تصور سرور و دھار عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی حسن سلوک اور واسات کے جذبات کی توفیق کو بے سود ہے۔ بلکہ حدیث میں درج شدہ دعدہ کے الفاظ سے بھی خیر خواہی کے جذبہ کی تردید ہو جاتی ہے، آخر کار جب یہودی مقصود محض آپ سے توفیق کے لینے دین کا مطالبہ کیوں کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی درجہ بطور رہن رکھنے کے لیے کیسے تیار ہوئے جو آپ کو بھانپنے زندگی کی دوسرہ ضرورت تھی۔

یہ ایسے امور ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں نسبہ کی صورت میں نقد کی نسبت سے قیمت نہ زیادہ رکھی گئی ہو۔

خیر القرون میں زیر بحث مسئلہ کا عملی ثبوت | مذکورہ شہادات کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی زندگی میں بھی جیسا اس واضح بخیر معلوم اور

محبوب نبوت مند ہے جس سے مسئلہ کی شرعی حیثیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے حجاز میں صحابہ کرام کے بعد میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور میں نے کرام خود اپنے معاملات کرتے تھے۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت زبیر بن العقیلؓ کے واقعہ میں اس کی ہم سنج دلیل موجود ہے امام احمدؒ روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے، لیکن صاحب ہدایہ غلام ربیعؒ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سیدنا امام ابو حنیفہؒ کے واسطے سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:-

ان امراتہ خاتمات النساء ان زبیر بن العقیل یا عنی جازینہ بنتا حمادہ دمہم ثم اشتزھا  
عنی فقاتلنا بلقیسہ عنی ان اللہ قد بطل جھادہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ان لم یثبت۔ (فتح القاعدہ ج ۶ منک باب البیع الفاسد)

(ذو حرمہ) ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کی کہ زبیر بن العقیلؓ نے مجھ پر ایک لونڈی سے  
آٹھ سو درہم میں فروخت کر کے دوبارہ چھ سو درہم میں خرید لیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا میری طرف سے  
زبیر بن العقیلؓ کو یہ بیع نامہ بچھاؤ کہ اگر اس نے اپنے لئے ہوئے کام سے تو یہ نہ کی تو نہ ملے  
اس کا وہ بیاد ضائع کر دے گا جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کیا ہے۔  
اگرچہ اس روایت میں نقد اور سیدہ ام حارثہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن مسند احمد کی  
روایت میں اس پر یہ اضافہ آیا ہے:-

ان بعث حمید غلاما بنتا حمادہ دمہم لیسثقہ واشتریتہ بستھا ثم  
لقد۔ (فتح القاعدہ ج ۶ منک باب البیع الفاسد)

(توجہ تم کریں اس سے آٹھ سو درہم ادھار پر غلام خرید کر چھ سو درہم نقد  
پر دوبارہ اس پر فروخت کیا ہے۔)

اس روایت کو دیکھ کر کسی کے ذہن میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنا چاہیے کیونکہ  
زبیر بن العقیلؓ کے اس معاملہ میں نقد کی قیمت آٹھ سو درہم ہے نو ادھار کی قیمت آٹھ سو درہم  
مقرر کیا جا رہا ہے۔

شاید اس پر کسی کو کچھ شک ہے کہ یہ حضرت زبیر بن العقیلؓ کا انفرادی عمل ہو اور دوسرے صحابہؓ  
آپؐ سے اتفاق نہ رکھتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس پر طبع ہو کر بہت سخت لفظوں  
میں بیڑم بھرا اگر اس نے اپنے کچے ہونے کا حسد و جو غم نہ کیا تو اس کا جہاد حید مبارک قتل ہو جاتا  
ہو جائے گا تو کیا آپؐ نے تمام ان کبیر و مجھ کو دوسرے اعمال کے لیے بھل قرار دیا۔



نے جہاں دوسرے ائمہ نے اپنی اپنی صوابیہ کے مطابق علت نکالی کہ رسول کی شکیلیں متعین ہیں تو احناف نے جس وقت تک علت نکالی اس لیے جہاں کہیں دونوں سنتیں پائی جاتی ہیں وہاں پر احناف نے تفاضل حقیقی اور تفاضل علمی رنسیہ، دونوں حرام قرار دیں، مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے پر گندم کے عوض گندم فروخت کرنا ہے تو ایک مکی کے ہند میں جیسا کہ دوسرے خریدنا حرام ہے، ایسا ہی تفاضل علمی کہ ایک چیز وصول کر کے دوسرے کی وصولی کے لیے ہدیت دی جائے بھی حرام ہے ورنہ کہیں میں و قدر میں سے کوئی ایک علت پائی جائے تو وہاں پر تفاضل علمی تو حرام ہے لیکن تفاضل حقیقی میں کوئی حرج نہیں مسئلے کہ ایک مکی گندم کے عوض دوسرے مکی بیٹے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس میں نسبت حرام ہے اور جہاں کہیں بیٹے و قدر دونوں مہول تو مختلف جنس اشیاء میں "وإذا اختلف الجنس فبیعوا کیف شئتم" کا رو سے تفاضل حقیقی اور علمی دونوں حلال ہیں۔

زیر نظر ملاحظہ فرمائیں اور میرے دونوں منتہی جنس میں جہاں کے درمیان قدر بھی مشترک نہیں اس لیے تفاضل میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے، تاہم نسبت اور قدر کے مابین تفاوت کا اعتبار کرنا عقد کی تکمیل کے بعد تاخوری امور ہیں جن کا عقد کے تمام سے کوئی تعلق نہیں۔

نقد و نسب کی قیمت میں تفاوت کا تراز آمد کا اختلافی مسئلہ ہے | مسئلہ میں اتفاق ہوئے کہ نہ ہی ایک دوسرے مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت زید بن ارقم کی سابقہ رابطہ بیت بیس کی جاتی ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص اگر کوئی چیز نسبت اور اعداد کی وجہ سے پانچ قیمت بد فروخت کرے اور پھر بغیر کسی غن کی ادائیگی کے دوبارہ اپنی فروخت کی ہوئی چیز بغیر کوئی ثالث کے حاصل ہونے کے نقد پر کم قیمت سے خریدے تو وہ مباح و صحیح و جائز ہے نہ دیکھ ثالث کے حاصل نہ ہونے کے بغیر بھی یہ عقد جائز ہے لیکن احناف کے نزدیک ثالث کے حاصل ہونے کے بغیر یہ عقد ناجائز ہے تاہم اگر درمیان میں ثالث آجائے اور فروخت کرے وقت نسبت کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ سو روپے رہ گئی تھی لیکن دوبارہ بائیس نے نقد رقم دے کر اپنی فروخت کی ہوئی چیز کم قیمت یعنی چار سو روپے پر خرید لی تو پھر شوائف کی طرح احناف کے نزدیک بھی جائز ہے ایسی ہی غن کی وصولی کے بعد جواز اتفاق ہے۔ علامہ کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

وقد لا یقولہ قبل نقد اثنتان ما بعدہ یجوز بالاجماع

باقول مثنیٰ۔ رفتح الغدیر ج ۶ ص ۶۸۵ بام، البیع الفاسد  
مترجمہ: "نہن کی داہنچی سے قبل مسئلہ کی تفسیر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر معاملہ بعد نقد  
نہن کا ہو تو بھیر بالا اتفاق ہوتا ہے لا

اس سے ہمارے مقصد یہ ہے کہ اصل قیمت کی زیادت میں جیسا کہ نقد میں زیادتی کا احتمال ہے  
تو حالتہ ارنسیٹہ کے علوم سے نسبت کا بھی احتمال ہے تو نسبت میں زیادہ قیمت مقرر کیے  
بعد میں کم قیمت نقد پر خریدنے سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

**ایک قسط فقہی کا ازالہ** مقدمہ نگار کے انداز بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیر نظر مسئلہ فقہی  
میں شاید معروف اور دو کتابوں کا محدد حصہ لیکن حقیقت میں یہ دونوں  
نہیں ہے بلکہ فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں یہ مسئلہ پایا جاتا ہے۔ پناہی علامہ ابن عابدین نے یہ مسئلہ  
علاؤ الدین اخصی کے کتبہ کی شرح میں "رد المحتار علی الدر المختار" جلد ۱ ص ۱۵۹ پر اور  
ابن عجمی المصری نے الحجۃ المرقبہ جلد ۶ ص ۱۱۱ پر یہ مسئلہ ذکر کیا ہے، اگرچہ اگر فقہاء نے جو  
ملکت بیان کی ہے وہ ایک نظر آتی ہے لیکن میرے خیال میں فقہ حنفی کی اکثر کتابوں میں سے  
شاید ہی کوئی ایسی کتاب موضوع میں یہ مسئلہ نہ ہو لیکن محقق فقہی فقہائے حرات کا  
نقل کرتا موصوف کے نزدیک کسی خاص فائدہ کا حامل نہیں اس لیے عبارات کے نقل کرنے  
کی جہاں ضرورت نہیں۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ زیر نظر مسئلہ کے بارے میں  
کے، جسے میں کسی ایک کتاب میں بھی کوئی مزید بحث نہیں ملتا، اس لیے موصوف کو اپنے  
موقف کے اثبات کے لیے دوسرے حجتیات کا سہارا لینا پڑا، اگر یہ کہیں ناجائز ہوتا تو اسے  
تخیم فقہی ذخائر میں کہیں نہ کہیں اس پر مزید ضرورت ہوتی۔

**موصوف کے مقالہ کا جائزہ** یہاں تک اصل مسئلہ کے حوالے کے بارے میں بات ہو رہی ہوگی  
اہم ذرا آگے قدم بڑھاتے ہوئے موصوف کے ان دلائل کا جائزہ  
لیتے ہیں کہ وجہ سے موجود معاملہ ناجائز اور حرام قرار دیا جا رہا ہے۔ رواقطون پر مشتمل مقدمہ کے  
مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عدم جواز کا نظریہ تین باتوں پر مبنی ہے۔

(۱) ربوا النسبة: آپ کے نزدیک زیر نظر مسئلہ "ربوا النسبة" کی ایک ذیلی قسم ہے اگر یہ تو مسئلہ  
دینی میں سے ہے کہ تفریق وحدت کے دوسرے ربو کی تلو نہیں حرام ہیں اس لیے یہ معاملہ بھی حرام ہے  
ظاہر بات ہے کہ کہیں کے تسلیم ہونے کی وجہ سے اس پر بحث کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی بلکہ حضری

ایک نفوی مسکرونے کی وجہ سے کافی غور و فوض کا استخراج تھا اس لیے موصوف نے اس پر بڑی عرفی بڑی سے کام کیا ہے۔ چنانچہ پہلی قسط کا ۲/۱ اسے نامہ حصہ اس پر مشتمل ہے، موصوف فرماتے ہیں:-

”غرضیکہ قرآن کریم نے ربوہ النسیۃ کا جن مرقوبہ مشکون کو حصر قرار دیا ان میں ایک مشکل اوصاف پر کوئی چیز نقد کے مقابلہ میں زیادہ قیمت پر بیچنے کی مشکل بھی ملتی تھی کا اظہار دھندہ و ذیل روایات سے ہوتا ہے جن کو مفسرین کرام نے تحریم ربوہ کی آیات کی تفسیر میں نقل کیا ہے مثلاً (الحق ج ۲، ص ۲۷۷)“

آپ نے ربوہ النسیۃ کی حقیقت زمینِ اسلام، صحابہ، معین بن جبر، قتادہ، اور علقمہ بن ابی رباح جیسے بلند پایہ اکابرین کے حوالہ سے نقل کر کے یہ کوشش کی ہے کہ یہی حقیقت ربوہ زیر نظر مسئلہ میں بھی کارفرم ہے۔ پھر مزید وضاحت کے لیے آپ نے ابو بکر، ابی بصر، اور امام فخر الدین رازی کے اقوال کا سہارا بھی لیا ہے جن میں ربوہ النسیۃ کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ اس خیال کو مزید تقویت دینے کے لیے موصوف نے ان اثرات کا بھی جائزہ لیا ہے جو مسودہ کی وجہ سے معاشرہ پر پڑے ہیں آپ کے خیال میں یہی ذیل تقریر معاملہ کے بھی اثرات ہیں:-

(۲) بیع باطلہ، موصوف نے جس دوسری حقیقت پر زیر نظر مسئلہ کے حل کو ان کا قائل کرنے کی کوشش کی ہے وہ بیع باطل کی تعریف ہے۔ آپ حضرت ابن عباسؓ کی حضرت حسن بصریؒ اور علامہ رشید رضاؒ کے حوالہ سے بیع باطل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بعد از ان مروجہ معاملہ پر بھی حقیقت منطبق کر کے فرماتے ہیں:-

”اہمیت مذکورہ کی تفسیر میں جو طرق کی گئی ہے اس کی روشنی میں معاملہ زیر بحث کو جب غور سے دیکھا جاتا ہے تو یہ معاملہ باطل کا بھی مصداق نظر آتا ہے“

(الحق ج ۲، ص ۲۷۸)“

(۳) تیسری چیز جو موصوف اپنے موقف کی تائید کے لیے پیش کرتے ہیں وہ قرض میں کسی منفعت کی حرمت کا حکم ہے، چنانچہ حضرت علامہؒ کی روایت کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”ہر ما قرض جو منفعت اللہ و ذی کا ذریعہ بنے وہ ہلو ہے“ موصوف اس روایت کے آخر میں فرماتے ہیں:-

”مہر حال اس حدیث کی رو سے بھی معاملہ زیر بحث ناجائز قرار پاتا ہے“ (الحق ج ۲، ص ۲۷۸)





آئی نہ مقررہ مبادلہ کی کوئی قیمت مقرر کی جاتی اور نہ اس کو مالتین میں سے کسی کو کوئی جزو تقسیم کئے ہیں تاکہ کسی وقت مقررہ قیمت بے سود اور اصل پر تقسیم ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ عام فقہاء اس زیادتی کی بجائے بعض اہل اہل کی حکمت "لا جمل لا جمل" کی حکمت ذکر کرتے ہیں، صاحب بدایہ فرماتے ہیں، "جزاؤ فی الثمن لا جمل لا جمل۔" ابن عابدین اور ابن محییم لعمریہ فرماتے ہیں، "ويزاد فی الثمن لا جملہ۔" گویا دونوں کا بنیادی فرق یہی ہے کہ ادا ہار کے معاملہ میں زیادتی "لا جمل لا جمل" اور "لا جمل لا جمل" میں یہ زیادتی بعض اہل اہل ہے، ایسے واضح فرق ہونے کے باوجود پھر بھی یہ معاملہ بڑی ذہنی قسم قرار دینا غلط فہمی یا سبب ضروری ہے۔ تاہم یہ فرق باریک ہے، شاید اس فرق کی مزید وضاحت ایک خیال سے ہو سکے مثلاً ایک شخص کراچی سے پشاور تک ریل گاڑی میں سفر کرتا ہے تو اصل کرایہ تین سو روپے ہے جو کسی بھی گاڑی میں اپنے لیے میٹ مقررہ مسافت تک اس کی قیمت پر ملے سکتا ہے، لیکن ریل گاڑی میں ایندھن، لٹری، سیٹنگ کا کرایہ پانچ سو روپے لگایا جاتا ہے لہذا دونوں کرایوں کو مد نظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اصل کرایہ تین سو روپے ہے لیکن خوشحالانہ کی میٹ کے کرایہ میں یہ اضافہ محض سہولیات اور مراعات کے اضافہ کی وجہ سے ہے یا اضافہ کسی سہولت کا معاوضہ نہیں۔

ایسا ہی یہاں پر بھی معاملہ ہے کہ ادا ہار میں یہ زیادتی کسی اہل کا معاوضہ نہیں کہ اس کو حرام اور منہوعہ معاملات میں شمار کیا جاسکے بلکہ یہ النقد خیر من النسبة کو مد نظر رکھتے ہوئے مؤخر ادا کی گئی وجہ سے مقرر کی باقی ہے، لیکن یہ کہ نقد وصولی میں مشتری کو بروقت ادائیگی کی زحمت ہو لیکن بائع کو قاتلہ ہو گا جبکہ تاخیر سے ادائیگی میں مشتری کو سہولت دی جاتی ہے اور بائع کے جذبات کو قابو میں رکھنے کے لیے قیمت فروخت نہشتا زیادہ لگائی جاتی ہے تاکہ بائع طلب خاطر ادائیگی کے لیے تیار رہے اور مشتری بھی اپنی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے خوش سے وہ قیمت ادا کرے۔

دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ حرام معاملہ میں ایسی دو اشیاء کا تبادلہ ہے جن کی جنس اور قدر آپس میں متحد ہے، چونکہ دائن جب دیون سے معاوضہ کے اختتام پر یہ کہتا ہے کہ اگر ابھی میرے پیسے مثلاً ایک ہزار روپے نہیں دیتے ہو تو چھ مہینوں کے بعد ایک ہزار کی جگہ چند سو روپے دو گئے گویا اس میں تبادلہ مخرج اور جنس کا نہیں رہا، چونکہ اختتام معاوضہ پر دائن کا حق میسر نہیں رہتا بلکہ بیع کی قیمت رہی تو تبادلہ رقم کا رقم سے آیا، ایسی حالت میں لازمی بات ہے کہ جنس اور قدر کی موجودگی میں تغافل حقیقی اور حکمی دونوں گئے جو کہ قطعی حرام ہے۔

لیکن زیر نظر معاملہ میں یہ صورت بالکل نہیں یہاں پر تبادلہ پیدا اور نہیں ہوتا ہے۔ اولیٰ ہی سے بائع اور مشتری کے درمیان بیع و قبول میں یہی قیمت منظور نظر رکھی جاتی ہے۔ اسی حالت میں جہاں بیع معلق کی تعریف صادق آتی ہو میں پیدا اور نہیں کا تبادلہ ہر توفیق محل میں کوئی حرج نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ کہیں بائع اور مشتری کے درمیان نقد قیمت پر معاہدہ ہو جائے اور بعد ازاں مشتری نقد دینے سے قاصر ہو اور یہ کسی معاہدہ کی وجہ سے نہیں کی اور اننگ ذکر ہے تو اس وقت یہ لازمی طور پر نوالغیت کے مترادف ہے کیونکہ نقد دینے کی پر معاہدہ کے وقت یہ بیع کا حق ایسی مقررہ نہیں کی مقدار میں متعین ہوا تو ابھی اہل کی وجہ سے زیادتی نہیں اس مقررہ حق کے مقابلہ میں ہے جو ناجائز ہے۔

**دوسری وجہ کی کمزوری** | شہ سے قیاس میں پر مشکی ہے کہ بیع باطل کی تعریف زیر نظر معاملہ پر صادق ہو اس کے مطلقان کے لیے ہم پہلے ایک مقدمہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ عقد بیع میں بیع و قبول کے بعد جب تک اس عقد کا بیع ہو کر کسی دوسرے معاملہ کی تجدید نہ ہو تو قیاس اور زیادتی کی نسبت اصل عقد کی طرف جتنے گی۔ مثلاً بائع اور مشتری، بیع و قبول کر کے معاہدہ کریں اور بعد ازاں بائع مقررہ ہجیرہ کے ساتھ مشتری مقررہ قیمت سے کوئی زیادتی اور کرے تو اس کی نسبت اصل عقد کی طرف کی جائے گی، چنانچہ استحقاق کی صورت میں یہ کسی اور زیادتی و زنی طور پر ظاہر ہوگی۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں :-

«يجوز للمشتري ان يزيد البائع في الثمن ويجوز للبائع ان يزيد المشتري في البيع ويعد زمان يعطى عن الثمن وبعق حقا في بيع خطه، فالزيادة الواجبة بزيادة حقا، يصل لعقله عند ما - والزيادة حرم عند كتاب المبيع »

ترجمہ: مشتری کے لیے جائز ہے کہ وہ بائع کے لیے قیمت میں زیادتی کرے جو کہ بائع مشتری کو بیع میں اضافہ کر سکتا ہے اور قیمت میں کسی بھی جائز ہے، استحقاق ان تمام سے معلق ہوگا، پس کسی اور زیادتی ہمارے نزدیک اصل عقد سے معلق ہوتی ہے :-

اس قاعدہ پر عمل ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ زیر نظر معاملہ میں قیمت میں زیادتی اصل بیع کے عوض میں آتی ہے اگر قیمت نقد کی صورت میں کم ہو یا ادھر کی صورت میں زیادہ ہو ہر دو صورتوں میں پیدا کی قیمت سمجھی جائے گی۔ تو بیع باطل کی تعریف متاثر نہ ہوگی، لہذا یہ بغیر مخصص یا مامونہ کی ممانعت

شیخ حقیقی کا روج معاصر پر کبھی صادق نہیں آتی، اس میں یکمشی نہیں ہوتا کہ بائع کو زیادتی بغیر عوض بنی جگہ  
 نام قیمت بیعہ کہ ہے اصل اور اضافہ دونوں کے درمیان ایسا تشبیہی تعلق موجود ہے کہ دونوں کی  
 دوسرے سے جدا کی تصدیق نہیں کی گئی تھیں کہا جاسکتا ہے کہ اس قیمت کا اتنا حصہ بیعہ کہ ہے اور اتنا حصہ  
 درمیان میں، اصل کہ ہے، آخر کار اصل میں حق قوت کہاں ہے جس کو بیعہ شمار کیا جاسکے۔ علامہ  
 ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

لا اطلاق فی نفسه لیس مال فلا یقابله شیخ حقیقۃ اذا العیشتہ طرہ زیادۃ  
 الثمن بمقابلۃ قصدا ویزاد فی الثمن لاحدہ اذا ذکر الاجل جعلا بلعۃ زیا ذکا الثمن  
 قصدا۔ (مرآۃ المحتمل علی الدوس المختار ۳۷۵ باب المداخلة والقبولۃ )

ترجمہ :- کیونکہ اصل بذات خود کوئی مال نہیں ہے پس حقیقت میں جب ثمن کی زیادت قصداً  
 اس کے عوض میں شمار نہیں کی گئی، ہوتو کوئی چیز اس کا معاوضہ نہیں البتہ قیمت میں زیادتی کی جاگتہ  
 ہے جبکہ اصل زیادت ثمن کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہوگا

بہر حال بیعہ یا صل کی تصریح اس پر عادی نہیں آتی اس لیے لا اطلاقاً مؤلفہ کہ لا یقابله  
 یا لکابلہ کی رو سے یہ ناجائز نہیں بلکہ الا فی تحکمی فی زیادۃ عن مؤاجلۃ یسکون کا رو سے جائز  
 ہے، فقط واراد ان کی صورت میں مشتری کی مہرت کو مد نظر رکھ کر یہ کہلے جائیں کہ مشتری کی قیمت  
 اور ان کے تحمل کے بوجھ سے چھٹکارا یا کہ معمولی اضافہ رواست کرتے ہیں لائق طور پر خوش ہوگا ورنہ ممکن  
 ہے کہ مشتری کو ایک وقت دینے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے کہیں بیعہ کی خریداری سے محروم ہونا  
 پڑے۔ اس لیے مشتری کی رضامندی نہ ہونے کا دعویٰ کرنا خلاف واقع ہے، یہ الگ بات ہے کہ اگر  
 بائع اس اس سے کام لے کر کم قیمت پر بیعہ فروخت کرنے پر تیار ہو تو اس سے مشتری کو خوشی حاصل  
 ہوگی، لیکن اس سے مزید ایک خوشی کی اور صورت بھی ہے کہ بائع حق اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے  
 بیعہ بغیر کسی عوض کے جانا مشتری کے حوالہ کرے لیکن اس کو معاشرہ کا لادنی حصہ قرار دینے پر ایک کہ  
 احسان کا یا بندہ کرنا شریعت کے عادلانہ نظام سے متصادم ہے کیونکہ شریعت کسی پر ایسے اضافی  
 بوجھ ڈالنے کے حق میں نہیں البتہ تحکمی اور ان کی حاصل کیے کے دروازے دونوں پر ہر وقت  
 کھلے ہیں۔

حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ جہر و قرض ہونے سے لادنی  
 پیسری وجہ کی کمزوری کا ذریعہ ہے وہ غلط ہے یا کا حکم بھی بظاہر اس معاشرہ پر چسپاں کرنا

مشکل نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ حکم وبال ہے جہاں قرض کی موجودگی میں دائیں مدیون سے کسی بادی منفعت کا استفادہ کرے۔ خواہ اسے کہ یہ حکم بروائی ہو سکتا ہے جہاں قرض کا معاملہ، اعتباراً وجود منفعت کے حصول سے مقدم ہو، لیکن یہاں پر معاملہ کی نوعیت اسی سے مختلف ہے ایسے کو نہیں ہونا کہ پہلے قرض و دیگر پھر منفعت کا معاملہ کیا جائے، بلکہ اسی معاملہ کی ہم یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی وجہ سے فائدہ یعنی مشتری کو رقم دینے میں سہولت کا فائدہ اور بائع کو قیمت میں مالی فائدہ آیا، گویا ظاہری اختلاف کا دائرہ ایسا بھی نہیں جو صرف دائیں کی ذات تک محدود ہے بلکہ دائیں اور دیون دونوں اس فائدہ سے بہرہ مند ہو رہے ہیں تاہم کسی غیر واقعی اور ممکنہ امتحان شبہ اختلاف کے دور سے ممکن ہے اس عقد پر غیر متحسن کا حکم لگا جائے نہ ہو جو خواہ کے دائرہ تک محدود رہتا ہے لیکن اس کو بالکل حرام اور ناجائز قرار دینے کا حکم دوسرے اصول سے بھی متصادم ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مخالفہ کی ۹۹ فیصد آبادی اس کا رد بائیں میں ہوتا ہے اسے کسی صورت کے امتحان کے چوتے ہوئے حکم عام کہہ کھاتے ہیں والہ اللہ والشہدہ نہیں جہاں کہیں جواز کا امکان ہو، اور یہ احتمال کسی شرعی نفع سے نظام متصادم نہ ہو تو جواز کے معاملہ کے لیے ایسے احتمال کو مبنی دینا ناواقف یا روایت الدراہت ہے، اگرچہ حرمت کے لیے دوسری جانب میں کوئی امتحان نظر آتا ہے تاہم فقہی کا یہ بیان اس سے الگ ہے جس کے لیے ایسے مشتبہات سے بچنا بھی کان بکھا جاتا ہے۔

## باب السلم

### بیع سلم کے مسائل و احکام

**بیع سلم کی حقیقت** | سوال :- ایک کمپنی اپنی مصنوعات بیرون میں فروخت کرے تو ایک قیمت لگاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص ان کو بیچنے کا رقم دے دے تو کمپنی اسے خصوصی رعایت دیتی ہے اور مقررہ قیمت سے کم وصول کر کے حسب وعدہ اپنی مصنوعات اسے دیتا ہے، کیا ایسی کمپنی یا ٹیکہ داری کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- کسی کمپنی کو بیچنے کا رقم دے کر مقررہ وقت پر دعائی قیمت سے اس کی مصنوعات خریدنا عقد سلم کے معنی میں ہے، ایسا عقد اس وقت جائز ہے جب اس میں مفرد چیز یا فراترک پائی جائیں، نہ جنس معلوم ہو نہ نوع معلوم ہو نہ صفت معلوم ہو۔ اگر قدر اور اندازه معلوم ہو شریعت معلوم ہو کہ ان کم از کم ایک ماہ ہو، اس مال معلوم ہو نہ معلوم چیز دینے کا مکان معلوم ہو نہ بدلے سے قبل اس مال پر قبضہ ہو۔ (الذخائر ص ۵۷ ج ۲)

لہذا قال العلامة المحقق، السلم هو..... شرعاً بیع آجل، وهو سلم بآجل باجل و هو راس المال۔ (ذخائر ص ۵۷ ج ۲) باب السلم ۱۸۵

**مالدار کے لیے بیع سلم کی اجازت** | سوال :- کیا شریعت مطہرہ میں مٹھی کیلئے بیع سلم کی اجازت ہے یا بیع صرف غرابہ کے لیے خاص ہے؟

**الجواب** :- عقد سلم کے جواز میں اگرچہ غرابہ اور غنم کی ضرورت بنیادی طور پر مرکب اور سبب ہے لیکن ضرورت کی موجودگی ایک تخییری معاملہ ہے جس پر ہر کسی کو مطلع ہونا مشکل ہے، اس لئے شریعت نے ایسی حالت میں بیع سلم میں شرائط کی موجودگی کو اعتبار سے کم کر دیا اور امر اور نہی

لہ قال العلامة ابن القمام رحمہ اللہ، معناه الشوری، بیع آجل، آجل۔ وسید کی الصنف

شرائطہ۔ (فتح القدیر ص ۶ ج ۲) باب السلم

ومبشخہ فی الہندیۃ ص ۳۷ مشیل باب السلم۔

کے لیے جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ سفر کی حالت میں شقت اور تکلیف سے قطع نظر کے محض سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة ابن الہمام رحمہ اللہ، ولما صان جوازہ لمعاذہ فی باطنہ  
انیت بامرواھا واما المستحب فی قیامہ عند الشروع کا سفر بشقتہ ونحوہ وھو ذکر لاجل  
لم یمنعہ بعد ذلک الی کونہ ان ینبع ممدوما عند السلم الیہ حقیقۃ او موجودۃ  
قادراھو عید۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۶ باب السفر)

کرنسی نوٹوں میں بیع سلم کی اجازت نسبت [سوال :- ایک شخص نے کسی سے  
میں پاکستانی کرنسی نوٹ دینے کی معاہدہ کر کے معاملے کیا کر میں تاہم بعد پاکت کی کرنسی نوٹ  
ادا کروں گا، کیا مذکور طریقے سے معاملے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کرنسی نوٹ جو ٹھیک طور پر نہیں بلکہ عرف اور رواج کی وجہ سے نہیں  
کی حیثیت اعتبار کر سکتے ہیں اس لیے من عرفی بننے سے بعد اس میں کوئی قدر نہ رہی بلکہ عدد  
مستقارب کے حکم میں اگر عقد سلم کے جواز کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر سلم کی شرائط  
کی رعایت کر کے کوئی شخص ایسا معاہدہ کرے تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر  
سود خوری کے لیے یہ طریقہ اپنایا جائے تو پھر اس سے اجتناب بہتر رہے گا۔

لما قال العلامة ملاؤ الدین ابوبکر نکاسانی رحمۃ اللہ علیہ ولما السلم فی الفوس  
عدداً ضعیفاً عند ابی حنیفہ والی یوسف عند محمد لایجوز بناء علی انہ الفوس  
اخذان عنہ فلا یجوز السلم فیھا کالایجوز السلم فی قدر اعم واند تاخیر وعندہما  
ثمینتہما لیست بلا زمتہ بل تحمل النزل لانھا تثبت بالاصطلاح فی نزول

لما قال العلامة جلالین الخوارزمی، قلنا شرعاً لایجوز فی ذلک ما لیس فیہ من اربابین لایمکن ان یؤدی عن  
حقیقۃ والشرع ینہی عن الخیالۃ عن الحاجة۔۔۔۔۔ والبیع بالخسران دلیل الحاجة فظہر انما  
النقص مقام الشقة اقامۃ الذکاح مقام النقص۔ (الکذیۃ فی زہد، الذہیر ج ۲ ص ۲۱۶)

باب السلم، قادیان تحت قولہ، ان کان قادراً علی التسليم لم یجوز الخ (فتح)

وہ مسئلہ کی انصاف علیٰ حدیث فتح، الذہیر ج ۲ ص ۲۱۶ باب السلم۔

بالاصطلاح۔ دینک استغاثہ ج ۲۰ باب المسلم نفس، واما الذی یوجب فیہ فافانوع مسلمہ  
بیع مسلم میں تمام قیمت کی وصولی ضروری ہے اس سوال پر یانک اور شری کے

اناج کا محمد اس شرط پر ہٹا کر سولہ سو روپے مالدار کرے گا، جبکہ چار سو روپے دو ماہ بعد  
 اناج وصول کرتے وقت ادا کرے گا، تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بیع مسلم میں اس مال کا قیمن اور عقد مجلس میں ادا کرنا لازمی ہے لہذا اگر  
 اس مال کے قبضے کرنے سے قبل اگر طریقین جدا ہوئے تو یہ بیع درست نہ ہوگی، اہم  
 اس مال کا بقنا عشر ادا کیا گیا ہو یا نہ ہو، بیع جاری ہوگا، ایسے مذکورہ معاملہ میں بھی  
 آٹھ من اناج میں بیع مسلم درست ہو کر دوسری میں باطل ہوگی، البتہ اگر مجلس برخواست  
 کرنے سے قبل تمام رقم ادا کر دی جائے تو صحیح جائز ہے۔

وفی ہذینہ: اسودان ان یكون مقبوضا فی مجلس اسلم سواد کلان رأس المال دینا و عینا  
 عن عامة اعلام استعنا تا و سوار قبض فی قول المجلس اوفی اخره لان اسما مات المجلس دینا  
 حکم ساعة واحدة و کن الوار یقبض حتی تمام یشان نقبض قیمن ان یفقر قایا ب انہما جائز۔ ۱۸  
 والفناوی اسہندیہ ج ۱۱ باب اثنان عشر فی المسلم (مسلمہ)

لعمدہ قال اعلام ابن نجیم: ویصح فی العمدی التقدایب کا بیع و الجوز و الفاس لانہ مذکور یکن ضبطہ  
 بیعہ المسلم فیہ و قبیل لایصح عند محمد لانہ من مادم یروج و ظاہر الردیۃ عن اکل الجواز۔  
 (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ باب المسلم)

و مؤلف فی رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۰ باب المسلم۔

ثم قال العلامة المحقق رحمہ اللہ: وینق من الشروط قبض رأس المال و لو حیثما قبل  
 الا فترق باین انہما دان ناما اوسام ا فوسعا ا ا کثر قال العلامة اجت عابدی:  
 (قوله قبض رأس المال) فلو نقبض نقبض بطن المسلم۔ ۱۹

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۰ کتاب بیوع، باب المسلم)

و مؤلف فی الاختیار تعیل المحتار ج ۲ ص ۳۴۰ باب المسلم۔

**جانوروں میں بیع مسلم کا حکم** | سوال :- کیا فرمانے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیوانات میں بیع مسلم شرعاً جائز

ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حیوانات میں بیع مسلم کا مسئلہ فقہاء کے اہل مختلف فیہ ہے احناف کے نزدیک چونکہ بیع مستحب کے لیے معیہ کا وزنی کیل یا عدد یا بات متعارفہ ہو نا ضروری ہے اور حیوانات ان میں سے کسی بھی قسم میں داخل نہیں، اس لیے منہج کے نزدیک حیوانات میں بیع مسلم جائز نہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قاء: قدّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدينة وهم يسلخون في الشجر فقال من اسلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم۔ (جامع الترمذی ص ۲۳۵) باب ما جلد في السلف في الطعام والشراب۔

**سوال :-** جناب مالکان رسائل و جرائد کا خریداروں سے پیشگی قیمت لینا

مذہبی اور غیر مذہبی رسائل و جرائد کے مالکان خریداروں سے سالانہ چندہ کی رقم پیشگی وصول کر پاتے ہیں جبکہ پورے سال کا رسالہ انہیں بعد میں وصول ہوتا ہے۔ تو کیا مالکان رسائل و جرائد کا پیشگی رقم لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** رسائل و جرائد کی سالانہ رقم پیشگی لینے کا معاملہ بیع مسلم کا معاملہ ہے جو شرعاً جائز ہے۔ اس لیے کہ اس میں اصل معاملہ کا فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ سالانہ ہجری تاریخ میں موجود رہتا ہے۔

قال العلامة علاؤ الدین غصنکفی رحمہ اللہ: المسلم شرعاً بیع آجل وهو مسلم

لہ قال الشیخ ظہیر احمد العثا فی رحمہ اللہ: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن السلف فی الحيوان۔ اخرجه المصنف فی استدلالتہ ۲۷۲ وقال صحيح الإسناد۔ (اعلاء السنن ج ۴ ص ۳۱۹) باب النہی عن السلف فی الحيوان

ویشئلہ فی رد المحتار ج ۴ ص ۲۱۱ باب التسلم۔



فیہ بعاہن وهو راس المال ورنه ركن البيع حتى ينفذ قد بلغ مبيع في صحيح  
 وشروطه ای شرط صحته، لئلا تذكر في العقد سبعة بیان جنس کبر و قسور و  
 بیان نوع کسبته او بعلی وصفته و قلدر و اجل و بیات قدیم راس المال •  
 زاد المعاد المختار من صمدیة المختار ۵۴۵ م ۲۱۴ باب السلم ۱۲ ط

تجوس کے کرٹول میں بیع مسلم کا حکم | سوال: حریت ورجوس بننے والی کنبیوں کا  
 کو کنبی کہنے کسی کو کر کو عام کرٹ پر ۲۲ روپے فی کرٹ دیا جاتا ہے لیکن حریت کرٹ کو کرٹ  
 سیزل سے کچھ مدت پہلے افاد کر دے تو کنبی اس سے ۵۲ روپے فی کرٹ دیتی ہے اس طرح  
 سے کرٹ کو دس روپے فی کرٹ بعت ہو جاتی ہے یہ طریقہ خرید و فروخت یہاں مقرر اور  
 غیر مقرر دونوں طرح کا ہوتا ہے، تو کیا یہ طریقہ بیع شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر یہ بیع بیع مسلم کے طریقے سے ہو تو شرائط مسلم کی موجودگی میں بیع  
 درست ہوگی، بیع مسلم کی شرائط یہ ہیں: ۱۔ جنس معلوم ہو ۲۔ مال کی قسم معلوم ہو ۳۔ صفت  
 معلوم ہو ۴۔ مقدار معلوم ہو ۵۔ مدت کا تعین ہو ۶۔ بیع کے ادا کرنے کی جگہ مقرر ہو۔  
 (امشراق تودی شرح قدوری م ۲۱۴ باب السلم) اور اگر بیع کی یہ قسم کنبی کو بطور قرض کی  
 جاتی، تو تو بموجب حدیث کحل قرض جتنے نقد ہو دیواریہ سودی مغالہ ہوگا۔

قال العلامة المحقق رحمه الله: وشروطه ای شرط صحته لئلا تذكر في العقد  
 سبعة بیان جنس ونوع ..... وصفته ..... وقدمه ..... واجل وقبلة  
 في السلم شهده ..... و بیات مکان الا یبنا و نسلم فیہ ام  
 زاد المعاد المختار من صمدیة المختار ۵۴۵ م ۲۱۴ باب السلم ۱۲ ط

له قال الشيخ و هبة الزحيلي: وهو ان يسلم عوضاً حاضراً في عوض موصوف  
 في الذمة الى اجل ..... الشاغل ان يكون جنس السلم فيه ای بیع  
 موجوداً في الاسواق بنوعه بمقتله من وقت العقد الى حلول اجل تسليم  
 ولا يتوهم انقطاعه عن ايدي الناس۔

والفقه الاسلامي وادلته ج ۴ م ۵۹۹ ق ۶۰۸ المطب الثاني لتعريف السلم

**مسئلہ فیہ** ناپید ہو جائے تو۔۔۔ | **سوال**۔ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بیع مسلم کرے اور  
وقت معین سے قبل ہی وہ شے ناپید ہو جائے تو کیا  
خسری اس کے بدلے کوئی اور چیز سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ بیع مسلم میں جب مسلم غیر مسلم کے بارے میں بیع ہوئی ہے، اگر مدت  
معینہ میں ناپید ہو جائے، اور مسلم ایسا یا بیع ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں خسری  
کو اختیار ہے کہ وہ مسلم غیر مسلم (مطلقاً) کو اسے اپنے پیسے واپس لے لے، اس کے بدلے  
میں دوسری چیز لینا شرط ناجائز نہیں، تاہم عقد غنم کرنے یعنی اپنی رقم واپس لینے کے بعد  
نئے سہ سے عقد بیع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة الحسینی، ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب المسلمین  
انتظار وجوده، والفسخ واخذ رأس المال، ولا فاعل، بشرط انظار المسلمین

**بیانین سے موزونی اشتباہ میں بیع مسلم جائز نہیں** | **سوال**۔ ایک آدمی نے

فی پوری کے حساب سے ایک شخص پر ۲۷ ماہ کی میعاد پر نرخہ کی اور اس سے وعدہ  
لیا کہ آپ اس وقت مجھے مرسول دیں گے، جبکہ معاہدہ کرتے وقت مرسول کی قیمت  
۶۱۰ روپے فی من تھی، جب میعاد پوری ہو گئی تو مرسول کی قیمت تقریباً گیارہ سو روپے  
فی من تھی، اس پر اس شخص نے مرسول لینے سے انکار کر دیا، بالآخر ۹۰ روپے فی من پر  
فیصلہ ہوا، تو اب یہ آف یعنی ۲۹۰ روپے فی من لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔۔۔ بظاہر بیع مسلم کی یہ صورت ناجائز ہے لہذا افریقین اس عقد کو غنم کر کے  
اپنا چاہے مان یا اس کا شل اگر عین مال موجود نہ ہو واپس لے لیں، اور اگر مسلم کی تمام  
موجودگی ہوں تب بھی بیعتی اور مرسول میں مسلم جائز نہیں ہے لہذا مذکورہ صورت میں اس  
بیع پر بیع فاسد کا حکم جاری ہو گا کیونکہ یہ عقد فاسد ہے اور عقد فاسد بیع فاسد کے حکم میں ہے۔

**قول** عیلامہ ابن عابد بن جہاثة، من جملة عقود بیع الفاسد  
لہ وفي الهندیة، ولا يجوز ان يأخذ عوف رأس المال شيئاً من غیر  
جلہ فان اعطاه من جنس وجوده أو اردأ فی المصفة الخ  
والفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۱۸۳ الفصل الثالث فیما يتعلق بقبض رأس المال فی بیع فاسد

جملۃ العقود الربویۃ۔ رد المحتار علی ما فیہ الدر المختار ج ۳ ص ۱۹۰ باب الربو  
وقال العلامة خالد الآغا سی، ثم اعلم ان اسلام الموزون في الموزون والكيل  
في الموزون لا يصح لوجوده على الربو او احدهما الم - (شرح المجموعه ج ۲ ص ۲۸۴ باب السلم) له  
چلتوزی میں بیع سلم کا حکم | سوال :- ہمارے علاقے (ایجنسی وزیرستان) میں  
یہ چلتوزی پورے ملک کی مختلف مارکیٹوں میں سال کے بارہ مہینے ہر وقت کرتے  
ہے، جبکہ ہمارے علاقے میں ابھی تک درستولی میں ہے تو کیا ایسی چلتوزی میں بیع سلم  
جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ ظاہر ہے کہ بیع سلم اس جدید چلتوزی میں ہے جو ابھی تک  
درستولی پر ہے اور مارکیٹ میں ابھی نہیں پہنچی ہے اور مارکیٹ میں موجود بھی نہیں ہے  
اس لیے یہ بیع سلم درست نہیں۔

لما في الهندية: السادس ان يكون المسلم فيه موجوداً من حين العقد الى  
حين الحل حتى لو كان منقطعاً عند العقد موجوداً عند الحل وعلى العكس او مستقطاً  
فيما بين ذلك وهو موجود عند العقد والحل كالمعوز كذا في فتح القدير  
وحد الوجود ان لا ينقطع من السوق وحد الانقطاع ان لا يوجد في السوق  
وان كان يوجد في بسوت هكذا في السراج الوهاج۔

(افتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۸۱ الباب ۱۸ من عن شرق السلم - الفصل الاول) ۱۸

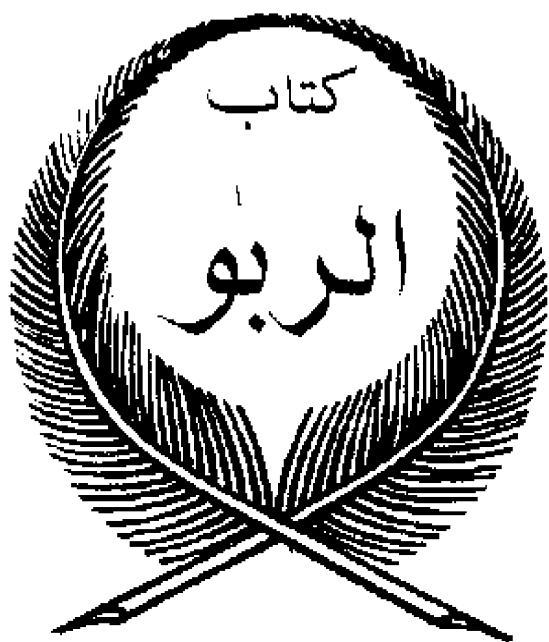
۱۸ وفي الهندية: اعشاران لا يشمل البديلين احد وصفي علة ربا الفضل وهو القدر  
او الجنس وهذا مطر، والاقا الاثمان قائمه بغير اسلا كما في الموزونات لما في الناس۔

والنت في الهندية ج ۳ ص ۱۸۱ الباب ۱۸ من عن شرق السلم - الفصل الاول  
۱۸ قال العلامة الحسكي رحمه الله: ولا في حصة حديثه قيل حد وثباتها منقطعة  
في الحال وكونها موجودة وقت العقد اله، وقت الحل شرط فتح القدير۔

والدر المختار علی ما مشرق المختار ج ۳ ص ۱۸۲ باب السلم

و مشرق في البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۵ باب السلم۔





يَا أَيُّهَا الْمَنِينُ أَمْنُوا لَا  
 تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا  
 مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ تَفْلَحُونَ -



**سود سے بچنے کا حیلہ** | سوال :- آجکل ایک لوگوں کو ٹریڈ کر خرید کر دیتا ہے پھر ایک سے دوسرے کو بیچ کر یعنی رقم دار کی ہوتی ہے اس رقم کو گاہک سے بیچ سود کے قسط وار وصول کرتا ہے، کیا اس سود سے بچنے کا کوئی حیلہ ہے ؟

**الجواب :-** نا، اگر ایک کمپنی سے ٹریڈ کر خرید کر خود آگے بٹھائے تو قسط وار زیادہ رقم قیمت خرید سے وصول کر سکتا ہے اور سن کی یہ زیادتی ادا کار کی دیر سے ہے تو کو ضرر کا عنصر ہے ۔

لما قال العلامة السرخسني رحمه الله: الا يبي انما يولد في القمح لا بل الاجل۔

والهداية ۳۲ ص ۱۱۱ باب الويل

۲) اگر جنک گاہک کو وکیل بن کر ٹریڈ اپنے موکل کو خرید کر قیمت سے زیادہ پر دیتا ہے تو یہ ناجائز ہے کیونکہ وکیل اپنے موکل کی شرائط کے مطابق چلے گا۔

لا قال العلامة السرخسني: اذا قال له اشتر لي جارية بائن درهم فاشترى جارية بائن درهم ثمن ثلث الوكيل دون الموكل لانه خالف نعم لم يملك قيصير وشترتيا نسب

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۹ بیان فی حکم الوکیل)

۳) ایک نے مثلاً گاہک کی طرف سے کہنے کو ایک لاکھ روپے دے دیجے اور گاہک ڈیڑھ لاکھ وصول کرنا چاہتا ہے، ٹریڈ کر لاکھ سے کہنے سے خرید یا مگر اب ایک کی رقم اس کے قدر خرچ ہے اور ایک زیادہ وصول کرنا چاہتا ہے اس کا جیلر ہے کہ ایک اپنے ایک لاکھ کے عوض گاہک سے زمین وغیرہ خرید کر اپنے قبضہ میں لے لے پھر اس زمین کو گاہک کے ہاتھ ڈیر لاکھ میں فروخت کر لے اور قسط وار ڈیڑھ لاکھ وصول کرتا رہے ۔

قال العلامة ابن نجيم: رجل له حل آخر عشرة دراهم فاراد ان يوجله الى سنة ويأخذ منه ثلاثة عشر فالحيلة ان يشترى منه بثلث عشرة متاعا ويقض المتاع منه درهمه المتاع ثم يبيع المتاع منه ثلاثة عشر الى سنة (المرآة ج ۲ ص ۱۲۶ باب الويل)۔

۱۔ قال العلامة طهري: عبد الله بن عماري: رجل له آخر عشرة دراهم فالحيلة ان يوجله الى سنة ويأخذ منه ثلاثة عشر فالحيلة ان يشترى منه بثلث عشرة متاعا ويقض المتاع منه درهمه المتاع ثم يبيع المتاع منه ثلاثة عشر الى سنة۔ (ملاحة الفتاوى ج ۲ ص ۱۲۶ باب الويل)



**سودی رقم کا مصرف** | سوال :- بیگ کی طرف سے منافع کی شکل میں ملنے والی سودی رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اول تو بیگ میں رقم رکھنے سے گریزی کرنا چاہیے اور اگر مجبوراً حفاظت کی نیت سے رکھ دی جائے تو اس پر جو سود منافع کی صورت میں ملتا ہے وہ وہ بیگ والوں کے لیے ڈیپوڑے بلکہ اُن سے لے کر غریب اور فقراء پر بلا نیتِ ثواب صدقہ کر دے۔

قال العلامة (المصنف) : كما لو غصب عبدٌ وأجره فينقص في هذه الأجرة ..... وإن استغله فنقصه الاستغلال أو جمل التعار وتقصي ضمن انقضاء وتصدق بما بقي من الغلة والنجوة۔

قال العلامة ابن عابدین : وقوموا ان يتصدق بها لاستيفاء حقها بعد إلحاحه وهو المختصر في مال الغير۔ (الدرر النيرة) ورواه التاج ۳۷۸ کتاب الغصب ۱

**گنہ گندم قرض پر دے کر واپسی کے وقت زیادتی کی شرط لگانا سود ہے** | سوال :- کسی آدمی سے گنہ گنہ اور گندم ایک خاص پیمانہ کے مطابق خاص مدت کے لیے قرض یا اور وقت میں پر واپسی کے ساتھ زیادتی کی شرط لگا دی کہ قرض ادا کرتے وقت اتنی مقدار میں گنہ اور گندم ساتھ زیادہ بھی دوں گا، کیا اس طرح معاملہ کرنا از روئے شرع صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اشیاء درغیر میں باہم قرض و اقراض جائز ہے لیکن واپسی کے وقت مساوات شرط ہے، گنہ تو منصوص ہے، حدیث میں مساوات کی شرط ہے اور زمین میں منصوص کی حکمت قدر اور جنس پائی جاتی ہے، لہذا گنہ اور گنہ واپس کرتے وقت زیادتی کی شرط سود ہے۔

لہذا قال العلامة ابن الجوزی رحمہ اللہ : ولو بلغ لعمال الجھیت نصاباً لا یجب فیہ الزکوۃ لأن اسکن واجب التصدی۔ (البرانیۃ علی ہامش السہنیۃ ج ۳ ص ۸۷ کتاب الزکوۃ - الفصل الثانی فی المصنف)

قال العلامة بن محد: الدين المعروف بالشرع، للغة بالخطبة مثلاً  
بمثل هذا، في الفصل الأول بعد الأشهاد الستة.

والهداية ج ۳ ص ۳۰۳ باب الزكوة

سؤال: جناب مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں؟  
قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سود پر قرض دینا شرعی طور پر قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، قرآن مجید اور اجماع دیرش مبارکہ میں صراحتاً اس کی ممانعت ہے۔ اس سے سود پر قرض دینا جائز نہیں ہے۔

لما تدين الله تعالى: احل الله البيع وحرم الربا۔ رسولہ البقرة آیت ۲۷۵

سؤال: ایک شخص کا  
دوسرے آدمی کے ذمہ

پانچ ہزار روپے قرض تھا، مقروض نے اس میں کمی کا مطالبہ کیا، قرض خواہ نے کہا کہ  
دو ہزار روپے اس شرط پر کم کر کے معاف کرنا ہوں کہ بقیہ تین ہزار روپے فوراً واپس  
کر دو تو مقرض کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: قرض خواہ کا مقروض کو اس شرط پر دو ہزار روپے معاف نہ کرنا کرنا  
تین ہزار روپے فوراً وصول کرنے ناجائز ہے، عقد میں جو مدت مقرر کی گئی تھی یہ اس کا  
قرض ہے، قرین منقول کو معجل کرنا نہیں ہے اور یہ حرام ہے۔

قال الامام الجصاص الرازي رحمه الله: الرجل يسكن عليه الف درهم فربوا شغل

له قال العلامة ابن عابد بن رحمه الله: كل قرض جبرئلاً حرام اذا كان مشروطاً.

وهو المختار ج ۵ ص ۱۶۱ باب الوثوق۔ مطلب كل قرض جبرئلاً حرام

وتمشك في البيوع والائتم ج ۲ ص ۲۵۴ باب التواكل۔

سؤال: في الهداية: قال محمد في كتاب القسوف ان ابا حنيفة كان يكره كل قرض  
جزئ منفعة۔ (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۳ ص ۳ ص ۳ فصل في القسوف)

وتمشك في الهداية ج ۳ ص ۱۳۱ كتاب الخوالة۔

قیصلہ سند علی غنی مائة حالہ فلا يجوز۔ (الاحکام المتراکب ج ۲ ص ۱۸۷)

**قرض دے کر نفع متعین کرنا ناجائز ہے** | سوال ۱۔ ایک آدمی کو کاروبار کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی تو کسی دوسرے

آدمی نے کہا کہ اس شرط پر سرمایہ دوں گا کہ دس فیصد نفع مجھے ضرور دیں گے ورنہ اس شرط پر قرض دینا ناجائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- دوہرے بطور قرض دے کر اس پر دس فیصد یا کم بھی فیصد نفع مقرر کرنا سود ہے جو کہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: یکن قرض جرد ففعل عداہی اذ کان مشروطاً بکمالہ  
علمہما قلیدہ عن البحر۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۷ باب الربو۔ مطالب کل قرض جرد ففعل عداہی)

**مساوی حقوق کے وقت قرضہ اندازی سود نہیں** | سوال ۲۔ چند آدمی ہر ماہ

قرضہ اندازی کے فدیے جس کا نام نکل آتا ہے تو وہ جمع شدہ رقم سے بٹا ہے پھر ہر ماہ اپنے حصے کی رقم جمع کرتا رہتا ہے لیکن قرضہ اندازی سے اس کا نام نکل جاتا ہے، اس طرح باری باری قرضہ اندازی میں ہر ایک کا نام آتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ قرضہ اندازی سود ہے یا نہیں؟

الجواب :- چند افراد کا اس طرح ہر ماہ برابر برابر رقم جمع کر کے قرضہ اندازی کے

قال العلامة یوحنا الدین المرفینا فی: لو كانت لہ الف شویلة نصلحہ علی غنی

لہ یجوز لان المعجل غیر من المتوجل، وهو غیر مستحق بالاعتدال یکون بازا  
مسطہ عنہ وذات احتیاض عن الاجل وهو حرام

والہدایۃ ج ۳ ص ۲۵۵ باب الصم فی الذین

وہیئۃ فی الجہرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الصلح

قال العلامة قاضی شاد اللہ: قوله رجاء الربو والمعلق ان الله تعالى سور الزیادۃ

فی القرض علی القدر المدفوع۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۹۹ سورة البقرۃ)

وہیئۃ فی الاحکام القرآن الجہاد ج ۲ ص ۱۸۹ سورة البقرۃ

فریجے کسی ایک کو رہا ادا ہو جائی اور فرض ہے اس میں تک، عذبتک نفع، ہوا تک ہر ایک شریک چاہتا ہے کہ اس بار جمع کی گئی رقم مجھے مل جائے، تو نفع نوازاں اور خوش ولی کے سبب قمر ادا کر رہے ہیں، یہی سبب شرکاء کے حقوق مساوی ہونا، ہاں طبیب خاطر کے لیے قمری ناجائز ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن عساکر: ويكتب اسامهم ويشرح السليب، والظروب (رد المحتار ۵۴۲ ص ۵۴۲ کتاب النسيئة)۔

**مشتری کے ہاتھ میں نفع کی شرط پر بیچنے کا وعدہ سود نہیں** | سوال: مذہب

وینا چاہتا تھا لیکن بکرنے، نہ کر دیا اس پر دونوں نے سود نہ لینے کے لیے ایک جیلہ سوچا، مزید سے بکرتے کہا کہ میں تمہیں دو گھنٹہ روپے دیتا ہوں آپ اس کا پورا فریضہ ادا کرتے جاتے کا فریضہ اور مزید بھی نہیں دوں گا، مال اپنے قبضے میں لے لیا پھر ایک ہفتہ روپیہ نفع کے حساب سے ادھار پر آپ کے ہاتھ فروخت کر دوں گا تو کیا سود سے بچنے کا یہ جیلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: سود سے بچنے کا مذکورہ جیلہ درست ہے، بکر دیکھ کر وکیل بن کر مانع فریضہ سے اور مزید کے حوالے کر دے پھر مزید بکرتے ہاتھ دو گھنٹہ کا پورا ایک آنہ فی روپیہ منافع کے حساب سے ادھار پر فروخت کر دے تو یہ بیع صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں نہ یہ نفع پر اپنا مال بکرتے ہاتھ بکرتے رہا ہے اگرچہ سود ادھار ہے، اس میں کسی قسم کا سود نہیں، مزید سے صرف ہفتہ روپے کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ مال آپ کے ہاتھ فروخت کر دوں گا یہ بھی کوئی ناجائز بات نہیں۔

قال العلامة ابن نجيم المصنف رحمه الله: كل جيلة يحنان بها الرجل يخلص.

الحذرة العلامة ابن كاساني رحمه الله: لا بد من حرة يعلق بها حكم من تطيب الخوس ولو بعد السنة بها كان ذلك، انتهى للفتحة فكان سنة.

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۴۲ کتاب النسيئة)

وَمِنْهَا لَا فِي لِيَحْرَ الْوَاتِقِ ج ۲ ص ۵۴۲ کتاب النسيئة۔

بہا من حرام اور جو صل بہا الخ حلال نہیں حسنة۔ (رواۃ المختار ج ۲ کتاب الحیل) ۱۴۹

سودی رقم کے عوض سودی رقم دے کر ذمہ قلم کرنا | سوال: ایک آدمی

جس پر اس کا سود جمع ہو گیا، اب اس شخص نے اپنی کسی ضرورت کے لیے بینک سے کچھ رقم قرض لی، اس پر بھی بینک کا سود آیا، کیا شخص اپنا سود بینک کے سود کے عوض قبل القبض یا بعد القبض دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- بینک میں رقم رکھنا دونوں طرف سے سودی معاملہ ہے، بینک ہی رقم رکھنا یا بینک کی کسی کے ذمہ رقم دونوں قوی دین ہیں، دونوں جب ایک دوسرے کو اپنا سود چھوڑ رہے ہیں تو یہ بیع مقاصد اور سود سے نفع حاصل کرنا ہے، اس لیے سود کی حرمت کی وجہ سے یہ معاملہ بھی حرام ہے۔

قال الله تعالى: احل الله البيع وحرم الربوا۔ (سورة البقرة آیت ۲۷۵)

شئی مرہونہ سے نفع کی شرط سود ہے | سوال: مزید سے مروی ہے پانچ سو روپے قرض لیے اور اپنی کچھ زمین زید کے پاس اس شرط پر گروی رکھی کہ زمین کی پیدل اور اس دونوں برابر کے شریک ہوں گے، شرعاً اس معاملہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اگر زید نے فرض اس شرط پر دیا ہے کہ شئی مرہونہ سے نفع خارج ہے گا تو یہ حرام ہے کیونکہ کل قرض جز نفعاً فہو، ہوا کے حکم میں آئے گا۔ اذاکل مشروطاً

۱۔ قال العلامة محمد خاں الاناسی رحمہ اللہ: وكل جيلة يعتال بها الرجل يتخطص بها من حرام اوليتوصل بها الى حلال فهي حسنة۔

(شرح المجلد ج ۲ ص ۲۵۲ احکام الربو)

وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۳۹۰ کتاب الحیل۔

۲۔ قال العلامة المحمدي رحمہ اللہ: كل قرض جز نفعاً حرام۔

والله المختار علی هامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۶۶ باب الربو)۔

وَمَثَلُهُ فِي الْأَحْكَامِ الْفَرَنْجِيَّةِ ج ۲ ص ۱۹۹ سورة البقرة۔

صارفہ فیہ متفقہ و هو ربوا والا فلا بأس، اگر نفع کی شرط نہ بھی لگائی ہو پھر بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ: والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الاقتراح الانتفاع ولو كاهلما اعطاهما الشرع وهذا يستلزم الشرط لان المعروف ان الشرط و هو ما يعين النفع۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۱، ۳۱۲ کتاب الرهن) لے

**اشتراک قدر و پیمانہ کی صورت میں ادھار تبادلاً جائز ہے** اسوئل: ایک شخص کو مٹھی کی ضرورت ہے اور وہ کسی زمیندار سے معاہدہ کے تحت خاص مقدار میں مٹھی لیتا ہے، اس زمیندار سے یہ کہتا ہے کہ میں تین ماہ بعد اتنی مقدار میں اس کے بدلے میں گندم دوں گا، تو کیا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب: اس قسم کے ادھار کا تبادلہ شرعاً جائز نہیں، اگرچہ مٹھی اور گندم کا جنس مختلف ہے لیکن مٹھی اور گندم دونوں کی سی ہیں یعنی پیمانہ سے یہ دونوں تولیے جاتے ہیں، دو چیزوں کے تبادلہ میں جب جنس یا قدر میں اشتراک ہو تو تفاضل جائز ہے اور اگر نہ ہو تو بائز، اس کو رباً الغبیضہ کہتے ہیں۔

قال العلامة الحنفیؒ: وان وجد احدھما ای القدر وجدة اول الجنس و صفة حیل التفاضل و حرم النساء۔ (المبصر الملتحق علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۴۹۹) باب الرہن ج ۲

لے قال الامام ابو یکر الیضا من الخاضیؒ: قال یوحنا بن یوسفؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ و الحسن بن زیادؒ و

نفر لا یجوز یسرقین الانتفاع بشیء من الرهن و کلا المرأین ایضا۔

والاحکام المتعلقین ج ۱ ص ۲۵۵ باب ضمان الرهن

و مسئلہ فی الاشیاء والنظام ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الرهن۔

لے قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ، والنساء فقط باحدھما ای یومرا التا خیر لا الفضل بوجود القدر فقط اول الجنس فقط۔

ر البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۸ باب الرہن

و مسئلہ فی الہدایۃ ج ۳ ص ۴۹۰ باب الرہن۔

**نفع کی شرط پر قرض رقم دینا سود ہے** | سوال :- ایک دوکاندار سے کسی گاہک نے کوئی چیز خرید لی جا ہی جبکہ وہ چیز اس دوکاندار کے پاس نہ تھی اور اس نے گاہک سے کہا کہ مجھ سے یہ رقم لے کر خود اپنے لیے مخلوط چیز خرید لو لیکن میری رقم مجھے واپس کر دے تو وقت اصل زر کے ساتھ اسٹامپ نفع بھی دینا ہوگا اور غرض اس کا کیا حکم ہے ؟

**الجواب :-** مذکورہ دوکاندار کا یہ فعل عینہ برہا کا معاملہ ہے کیونکہ گاہک کو قرض رقم دے کر واپسی کے لیے اپنی اصل رقم سے زیادتی کی شرط لگا رہا ہے جو کہ سود ہے وکاندار کو صرف اپنی قرض رقم واپس لینے کا حق ہے ۔

قال العلامة السرخستانی : لذهب بالذهب مثلاً بعتى وزناً بوزن یا سید ولفض بفض۔ (المعدایۃ ج ۳ ص ۱۸۱ کتاب الصرف ) لے

**اُدھار کی وجہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود نہیں ہے** | سوال :- ایک دوکاندار ایک شے کی جو قیمت لگائی ہے جب اسی شے کو اُدھار پر بیچتا ہے تو قیمت بڑھا دیتا ہے کیا اس طرح کرنا سود تو نہیں ؟

**الجواب :-** کوئی چیز اُدھار پر بیچنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں زیادتی ہاں ہے اس لیے کہ اُدھار کے مقابلے میں نقد رقم کے فائدہ اور نفع زیادہ ہیں مثل مشہور ہے کہ "نقد اچھے تیرہ اُدھار بُرے" اس لیے نقد اور اُدھار سود کے قیمت میں تفاوت رکھنا جائز ہے ۔

قال العلامة برهان الدین السرخستانی رحمہ اللہ : الا یرى انہ یزاد

لہ قال : العداۃ الزلیلی رحمہ اللہ : ذابح جش الذمان بعتہ کالذہب بالذہب ، والعقۃ بالعقۃ بشرط فیہ التساوی والتفاضل قبل الفرق ولا یجوز التفاضل فیہ ۔

(تیسری مطبوعہ ۱۳۴۲ھ کتاب الصرف )

وَمَثَلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِي ج ۱ ص ۱۹۲ کتاب الصرف ۔

فی الغنم لأجل الذحل - (الهدایة ج ۳ م ۱۰۰ باب العداۃ والتوبیہ) -  
**اسٹیادریہ یویر میں قرض کا معاملہ** | **سوال** - اشیاء یویر میں خرید و فروخت کے  
 وقت برابر ہی اور نقد کا معاملہ ہوتا ہے اور احوار  
 کا معاملہ ان میں صحیح نہیں ہوتا، اگر ایک آدمی کسی کو نقد قرض دے کر یہ کہے کہ تین ماہ بعد  
 میری قرض گندم واپس کر لی ہوگی، اے اشیاء میں قرض کا معاملہ از روئے شرع کیسے ہے؟  
**الجواب** - اشیاء یویر میں خرید و فروخت کے معاملہ کے وقت کمی زیادتی  
 اور احوار ناجائز ہے لیکن قرض کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ قرض تبرع اور  
 احسان ہے اس کا کچھ عوض نہیں ہوتا بلکہ مقررہ مدت کے بعد اس شے کا بدلہ واپس  
 کیا جاتا ہے۔

قال الامام ابو بکر النکاسی فی فتح: ان القرض تبرع الا لو ائتمنا فلا یتاہبہ  
 عوض للذحل ..... حکان المستقرض انفع بالعين مئة فقره زوج ما  
 قبض وان كان يرد بدل في الحقيقة - (رد المحتار ج ۲ م ۳۹۵ کتاب القرض)  
 قال النکاسی: یغتص جوازہ مالم یتمثل - (رد المحتار ج ۲ م ۳۹۵)  
**الحاصل یہ کہ قرض مثلی اسٹیادریہ میں جائز ہے۔**

**نقد رقم کو قسط وار کر کے زیادہ وصول کرنا** | **سوال** - ایک آدمی نے پناہ  
 ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور

لہ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ویزاد فی الغنم لاجلہ اذا ذکر الذحل  
 بمقابلیہ زیادۃ انفق قصداً فاعتبر ما لا فی الموبیحة احتواء عن نفع الخیافۃ  
 ولصریح جرم لا فی حق المرجوع عملاً بالحقیقۃ۔

رد المحتار ج ۳ م ۱۰۰ باب الربو

ومثله فی البحر الرائق ج ۶ م ۱۱۰ باب المزیعة والتولیة۔

لہ فی الہدیۃ: ویجوز القرض فیما هو من ذوات الامثال کالمکمل والموزون والعددی  
 المتعارب کا بیع - والفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ م ۲۱۱ باب فی القرض والاستقراض؛

ومثله فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۳ م ۱۰۰ باب القرض۔



کچھ رقم نقدے کر مشتری سے کہا کہ وہ بقایا رقم مبلغ تین ہزار روپے قسط وار ہر ماہ مجھ کو  
کرتا رہے، اسی دوران شرک کے مالک کو رقم کی ضرورت پڑی تو اس نے کسی تیسرے سے  
شخص سے چالیس ہزار روپے نقدے کر مشتری کو اس کے حوالہ کر دیا اور اسے یہ کہا کہ وہ  
ستر ہزار روپے قسط وار ادھار کو ادا کرتا رہے گا، یہ معاملہ شرعاً کیسا ہے؟

**الجواب ۱۔** بالغ کا مشتری کو اس طرح کسی تیسرے شخص کے حوالہ کرنا صحیح نہیں  
یہ لینہ ربا ہے کیونکہ اس صورت میں تیسرا شخص چالیس ہزار روپے نقد دے کر ستر ہزار  
قسط وار وصول کرے گا تیس ہزار روپے اس کو سود کے مل رہے ہیں اس لیے یہ  
معاملہ شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

قلل اللہ تعالیٰ، اَحْلَ اللہُ لِنَبِيعٍ وَفَرَّ اللہُ الْوَلَدُ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۴۵) : ۱۔

**سوال ۱۔** میرے بھائی نے مجھ سے بیس ہزار روپے  
مضاربت کا منافع سود نہیں  
کاروبار کے لیے اس شرط پر لیے کہ اس پر جو منافع  
ہوگا اس کا نصف آپ کا اور نصف میرا ہوگا، اس نے یہ بھی مجھ سے کہا کہ میں ہر ماہ  
صاحب کتاب نہیں کر سکتا اس لیے اندازہ اور تحریر سے حساب لگا کر منافع دے دیا  
کروں گا، اس طرح وہ مجھے کبھی ۱۰۰ روپے اور کبھی ۲۰ روپے دیتا رہا اور اس میں کئی مہینے ہم  
ایک دوسرے کو محاف کر دیتے ہیں، کچھ عرصہ کے بعد مجھے تردد ہوا کہ یہ تو سود ہے  
اس لیے میں نے بھائی سے اس سلسلہ کو ختم کرنے کی بات کی، اب سوال یہ ہے کہ کیا  
اس طرح کا کاروبار شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب ۲۔** یہ سودی معاملہ نہیں ہے بلکہ مضاربت کی ایک صورت ہے اور  
نفع کو بخوبی سے حلوم کرتا نفی الی الہا لا نہیں ہے اس لیے یہ صورت جائز ہے، مضاربت  
میں ایسی شرط لگانا جو حلال فی الزبح کا باعث ہو ناجائز ہے۔

کما نقل الشیخ عطاء اللہ بن محمد الحسینی عن ابی ذالبیہ، کل شرط موجب جہا لہا

نہ کاناعلاہہ انہ فیما فی الزبح، وقد بھی نورسول علیہ السلام عن قریض  
جزئاً (الہدایۃ ج ۳ ص ۱۳۱ کتاب الحوائج)

و مسئلہ فی تبیین الحقائق ج ۲ ص ۵۵ کتاب الحوائج۔

فی الزعم او یقطع الشککۃ فیہ یفسد ما ولا یصل الشرح و صحیح الاعتقاد اعتباراً بالموکلفۃ  
و لدلاً مختاراً علی ما یصلح رد استعارہ ص ۲۵۴ کتاب المضارۃ ج ۱

**ہینک ڈرافٹ کی شرعی حیثیت** | سوال ۱۱۔ اچکل نوگ ہینک کے ذریعے  
ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ڈرافٹ  
کی شکل میں رقم بھیجے ہیں جس پر ہینک والے بھیجی جانے والی رقم سے کچھ زیادہ وصول کرتے  
ہیں کیا یہ سود ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ ہینک کے ذریعے ڈرافٹ کی شکل میں رقم ارسال کرنا ہینک کو فرض دینا  
ہے امانت نہیں، کیونکہ رقم مدت بھی ہے اور ضائع ہونے کی صورت میں ہینک و ڈرافٹ  
جی ہوتا ہے اس لیے زیادتی کی شرط سود ہے البتہ اس میں یہ تاویل کرنا ممکن ہے کہ زیادتی  
رقم کو کٹ بت اور فائدہ وغیرہ کی فیس قرار دیا جائے، اس طرح مستقیمہ کی شکل میں جانے کی جس  
کو فقہاء کرام نے محروم کہا ہے، ابتلائے عام کی وجہ سے اس میں ہوا کی گنجائش ممکن  
سکتی ہے کیونکہ پوری دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے۔

عظیم الامت مولانا مفت علی عثمانی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ میں صفحہ آرڈر کے بارے  
میں یہی تحقیق کی ہے۔

لے وقال العلامة ابن نجيم المهری رحمه الله: ابراج. ان يكون الربيع بينهم  
شأناً لا ينصف وانطلق لاسمهم ميمنه يقطع الشككة كرامة درهوا الخالص انما يكون غيب  
من متهم معلوماً فكل مشرط يردى الى الجهالة الزعم علمي فاسدة وما لا خلا. اور  
راجز الفتن ج ۲ ص ۲۶۲ کتاب المضارۃ ج ۱

و مثله في لهن ية ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب المضارۃ ج ۱ الفصل الاول۔

لے قال العلامة الشرف علی عثمانی رحمہ اللہ: ہن آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے  
ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرا اجارہ جو فائدہ کے نکلنے اور واپس کر کے برائے فیس  
کے دی جاتی ہے اور دوسری مدد ملے جائیں ہیں، دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے اور جو ٹک  
اس میں ابتلائے عام ہے اس لیے یہ تاویل کر کے ہوا کا فتویٰ مناسب ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۴ کتاب المضارۃ ج ۱)

ڈاکخانہ میں جمع شدہ رقم پر منافع لینے کا حکم | سوال : ڈاک خانہ میں جو رقم جمع کی جاتی ہے اس سال بعد میں پر نفع ملتا ہے، اس نفع کا شرعی حکم کیسا ہے؟

الجواب : جس طرح بینک سے سود لینا منع ہے اسی طرح ڈاک خانہ میں جمع شدہ رقم پر نفع (سود) لینا بھی منع ہے، سود کی حقیقت جہاں تک باقی جائے وہ حرام ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ : احل اللہ البيع وحرہ الربوا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵) (۱)

بیع محاققہ ربو (سود) میں داخل ہے | سوال : جو گنہوں ایسی ایسی میں سود ہوا ہو اس کو صاف کئے ہوئے گنہوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : جن چھ چیزوں کے تبادلہ میں برابری نقد قیمت اور دست بدست ہوتا ضروری ہے ان میں سود بھی داخل ہے، اسی کے تبادلہ کے وقت جب نہیں ایک ہو تو کی بیشی یا ادھار سود شمار ہوگا، کھیت میں کھڑی گندم کی فصل کو صاف کی ہوئی گندم کے عوض فروخت کرنا بھی مفسد ہے جبکہ بیع محاققہ ربو (سود) میں داخل ہے، اسی لیے حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔

لما قال العلامة برهان الدین امرغیا فرجہ رحمہ اللہ : نہیں عن المزانیۃ والیاقولۃ فالمزانیۃ ما ذکرنا والیاقولۃ بیع الخنطۃ فی سنبطھا بعنطۃ۔

(اسہدایۃ ج ۲ ص ۵۸۵ باب بیع الفاسد) (۲)

۱۔ قال العلامة المرفیۃ فی : وقد نہیں الرسول علیہ السلام عن قمری جری نقعاً۔ (الہدایۃ ج ۳ ص ۳۳ کتاب البیوع)

وَمُسْتَلَقِی الْبَحْرِ الْوَاتِقِ ج ۶ ص ۲۴ کتاب البیوع۔

۲۔ قال العلامة ابن انہمام : نہیں رسول اللہ عن المزانیۃ والیاقولۃ۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۵۵۵ باب بیع الفاسد)

وَمُسْتَلَقِی الْبَحْرِ الْوَاتِقِ ج ۶ ص ۲۴ باب بیع الفاسد۔



انعام دینا شرعاً جائز نہیں۔

قال الله تعالى: (وَأَحَدٌ مِّنَ الْبَيْعِ وَخَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ) (سورة ۲۵۵)  
 (۳) ثُمَّ لَمْ يَلْمِزْهُمَا الْبَيْعُ وَلَا الْبَيْتُ ۚ إِنَّ لَكُمْ فِي هَٰذَا آيَاتٍ لِّمَن يَعْقِلُ  
 مرد و جہ کر نسی نوٹوں کے تبادلہ میں مساوات شرط ہے **سوال** ۱۔ ایک ملک کے

میں کسی تباداتی جائزہ یا نہیں؟  
 الجواب۔ اگر آجکل کو دنیا میں رائی الوقت کر نسی نوٹوں کی حیثیت میں عرفی کی ہے  
 جن کو ہم قومی نافذ کر سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو سنیؒ نے فرمایا کہ اس نافذ کرنا بھی تبادلہ کی جی  
 کے ساتھ ہے۔ اس لئے ان کے ہاں ایسا ملک کر نسی کا تبادلہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تبادلہ ہے۔

لیکن امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی لیے اگر آجکل پوری دنیا میں نافذ کر نسی کا  
 رواج ہے، مونا جائز ہی اسلئے عیب ہو کر رہ گئی ہے، اگر اس کے تبادلہ میں تفاضل کی  
 اجازت دے دی گئی تو سود کا دروازہ کھل جائے گا لہذا امام محمدؒ کے قول کے مطابق  
 کر نسی نوٹوں کے تبادلہ میں تفاضل کو ناجائز قرار دینا چاہیے۔

قال احمد بن حنبل: قوله نسي نقدين هذا عندنا قال محمد بن يحيى بن

درق الجناح ج ۴ ص ۱۱۰۔ باب الربو

دار الحرب میں کسی غیر مسلم سے سود لینا منع ہے | سوال ۲۔ کیا مسلمان کے لیے  
 دار الحرب میں کسی غیر مسلم سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

لما قال العلامة المصنف لو لم يكن، ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم بيعهم، بقاء و  
 انما طرأ من المصارف - راجعاً إلى فقرات ج ۲ ص ۲۶ البقرة

وَمَثَلُهُ فِي الْهَدْيَةِ ج ۲ ص ۳۰ کتاب المعاونة

تصانيف العلامة ابن نجيم، المصنف، مجمع إقتساف، غلبت معتبرين عندهما وفان

محمد بن يحيى - (تبيين الرافعي ج ۲ ص ۱۳) - باب الربو

في مثله في الهدية ج ۲ ص ۳۰ الباب الربو الفصل السادس في تفسير الربو، أحكامه -

**الجواب :-** امام الرضیۃؒ اور امام محمدؒ دارالحرب میں غیر مسلموں سے سود لینے کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن سود کی حرمت کے بارے میں قرآن و حدیث میں نصوص مطلق ہیں جس سے ہر جگہ سود کی حرمت معلوم ہوتی ہے، جمہور علماء اور امام ابو یوسفؒ و مالکؒ کے نزدیک دارالحرب میں کسی بھی غیر مسلم سے سود لینا حرام ہے، اسی لیے اعتقاد اسی میں ہے کہ دارالحرب میں غیر مسلموں سے سود نہ لیا جائے۔

قال الامام المروینیؒ: ولا یبایع المسلم والحربی فی دار الحرب غللاً ذللاً یوسفؒ  
والشافعیؒ. زالحداۃ ج ۳ ص ۸۷ باب الریون) ۷

**سوال :-** دارالاسلام میں کسی بھی غیر مسلم سے سود لینا جائز نہیں | میں جو غیر مسلم ذی تربتہ ہیں اور دیگر کفار جب مال تجارت وغیرہ کے کچھ عرصہ کے لیے آئیں تو ان سے سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** قرآن و حدیث میں مطلقاً سود کی حرمت مذکور ہے اور فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ کسی بھی غیر مسلم سے سود لینا منع ہے اسی لیے دارالاسلام میں کسی غیر مسلم سے سود لینا ناجائز ہے۔

قال العلامة بدھان الدین المروینیؒ: بخلاف من آمن منہم کان مالہما  
معتبراً بعقد الاعان. زالحداۃ ج ۳ ص ۸۷ باب الریون) ۷

۱۔ قال العلامة ابن نجیمؒ: اسی لایبایعہما فی دار الحرب عندہما غللاً ذللاً یوسفؒ  
والبحر الرائق ج ۲ ص ۳۵۰ باب الریون)

۲۔ ما قال العلامة الزلیلی رحمہ اللہ: وقال ابو یوسفؒ والشافعیؒ لا یجوز  
لان المسلم المستزم بالکمان ان لا یتمل اموالہم الا بالعقد

رتبیین الحقائق ج ۴ ص ۹۷ باب الریون)

۳۔ قال العلامة ابن الہمامؒ: بخلاف المستامن منہم عندنا لان مالہما معتبراً  
بالکمان۔ رفیع القدیر ج ۲ ص ۷۷۱ باب الریون)

۴۔ رؤسۃ فی تبیین الحقائق ج ۴ ص ۹۷ باب الریون۔



رقم کتنی ہے وہ ملازم کی ملک نہیں ہوتی۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں : قوله بل بالتعجیس او بشوطیہ ، و ملائمتھما و بالتعسک . لا یملك الا جرة الا یواحد من هذه الاما عتہ . (ایضاً الموائع ج ۲ مست ۵) اس رقم پر ابھی مالک کا قبضہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے وکیل نے قبضہ کیا ہے ، اس کے تعریفات اس میں نافذ نہیں ، ایسی رقم کے ساتھ حکومت کا معاملہ کیطرف ہے ، اس جمع شدہ رقم کو اگر حکومت محمود پر دے یا کوئی اور حاملہ کرے یا اس پر خود سود لگائے یا سب کیطرف کاروائی سہ ، اختتام ملازمت پر جب حکومت یہ رقم ملازم کو دے تو حکومت کی طرف سے اجرت ، جی کہلائے گی ، اس طرف یہ رقم اجرت کا جز مشمل ہوگی مگر سود ۔ ملحہ

جی ہنی فنڈ کی رقم حصول سے قبل کسی کینی یا بینک کو سود پر دینے کا حکم اس کوئی سرکاری ملازم درخواست دے کر جی ہنی فنڈ کی رقم کتنی کینی یا بینک کے حوالے کرے اس پر سود حاصل کرے تو اس سودی رقم کی شرعی ثبیت کیا ہے ؟

الجواب : کوئی بھی سرکاری ملازم اگر درخواست دے کر اپنے حقو فی فنڈ کی رقم کسی بینک یا بینک کینی کے حوالہ کر دے تو وہ کینی اس کی وکیل بن جاتے گی ، وکیل کا قبضہ ہوگا کا قبضہ ہوتا ہے فنڈ کینی وکیل کے اعتبار سے جتنا سودی کاروبار کرے گی وہ ایسا ہونا چاہیے یہ خود اس میں طرف ہے ، کیونکہ ملازم نے با اختیار خود یہ رقم کینی کے حوالہ کی ہے یہ سودی رقم دوبارہ کینی کے ملازمین یا کو جمع ہو جاتی ہے ، اختتام ملازمت پر جب یہ رقم ملازم کو ملے گی تو سودی رقم ہوگی اس کو وہ شرعاً اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا ۔

قال العلامة المروغیتانی رحمہ اللہ : وقد ضعی الرسول علیہ السلام عن قریف جہز نفما . (الہدایۃ ج ۳ مسئلہ کتاب الحوائج) ۱۰

۱۱ قال الشیخ الملقی محمد شیع الدیوبندی ، جیری پراویڈنٹ فنڈ پر جو سود کے نام پر رقم ملتا ہے وہ شرعاً سود نہیں بلکہ اجرت و تحواہ ، ہی کا ایک حصہ ہے ۔ (پراویڈنٹ فنڈ پر نکتہ اور سود کا مسئلہ ص ۱۰)

۱۲ مسئلہ فی امداد الفتاوی ج ۳ مسئلہ کتاب الزکوٰۃ ۔  
۱۳ قال الشیخ الملقی محمد شیع الدیوبندی ، اگر بینک یا کینی وغیرہ اس رقم پر کچھ سود دے تو شرعاً بھی سود ہوگا جس کا لینا ملازم کے لیے قطعاً حرام ہوگا ۔

(پراویڈنٹ فنڈ پر نکتہ اور سود کا مسئلہ ص ۲۶)





**انعامی اسکیموں کا حکم** سوال: انعامی اسکیم یا پتہ انعامی کمپنیوں کا کاروبار شرعاً کیسا ہے؟ اور ان میں سے والے انعام کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اس قسم کی انعامی اسکیموں پر جوئے کی تعریف عائد آتی ہے اس لئے انعامی اسکیم یا دیگر کسی بھی قسم کی انعامی کمپنی کا کاروبار شرعاً جائز نہیں اور اس سے بننے والی انعامی رقم کا صلہ تو کرنا واجب ہے۔

قال العلامة الحنفیؒ: انکسب حراماً واشترى به.... تصدق بالمربح ولا لاخذنا قیاس وقال ابو بکر کلاهما سزا ولا یطیب به۔ (الدر المختار صفحہ ۵۰) من رد المحتار ج ۴ صفحہ ۱۲۱ مخلص اذا نکسب حراماً ثم کسب به

غیر ملکی کرنسی کو اضافی قیمت پر خریدنا **سوال:** کیا ممکن غیر ملکی کرنسی کی خرید و فروخت

پر خرید کر زیادہ قیمت پر فروخت کر سکتے ہیں مثلاً سعودی ریال ۱۲ روپے میں خرید کر ۱۵ روپے میں فروخت کر جاتا ہے۔ تو کیا اس طرح غیر ملکی کرنسی کی خرید و فروخت سود میں نقل ہے یا نہیں؟

الجواب: سود حتمی بننے کے لیے ضروری ہے کہ دو نواں شے ایک ہی جنس سے ہو، اگر جنس مختلف ہو جائے تو ان میں تفاضل (یعنی) جائز ہے۔ موجودہ دور میں مختلف ملک

کی کرنسی مختلف الانجناس اشیاء میں داخل ہے اس لیے ان کی خرید و فروخت میں کمی بیشی جائز ہے۔ مثلاً مورے مسئلہ میں ایک سعودی ریال ۱۲ روپے میں خرید کر ۱۵ روپے میں

فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ما قال العلامة ابو الحسن القدوریؒ: فاذا اعدم الوصفان: الجنس والمحل المضمر فی الیہ محل، التفاضل، والنفسہ واذا وجد حرم التفاضل والنفسہ واذا اوجد واحدھا وحرم الآخر

الآخر حرم التفاضل وحرم النساء۔ (مفتی القدوری علی ص ۱۱۱ باب ۱۲۱) ج ۱ ص ۱۲۱

۱۔ رد: البندیہ کا مال بمقابلہ المعیہ نکاح، المدخلة معیہہ واسبیل النکاحی، صحیحہ و خلافہ، بعد از اخذ ان ممکن من رد حیلان غیر صحیحہ و بالتقدیر قیاساً لم یقلہ۔

(افتاویٰ البندیہ ج ۵ صفحہ ۱۲۱) (۲) انعامی عشرہ تکسب کتاب فکروا لہ

بینک کی تعمیر کے لیے زمین دینا | سوال :- بینک بنانے کے لیے نئی ملک زمین

الجواب :- حکومت کی بینک بنانے کے لیے زمین دینے سے اجتناب کرنا چاہئے، بلکہ زمین دینے والے کو زمین کے عوض سود سے حاصل شدہ رقم ملے گی اور دوسرا یہ کہ بینک موجودہ نظام اندرون ملک و بیرون ملک بڑے بڑے سودی کاروباروں میں چھٹا ہوا ہے جبکہ زمین دینے کی صورت میں امانت علی العینیت لازم ہے، ایس جس طرح سود سے اجتناب ضروری ہے اسی طرح سودی نظام کو سہارا دینا بھی مناسب نہیں۔ اس بنا پر حکومت کو بینک کے لیے زمین دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

مَا قَالِ اللَّهُ تَعَالٰی : وَتَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ  
وَلَقَدْ کَفَرْنَا بِاَنْ لِّلَّهِ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ | رسوۃ المائدہ آیت ۲۸

پرانے کرنسی نوٹ نئے نوٹوں کے ساتھ کم قیمت پر تبدیل کرنا | سوال :- پرانے کرنسی نوٹوں کی جہتی کے لئے طریقہ کار یہ ہے کہ جب کوئی ٹھکانے پرانے نوٹ سے نوٹوں سے تبدیل کرنا چاہے تو ایک اس سے کچھ کوٹئی کرے مثلاً سو روپے کے نوٹ پرانے نوٹ کے بدلے میں سے نوٹ پہنچا دیں اور یہ کم پڑے ہیں۔ نوک ایسا کر شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب :- مرتبہ کرنسی کی حیثیت لوگوں، مالوں کے اس میں سخت قیست ملکہ کہ اسے اکیسے نہیں، مالوں کی یہی قیامت کے ساتھ پہنچے ہیں۔ اس کے اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے مال کی یہی قیامت کے ساتھ جائز ہے جبکہ امام مالک نے مال ناجائز نہیں۔ اگرچہ طوی قویروا (سود) سے بچنے کے لئے فی الزمان (م) کو (ن) سے (ن) پرانے نوٹوں کے ساتھ تیسے ہی کافی پیچیدگی ہیں۔

لَعَنَ قَالَ الْعِلْمُ سُلْطَانُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَابِرٌ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُشْرَكَهٖ وَكَاتِبَهُ رَضَاهُ بِهِ قَالَ الثَّوَالِيفِيُّ هِ هِ تَصَرُّعٌ بِعَرَبِيَّةٍ كَتَابَهُ  
نَسْرَتِ تَبِيْنِ وَالشَّهَادَةُ عَلَيْهِمَا وَتَحْرِيمُ الْاِعَانَةِ عَلِ الْبَاطِلِ وَقَالَ هَمْ سَوَادُ

والمرقاة ج ۲ ص ۵۹ باب الربوا (الفصل الاول)

وَمَنْ لَكَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ مَلِكًا بَابُ التَّرْتِيْبِ

لئے ان چیزوں کی وجہ سے پنچھن کے تو ان کی بنا پر پختے پرانے لوگوں کے لئے ساتھی بنی ہوئی  
تھی کہ کچھ جائز ہے۔

گناہات العلامۃ مربعہ فی: دیکھو سورۃ النساء ۱۵۸ تا ۱۶۱ میں ہاکیا انھما اللہ اللہ والی ہو  
وعدی الیہما:۔ انھما یعنی انھما: ۱۵۸ تا ۱۶۱ انھما اللہ والی ہو

زمین کا زمین سے تبادلہ جائز ہے | سوال: ایک شخص اپنی زمین کا مخصوص حصہ دوسرے  
شخص کو زمین کی میسر مقدار کے عوض بیعت  
تو کیا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے؟

الجواب:۔ حوالہ دہ زمین زیادتی اس وقت حرام ہے جب زمین اس قدر ایک ہو رہی  
کسی ایک کی موجودگی میں انھما جائز ہے لہذا زمین کا زمین کے عوض فروخت کر کے اس  
کوئی حرج نہیں۔

ما قال: علامۃ بن عبدین رحمہ اللہ: سئل فیما ذاک ان لشدیدی قطعۃ ارضی جارحۃ  
فی ملکہ قباعد من عمرو قطعۃ ارض مثلاً یباع مقاضۃ بیعاً بآثار شریکاً مثلاً لیدی  
بیئۃ شریعۃ فہم یباع المذکور۔ الجواب: نعم۔

ترجمہ الفتاویٰ لمادۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب البیوع: الحد  
گندم اور مکئی کا تبادلہ | سوال: اگر گندم اور مکئی کا تبادلہ زمین برابر اور مکئی کھجور کی جتنی سے  
کی جاتا ہے۔ اسی طرح بھی درست بدست اور مکئی اور جالہ سے  
معاطرے ہو جاتا ہے کیا اس طریقہ سے گندم اور مکئی کا تبادلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: گندم اور مکئی کا تبادلہ اگر درست بدست ہو تو جائز ہے خواہ ایک غم  
دوسرا زیادہ کیوں نہ ہو لیکن اگر جالہ درست طریقہ نہیں کیونکہ دونوں قدریں مختلف جنس  
میں مختلف ہیں اس لیے اوجار پر بیچنے سے انتہا پکڑا جائے۔

سہ قال محمد خالد الاناسی: یباع المقاضۃ بیع العین بالعين ای مبادلۃ ما بال مال غیر  
التدبیر ثم ان اتعافاً جنساً وقد راہ الشرح صحتہا تساوی البیوع وتعیینہما۔

اشرح مجلۃ الاحکام تحت المادة ۱۲۲ ص ۲۲۱

ومثلاً فی البیوع لمرئوخ ج ۲ ص ۲۱۱ تحت قولہ والنساء فقد یارادھا۔

لما قال العلامة على بن ابی بکر الرضیانی رحمہ اللہ: «لا اعدم الوصفان الخفس والعنى المضموران اليه حل التفاضل والنيار لعدم العلة» المعصية والافس فيه الا باحقه، واذا وجد حرم التفاضل وانما دلوجوعا لعلته واذا وجد احد هما ماذم الاخر حل التفاضل وحرمانا مثل ان يسلم هرويانى هروبي وحطه في شعيرة عومة وبا لفضل با بوصفين وحرمة التيسار با حدها۔ **راغب الاثرى** ج ۱ ص ۱۸۱ باب المربو

**فصل کے بد سے اناج دینا** **اسوال** ایک شخص کو غلہ کی ضرورت ہے لیکن فصل ابھی تیار نہیں ہوئی، ایسی حالت میں اگر وہ کسی سے تیار غلہ خرید کر اس کے عوض کھیت میں کھڑی فصل دے دے تو کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **الجواب** ایسی صورت میں تیار غلہ کے بدلے میں وہ غلہ لیا جاتا ہے جو کہ کھیت میں ہے اور اس کی مقدار معلوم نہیں صرف تخمیناً اس کا اندازہ کر کے فروخت کیا جاتا ہے۔ پھر جو غلہ غلہ کی قدر کے بدلے فروخت میں مقدار معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ اس میں ربا اور مودم کا شبہ باقی رہتا ہے اس لیے مذکورہ صورت تیار کر کی جائز نہیں۔

لما قال العلامة على بن ابی بکر الرضیانی: «ولا يجوز... بيع المزانية...» والمعقولة فالمزانية ما ذكرنا والحقالة بيع الحظوة في سبلها بحظوة من قبلها بحظوة باع ليدل على من جسد فلا يجوز بيع بطون القوي كما ان كان موضوع من على الأرض۔ **راغب الاثرى** ج ۱ ص ۱۸۱ باب ما يجوز وما لا يجوز (ع)

**الحق** اسلم رستم باز اللبانی: «بيع المعقولة مع العين بالعين ای مبادلة مال بمال غیر النقودین بشرط صحة المقايضة التبادلي في التقايض ان اعتقادنا وتدر كبيع حظوة بحظوة وانما التقايض لا تساوي كبيع كس حظوة بکروی شعیر۔» **شرح المجلد تحت المادة ۶۲: مسئلہ کتاب البیوع**

**وَبُكِّلَتْ فِي الْبَحْرِ الرَّاغِبِ ج ۶ ص ۱۸۱ باب المربو۔**

سہ قال العلامة ابن نجیم الحمیری: «والمزانية ای لم یجوز مع المزانية لتعہیہ علی اللہ علیہ وسلم مع المزانية والحاقلة والمعقولة مع المعقولة في سبلها۔» **بالنظر**

**(البحر الرائي ج ۶ ص ۱۸۱ تحت قولہ والمزانية لتعہیہ علی اللہ علیہ وسلم)**

**وَبُكِّلَتْ فِي قَتَحِ الْقُدِيرِ ج ۶ ص ۱۸۱ باب المبيع الفاسد۔**

**سونا چاندی قرض کی صورت میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا** | سوالیہ کہاں فرقہ میں  
 اس میں کو آجکل اکثر زرگر (سٹار) حضرات سونا اور چاندی کا ایک کو نقد مثلاً ۶۰۰ روپے فی تولہ  
 دیتے ہیں اور اگر قرض پر دیں تو ۶۵۰ روپے فی تولہ دیتے ہیں تو کیا یہ صورت جائز ہے یا  
 نہیں؟ یا تو الہ تعالیٰ تحریر فرمائیں؟

**الجواب :-** موجودہ کرنسی نوٹ نہ سونے چاندی کی طرح فنی خلقی اور نہ سونے چاندی کا رسید  
 بلکہ قانونی تحفظ اور تقرر کے بنا پر فنی یعنی فلوکس یا نقد کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ سو  
 حیثیت میں سونے چاندی سے الگ ہے اسی طرح سونا چاندی مقدور ہے، اختلاف  
 موجودہ کرنسی کے کہ وہ محدود ہے اس لیے دونوں کا باہمی تجارت ناممکن اور ادھار  
 دہانی طرح جائز ہے لہذا الہ تعالیٰ دو فرقہ میں سے کسی ایک پر تبصرہ ہو چکا ہو۔

لہذا صورت مسئلہ میں سونے چاندی کو نقد ۶۰۰ روپے فی تولہ اور ادھار کھج  
 صورت میں ۶۵۰ روپے فی تولہ فروخت کرنا جائز ہے مگر عند نقد سونے چاندی پر  
 مشتری کا قبضہ کرنا صحت میں سے ہے یہ ضروری ہے بدولت اس کے بیع صحیح نہیں ہوگی۔

لما قال العلامة مفتی محمد تقی عثمانی، لیکن اس میں زمین میں علماء اور فقہاء کی  
 ایک بڑی جماعت ایسی بھی تھی جو ان کا فہم تو فلول کو دشمن عرفی کے طور پر مال قرار دیتی تھی۔  
 دفعہ مقالات جلد ۱ ص ۲۲۰ دنیا کے کرنسی نظام میں۔ (الم)

وقال لیظنا، اسی طرح اب سونا کرنسی کے دائرہ سے بالکل خارج ہو چکا ہے  
 اور اب سونے کا کرنسی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ (فقہی مقالات جلد ۲)

قال العلامة الحسکافی رحمہ اللہ: یاع قلوبنا حبشنا اوبد ملنا اوبد تانیر  
 فان نقد احدہما جاز وان نقر قایل قبض احدہما فلا یجوز۔

والدعۃ المختار ج ۳ ص ۳۳۱ باب فی قبضہ علی من سقر اہل اہم

قابہ علامۃ اجت ما بدین رحمہ اللہ۔ مسئلہ الحاق فرقہ عویج الذہب  
 فالغلووس نسبتہ قاجاب یا متہ یجوز اخذ قبض احدہما لیس۔

درۃ المختار ج ۳ ص ۳۳۱ باب فی قبضہ علی من سقر اہل اہم







معینہ منافع پیش کرتی ہے۔ نیز معینہ موت تک زندہ رہے۔ اور تمام اقساط ادا کرنے کی صورت میں میر دار  
شخص اقساط کی مجموعہ رقم سے نامزد میریٹے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور کہنی سے وہ اس کو یک شت  
بھی لے سکتا ہے۔ اور بالاقساط بھی۔ اور یہ سود کے سوا اور میری کوئی چیز نہیں جو مستحق۔

**وجہ دوم :** دوسری طرف یہ مقدمہ میر اور رقم پر شتقلیت کیوں کہ اگر یہ وارث شخص معینہ موت  
سے پہلے مر جائے تو اس صورت میں ایک قطب رقم کا مالک وہ شخص بن جاتا ہے جو میر وارث شخص سے کہنی کے  
سامنے نامزد کیا ہے۔ اور اس کی میر اور رقم کا معنی پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں محض ایک امر اتفاقی کی وجہ  
سے کثیر رقم نامزد شدہ شخص کی ملک میں آگئی۔ جیسی میر اور میں آجاتی ہے اور میری اس کی شریعت نے  
سوا اور رقم کو قطعی طور پر اہم قرار دیا ہے۔ لہذا میر کا یہ مقدمہ بھی ان دونوں پر شتقلیت پر نہ کی وجہ سے  
عوام قرار پائے گا۔ اسی طرح اگر میر وارث شخص معینہ موت سے قبل مقدمہ میر کو فتح کر کے اقساط کی ادائیگی کو  
روک دیتا ہے۔ تو اس صورت میں کہنی اس تمام رقم کی مالک قرار پائے گی۔ جو قسط کی صورت میں اس نے  
کہنی کو ادا کی ہے۔ اور یہ بھی میر اور رقم رہے۔

**وجہ سوم :** عقیدہ کے ناجائز اور اہم ہونے کے لیے میری وجہ یہ ہے کہ اس میر وارث شخص کی  
موت کی صورت میں کہنی کو اس کی ادا کردہ تمام رقم کا مالک صرف وہ شخص ہوتا ہے جو اس نے نامزد کیا ہے  
اور باقی تمام رقم اس رقم سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔ لہذا اس کی قانون وراثت کی رو سے اس رقم  
میں وہ تمام رقم بھی مختار ہیں۔ جو شرعاً اس کے جائز وراثت پر۔ اسی بنا پر اس عقد میں بعض تقادیر پر  
شرعی قانون وراثت کی صورت میں غلط و زنی بھی ٹھہر جاتی ہے۔ جو نقصان آجاتا ہے۔

**وجہ چہارم :** مندرجہ بالا وجوہات کے علاوہ اس عقد میر کے عوام اور ناجائز ہونے کے  
لیے چوتھی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس کہنی کے ساتھ تعاوان علی الذم والعبدہاں۔ کیوں کہ کہنی نہ روئے قانون  
جو قرآن کریم کی رو سے یہ عمل ناجائز ہے۔ نہ تعاوان علی الذم والعبدہاں۔ کیوں کہ کہنی نہ روئے قانون  
اس بات کی پابندی نہیں ہے کہ اس رقم کو وہ لازماً ناجائز اور مباح کا مویں میں صرف کرے گی۔ بلکہ اس کو  
سودی لین دین کے معاملات میں بھی صرف کر سکتی ہے۔ یہ حال شرعی قوانین اور احکام کی پابندی میں میر  
زندگی کے بارہ میں محال خیال یہ ہے کہ یہ مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر جائز نہیں بلکہ مرام ہے۔

**ایک اشکال اور اس کا جواب**  
سوال ہو سکتا ہے کہ ہمارے مذہب بالا امر وقات ہے کہ کوئی شخص  
یہ اعتراض کرے کہ میر زندہ ہی کا یہ مقدمہ معاملہ عقیدہ  
مضاربت کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے کیوں کہ جس طرح مضاربت میں ایک طرف سے سرمایہ برآ

اور دوسری طرف سے محنت اور ضائع ذب المال اور مضارب دونوں کے درمیان تقسیم ہونے پر ہی۔ یہی خارج  
ہم زائد کا ہے جس پر شدہ شخص کی طرف سے سرمایہ ہوتا ہے اور کسی کی طرف سے محنت۔ اور ضارب مرہونہ  
اور کاپی دونوں کے درمیان تقسیم ہوتے ہیں۔ تو یہی ہے کہ تمام عقد عہدہ مضاربت کی طرف جائز قرار دیں۔

الحجاب: اسی اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یہ عہدہ کا معاشرہ تصور ہے۔ یہ وہی  
سے ہے اور شریعت میں اس کے متعلق کوئی متذکرہ نہیں درج نہیں ہوئی ہے۔ اور اس قسم کے معاملات کے  
الزام معلوم کرنے کے لیے اس میں کوئی چارہ نہیں کر ایسے یا یہ معاملات کو ایسے عقد اور معاملہ سے  
متعلق کیا ان کے میں ہی شریعت سے یہ کہ کوئی ضارب کی کیا ہو۔ اور اس کے ساتھ یہ عہدہ قسم کے عقود  
اور معاملات زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس طرح منقسم معاملات اور عقود میں سے جو بھی عقد اور  
معاملہ ایسا لیا جائے گا جس سے جدید معاملات اور عقود زیادہ مشابہ اور مطابق ہوں تو دونوں پر ایک  
قسم کا حکم جاری کیا جائے گا۔ مگر یہاں حقیقت یہ ہے کہ یہ عہدہ کا الحاق عقد مضاربت سے حسب ذیل  
چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ نظام دونوں کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے۔ درج ذیل الفروع  
ایسا ممکن ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہییت کے معاملات اور عقود ہیں۔ اور دونوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہیے  
جن دونوں سے ہم اس الحاق کو صحیح تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ عہدہ مضاربت میں کسی عہدہ کی فرق موجود ہیں۔ جن سے جوہر ہوتے ہیں جو مضاربت پر قیاس  
نہیں کیا جاسکتا ہے مثلاً مضاربت میں شرط صحت یا اجماع یا تسلیم کی گئی ہے کہ اس میں ضائع کی تقسیم  
ضابطہ کی عیاد پر ہو۔ اور مضارب وب المال میں۔ سے کسی ایک کو زمینیں ضائع نہیں ہوں گے بلکہ اس کا  
اشتراک عقد مضاربت کے لیے منصف قرار دیا گیا ہے۔ بخلاف عہدہ کے کہ اس میں سرمایہ کا کو زمینیں ضائع  
و مثلاً اس کی عیاد سالانہ ہونے پر۔ نہ نسبت کی بنیاد پر ضائع کی تقسیم نہیں ہوتی ہے۔ یعنی اس کی  
مضاربت کی طرح یہ نہیں ہوتا ہے کہ زمین میں سے نصف حصہ یا ثلث اور یا ربع وغیرہ اس ایک ذریعہ  
کو ملے گا۔ اور قیامہ ضائع دوسرے ذریعہ کو نہیں ملے گا۔ اس ذریعہ کو اس سے بڑھ کر معمول اجتہاد اور  
قوانین قیاس ہی بات کے متعلق ہیں کہ عہدہ مضاربت پر قیاس کر کے دونوں کا حکم ایک ہی قرار  
دیا جائے۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عہدہ مضاربت میں ایک اور ذریعہ بھی ایسا پایا جاتا ہے۔ جس کے جوہر  
ہوتے ہیں جو مضاربت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ وہ ذریعہ یہ ہے کہ

مضاربت میں اگر نقصان واقع ہو تو سرمایہ کار درج مالک کو وہ نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

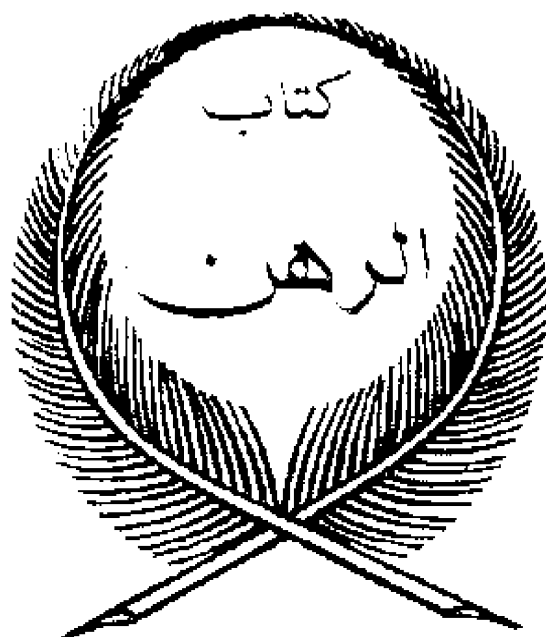
اور یہ ہیں اس قسم کی کوئی چیز نہیں ملتی جاتی ہے۔ یہاں سرمایہ کار کو منافعی ہی منافع ہتے ہیں۔ اور نقصان سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔ یہی کو کار کوئی نقصان نہیں آجائے تو کسی ہی ساس کا ذمہ دار ہوگی میرا دشمنی پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔

۴۔ پھر دیکھیں پھر یہ کہ مضارب میں اگر سرمایہ کار کا انتقال ہو جائے تو وارثین کو صرف اتنا ہی سرمایہ مل سکتا ہے جتنا کہ ان کے مورث نے مضارب کو سپرد کیا تھا۔ اور اس سے زیادہ رقم ہرگز نہیں مل سکتی۔ برخلاف اسی کے میر میں اگرچہ دشمن کا نقصان ہو جائے تو اس کی موت کے بعد میں شخص کو زیادہ ملنے والا ہے وہ ایک بڑی رقم یعنی سرمایہ کا مقدار قرار دیا جاتا ہے یہ ایک ایسا حق طوع ہے جس سے شارع علیہ اسلام نے دیکھا ہے کہ سوائے اتفاقات کے اس کا کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ہے۔ کیونکہ سوائے اتفاقات کے ان کا کوئی اصول اور ضابطہ نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض اسٹیجس تو ایسے نکلیں گے کہ آج انہوں نے میر کر لیا۔ اور کل ان کے کسی وارث نے اسی خلیفہ رقم پر قبضہ کر لیا۔ اور بعض ایسے شخص ہوں گے جو میر کرانے کے ایک طویل مدت بعد ہی روبرو قبضہ کرنے کے مقدار ہوں گے۔

۵۔ اسی کے علاوہ مضارب میں اگر سرمایہ کار ہو جائے تو مضارب کے پاس اس کی صورت سے وہ تمام وارثین کے باہن شری قانون ولایت کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اس کے برخلاف میر میں اگر میرا دشمن کا انتقال ہو جائے تو سرمایہ کا مستحق صرف وہی شخص ہوتا ہے جو میرا دار نے نامزد کیا ہو اور باقی وارثین اس میں اصل مقدار نہیں جتنے ہیں یہ ایک طرف ان پر بطور غلبہ اور دوسری طرف اس میں مصلحت کے تقاضوں ولایت کی سرکاری خدات و رزق پائی جاتی ہے۔۔۔ ان جو پر انہوں کے جوئے ہوئے میر کو مضارب پر تیساریں کرنا قیاس باطل ہے۔ اور کوئی عام اس کے بجائے کا قائل نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص جب کہ اس میں سود اور تمام میر پائے جاتے ہیں۔ جو غلطی طور پر حرام ہیں۔ اس کے علاوہ اگر سرمایہ گاہی یا کسی شخص بعض وجوہ ایسے ہیں جو اس کے مورث کے متعلق ہیں مگر اس سے ملنے تو انکار ممکن نہیں ہے کہ اس مقدار میں بھی وجہ پائی جاتی ہیں۔ جو اس کے عدم حوالہ اور حریت کے متعلق ہیں یہ کہ دوسرے انصاف اور مائی کی گئیں تو حضور کے اس ارشاد کے بموجب دعائے میر تک انصاف میر تک اس مقدار سے احتساب کرنا چاہیے کیونکہ اس میں احتساب کا یہ سوراخ ہے جس نے ایسے ہی معاملات کے بارے میں فرمایا ہے کہ ما اجتمع احدیہ وانعزل احدیہ فقلہ طلب احدیہ علی احدیہ۔ اسی سے ظاہر احوال حدیث اور اصول فقہ نے یہ قانون بنایا ہے کہ بوقت حاضری قوم کو بیع پر ترجیح حاصل ہوگی۔

فقط واللہ اعلم





وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ  
 وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا  
 فَرِهَان مَقْبُوضَةً







لما قال العلامة ابن البرزازی (الکردری رحمه الله : الرهن امانة عند المتحمين كالوثيقة -  
 الفتاویٰ البرزازیة علی هامش الہندیة ج ۲ ص ۲۱۳ کتاب الرهن الباب الرابع فی اعارته) سلم  
 مرتہن کا بلا اجازت مالک مرہون سے ارتفاع موجب ضمان ہے | سوال اگر مرتہن  
 کے بغیر مرہون سے فائدہ حاصل کیا تو کیا مالک کو اس سے تاوان کے مطالبہ کا حق حاصل  
 ہے یا نہیں؟

الجواب :- معنی بہ قول کی رو سے جب مالک کی اجازت کے باوجود مرتہن کے  
 لیے ارتفاع لینا مرخص نہیں ہے تو اجازت کے بغیر یہ مالک کے حقوق پر ٹکرا ڈالنے کے  
 مترادف ہے اس لیے مالک اس سے ضمان کے مطالبہ کا حق محفوظ رکھتا ہے ۔

لما قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ : رجل استقرض دراهم واسكن المقرض  
 فی دارہ قالوا یجب أجر المثل علی المقرض لان المستقرض انما اسكن فی دارہ عوضاً  
 منفعۃ القرض لا لہما فایجب اجر المثل علی المقرض ۔  
 الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیة ج ۲ ص ۲۱۳ کتاب القرض)

سوال :- اگر مرتہن مرہون سے ارتفاع لے  
 کر یا اس کو اجارہ دیا کرے تو کیا اس سے مرتہن کیلئے

لے قال المحدث والفقہ علی بن سلطان محمد القاری : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 قال لا یعلق الرهن - ائی عقدہ (الرهن) ائی المرہون (من صاحبہ) ایا مالک (الذی  
 رہنہ) ائی صاحبہ بیعت یزول عنہ منفعۃ بل ینکون المرہون کالباقی فی  
 ملک الراهن ۔ (المرفقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الرهن)

و مشکوٰۃ فی الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۵۱۴ الباب الثامن فی تعین الراهن والمرتبہن ۔  
 سلم قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : رجل استقرض دراهم واسكن المقرض  
 فی دارہ قالوا یجب اجر المثل علی المقرض لان المستقرض انما اسكن فی دارہ عوضاً عن  
 منفعۃ القرض لا لہما فایجب ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب القرض)

و مشکوٰۃ فی الفتاویٰ تعقیب الحامدیہ ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب القرض ۔

شہداء کے جواز کی صورت پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اجارہ ایک جائز معاملہ ہے، تاکہ اپنی زمین پر اس شخص کو جوار کی شلیرط کو نظر رکھتے ہوئے بھارہ پڑے سکتے ہیں یا اعتدال بعد نماز میں ہو یا اور کوئی شخص، لیکن جہاں کہیں ملک اور آج کے درمیان اس سے قبل زمین کا معاملہ وجود ہو تو زمین کے بعد اجارہ کی تجدید معاہدہ سے معاملہ مختل نہیں نہ ہو کر باقی نہیں رہتا اور زمین کے اختلاف لینے میں کوئی ترقی نہیں تاہم زمین منقرض مدت کے بعد بغیر کسی قرض کی ادائیگی کے اپنی زمین کو زمین سے واپس لے سکتا ہے اور زمین واپس کرنے سے نکار نہیں کر سکتا۔

لما قل العزمه ابن عابدینؑ : اما الاجارة قلت أجرت ان كان هو الموهن فلهي باطله..... وان هو المرتبتهن وجهد القبول للاجارة..... بطل الموهن والاجارة للموهن..... وروى المختار ج ٢ ص ١٥ كتاب الموهن م ١٥

مرکز میں مالک کا تصرف مرتبہ کی اجازت پر موقوف ہے | سوال: کیا زمین کو  
میں مالکانہ حقوق کے برابر کا حق حاصل ہے؟ یا اگر مالک مر جوں کو فروخت کر دے  
تو کیا بیع نافذ ہوگا یا نہیں؟

الحقواب : اس میں سنیہ مالک کی ملکیت پر کچھ زائل نہیں ہوا کیونکہ ہمیں اس کے حقوق کی کچھ چیزیں کی وجہ سے مالک کے جملہ مالکانہ تصرفات میں اس کی اجازت پر موقوف ہوئی گئے۔ سہیلے مالک کی سرپرستہ کے فروغ و خیر کا معاملہ ہمیں اس کی اجازت کا محتاج ہے۔

لما كان العلامة القزويني، الرقيع، مع إبراهيم، وحمته على اجازة من مدينته؛ فقاما في ليلة فان رجلا  
أحدهما نزل وجلس معه، وهذا قال العلامة بن عاتيق: ولكن الوقت على اجازة الزهر، مع  
مرتئين فان اجازة انما هي في القزويني. (رواه الخطيب في تاريخه في تاريخ الزهر).

لعمري في الهندية ، وكذا في ولايتهم المولى بن محمد كزاجارة وبطلانهم في اجراء القضاة  
والشيوخ الهندية ، ثم هناك الباب ثامن في قصور في الميزان وموتهم . . .  
فوجه في الهندية على هاشم نعم الله بوجه . . .  
لعمري في الهندية ، ثم هناك الباب ثامن في قصور في الميزان وموتهم . . .  
فوجه في الهندية على هاشم نعم الله بوجه . . .  
لعمري في الهندية ، ثم هناك الباب ثامن في قصور في الميزان وموتهم . . .  
فوجه في الهندية على هاشم نعم الله بوجه . . .

مرہونہ زمین پھر اُسے بغیر کسی دوسرے پر فروخت کرنا **سوال** رکھنا ہوتا ہے اس سے  
 تیسرا اپنی باقی بکھیتا زمین عمرو کے پاس دین رکھی، کچھ مدت کے بعد وید نے اپنی مرہونہ زمین عمرو  
 سے ٹکرائے بغیر خالد کو اس شرط پر فروخت کر دی کہ اگر میری زمین ہو کر عمرو کے پاس رہے گی  
 ایکٹ میں آگئی تو وہ زبردہ ہیں جس پر زمین دین کی گئی ہے وہ زمین عمرو کو نہ دو گے بلکہ مجھے دو  
 گے۔ اب زید اس بیع قطعی کرنے سے بیخفاں ہے اور خالد سے کہتا ہے کہ مجھے بیع قطعی کا انتقال  
 واپس کر دو، حالانکہ اب تک خالد کا اس زمین پر قبضہ بڑا ہی نہیں بلکہ عمری عمرو اسے قبضہ میں آئے  
 اب اس بیع قطعی کا عندیہ شرع کیا مکمل ہے؟ فاسد ہے یا صحیح؟ اگر فاسد ہے تو واجب الرد  
 ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ صورت مسئلہ کا جواب دو شرط پر تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) زمین کا مرہونہ زمین میں تصرف قبل از سقوط از زمین فی المرہون کو قسم ہے۔ ایک وقت وہ  
 تصرف ہے جو قابل فسخ ہے مثلاً بیع، کتابت، اجارہ، ہبہ، صدقہ، اقرار اور۔۔۔ دوسرا وہ  
 تصرف ہے جس میں فسخ کا احتمال نہ ہو جیسا کہ حقوق، اندبہ، استیلاء۔۔۔ قسم دوم تصرف خلج  
 از بیعت ہے اور قسم اول کے تصرفات جو کہ فسخ کا احتمال رکھتا ہے، کا مکمل یہ ہے کہ تصرف  
 بغیر رضائے مرتہن کے نافذ نہیں ہوتا اور مرتہن کا حق جس مرتہن میں باطل نہیں ہوتا یعنی اس قسم  
 کا تصرف اگر بائن کرنے کو وہ مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو تب  
 نافذ ہوگا۔ اور مرتہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جب تک وہ اجازت پر موقوف و موقوف نہ کرے اس  
 وقت تک مرہونہ کو پیشہ پاسی بند رکھے۔ اور جب راہن مرتہن کو اجازت دینا چاہے اور مرہونہ  
 کو بند رکھنے کا حق باطل ہو جاتا ہے تو راہن کا وہ باقی تصرف ہو کہ موقوف خطاب نافذ ہو  
 جائے گا، یہ تفصیل کتاب فی عالمگیری جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ کی مندرجہ ذیل عبارت سے لی گئی ہے۔

تصرف الواضح قبل سقوط الدين في المرهون اما تصرف بالمقتضى الفسخ  
 كالبيع فالتأجيل والاجارة والهبة والصدقة والاقراء ونحوها ولو تصرف  
 لا يحتمل الفسخ كالحق والتبذير والاستيلاء۔۔۔ اما الذي يلحقه  
 الفسخ لا ينفذ بغیر رضاء المرتہن ولا يبطل حقه في الحبس واذا قضى  
 الدين وبطل حقه في الحبس نفذت التصرفات كلها۔

اسی طرح اگر تین نے زبردستی وصول کرنے سے پہلے اجازت دے دی تو ناجائز ہو جائے گی  
 ورا ب پھر وہی ناجائز نہیں رہے گا مگر زبردستی بہر حال خود راہن کے ذمہ ہوگا اور اجازت لینے سے  
 مرتبہ کا حق یا مکمل نہیں ہوگا اور اس صورت میں اگر یہ تصرف بیع ہو تو اب بھلا کے رجوع کے  
 اس دشمنی و رزیم ہرجوں ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسی مسئلہ بعد ۵ مسئلہ ہے :  
 و لو اجازت الوتبع تصدق الوان نقد و غیر من ان یکنون رجلاً والذین سئل  
 حالہ وفق المبیع یکنون الثمن دھناً مکان المبیع .. الخ

فتہا کی اس تحقیق کی روشنی میں حوریت سہولہ میں لایں ہے جو تصرف کیا ہے وہ بیع کا تصرف  
 ہے جس سے وہ اجازت مرتبہ پر مستحق ہوگا۔ اب اگر عمر و متین ہنے و ان کو اجازت دیا  
 ہو تو اس کا یہ تصرف ناجائز ہوگا اور عمر و متین کا زبردستی کے ذمہ لازم ہے اور اگر عمر و  
 متین نے اجازت ددی ہو تو یہ بیع معروف ہے اور وصول زبردستی مرتبہ نہیں رہیں جو  
 کو اپنے تصرف میں رکھ سکتا ہے۔

(۲) فتہا نے تصرف کیا ہے کہ ایسی شرائط جو لازمہ حق نہ ہوں ان سے عقد بیع فاسد ہوتا ہے  
 جس کی تفصیل فتہا نے یوں کی ہے : الماء تحت الأرض ہے : فلا بیع بشرط لا یقتضیہ  
 العقد ولا یلائمہ و فیہ نفع للاحدھما و فیہ نفع للمبیع اور : غلام خائفی بصورت  
 تنبیہ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں : قولنا و فیہ نفع للاحدھما الماء بالنفع ما شرط من احد  
 المتعاقدين علی الآخر ۲۷ ص ۱۹

اور بیع فاسد یا حکم ہے کہ مشتری بیع کا مالک ہو جائے یعنی بیع فاسد مفید ملک ہے  
 اور ہر ایک پرانی اور مشتری میں سے کسی کا بیع واجب ہے قبل القبض اور کسی کے بعد القبض  
 بھی واجب ملک کہ بیع مشتری کے ہاتھ میں آتی ہو : و اس میں ملاحظہ کی جائے کہ شرط نہیں ہے  
 کیونکہ جو چیز غلام واجب ہوتا ہے وہ قضاء قاضی کی محتاج نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کسی نے بیع یا  
 مشتری میں سے کسی نے اس کے باقی رکھنے پر اصرار کیا تو قاضی کو جب اس سے شرح کرنے کا حق  
 حاصل ہوگا۔

علامہ فرماتے ہیں : و یجب علی کل واحد منھما دفعہ قبل القبض  
 و یکن امتناعاً عند اذیہ و ما دام المبیع مالاہ فی المشتري لم یفسد لانہ  
 معینہ یجب دفعہ و لذلک الشرط فیہ قضاء قاضی لان الواجب شرعاً لا یتحتاج

للقضاء واذا امر احدنا على امرنا لم نعلم به القاضى فله فسخه وجعل علينا حقا  
للشروع - زودر معتاد بهامش اثباتی جرم مشکی

اس تحقیق کو مد نظر رکھتے ہوئے صورت مسئلہ میں آئیں دیکھیں کہ انہماک کے لئے  
مشتري (عالم) سے جو عقد بیع کیا ہے میرے نزدیک بیع فاسد ہے کیونکہ زمین سے جو قدر میں  
جو شرط لگائی ہے کہ اگر میری زمین اوکٹ میں لکھی تو زمین کو دو حصے بنادے دو حصے  
اور مشتري (عالم) سے اس کو منظور کیا، تو یہ ایک ایسی شرط ہے جو عقد کی تخصیص اور یہ ملائم  
عقد ہے اور اس میں احادیث کا تکرار نہیں بلکہ بالکل کو نفی ہے لہذا اس سے بیع فاسد ہو گیا ہے  
اور اس کا فسخ کرنا واجب ہے۔ پس زمین کی وضع ہو سکتا ہے کیونکہ مشتري (عالم) نے  
بھی ایک قبضہ بھی نہیں کیا ہے، اگر زمین اس بیع کے باقی رکھنے پر امر کرے تو بدیدہ دلت  
فسخ کرایا جاسکتا ہے۔ هذا هو الذي - لم يأت ذكر في كتب علماء فقهنا من وجوب فسخ  
به القلب ولا تظن ان به النفس فان للمقال فيه مجازا - (ذوق و نال) اعلم

**غیر مسلم کی زمینوں سے انتفاع** - اس سوال کا جواب مختص صاحب ہمارے  
ملاقا میں مسلمانوں کے مدعوہ سکھ اور ہندو  
بھی رہتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے اچھے مراسم بھی ہیں۔ خرید و فروخت اجلاز  
شادی و نکاح اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت وغیرہ گویا دنیاوی طور پر ایک  
دوسرے سے نیک دین رہتا ہے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہندو نے کچھ  
سے بیچا جس ہندو روپے خریدا لیے اور اپنی ملک زمین میرے پاس دین رکھوائی تو کیا میں اس  
زمین میں فصل وغیرہ کا شت کر سکتا ہوں اور اس کی آمدنی میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ  
بعض علماء کرام سے ہمہ تن سنا ہے کہ زمینوں سے فائدا اٹھانا جائز نہیں۔ بلکہ یہ بات  
مسئلہ میں میری راہنمائی فرمائیں؟

**الجواب** - یہاں تک تو سب کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی زمینوں میں غیر مسلم انتفاع لینا  
جائز نہیں لیکن بعض علماء کرام کے نزدیک غیر مسلم عربی کا مال بیٹا ہے اس لیے ہندو کی زمین  
زمین سے فائدہ لینا آپ کے لیے جائز ہے جس قدر کہ زمین پر ہندو مسلمانوں کے انتفاع سے بہتر ہے۔  
ما قال عن معاشرہ علی انہ نقول - الجواب بعض علماء کہ قولی یہ بیع مانع لہ

رضاء و نوبت بقول فاسد جائز ہے - (راہ الفتاوی ج ۳ ص ۴۴۴ کتاب زمین)

مر ہوئے زمین کے محاصل راہیں کو واپس کرنا لازم ہیں | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہمدردی سے دعا ہے کہ قرآن میں جو احکام ہیں جو زمین کے محاصل سے متعلق ہیں ان کے تحت زمین کے محاصل کو واپس کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب :- زمین کے محاصل سے مراد وہ چیزیں ہیں جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں جیسے گندم، چاول، کپاس، پھل، پھوس، وغیرہ۔ زمین کے محاصل کو واپس کرنا لازم ہے اگر زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ نہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر نہ ہو۔ اگر زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر ہو تو زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ نہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر ہو۔

الجواب :- مر ہوئے زمین کے محاصل لینا زمین کی اجازت کے باوجود بھی غلطی ہے۔ زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ نہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر نہ ہو۔ اگر زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر ہو تو زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی فائدہ نہ ہو اور زمین کے مالک کو زمین کے محاصل سے کوئی ضرر ہو۔

لما قال العلامة محمد بن عبد الحی الکتھنی رحمہ اللہ (الجواب) کہ کوئی محاصل کا واپس کرنا لازم ہے اور کہ کوئی محاصل سے نفع حاصل کرنا جائز نہ تھا اور ایک روایت کے تحت زمین کے محاصل کو واپس کرنا لازم ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، اردو، ج ۲، ص ۱۲۹، کتاب زمین)





اعطوا المأجوراً أجره  
قبل أن ينفد عرقه



## کتاب الاجارة

(اجارہ کے احکام و مسائل)

عقد اجارہ میں تعیین مدت ضروری ہے | سوال :- مندرجہ مسئلہ کو زیر تفسیر

بندت کے دوکان اجارہ پر دے دیا اسے چند سال بعد ہر چیز کے نرخ بڑھ جانے کی وجہ سے دوکان کا مالک بھی کچھ بڑھانا چاہتا ہے لیکن مستاجر نے تو دوکان خالی کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی چھ کرایہ سے زیادہ دینے کو تیار ہے یہ کہ مندرجہ کوئی قانون کی وجہ سے مجبور ہے، کیونکہ حکومت کا قانون یہ ہے کہ جب تک مستاجر (کرایہ دار) خود دوکان خالی نہ کرے مندرجہ مالک دوکان اس کو ہمدخل نہیں کر سکتا اور کرایہ میں کمی بیشی کرنا بھی حکومت کے اختیار میں ہے، کیا اس صورت میں مستاجر کو تیس دنوں میں ہجرت کرنا چاہیے؟ البتہ جواب :- بشرط صحت سوال یہ اجارہ فاسد ہے، مندرجہ کو شرعی حق حاصل ہے کہ وہ مستاجر سے ہر ماہ کے شروع میں دوکان خالی کرنے یا کرایہ بڑھانے کا مطالبہ کرے ورنہ بصورت دیگر عقد اجارہ فسخ کر سکتا ہے، اس مطالبہ میں مستاجر کا ریت و عقل کرنا حرام ہے اور انکار کی صورت میں مستاجر پر مندرجہ کا مطلوبہ کرایہ دینا لازم ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: ما جرحنا وثنا حص شهر کین اجازہ فی حد منقط ونفسہ فی الباقی لجهانتها والاصل انہ متى دخل کل فیما لا یعرف منتهایا تبین انشاء وایضا مضمی الشہر فلکن فسخها بشرط حضور الآخر لا تنسہام العقد القصیح۔

رمون المختار ج ۶ صفحہ باب الاجارة الفاسدة) ۱۷

لہ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: آجرحہ انہ کل شہر یکدی (یعنی عند رأس محل شہر ویکل خیابان الفسخ عند رأس محل شہر فلو ابوا المستاجر من اجرة الا بدلا یصح الا حکمت شہر واحد۔) (فتاویٰ البنانیة علی هامش التندیة ج ۸ ص ۸ کتاب الاجارات، الفصل الثانی فی صفحتها)

وَمِنْهُ فِي مَجْلَدِ الْأَحْكَامِ، مَادَّةُ ۱۹۱ مِمَّا فِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ فِي الْمَسَائِلِ الَّتِي تَتَعَلَّقُ بِعَقْدِ الْاجَارَةِ۔

طویل مدت کے لیے زمین اجارہ پر دینا جائز ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنی ذاتی ملوکہ زمین کسی دوسرے شخص کو بیس سال کے لیے اجارہ پر دے دی ہے، کیا اپنی ملوکہ زمین طویل مدت کے لیے اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اپنی ملوکہ زمین طویل مدت کے لیے اجارہ پر دینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ دیگر شرائط قاسدہ سے اجارہ خالی ہو، خواہ اجرت کم مقرر ہوگی ہو یا زیادہ۔ قال العلامة برهان الدین المرغینانی، والتأقیق تارة تصیر معلومة بالسدة كاستيجار البدن والسنن، والارضین للزراعة فيصير العقد على مدة معلومة ای مدة كانت لان السدة اذا كانت معلومة كان قدر التبعة فيها معلوماً اذا كانت لتبعة لا تتفاوت وقوله ای مدة كانت اشارة الى انه يجوز طالبت السدة او قصرت لكونها معلومة۔ (الهدایة ج ۳ ص ۲۹۵ کتاب الاجارات) ط

معروف اجرت پر اجارہ کا حکم | سوال :- ہمارے ہاں تین مزدور چائے پلے یومیہ کے حساب سے مزدور کی کرتے ہیں پونہ کام کے وقت میں صبح کے کھانے کا وقت ہوتا ہے اس لیے صبح کا کھانا ہمارے گھر سے ملتا ہے، وہ بیان میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اب مزدوروں کا مطالبہ ہے کہ پونہ رمضان المبارک میں صبح کا کھانا نہیں ملتا اس لیے پونہ بیس کے ساتھ شدت دیا ڈی مٹی چاہیے، تو کیا ان مزدوروں کا یہ مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر ماہ رمضان المبارک میں یہ اجرت برصا و غیرت جانہین کی طرف سے مقرر ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ مقدار معروف ہو تو تب بھی رزق سے درجہ بصورت دیگر یہ اجارہ قاسدہ کے حکم میں ہے جو صحیح نہیں۔

لے قال العلامة أكمل الدين الباقري، وكافرى بين طوي السدة وتصيرها عندئذ كالتبعيت يعيش اليها اذ ما قد ن لان الحاجة التي جوزت الاجارة لها قد تمس الى ذلك۔ (الانابة على هامش فتح القدیر ج ۴ ص ۴۹۷ کتاب الاجارات)

وَمِنْهُ فِي الْجَوْهَرَةِ السَّيِّدَةِ ج ۱ ص ۳۱۷ کتاب الاجارات۔

فأقال: تشييز سليم درستعم یا نزع: لو استأجر احد اجیر علی ان یعمل یوما یعمل  
من طلوع الشمس الى العصر او الى المغرب علی وفق عرف البلدة فی شأن العمل -  
وشرح مجلة الاحکام لسليم، مائة ۳۹۵ ۳۹۶ کتاب الثاني فی الاجارة الباب الرابع فی  
المسائل التي تتعلق بمدة الاجارة -

**بمجهول الوقت کا عقد اجارہ** - معمولی - ایک ملازم نے مالک مکان سے پانچ سو روپے  
کرایہ پر مکان لے لیا، چند ماہ بعد اس نے مالک مکان سے  
سے کہا کہ میں تین ماہ کی تھی پر اپنے گھر جارہا ہوں واپس آ کر اس مکان کو دو بارہ ماہ پر پڑوں  
گا اور ملازم اپنا سامان اسی مکان میں رکھ کر چلا گیا، اب اللہ دونوں کے درمیان تنازع پیدا ہو  
گیا ہے مالک مکان کا موقف یہ ہے کہ چونکہ تمہارا سامان اسی مکان میں پڑا ہوا ہے اور جاتے  
وقت تم نے عقد کو ختم ہی نہیں کیا تھا لہذا میں ان تین ماہ کا کرایہ بھی ادا کرنا پڑے گا جبکہ ملازم  
کا کہنا ہے کہ چونکہ میں نے جاتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ واپس آ کر نئے سوسے سے کرایہ پڑوں  
گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اجارہ ختم ہو گیا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں  
سے کس کا موقف درست ہے؟ نیز کیا ملازم کو کرایہ دار یا عین ماہ کا کرایہ ادا کرنے کا  
شرط یا بند ہے یا نہیں؟

**الجواب** - صورت مشورہ کے مطابق جب مدت کا تعین نہیں ہوا ہے صرف اتنا ہی  
کہ عین ماہ کا کرایہ پانچ سو روپے ہو گا تو اس صورت میں کرایہ دار اور مالک مکان ہر ایک کو  
ہمینہ کے تحت پر ایک دوسرے کی موجودگی میں اجارہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہے، لہذا جب  
ملازم نے واضح طور پر مالک مکان سے یہ کہہ دیا کہ تمہارے مکان کے بعد واپس آ کر میں اس مکان کو

لے گا، علامۃ الضمائی: رجل استأجر اجیر یوما یعمل لفلان کذا او لفلان کل اعراف: انہم یعملون من طلوع الشمس  
من طلوع الشمس الى العصر یوما علی ذلک وان کان اعراف: انہم یعملون من طلوع الشمس  
الى غروب الشمس فیہ علی ذلک وان کان اعراف: مشترکا فیہ علی طلوع الشمس  
الى غروب الشمس اعتبارا بالیوم - رائد ذی فیضان مع السریۃ ج ۳ کتاب الاجارۃ  
فصل فی اجارۃ الدواب والبقہا فی فیضان وجب و فیما لا یجب -

و حکم فی الفناوی للحدیۃ ج ۲ کتاب الاجارۃ باب الفناوی فی فیضان وجب و فیما لا یجب -



اجارہ پر ملی ہوئی زمین میں ہونے والے درختوں کا حکم | سوال: ایک شخص نے کسی سے  
ایسی ایک ملک زمین دس ہزار سال  
تک کاشت کرنے کے لیے اجارہ پر ملے ہے اب اس زمین میں درخت بھی ہیں تو کیا شرفاء  
درخت کو حرد مالک زمین ہونے پر مستاجر کا شکار ہونے کے؟

الجواب:- اگر یہ درخت مالک زمین نے لگائے ہوں اور خدمت کاشتکار سے ملی ہو  
تو یہ درخت مالک زمین کے ہوں گے اور خدمت کرنے والے کو خدمت کا معاوضہ ملے گا اور  
اگر درخت اجارہ دار نے مالک زمین کی اجازت سے لگائے ہوں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر  
بلا اجازت لگائے ہوں تو درخت اجارہ دار کے ہوں گے اور مالک زمین کو زمین سے  
انتفاع کا اہر ملے دیا جائے گا۔

قال العلامة محمد كاظم الخراساني رحمه الله :- وقد اختلف صاحب التبيين الكلام في  
تطبيق هذه المسئلة قال فالماصل ان من زرع ارض غيره بلا اذنه على وجه الغصب  
فان كانت الاذن من ملك او عايد بها لم يضره اعتباره في الحصة ان كان ثمة عرف  
والا فان اعداها فلا يبار فالمازم حكمه للزرايع وعليه اجر مثلها لربها والافادة انتقصت  
فعليه انتقصان والا فلا شيء عليه - ر فتاوى كالمجلة ص ۱۹ کتاب الاجارۃ ج ۱

اجارہ کر رہے ہیں کسی مرمت کا خرچہ بہت بڑے کے ذمہ لگانے کا حکم | سوال: وہ ہمارے علاقے  
میں زمین اور زمین کاشت  
کے لیے زمین شیرازی اجارہ پر لیتے ہیں، مالک مشین اور زمیندار کے مابین عقد ہوتا ہے کہ  
آمدنی کا تیسرا حصہ مالک مشین کا ہوگا اور اگر مشین خراب ہو جائے تو مرمت کا خرچہ زمیندار

لے قال العلامة ابن عابدین رحمه الله :- فالماصل ان من زرع ارض غيره بلا اذنه ولو على  
وجه الغصب فان كانت الاذن من ملك او عايد بها لم يضره اعتباره في الحصة ان كان ثمة عرف  
والا فان اعداها فلا يبار فالمازم حكمه للزرايع وعليه اجر مثلها لربها والافادة انتقصت  
فعليه انتقصان والا فلا شيء عليه -

(تنقيح الحامدية ج ۲ ص ۱۲ کتاب الغصب)

و مقلد في فتاوى ج ۱ ص ۱۹ کتاب الاجارۃ -

کے قدر ہوگا، تو کیا اس طرح کو عقد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اس قسم کا اجارہ رد و وجہ کی بنا پر فاسد ہے (۱) اس میں اجرت متعین نہیں ہے (۲) یہ کہ نہیں کو مدت مستاجر و عیندار کے قوت سے لگائی گئی ہے اور اس شرط کا لگانا اجارہ کو فاسد کرنا ہے لہذا مستاجر پر جو مستثنیٰ واجب نہیں بلکہ اجرت منہا جس سے، بشرطیکہ اجرت منہا مقرر کردہ گریہ سے زیادہ نہ ہو ورنہ بصورت دیگر مقرر کردہ گریہ لازم ہوگا۔

قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ، وکذا الواسع والراجح انما اذا كان فساد الاجارة  
در علم علی ان یرقھا المستاجر کان علی المستاجر اجد العطل بالذم ما بلغ لانه لما شرط المدة  
على المستاجر صارت المدة من الاجرة فيصير الاجر مجهولاً فماذا اذا كان فساد الاجارة  
بحکم شرط فاسد۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۳۷ کتاب الاجارۃ باب الاجارة فاسدہ)

**سوال :- ایک**  
تین ماہ سے قبل نوکری چھوڑی تو تنخواہ نہیں ملے گی۔ اجارہ فاسد ہے غنیمت ہے اس  
شرط پر نوکر کھا کر تین ماہ سے قبل نوکری چھوڑ دے گا تو تنخواہ نہیں دیں گا اگر اس شخص پر نوکر  
تھے تین ماہ سے پہلے ہی نوکری چھوڑ دی تو کیا یہ شخص نوکری کے ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے  
یا نہیں؟

**الجواب :-** اجارہ میں اس قسم کی شرائط لگانا صحیح نہیں، لہذا صورت مشورہ میں ان  
دونوں کا اجارہ فاسد ہے، اس لیے نوکر کو اجرت منہا دیا جائے گا بشرطیکہ اگر مستثنیٰ ہے کم ہو۔

لے قال العلامة محمد کامل الطرابلسی رحمہ اللہ، سئل عن استاجرة أنا باجر مجهول  
هل فساد الاجارة فالجواب قسم قال في جامع النصولين كل جهالة تؤت في البيع تؤت في  
الاجارة ويفسد بها العقد سواء كانت لجهة اية في الاجرة والمدة او اهل استاجرة عليه ويجب  
اجرا انزل في فاسد ما ولا يجوز فيها المستثنى ولا يجوز للمستثنى وقلم الاجر ولا يجب بالذم  
ما بلغ فلما استاجر بيتاً سنة بعائة عن ان یرقھا المستاجر ففقد اجرة مثله بالذم ما  
بلغ اذ المدة لمع شرطت على المستاجر صارت من الاجرة جهل لاجر۔  
فتاویٰ کاملیہ ص ۱۹۹ کتاب الاجارة مطلب فساد الاجارة بجهالة (الاجر)  
وتمت فی رقا المعقار ج ۵ ص ۳۲ باب الاجارة الفاسدة۔

والله اعلم بقرينة: وان كانها الى بغداد فله بغداد بلفظها عشرة دراهم والا فلا شيء له ولا جارة فاسدة وعليه جبر عليها بقدر ما سار عليها۔

(الفتاوى الهندية ج ۳، الفصل الثاني فيما يفسد العقد فيكون له ان يشترط له

**اجارة فاسدة کی ایک اور صورت** | سوال :- ایک شخص اپنا تجارتی مال بذریعہ ترک بنوں سے لاہور لے جانا چاہتا ہے، ترک کے مالک

اور مال دے کے درمیان معاہدہ کچھ اس طرح ہوا کہ ترک کے مالک کو راستے میں ٹیکس والا کو ادائیگی رقم کی ذمہ داری قبول کرنے پر دس ہزار روپے پیش گئے ورنہ بھارت و گورنر پانچ ہزار روپے کر ایسے نہیں گئے کیا ایسا عقد اجارہ شرعاً جائز ہے ؟

**الجواب :-** یہ اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد کا حکم یہ ہے کہ کسی رضائی یعنی اجرت مروت ہو وہ دی جائے گی اور جو کچھ ملے گا اسے وہ نہ دیا جائے گا، لیکن اگر مروت زیادہ ہو اور فریقین کے درمیان ملے شدہ اجرت کم ہو تو ملے شدہ اجرت ہی دی جائے گی۔

قال العلامة ابن عابد بن رحمہ اللہ: وقصد الاجارة بالشرط المتعلق بالمقتضى العقد فكل ما افسد البيع مما امر بفسادها كجهالة ما جاور او ائيرة او عدة او عمل او كشي طوعا ام عبدا وعلف دابة ورمقة الى راو وغار صها وعشر او غراج او مؤنة۔ (رد المحتار ۶/۴۶۷ باب الاجارة الفاسدة) ۲

**جوان کو نقصت پر رکھنا** | سوال :- اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو گائے یا بھینس کا بچہ اس شرط پر لے کر وہ اس کی تربیت کرے اور پالے پوسے اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اسے فروخت کر کے قیمت آپس میں برابر بڑی تقسیم کریں گے، کیا ایسا

لے گا علامہ بن نجیم: وان بلفت بغداد فله كذا والا فلا شيء له فبني فاسدة وعليه اجر مثل ما سار عليها۔ (البحر الرائق ج ۲، مسئلہ ۳۱۲ باب الاجارة الفاسدة) ومثله في الجوهرة النيرة ج ۱ مسئلہ ۳۱۲ باب الاجارة الفاسدة۔

۳۔ وقال الهندية: ولا جارة لفسادها بالشروط التي لا يقتضيها العقد كما اذا شرط على المبيع الخاص ضمانا تلفه بفسادها (الفتاوى الهندية ج ۳، الفصل الثاني فيما يفسد العقد) ومثله في البحر الرائق ج ۲، مسئلہ ۳۱۲ باب الاجارة الفاسدة۔

فقدا جازہ کرنا شرعاً جائز ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو بھرتیوار کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟  
**الجواب:-** یہ اجارہ فیضیہ العثمان کے حکم میں ہے، لہذا اس پر اجارہ فاسدہ کا حکم لگایا جائے گا۔  
 لعدم قیضین الاجارۃ ولعدم قیضین العودۃ۔ جائیزین کو چاہئے کہ مدت اور اجرت کی  
 قیضین کریں اور مدت ختم ہونے کے بعد بھرتیوار کو قیضت کے عوض نصف لگائے دی جائے۔  
 وفي المہندیۃ دفع بقرة الرجل علی ان یصلحها وما یكون من اللبن والسن بینھا  
 اتصافاً فالاجارۃ فاسدۃ وعلی صاحب البقرة للرجل اجر قیامہ وقيمة علفہ ان ملھا  
 عن ملعہ۔ والفتاویٰ المہندیۃ ج ۲ ص ۱۳۹ کتاب الاجارۃ۔ الفصل الثالث فی قیض الطعان  
 وما ہونی معنہ (۱) ص ۱۷

**سوال:-** کیا مزدور کو مزدوری کے عوض میں زمین دینا جائز  
 مزدوری میں زمین دینا ہے جبکہ عقید میں رقم دینے کی گئی ہو؟  
**الجواب:-** عقد اجارہ کی اجرت میں ہر وہ چیز دینا جائز ہے جو مال متقوم ہو لہذا  
 مزدور کو مزدوری میں زمین دینا جائز ہے اگرچہ ابتداً عقید میں رقم دینے کا معاہدہ ہی  
 ہو چکا ہو۔

وفي المہندیۃ وما صلح ان یكون ثمن البیع کا انتقود والمکبھی والموتون  
 صلح ان یكون اجرة فی الاجارۃ وما لا یصلح ثمن لا یصلح اجرة۔  
 والفتاویٰ المہندیۃ ج ۲ ص ۱۳۹ کتاب الاجارۃ فی باب الاول (۲) ص ۱۷

۱۔ اقبال اعلامہ طاہرین عبدالرشید اعجازی، فی فتاویٰ الفیضی رجل دفع بقرة الی رجل بالعلف  
 منها حصة وھی التي بابقرسیۃ کلیم سعود بان دفع علی ما یصلح من اللبن واللبن  
 بینہما تمخاں فہذا فاسد والحارت کلمہ لصاحب البقرة والاجارۃ فاسدۃ۔

۲۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۹ کتاب الاجارات وما یتصل بہہذا (۱)  
 ومثلاً فی الفتاویٰ البیاضیۃ عن ہاشم المہندی ص ۱۳۹ کتاب الاجارۃ بالتبع الثالث فی ذلک (۲) ص ۱۷  
 ۳۔ قال اعلامہ خالد الدامنی: ما صلح بد لا فی البیع یصلح بد لا فی الاجارۃ۔  
 (۱) رجوع الاحکام مادۃ ۴۶ ص ۲۷۱ فی بدل الاجارۃ (۲)

ومثلاً فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۹ کتاب الاجارۃ۔



اجارہ میں زمیندار کو کاشت کی عام اجازت دینا | سوال : اگر کوئی شخص کسی شخص سے

دیر سے کہ آپ جو عمارتیں اس میں کاشت کریں، تو کیا از روئے شرع اس عقد کو ناجائز ہے؟

الجواب : عقد اجارہ میں اگرچہ فصل وغیرہ کا تعین کرنا ضروری ہے بدون تعین کے اجارہ

فاسد ہوگا، لیکن اگر متوجہ متاجر کو اس بات کی عام اجازت دی ہو کہ وہ جو چاہے اس

میں کاشت کر سکتا ہے تو اس صورت میں شرعاً یہ اجارہ صحیح اور درست تصور ہوگا۔

وفى الهندية : ولا بد فى اجارة الاراضى من بيان مايجوز له من الزراعة

والغرس والبناؤ وغير ذلك فان لم يبين كانت الاجارة فاسدة الا اذا جعل له ان

ينقطع بحاشاء هكذا فى البدائع - (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۳۴۰ کتاب الاجارۃ -

الباب الخامس عشر فى بيان مايجوز من الاجارة وما لايجوز )

سوال : بعض مؤلفین نے

اجارہ علی الاجارہ جائز ہے بشرطیکہ اپنے متوجہ پر نہ ہو | ہے کہ ایک آدمی کسی زمیندار سے

نصف آمدن پر زمین اجارہ کرتا ہے اور پھر اس زمین کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ دو تہائی پر اجارہ

کرتا ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا اجارہ بری ہوئی زمین کسی دوسرے شخص کو اجارہ پر دینا

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : مستاجر کے لیے اجارہ علی الاجارہ جائز ہے بشرطیکہ اپنے متوجہ کے ساتھ

نہ ہو اور اگر بت اولی یا اس سے کم بہ مولد اور اگر اگر بت اولی سے زیادہ بہر ہو تو اضافی رقم

کو فخراد پر تحقّق کرے۔ ان دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، اولی یہ کہ اجارہ ثانوی پر نہ ہو

لہ قال العلامة برهان الدین مرغینانی رحمہ اللہ : ولا یصح العقد حتى یستحق ما یزرع

فیہا لانھا قد تتاجر للزراعة وتغيرها وما یزرع فیہا متفاوت فلا بد من التعین

کی الیقین المنازعة او یقول ان یزرع فیہا ما شاء لانه لما قوض الخفیة الیہ

ارتفعت الجہالة المفضیة الی المنازعة - والہی ایتہ ج ۳ ص ۳۴۰ کتاب الاجارات

باب ما یجوز من الاجارة او ما یكون خلافا فیہا

ومثله فی فتاوی الکاملیۃ ص ۱۹۱ کتاب الاجارۃ

پر ہو تو تم یہ کہ مستاجر اجارہ کی ہوئی چیز کی اصلاح کر سہ، مثلاً اگر مکان پر قواس کی مرمت اور  
سفیدی وغیرہ کر سہ یا زمین پر قواس کا مایوں وغیرہ کو ٹھیک کر سہ۔ نہ دوسور قواس پر  
اجارہ دوم اجارہ اول سے زیادہ پر بھی جائز ہے۔

دقیقہ ہندیہ: واذا استاجر داراً وقبضها لغيرها فانه يجوز ان اجريها بحسب  
عادات اجريها الاول وان اجرها باكثر مما استاجرها ضعیفاً حیث ان ایضاً الا ان  
كانت الاجرة الثانية من جنس الاجرة الاولى فان الزيادة لا تطیب له ویستصدق بها  
وان صحانت من خلاف جازها طابت له الزيادة ولو زاد في النذر زيادة كما لو نذر  
خمساً وتذا او خمر فیها بعد ذلك واصلى ابوابها او شرباً من حواطعها طابت له الزيادة۔  
والفوائد الهندیة ج ۳ ص ۲۵۹ کتابہ بواب السباغ فی اجارة المستجر باله

**مستاجر یا مؤجر کی موت سے اجارہ کا ختم ہونا** | سوال :- اگر دو آدمیوں کے درمیان  
پندرہ ماہوں کے لیے کوئی عقد اجارہ ہو جائے  
لیکن اسی مدت کے اندر مؤجر یا مستاجر کی موت واقع ہو جائے تو کیا اس کے بعد بھی  
عقد اجارہ باقی رہے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر متعاقدین نے عقد اجارہ اپنے لیے کیا ہو تو دونوں میں کسی ایک نہ  
موت واقع ہو جانے سے عقد اجارہ نسخ ہو جائے گا لہذا ان کے پسماندگان کیلئے عقد  
کی تجدید ضروری ہے۔

قال العلامة ابن عابدین: واذا مات أحد المتعاقدين وقد عقدت الاجارة بينهما فسخ  
الاجارة۔ (نہج ایضاً ج ۳ ص ۲۵۹ کتاب الاجارة۔ باب فسخ الاجارة) ۱۷

قال ابن عابدین: ولو استأجر الرجل مؤجراً من مال الله بثلثي الدينار، وانفق اقلها كذا تصدق  
بالفضل الذي مستحق كماله في باب يجوز من الاجارة۔ رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۹ في مطلب الاجارة۔ ۱۸  
ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۲۵۹ کتاب الاجارات في المجلس الثاني۔

كذلك في العلامة: في بركات النسخ، وتنضم بثلث احد المتعاقدين ان عقدت حائضه وان  
حنطها لغيره لا۔ رد المحتار في كتاب الاجارة ۱۹

ومثله في رد المحتار على من رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۹ کتاب الاجارة۔

جعلی سند بھرتی ہونے والے ملازم کی تنخواہ کا حکم | سوال :- حکومت نے مکملوں میں دینیات پڑھانے کے لیے اساتذہ

کی بجائے اشتہار شائع کیا اور بشرط کفائی گرامر و انگریزی دینی مدرسے سے فارغ التحصیل ہوا اس پر ایک شخص نے کسی دینی مدرسے کے مہتمم کو پیسے دے کر اپنے نام کی جعلی سند دی اور انگریزوں کے دوران پیش کر کے بھرتی ہو گیا تو کیا اس طرح بھرتی ہونے والے اس استاد کو حکومت کی طرف سے جو تنخواہ دی جاتی ہے وہ اس کے لیے شرعاً حلال ہے یا حرام ؟  
الجواب :- جتنا اجارہ سے ملے وہ انگریزوں کی حلت کا دار و مدار اس کام کا اہل ہونے پر ہے ، لہذا مذکورہ شخص اگر مغفوفہ دی ہوئی کا اہل ہو تو تنخواہ حلال ہوگی ورنہ حرام لیکن جو حکومتی رشوت دینے اور بھرتی کرنے کی وجہ سے کوئی گناہ مرتب ہوگا ۔

قال العلامة ابن عثیم : واما ركنها فهو الايجاب والقبول والارتباط بينهما واما شرط جوازها فتلافة الشئ اجزا معلوم ومعين معلوم وبدن مقيم ومعد سببا مادي في الحاجة بقليل لثمنه واما حكمها فتخرج المصالح في البدلين ساعة فسادها ۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۸۸ کتاب الاجارۃ ) سلم

اما مہاجر میں اہلیت نہ ہو تو اسے معزول کیا جاسکتا ہے | سوال :- ایک شخص کافی عرصے سے ایک مسجد کا امام

مقرر رہا ہے لیکن اب اس کے مقتدیوں میں سے بعض لوگ اسے امامت سے معزول کرنا چاہتے ہیں ، تو کیا ان کو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- مسجد کا امامت اجارہ کے حکم میں ہے اگر مہاجر میں ذکر مذکور ادا کرنے کی صلاحیت نہ رہے تو اجارہ فسخ کرنا جائز ہے ۔

قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البقلاوی : وفي انتاوی الصغری رجل متاجر

لہ قال العلامة ابن العزیز : لا يجوز عقد ما عني يعلم البطل والتمنع وبيان المنفعة باحد ثلاث بيان الوقت وهو العمل وبيان العمل والمكان فالاجر بيان العقد ۔

(البنزاريۃ علی ہاشم الہندیۃ ج ۱ ص ۸۸ کتاب الاجارۃ)

وَمِنْهُ فِي خِلَافَةِ الْفَتَاوَى ج ۳ ص ۸۸ کتاب الاجارۃ ۔

وَجُنْدًا لِيَعْلَمَهُ حَرْفَةً كَذَلِكَ هَذِهِ لِسَنَةِ فَمَقُولُ نَصْفِ الشَّعْثَةِ وَالْحَرْفُ لِمَعْنَى شَيْءٍ أَقْلَمْتُ بِحَرْفٍ  
 أَنْ يَفْشَحَ الْأَجَاةَ - (خلاصہ لغت ادبی) جس مسئلہ کتاب الاجارۃ افضل طریق فی فتح الجارۃ علیہ  
 امامت مسجد تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم | **سوال** - کیا مسجد کی امامت اور تعلیم  
 قرآن پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** :- اگرچہ امام بوضیفہ وظائف پر اجرت لینے کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن یہاں  
 مذکور بات ہے جب اہل علم اور خادین دین کی معاشی ضروریات بیت المال سے پورے کی جائے  
 نہیں لیکن بعض میں جب محرماتوں کی لایروزی کی وجہ سے یہ سلسلہ بند ہو گیا تو فقہاء کرام نے  
 تعلیم قرآن اور شفا و تہذیب کے خارج ہو سکے اندیشہ سے اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ دیا  
 تاکہ دین کے یہ خادم و نواس کے دیگر کاموں سے جمل کر دیجی اور کچھوں کے ساتھ دینی کام  
 میں لگے رہیں۔

فَأَمَّا الْعَدَمَةُ بِمَدَنِ الدِّينِ فَلَمَّا رَغِبَ فِي الْمَقْشَرِ. وَبَعْضُ مَشَائِخِنَا اسْتَحْصَنُوا اسْتِجَارَ  
 عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ الْيَوْمَ لِأَنَّهُ طَهَّرَ تَوَافُقَ فِي الْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ فَفِي الْأَمْتِنَاعِ يَضِيعُ مَضْطَرَفُ  
 وَحَلِيلِهِ الْقَتُولَى - (الهداية ج ۳ ص ۳۳ کتاب الاجارۃ) کہ

لَهُ فِي الْعَدَمَةِ وَأَمَّا اسْتِجَارَةُ آدَاءِ بَطْلِهِ هَذَا الْعَدَمَةُ لَمْ تَقْضِ بَلَدًا تَعْلِمُ بِعِلْمِهِ شَيْئًا فَلَمْ تَجِبْ أَنْ  
 يَضْمَرَ مَا يَتَرَدَّدُ فِي هَذَا الْكَلِمَةِ الْفِي الشَّيْخِ الْإِمَامِ عَنِ أَنْ يَجِبَ فِي قَافِيَتِهَا أَيْضًا كَذَلِكَ الصَّغَرَى -

(فتاویٰ ہندیہ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الاجارۃ - الباب التاسع عشر)  
 وَبِشَيْءٍ فِي مَا آدَى الْبُزَارِيَّةَ عَلَى مَا مَضَى خُصَمِيَّةَ مَجْمُوعِ الْأَجَارَةِ لِيَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَالْحَرْفَ -  
 لِيَعْلَمَ الْعَدَمَةَ لِيَعْلَمَ الْبُزَارِيَّةَ عَلَى مَا مَضَى خُصَمِيَّةَ مَجْمُوعِ الْأَجَارَةِ لِيَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَالْحَرْفَ -  
 عَلَى مَا مَضَى خُصَمِيَّةَ مَجْمُوعِ الْأَجَارَةِ لِيَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَالْحَرْفَ -  
 وَبِشَيْءٍ فِي مَا آدَى الْبُزَارِيَّةَ عَلَى مَا مَضَى خُصَمِيَّةَ مَجْمُوعِ الْأَجَارَةِ لِيَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَالْحَرْفَ -  
 انقطعوا العطايا من بيت المال وعدم الحجة على الوقع بطريق الحجة ليشتمل عليه ما عليه  
 بهما شهم ولا يعلمون احداً وليصيح القرآن قافى العاخرين بالجواز له -

(تفہیم الحامدیہ ج ۳ ص ۳۳) الفتویٰ علی جواز الاجارۃ علی تعلیم القرآن  
 وَمِثْلُهُ فِي كَفَرِ الْقَاتِنِ مِثْلَهُ كِتَابُ الْأَجَارَةِ -

**نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ** | سوال :- کیا نکاح پڑھنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** نکاح پڑھنے پر اجرت لینا فقہاء کرام کے ہاں مختلف فیہ ہے، چونکہ اس میں ایک گونہ تعلیم و تلقین بھی ہے اور تعلیم و تلقین پر اجرت لینا منہجی ہر قول کے مطابق جائز ہے اس لیے فقہاء کرام نے اس میں اجرت کے حجاز کو قولی و راجح قرار دیا ہے لہذا بنا برائے نکاح پڑھنے پر اجرت لینے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

قال العلامة قاضی خان: اختلف المشايخ في الدلالة في النكاح هل يكفل لها الاجر قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل لا بحر لانه لا منفعة للزوج من كلامها بغیر عقد واما منفعة الزوج في العقد والعقد ماقام بها وقيل غيره من مشايخ لها بحر مغلها لان معظم الاھم في النكاح يقوم بالالدلالة فان النكاح لا يكون الا بعتد مات تكون من الدلالة فكان لها اجر لعتل بمنزلة الدال في البيع فانه يستحق الاجر (افتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۳۳ باب الاجارة العاسد قاسمہ)

**اجیر خاص کو دیوٹی کے اوقات میں کوئی دوسرا کام کرنا جائز نہیں** | سوال :- نید

کیا وہ سکول ٹیوٹن کے دوران کسی ترقی مسجد میں امامت کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** سکول ٹیچر چونکہ اجیر خاص ہوتا ہے اور اجیر خاص کے پے دیوٹی کے اوقات میں دوسری ملازمت کرنا جائز نہیں اور نہ اس کی تنخواہ سے بقتد غیر حاضری کے کٹوتی کی جائے گی۔ البتہ چھٹی یا تفریح کے وقت میں اگر وہ کوئی دوسرا کام کرنا چاہے تو بلا شک کر سکتا ہے، تاہم مذکورہ بالا صورت میں اگر اس کا عملی تدبیریں متاثر نہیں

لے وفي الهندية، الدلالة في النكاح لا تستوجب الاجر وبه يفتي الفضل في تناوله وغيره من مشايخ زماننا كانوا يفتون بوجوب اجر لشل وبغیرہی کذا فی جوابہا لا خلاصہ  
 (افتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۳۳ فصل الرابع فی فساد الاجارة (فانکالت اجور مشغولا بغيره)  
 فی مسئلہ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۳ کتاب الاجارة۔

موت ہو تو امانت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

والله اعلم بالصواب، ویس للخاص ان یعمل ففیر ولو غسل نفس من  
أجرته بقدر ما غسل نذوی لئلا یزل من غیره من مہر والیہ فیہ، یا مہار کہ جس سے  
اجیر خاص اپنا کام دوسرے آدمی سے نہیں کر سکتا | سوال: مزید ایک سوال پھر  
ہے لیکن بھلے زید کے

اس کا بھائی عمر دسکول میں ڈیپلڑ رہتا ہے، تو کیا زید کا ایسا کرنا جائز ہے؟  
الجواب: یہ صورت مشورہ میں زید اجیر خاص ہے اور اجیر خاص شرعاً کسی دوسرے  
شخص سے اپنا کام نہیں کر سکتا ورنہ کسی حادثہ کی صورت میں نفاست زبرداری اس کی  
جوگی، تنہا زید کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

قال العلامة خلدی: لا بأسی، الا جہلادی استوجب علی ان یعمل بہ فہا یس  
لہ ان یستعمل غیر مستحق لواء علی احد جہۃ لیا ط علی ان یغیظہ بنفسہ بکن ادراہم  
تلیس یخیط علی ان یغیظہ بغیرہ بل یلزم ان یخیطہ بنفسہ وان ظاہر ما یروی  
وتلفہ، فیہ رضاعی۔ رجلة الاحکام، مرقۃ المستدرکات فی الاصل الرابع فی الجاۃ لآدمی  
اجیر خاص کا استحقاق | سوال: اگر کسی علاقے کے سرکاری سکول میں طلباء زبردستی  
ادرواں اساتذہ کا تقرر ہو رہا ہو جبکہ اس اساتذہ  
طلباء کی عدم موجودگی کی وجہ سے سکول حاضر نہیں ہوتے، تو کیا ان اساتذہ کو گورنمنٹ سے

طلباء کی عدم موجودگی کی وجہ سے سکول حاضر نہیں ہوتے، تو کیا ان اساتذہ کو گورنمنٹ سے  
طلباء کی عدم موجودگی کی وجہ سے سکول حاضر نہیں ہوتے، تو کیا ان اساتذہ کو گورنمنٹ سے

طلباء کی عدم موجودگی کی وجہ سے سکول حاضر نہیں ہوتے، تو کیا ان اساتذہ کو گورنمنٹ سے  
طلباء کی عدم موجودگی کی وجہ سے سکول حاضر نہیں ہوتے، تو کیا ان اساتذہ کو گورنمنٹ سے

وہی فی العناۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۲

تخوارینا جائز ہے ؟

**الجواب :-** سکوروبہ کے اساتذہ اخیر خاص کے حکم میں ہونے میں البذا سکوروبہ میں باقاعدگی کے ساتھ حاضر ہونے کی وجہ سے ہی خواہ کئے مستحق ہوں گے بصورت دیگر عدم طہری کی وجہ سے تخرار لینے کے حقدار نہیں ہوں گے ۔

قال العلامة برهان الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ : والاحیاء الخاص الذی يستحق الاجرة بسلام نفسه في المدة وان لم يعمل كمن استوجر شهر المدة او لم يرضى الغنم .  
والهداية ج ۱ ص ۳۹۹ کتاب الاجازات . باب ضمان الاجیر ۱۷

**سوال :-** ایک ملازم کے لیے مقررہ ڈیوٹی کے علاوہ کوئی اور کام کرنا جائز نہیں | شخصی نوٹ میں

ملازم ہے ، عموماً عصر کی نماز کے وقت افسران بالا کی جانب سے گراؤنڈ میں حاضر ہونے کا حکم ہوتا ہے ، چنانچہ ایک طرف نماز باجماعت کی تفسیل تدارد دوسری جانب افسروں کا حکم ہوتا ہے اور کبھی کبھی تو نماز عصر سے پہلے گراؤنڈ میں پہنچنے کا حکم ملتا ہے ، اسی صورت میں اگر چند فوجی جوان مل کر کمرے میں ہی جماعت سے نماز پڑھ لیں تو عذر اند نہ لہذا نہیں ہونگے ؟

**الجواب :-** ایسے شخص کے لیے ڈیوٹی کے معین وقت پر پہنچنا ضروری ہے ، تاہم اگر مسجد کی جماعت نہ ملے تو پھر مکمل کر کمرے میں ہی جماعت سے نماز پڑھ لیں تو درست ہے ، لیکن فرض نماز چھوڑنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی وقت سے پہلے نماز پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ ملازم کو ڈیوٹی کے اوقات میں فراتقی کے علاوہ دیگر امور میں مشغول رہنا صحیح نہیں ہے ۔

وفي المحدثية : وفي الفتاوى الفضلى رحمه الله : اذا استاجر شخصاً بغير ما يبعث  
كذا فعليه ان يعمل ذلك العمل في تمام المدة ولا يستغل بغيره سوى ما سئرت

لے قال العلامة الجوالہركات النسفی رحمہ اللہ :- والخاص يستحق الاجر بسلام  
نفسه في المدة وان لم يعمل كمن استوجر شهر المدة او لم يرضى الغنم ۔

وکنز الدقائق ص ۳۱۷ کتاب الاجازات . باب ضمان الاجیر ۱۷

ومثله في الجوهرية المنيرة ج ۱ ص ۳۷ کتاب الاجازة ۔

وفي فتاوى أهل مصر وقد قال بعض من أئمتنا رحمه الله تعالى إن يهودي نسق  
 ايضاً واتفقوا أنه لا يودى نقلاً وعليه الفتوى كذا في الذخيرة - رضائى كسندية جرم

كتاب الاجارة - باب الثالث في الاوقات التي يقع عليها عقد الاجارة -  
 مال جوري، هو من كى صورت میں اجیر خاص پر ضمان کا حکم | سوال: منیر کیا ہوگا ان

کا کو رو بار چلائے کیئے اس سے ایک منی رکھا ہوگا ہے، منی سے کسی نے دھوکہ سے مال  
 جوری کر لیا تو کیا منی جوردی ہونے والے مال کا ضمان ہوگا یا کہ زید یہ نقصان برداشت کرے گا؟  
 الجواب: اجیر خاص کے ہاتھوں میں مال حکیم، مانع ہے اور جوری کی صورت میں این  
 پر ضمان نہیں، البتہ صورت مستور میں جوری ہونے والے مال کا منی نہ من نہیں ہے بلکہ مال کو جو  
 زید پر ہے تمام اگر اس جوری میں منی ملوث ہو تو ضمان لیا جلتے گا۔

قال العلامة خالد بن الحارث - والاجير الخاص أمين حق انه لا يضمن المدا الذي تلف في  
 يده وغيره منه وكذا لا يضمن المدا الذي تلف بصلبه بلا تعد العتق -

و محلة الاحكام، مادة ۲۶۹ من الفصل الثالث في ضمان الاجير -  
 له قال العلامة ابن عابد بن جرجس - قوله وليس للخاص ان يعمل للغير بل وان يصل النافلة قال في  
 التتارخانية وفي فتاوى الفضل واذا استاجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه ان يعمل  
 ذلك العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ اخر سوى المكتوبة وفي فتاوى سمرقند  
 وقد قال بعض مشائخنا رحمه الله تعالى انه ان يودى النسبة ايضاً و  
 اتفقوا انه لا يودى نقلاً وعليه الفتوى - ردة المختار ج ۶ من باب ضمان  
 الاجير، مطلب ليس للاجير الخاص ان يصل النافلة |

وقوله في هذه الاحكام مادة ۲۷۰ من كتاب الاجارة في بيان ما يقع فيه من ذكوريه وده يعل -  
 له قال العلامة ابن عابد بن جرجس - قال في جامع غفرلين استاجر رجل لحنطة خبز او حوانيت  
 فباع منها شئ قبل ضمن عند ابن يوسف ومحمد نوضح من خارج المحبرة لانه اجير  
 مشترك وقيل لا في الصحيح وبمعنى كانه اجير خاص -

ردة المختار ج ۶ من باب ضمان الاجير، مطلب في الخاوس والمناقى -

و قوله في الهداية ج ۲ من كتاب الاجارة باب ضمان الاجير -



**ثوب و بل کا پانی اجارہ پر دینے کا حکم** | سوال :- اگر ثوب و بل کے مالک اور ملک زمین کے درمیان اس شرط پر عقد ہو جائے کہ ملک زمین اپنی زمین کے لیے پانی کے عوض ثوب و بل کے مالک کو پچاس روپے فی گھنٹہ دے گا تو کیا ایسا عقد شرعاً جائز ہے؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں مدت اور اجرت دونوں متعین نہیں ہیں اور حیب اجرت اور مدت متعین ہو تو ناجائز ہے بلکہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی، لہذا ایسا عقد کرنا درست نہیں ہے۔  
قال العلامة ابن عثيمين في رد المحتار: لا يجوز عقد حاجتي ببيع المثل والمنفعة وبيان المنفعة باحداث ثلاث بيان الوقت وهو الاجل وبيان العمل والمكان فالاجل ببيان التعداد وهو على غالب نقد البلد - وانفاؤاى البرازية على هامش الهندية جزء ١ كتاب الاجارات (القول في المقدمة) -

**دینی مدارس کے لیے کیمن پر چند کرنا جائز نہیں** | سوال :- بعض دینی مدارس چندہ کے لیے کیمن پر چند کرنا جائز نہیں ہے، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** عقد اجارہ میں یہ غرض ہے کہ اجرت متعین ہو، ہر یک صورت مسئلہ کے عقد اجارہ میں اجرت متعین نہیں اس لیے یہ عقد فاسد ہے،  
بلکہ سب کو مدرسین لازم رکھ کر کیمن کی سقواء طرز کا ہے۔

قال العلامة المحقق رحمه الله: تفسد الاجارة بالشرط المعخالفة

سے قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البغدادي رحمه الله، في شرح النجاشي عقد الاجارة لا يجوز الا ان يبين المثل من الجانبين جميعا اما بيان المنفعة فباحدي معان ثلاثه بيان الوقت وهو الاجل وبيان العمل بيان المكان اما الاجل ان كان داهم او دنايا فالشرط بيان التعداد۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۱ کتاب الاجارات امام الاقلی فی المقدمة۔ الم)

وَبُيِّنَتْ فِي مَجْلَدِ الْأَحْكَامِ، مَادَّةُ ۳۵۰ مَصَدَرُ ۳۵۱ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ فِي شَرْطِ مَصَدَرِ الْأَجَارَةِ۔

لمقتضى: لعقد فكل ما قصد البيع (مما امر) بفسد ما كان له حاله ما جاور واجرة  
(والدرا اختار على صدر رد الاختار) مطلقاً باب الاجارة انفساً تمامه

**مسئله دینی و عصری مدارس کیلئے چھٹیوں کی تنخواہ لینا جائز ہے**۔ سوال بدلتی  
میں ایک معروف

شرعی قلمبر، مہدیین حضرات شعبان کے شروع سے لے کر شوال کے آخر تک چھٹیوں پر ہوتے  
ہیں، اس کے علاوہ سال کے درمیان میں بھی کبھی تو باجارت مہتمم اور کبھی بغیر اجازت کے  
چھٹی کھلتے ہیں لیکن اس کے باوجود مہتممین حضرات ان کو باقاعدہ تنخواہ دیتے ہیں، اس کی  
شرعی حیثیت کیلئے ؟

**الجواب** : ایام تعطیلات ایام عمل کے تابع ہوتے ہیں اس لیے چھٹیوں کی تنخواہ لینا  
ناجائز نہیں ہے، جب مدرسہ کے مہتمم اور معین کے درمیان شرائط طے شدہ ہوں تو دونوں ان  
شرائط کے پابند ہوں گے لیکن اس میں معین چند کی اجازت تو لے یا حال ضروری ہے اس لیے کہ  
مہتممین حضرات ان معین کے دلیل ہوتے ہیں اور اگر معین کی اجازت و رضا نہ ہو تو مہتمم اپنے  
گھر سے تنخواہ دے گا۔ البتہ بیماری، عیدینہ اور دوسری ضروریات کی چھٹیوں کے بارے میں  
اگر مدرسہ کا کوئی مدقن قانون ہو تو اس پر عمل و رداً ہوگا ورنہ جو عمل اور رویہ ملی مدارس  
کے نزدیک معروف ہو اس پر عمل ہوگا اور معروف یہ ہے اساتذہ سے چھٹیوں کی تنخواہ  
نہیں کاٹی جاتی، تاہم جانہیں پر لازم ہے کہ تنخواہ دینے اور لینے وقت اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ  
کے سپرد کریں۔

قال العلامة ابن نجيم المصري: ومنها البطالة في المدارس كقيام الاعياد وبيع شوارع

لے قال العلامة ابن نجيم المصري: وقد ضبطنا الشيوخ بواحد من الكونج في مختصر، فقال  
ذا كن عارفع عليه عن الاجارة مجهول في نفسه وفي اجرة وفي صدقة الاجارة او  
في العمل المتاجر عليه في الاجارة فاسد واصل جهالة تدخل في البيع  
مقتضاه من جهة الجهالة فكذا ذلك في الاجارة. اهر

(نيجار الرئوف ج ۲ ص ۱۹۲ باب الاجارة الفسدة)

وَمِنْهُ لَفِي فَتَاوِي كَامِيَةِ ص ۱۹۲ كِتَابُ الاجارة۔

وسمیر مصان فی دین لفقہ اعدارہا صریحہ فی کلامہم والسئلۃ علیہ وجہیں نہ  
کانت مشروطۃ لحدیث من اعلیٰ شیء کوالا فیضی ان یلحق بطلانہ افساسی و  
قد اکت و فی احادیثہ من حدیث من بیت الان فی یوم بطلانہ .

(الاشیاء و تنظیم ص ۹۷)

**مسلمان کا کفار کے ساتھ نوکری کرنے کا حکم** | **مسوال** :- آج کل کثیر مسلمان ترکیہ، بھارت  
اور جاپان وغیرہ ملک میں نوکری کی غرض  
سے جاتے ہیں اور وہاں کافروں کے ساتھ نوکری کرتے ہیں، کیا کسی مسلمان کو کفار کے ساتھ  
نوکری کرنا جائز ہے؟

**الجواب** :- اسلام نے ایک مسلمان کی عزت و عظمت کا بہت خیال رکھا ہے۔ اس  
نے مسلمانوں کو بھی اپنی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہیے، اس بناء پر جس نوکری میں ایک مسلمان  
کی ہڈیں متعیش ہوتی ہو تو وہ اس کو نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اگر ایک مسلمان کو کسی کافر کے  
ہاں کوئی ایسی نوکری ملتی ہو جس میں اس کی اہانت اور ذلت نہ ہو تو اس میں غم نہ کروں  
قباحت نہیں اگرچہ خلاف اولیٰ ضروری ہے۔

قال العلامة یوہنن نکاسا فی ۲۰ ولواسا جن ذی مسلما لیخدمہ ذکر فی الاصل  
انہ یجوز ان کرہ المسلم خدمۃ الذمی اما لکن ھو قہول ان یتخذ لہم استاذ لال کلان  
اجارۃ معلوم نقصد منہ اذ لا لکسہ ولین المسلم ان یتدی لکسہ خصوصاً  
بخدمۃ نکاحہ۔ زید نبع الصنائع ج ۲ ص ۱۸۰ حسن ولما اشرف اللہ لکین ۲۷  
لحق ابن مہام بن سیدنا حیث کانت لیسکا فی یوماً تذاکر و خجۃ وفی رمضان والعبید علی الحد وکن یوہل فی  
یوم غیر معاد لخصرہ من الان ذلھن یوہل علی تقید الرفع یا یوہل الذی یدرس فیہ ذلھن لفقہ یوہل  
من یلذذ بخدمۃ العبد فی یوم ذلھن لیسکا لیسکا یوہل یوہل ۲۸ کتاب لوقت

و مسئلہ فی شرح الخجۃ لریسم ہاؤر امدارۃ ص ۱۷۲ ملکہ الفصل الرابع فی اجارۃ الذمی

۱۷۲ قال العلامة قاضی خان مسلم آج لکسہ من نصرانی ان یتابعہ بعل غیر الخدمۃ جہولان جہولان  
لہ مقال فی لیسکا الامام ابوکر محمد بن نصر لکسہ و ذکر لکسہ فی لیسکا یوہل لکسہ لکسہ  
نکاحہ (الفتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۱۷۲ کتاب کاجارۃ)

و مسئلہ فی خدمۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۲ کتاب الاجارات الفصل لکسہ فی الخجۃ لکسہ

بہترین موت پر اجرت لینے کا حکم | سوانح: سر ریڈیو جو کہ عموماً گلے، بچانے کے لیے متعال  
ہوتا ہے لیکن بسا اوقات اس میں قرآن مجید کی تلاوت  
دینی تقاریر و خبریں بھی نشر کی جاتی ہیں، اگر وہ غریب ہو جائے تو کیا اس کی دستگی پر کلینک کو اجرت  
لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: پیراپنے اصل کے لحاظ سے جائز نہیں ہے اس کو ہمدانی سائنسی معلوماتی  
اور ترقیاتی مقاصد کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے اور جو چیز ناقصہ برائی کے لیے نہ ہو مگر جو اس کو  
برائی کے لیے استعمال کرتے ہوں تو فقہانے اس کی خرید و فروخت اور اس پر اجرت لینے کو  
جائز قرار دیا ہے، ہاں اگر کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ اسی کو سر ریڈیو کو لگاتے ہوئے غریب  
مراعات کیلئے استعمال کرتا ہے تو اس کی مرمت بھی ناجائز ہے اور اس پر اجرت لینا بھی  
ناجائز ہے۔

قال العلامة ابو ہریرۃ لکودہ عن ابی ذر ولا تجوز البجارة علی الفقار والشیخ وروح بن لاہب  
نعم۔ لا یجوز علی حامش الحدیث جہ ملک فوج فی المتوفات ونبیہ علی العاصی (۱)۔  
سوال: ہمارے علاقے میں بعض لوگ  
بیل کی کانٹے سے تختی کرانے پر اجرت لینا  
کھانے کی بخشی کر سنے کے لیے بیل پالتے  
ہیں اور اس پر متعین اجرت چیتے ہیں کیا یہ اجرت لینا جائز ہے؟

الجواب: اجرت کے حوالہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس سے نفع حاصل کیا جائے اور  
وہ اس شخص کی ملکیت ہو، چونکہ صورت مسئول میں کانٹے کا اصل ٹھہرا کسی کے ہیں کہ بات نہیں  
اس لیے اس پر اجرت لینا ناجائز ہے، اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی اس سے  
منع کیا گیا ہے۔

قال العلامة ابن ماجہ: یعنی لا یجوز خذ اجرة عبد التیس بقوله علیہ وسلم لا

لہ قال العلامة حنفی: بلا نفع لاجرة عبد التیس (۲) وھو نزیر علی لاثبات (رو)  
لا یجوز لعاصل مثل الف والشیخ والاملاھی) ورواؤہ بلا شرح ویا ح۔  
(ابن ماجہ علی حامش رد المحتار ج ۵ مشک مطلب فی الاستیجار علی العاصی)  
وہذا فی ہذا نفع ۷۰ مثلاً کن باب الاجارة۔

من لم یسعت عصب النیس ومهر لفی ولا ۱۰۰ عمل لا یفد رعیہ وهو لا حیال فلا یجوز اخذ الاثر علیہ ولا اخذ المال بمقابلۃ العاد وهو یجوز لا یقنع له فلا یجوز والیراد هنا استیجار النیس لیتذرع علی الغنم ویجعلها باجر.

والبحر الرئیق ج ۲ ص ۲۰۰ باب الاجارة الفاسدة ص ۲۰۰

**نوٹ کرانی پر ہجرت لینا** | سوال :- نوٹ کرانی کا شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کو ذریعہ معاش بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- کسی بھی جائیداد کی تصویر بنانا یا خواہنا سخت گناہ کا کام ہے، البتہ اگر ضرورت دینی ضرورت کے لیے یا سپورٹ وغیرہ بنانے کے لیے (کے موقع پر رقمی ہے مگر پھر بھی اس پر ہجرت لینا جائز نہیں ہے۔

قالہ العلامة المرقینی رحماتہ - ولا یجوز الاستیجار علی افتاء والنوح وكذا سائر الاعمال لان الاستیجار علی التعمیمة والتعمیمة لا تستحق بالعقد .

(الهدایة ج ۳ ص ۲۰۰ کتاب الاجارات ص ۲۰۰)

**فلنگ وصول کرنا** | سوال :- بعض عقول میں مال مویشی والے لوگ کسی یہاں زمین پر جا کر قیام کرتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو چراتے ہیں جڑ کاٹنے والے یا ملکدار زمین ار زمین "فلنگ" کے نام سے کچھ رقم ان سے وصول کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر فلنگ خود رکھا اس کا معاوضہ ہے تو پھر جائز نہیں کیونکہ اس میں مالک کی محنت کو کوئی دخل نہیں اور اگر ملکدار زمین یا یہاں پر رہائش اور قیام کرنے کا معاوضہ ہو تو باقاعدہ و معتد اجارہ کی صورت میں یہ مال جائز رہے گا۔

۱۰۰ قال العلامة ابن عابدین: (قولہ لا یفد لاجرة لعصب النیس) لانہ عمل لا یفد رعیہ وهو لا حیال - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۰ مطلب فی الاستیجار علی البدعی)

وَمَثَلُهُ فِي الْهَدَايَةِ ج ۳ ص ۲۰۰ كِتَابُ الْاجَارَاتِ.

ثم قال العلامة ابوالجوارات النسخی، ولا یجوز علی افتاء والنوح والسلاخی.

(کنز الدقائق ص ۲۰۰ کتاب الاجارات)

وَمَثَلُهُ فِي مَرَاةِ الْمُحْتَرَمِ ج ۲ ص ۲۰۰ مطلب فی الاستیجار علی المعامی.

ما قال العلامة ابن عابدینؒ: وتصح إجارة أرض لبناء وغرس وسائر الاشغال  
كطبخ آجر ونحوه ومقيل ومزارع وأمتين مكان القيلولة والمزارع بالنظم ما في الماشية  
حتى تظم الأجرة بالتسليم أسكن زرعها أم لا۔ (رد المحتار ج ۶، مشابہ باب ما  
يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)۔

**سوال:-** جناب مفتی صاحب! کیا بینک کی چوکیداری کرنا  
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** بینکوں کا موجودہ نظام اگرچہ سودی نظام ہے جو شرعاً منوع ہے اگر  
چوکیداری کا تعلق چونکہ براہ راست بینک کے سودی معاملات سے نہیں ہے اس لیے  
بینک کی چوکیداری میں کوئی حرج نہیں تاہم اگر ہوسکے تو اشتباہ ہی کیا جائے۔

وفي الهندية، مسلم آجر من مجوسى، يوقد النار لأبائس به كذا في الفقه  
رافعة دى، الهندية ج ۴، معجم المصنف الرابع في غنى الإجارة ذاك أن المستأجر،

**سوال:-** کیا بینک کی ملازمت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب:-** چونکہ آجکل اکثر بینکوں میں سودی کاروبار کا طریقہ

رایج ہے جبکہ قرآن و سنت میں سود کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور سودی معاملات  
کے متعلق اکھوت اور شہادت دینے والوں کو بھی صحت خوروی کے برابر قرار دیا ہے، اس بناء  
پر بینک کا ملازم یا نوکارتین میں سے ہر گاہ شہدوں میں سے ہوگا، جو کہ لعنت کے زمرے میں

له قال العلامة ابن نجيم انصاري رحمه الله: فاذا عرفت ذلك ظهر لك صحة الاجازات  
الواقعة في زمننا من ان يستأجر لاه من حفرة وسواها قاصداً بذلك الزام الاجر  
لكن منه مطلقاً سواء شملها المسلم واسكن زرعها أم لا۔ (رد المحتار ج ۶، مشابہ باب  
ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)۔

ومثله في شرح مجلة الاحكام، تحت المادة ۴۴۴، ما في الباب الرابع في ما  
من قال العلامة سراج الدين: أبى نفسه من مجوسى يوقد له ناراً، ودناوى من اجرة  
من حامى القديحان في كتاب الإجارة، باب ما يكره من إجارة وما لا يكره

ومثله في خلاصة العناوى ج ۴، كتاب الإجارة الفصل العاشر في المنع والباحة۔

دخل ہے۔ اس لیے ہیک کی ملازمت سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

لاورید فی الحدیث: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤرجلہ  
قال قلت وکاتبہ و شاهدہ یہ قال إنما نعتہ بما جعنا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۲ باب الربوا) <sup>۱</sup>  
خلافت شرع کام کرنے کی اجرت لینا

مونیثہ اور انگریزی خزانہ کے بال بٹلے پڑتے ہیں اور اس پر اجرت بھی لی جاتی ہے۔ اسی  
مسئلہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب:۔ حجامت کا پیشہ اختیار کرنے میں شرعاً کوئی قیادت نہیں البتہ ہرے بالے  
مخوفہ شرعاً بنا اور فخری مذہباً گندہ ہے اگر نہ کچھ پرکھو تو ہے، ہذا اس قسم کے بھار کاٹھوں سے  
بہ بھری کیا جائے۔

قال: العلامة طاهرون عبد الوہید البغدادی: ولا يجوز الاستیجار علی شیء من الفنا  
والنوح والمزاجیر۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۰۱ کتاب الاجارات جنس لغو فانتہی قائم علیہ  
تعوذ پر اجرت لینا جائز ہے

سوال:۔ اگر برکت بیماری سے شفا یا کسی صیبت  
سے بچنے کا راز ادا کر کے لیے قرآن مجید کی کوئی  
آیت لکھ کر تعویذ بنا دیا جائے تو کیا اس پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب:۔ امام ربیع بنوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہاء کرام کی عبارات سے  
معلوم ہوتا ہے کہ تعویذات پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ تعویذ خلاف شرع امور کے  
لیے نہ ہو۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ قال قلت وکاتبہ و شاهدہ قال إنما  
نعتہ بما جعنا وقال حم سواد۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۸۲ باب الربوا)  
وَمَنْ لَّ فِي الصَّحِيحِ الْبُخَارِيِّ ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب العیارات باب من لعن المصور۔  
قال العلامة البرقینانی: ولا يجوز الاستیجار علی انعام والنوح وکذا اسانہ الخ لانی لانی استیجار  
علی المعصیۃ والمعصیۃ لا تستحق بالعقد۔ (العدایۃ ج ۳ ص ۳۱۱ باب الاجارة الغلام)  
وَمَنْ لَّ فِي رد المحتار ج ۹ ص ۵۵۵ باب الاجارة الغلام لانی۔

قال العلامة ابن عابدینؒ الا ان انتقد من الفاضلین الاستیجار مطلقاً حوزة الرقبة  
بالاجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوی لا ضیاع لیسست عبادة محضة بل مما التذاد علی  
رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ باب الاجارة الفاسدة. مطلب قصیر فی عدم جواز الاستیجار. المزمع

**دلالی کی اجرت لینا جائز ہے** **السؤال** - جناب مفتی صاحب! آجکل کاروباری طبقہ  
میں دلالی کا رواج بہت زیادہ ہے اور اس پر اجرت  
میں کمی ہوتی ہے تو کیا دلالی کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب - دلالی پر اجرت لینا اگرچہ فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے مگر عموماً کسی کو  
بد نظریہ سمجھتے ہوئے قولہ جو ان پر فتویٰ دیا گیا ہے بشرطیکہ اجرت معین ہو اور درمیان مفاد سے  
خال ہو۔

قال العلامة ابن عابدینؒ وفي الدلال والسمه ريب اجرائيل وما تواضعا عليه  
ان في كل عشرة دنانير كن اقل الحرام عليه. وفي الحواشي مثل محددين مسلة عن اجرة  
السمار فقال ادخل انك لا بأس به وان كان في الاصل فاسدة كشدة التعامل وكثير من  
هذا غير جائز فتجوزده لحاجة الناس اليه كد خول الحمام. ردة المحتار ج ۲ ص ۲۵۸ باب  
الاجارة الفاسدة. مطلب في أجرة الدلال (۲)۔

لے قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ۔ واما حديث الرضا الذي رتقوا له بالفاضة  
واخذوا له من فاسكو النبي صل الله عليه وسلم فقال احق ما احذتم عليه اجرا كتاب الله  
فمنعنا اذ ارقعتم به كما نقله العيني في شرح البخاري عن بعض مما بنا وقال ان الرقبة  
بالقرآن ليست بقرية اي لان المقصود به الاستشفاد ووت الثواب۔

(تنقيح الحامدية ج ۲ ص ۲۵۸ کتاب الاجارة)

قرئتم في صحيح البخاري ج ۲ ص ۲۵۸ باب الرقبة بالقرآن والمعوذات (۲)

لے ذاك العلامة طاهر بن محمد الرشيد البخاريؒ وفي الاصل اجرة السمار والغاري  
والغاري وابسكاله ومالاته بقرية ثوقت ولا مقدار لما يستحق به العتق فكيف الناس في حاجة  
جاوان كالحق الا من فاسد (۲) وعلامة الفتاوى ج ۳ ص ۲۵۸ باب الاجارة. جنس اخوي المتفق (۲)  
وتمت في الاشباه والنظائر ج ۳ ص ۲۵۸ کتاب الاجارات۔



**ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے** | **سوال** : سکولوں کے اساتذہ نے حکومت کو اپنے کچھ مطالبات پیش کئے مگر حکومت نے ان کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیا، ہمارے بارے میں کیا حکم ہے؟ حکومت نے نہ مانا تو اساتذہ مجبور ہو کر ہڑتال کر دی اور طلبہ طلبوں کو پڑھانا چھوڑ دیا کیسی خود سکولوں میں باقاعدگی سے حاضری دیتے رہے تو کیا ان ہڑتالی اساتذہ کے لیے ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا شرعاً جائز ہے؟

**الجواب** : چونکہ جمہوری حکومتوں میں ملازمین کو ہڑتال کرنے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے لہذا صورت مسئولہ میں ان ہڑتالی اساتذہ کے لیے ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ لینا جائز ہے، نیز اساتذہ چونکہ اجیر خالص کے حکم میں ہوتے ہیں اور اجیر صرف حاضری دینے سے بھی تنخواہ کے مستحق ہوتے ہیں۔

قال العلامة خالد تاشق: لو استوجرتا التعليم علم او صناعة ومجتمعة الاجرة فان ذكرت مدة الاعتذار، الاجارة صحيحة على الدقة حتى ان الاستاذ يستحق الاجرة بوجوده حاضراً أمعيماً للتعليم تعلم التلميذ او لم يتعلم. ومجلة الاحكام، مادة مهنة ۹۶ ص ۳۵۰ كتاب الاجارة. الفصل الرابع في اجارة الادب. ص ۱۵۰

**مریض کی تشخیص کرنے پر ڈاکٹروں کی فیس کا حکم** | **سوال** : آجکل پر ہیویٹ ہسپتالوں میں مریض کی صرف تشخیص کی بجائی نہیں لیتے ہیں، کیا مریض کی تشخیص پر ڈاکٹروں کا بھاری فیس لینا جائز ہے؟

**الجواب** : مریض کی تشخیص پر ڈاکٹروں کا فیس لینے میں کوئی قباحت نہیں۔  
قال العلامة خبیر الدین الزلیعی: مثل فی رجل داوی الفہ لفق مع طبیب علی

لم قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وهو الموافق لمتصریح المتون بانه يستحق الاجر بنسليم نفسه في المدة وان لم يعمل. (رد المحتار ج ۲ ص ۶۳۰) باب ضمان الاجير. مطلب ليس للاجير ان يخاص ان يعصى. لما قلنا (ومثله في الفتاوى الكاملة ج ۱ ص ۱۱۹) كتاب الاجارة. مطلب في الاجور ان يخاص.

مدد فائده وجعل له اجرة ولم يضرب نذرك مدة وداواه فعاد الحكم لاجاب الطيب اجرة مثله وما اتفق في ثمن الادوية فساد الاجارة على الوجه المذكور .

(فتاویٰ حیدریہ علی ہاشم شفیق الخامدیہ ج ۱۱ کتاب الاجارة) ۱۱۱

اجارہ پر لی ہوئی زمین میں زین کاشت کرنا سوال :- ایک شخص نے کسی کو اپنی زمین  
 اجارہ پر دیدی، ہمتا جرنے اس میں  
 زین کاشت کر دی، تو کیا اس پر اجرت لینا جائز ہے ؟

الجواب :- صورت مشور کے مطابق اس طرح زمین پر اجرت لینا حرام نہیں ہے، یہاں کہ  
 فقہاء کی عبارات سے واضح ہے، کیونکہ ایک زمین نے ایک یہ معصیت کے لیے زمین کو زمین  
 دی ہے جبکہ قبول کی ایک خاص مقدار کا ادویات میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

قال العلامة قاضی خان: ولا بأس لمسلم ان يواجر داره من دمي لم يسكره وان

شرب فيه الخمر او عبد فيه الصليب او ادخن فيه الخنازير فذلك لا يلحق

العسل - (فتاویٰ قاضی خان مع سوانحیہ فی کتاب الاجارات، باب الاجارة الفاسدة) ۱۱۲

عذر کی صورت میں اجارہ فسخ کرنا سوال :- مستاجر یا جو زمین سے اگر کوئی اجارہ فسخ  
 کرنا چاہے تو شرط اس کی کیا تفصیل ہے ؟

۱۱۳ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: مثل في رجل به دار في ظهره اتفق مع طيب

عن مدد فائده وجعل اجرة ولم يضرب له مدد وداواه ويريد الطيب اجرة مثله فما اتفق

في ثمن الادوية فهل له ذلك (الجواب) نعم والمسئلة في الخيرية من الاجارة -

(تنقيح الخامديہ ج ۱۱ کتاب الاجارة) ۱۱۳

وَمِنْهُ فِي رَدِّ الْمُتَاخِرِ وَحَلِّ بَابِ نَهْزِ الْأَجَارَةِ مَطْلَبُ فَسْخِ الْمُسْتَأْجِرِ عِذَا رَفَى لِنَفْسِهِ

لَمْ قَالَ العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله: واذا استأجر لذي من المسلم

دارا لم يسكرها فلا بأس به وان شرب الخمر او عبد فيه الصليب لعبد بحق المسلم شيء

كما لو اجر داره من فاسق بعص الله فيها - (خلاصة الفتاویٰ ج ۲ مشائخ کتاب

الاجارات - الفصل العاشر في المنطوق والباحث)

وَمِنْهُ فِي الْبَهْنَدِيَّةِ ج ۲ مشائخ الفصل الرابع في فساد الاجارة او كان المستأجر - الخ

الجواب :- مؤخر یا مستابر میں سے کسی ایک کو بھی اگر واقعاً عذر نہیں آئے تو یہ بطریق  
طریق اجارہ نسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے زبردستی کسی کے لیے جانور کو مار کر  
لیا تھا پھر اس کی آنکھیں ضائع ہو گئیں جس کی وجہ سے وہ جانور دیکھ کر ہو گیا تو اس صورت میں  
میں مستاجر اجارہ نسخ کر سکتا ہے۔

وفي الهندية : إذا تحقق العذر ومشت الحاجة الى التفتق هل يفتقر صاحب  
العذر الى التفتق : يحتاج الى العضاة والرضاء تحذف الروايات فيه والعصران العذر  
إذا كان ظاهر يتعذر وان كان مشتبه لا يفتقر كذا في فتاوى قاضى خاں :-  
والفتاوى الهندية ج ۳ ص ۵۸ کتاب الاجارۃ - ابواب التاسع عشر

ف نسخ الاجارۃ بالعدس (۱)

ناہلی اجارہ نسخ کرنے کیلئے عذر ہے۔ سوال :- کسی مدرسہ کا مستم پڑھنے ایک مدرس کو تعلیمی  
سال کے درمیان میں اس وجہ سے فارغ کرنا چاہتا  
ہے کہ تمہاری پڑھائی سے طلباء مطمئن نہیں ہیں جو کہ مدرس کا کہنا ہے کہ تم خود یاد کر رہے ہو  
میرے مدرس میں اگر وہیں آکر واقف شاہ میری تعلیم میں اتنے محسوس کریں تو بے شک تمہیں حساب  
کئے تدبیر سے فارغ کر دیں اور یہ صورت دیگر میری بے عزتی سے ان میں اس قسم میں ہوگی یہ فعل  
سے مستفید فرمائیں، صبر بانی ہوگی؟

الجواب :- اگر مدرس واقعی تدبیریں کرنے کا اہل نہ ہو تو ہنرمند مدرسہ کو اجارہ نسخ  
کرنے کا حق حاصل ہے تاہم اس میں صرف ہنرمند کے بیان کا اعتبار نہیں ہے کہ مدرس تدبیریں  
کر رہا ہے یا نہیں رکھتا، اس میں مدرس کی بات معقول نظر آتی ہے کہ خود مستم صاحب میری  
اہلیت کا جائز نہیں یا کسی دوسرے مدرس سے فیصلہ کرنا میں عام مدارس کے قواعد و ضوابط کے  
روشنی میں کسی مدرس کو دو تین سال فارغ کرنا ضرورت کے خلاف ہے۔

وفي الهندية : إذا استأبر استأبراً فليعلم هذا فعل في هذا السنة فخصي نصف السنة فلم

لحق في العلم من جهة الاجارۃ عقد لازم لا يفتق بغير عذر كذا وقعت على استبدال وین کتاب  
تلمذ صاحب الطریق نسخها بالعدس - والاشياء والنظر ص ۳۳ کتاب الاجارۃ (۲)

ومثل في قاضی خاں حاشی الہندیہ ص ۵۸ کتاب الاجارۃ فصل فیها تحقیق یہ لاجز و ما تحقیق ملو

یعلوہ شیئا فذلک ما یجوز ان یضربہ (۱) ذلک فی ہر یک سال یک بار بیع مقرر فرمایا کہ با بعد از بیع  
 اہل و عیال ہر کسی جو چیز کی بیع موقوف ہے (۲) سوال: نیز یہ نے ایک دوکان پر دو بیع ہوں کی ملکیت

۱۰ سال پہلے پہلے اہل و عیال سے ہے اور سارا کریمہ پیشگی  
 ادا کر دیا ہے اور یہ بیعت کے مابین یہ شرط طے پائی ہے کہ ان دس سالوں کے درمیان ایک دوکان  
 نہ تو دوکان فروخت کر لے سکے اور نہ ہی دہن پر دیں گے لیکن پانچ سال کے بعد ایک بیعت نے اپنا  
 نصیب حصہ نہ لے کے باقی فروخت کر دیا اب کریمہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو ٹکڑے شدہ دس سال کا  
 معاہدہ ختم ہو چکا ہے اس لیے اب اسے سر سے سے دوبارہ معاہدہ ہو گا اور مجھے آٹھ ہزار ملہ نہ کر لیں  
 دو گئے، تو کیا اس طرح زیادہ معاہدہ اول بیع کرنے اور کریمہ بڑھانے کا شرعاً حق پہنچتا ہے یا نہیں؟  
 الجواب: اس صورت منسور کے مطابق مالک دوکان کی بیع نافذ ہے لیکن دس سال ختم  
 ہونے سے پہلے نہ تو مشتری اس پر قبضہ کر سکتا ہے اور نہ ہی مالک دوکان کریمہ دار کو کالہ ملتا  
 ہے اسی طرح از سر نو کریمہ بڑھانے کا معاہدہ کرنا بھی یہ جا ہے۔ البتہ دس سال پورا ہونے کے  
 بعد یہ بھی نافذ عمل ہوگی اور کریمہ بھی بڑھایا جاسکے گا۔

قال العلامة خالدا تاسی: رباع الأجر المأجور بدوین ہون الاستاجر ان البیع نافذ ان یمن الباع  
 والمشتري وان لم یکن نافذ: بحق الاستاجر حتی انہ بعد انقضاء مئة الاجرة یلزم البیع فی حق  
 المدة قری ولیرسلہ الامتناع عن اخذ المبیع الا ان یطلب تسلیہ لظ من الباع قبل انقضاء  
 الاجارة الخ۔ ترجمہ: الاستاکام، مائة مئة مئة الفصل الثاني فی تعرف المأجور بدوین ہون  
 لظ ان العلامة ابن بزاز: استاجر علی تعلیم ولدہ المؤمن وللمعرفة فی سنة فمضت سنة اشهر ولم یعلم  
 شیئا من فسخ الاجارة۔ (۱) ذلک فی ہر یک سال یک بار بیع مقرر فرمایا کہ با بعد از بیع  
 اہل و عیال ہر کسی جو چیز کی بیع موقوف ہے (۲) سوال: نیز یہ نے ایک دوکان پر دو بیع ہوں کی ملکیت

۱۰ سال پہلے پہلے اہل و عیال سے ہے اور سارا کریمہ پیشگی  
 ادا کر دیا ہے اور یہ بیعت کے مابین یہ شرط طے پائی ہے کہ ان دس سالوں کے درمیان ایک دوکان  
 نہ تو دوکان فروخت کر لے سکے اور نہ ہی دہن پر دیں گے لیکن پانچ سال کے بعد ایک بیعت نے اپنا  
 نصیب حصہ نہ لے کے باقی فروخت کر دیا اب کریمہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو ٹکڑے شدہ دس سال کا  
 معاہدہ ختم ہو چکا ہے اس لیے اب اسے سر سے سے دوبارہ معاہدہ ہو گا اور مجھے آٹھ ہزار ملہ نہ کر لیں  
 دو گئے، تو کیا اس طرح زیادہ معاہدہ اول بیع کرنے اور کریمہ بڑھانے کا شرعاً حق پہنچتا ہے یا نہیں؟  
 الجواب: اس صورت منسور کے مطابق مالک دوکان کی بیع نافذ ہے لیکن دس سال ختم  
 ہونے سے پہلے نہ تو مشتری اس پر قبضہ کر سکتا ہے اور نہ ہی مالک دوکان کریمہ دار کو کالہ ملتا  
 ہے اسی طرح از سر نو کریمہ بڑھانے کا معاہدہ کرنا بھی یہ جا ہے۔ البتہ دس سال پورا ہونے کے  
 بعد یہ بھی نافذ عمل ہوگی اور کریمہ بھی بڑھایا جاسکے گا۔

(۱) ذلک فی ہر یک سال یک بار بیع مقرر فرمایا کہ با بعد از بیع اہل و عیال ہر کسی جو چیز کی بیع موقوف ہے

(۲) سوال: نیز یہ نے ایک دوکان پر دو بیع ہوں کی ملکیت

میوزک سنٹر کے لیے دوکان کرایہ پر لینے کا حکم | سوال :- آجکل اکثر ملکوں میں میوزک سنٹروں کے لیے مخصوص دوکانیں بنائی جاتی ہیں اور پھر کرایہ پر دی جاتی ہیں، کیا یہ کرایہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- معاشی کے امور کے لیے مکان یا دوکان کرایہ پر دینے میں ہرگز گناہ میں حیرت انگیز شریک نہیں۔ اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکان یا دوکان کے اجارہ لینے میں کوئی قباحت نہیں جبکہ صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک یہ اجارہ فیض ہے تاہم چونکہ اس میں تعاون علی ارتکاب کا ایک گونا گونا موجود ہے۔ اس لیے اس قسم کے افغانی فیصلہ کے لیے مکان یا دوکان کو اجارہ دینے پر یہ دیکھنا کہ اس سے غائی نہیں۔

وفی السہندیۃ : و اذا ساجر الذقی من المسلم و ان یسکھا فلا بأس بذلك وان شرب فیہا الخمر او عبد فیہا الصلیب او دخل فیہا خنازیر و لو لم یلق المسلم فی ذلک بأس لان المسلم لا یواجس ہا لذلک ، غنا آخرہ ، المسلمون کذا فی المحيط ۔ (الفتاوی السہندیۃ ج ۲ ص ۱۰۸) فصل الرابع فی نساد الاجارۃ اذا کان المستاجر مشغولاً بغيرہ

پگڑی دے کر دوکان یا مکان کرایہ پر لینے کا حکم | سوال :- آجکل کاروباری لوگوں میں یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ ایک بھاری رقم جس کو عرف میں پگڑی کہا جاتا ہے، دے کر دوکان کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ کیا پگڑی دے کر دوکان کرایہ پر لینا جائز ہے؟

الجواب :- دوکانات یا دیگر کاروباری مکانات پر پگڑی دینے کا دوسرا یہ ہوتا ہے: (۱) اگر دوکاندار کو بصورت رشوت یا رخنہ دی جاتی ہو تو مالک دوکان اللہ کریمہ دار دونوں

لے قال العلامة سراج الدین رحمہ اللہ : سیر بیتاً یتخذ فیہ بیت نادر و مبیعۃ او کنسۃ او بیاع فیہ الخمر لا بأس بہ عندہ فی حقیقۃ خلاف الھم۔ (فتاوی سراجیۃ علی حاشیۃ بیضخان مولانا محمد کتاب الاجارۃ) یا بیعک و من انھار و ما لا یکرہ و مثلک فی خلاصۃ الفتاویٰ رحمہم کتاب الاجارۃ الفصل ہاشمی فی غرض و النیاحۃ۔

کے بیچے اس کے لئے نہیں ہے۔ وہ اچھا کر جرت مہر کی صورت میں ہو تو اس میں کوئی قیامت نہیں۔

قال العلامة محمد خاندانہ: اتوا من رحمۃ اللہ، اتلوا الآجرۃ بالغیر، یعنی توسلہم المتاجر  
الآجرۃ فقدراً ملکھا الآخر ولین المتاجر استردادھا سواء كانت الآجرۃ مہیوۃ  
او مضیفة۔ (یعنی)۔ رجعتہ للاحکام، مادہ تکلیف لا صلاحاً الفصل الثانی فی بیان  
المسائل المتعلقة بسبب لزوم الآجرۃ وکیفیتہ امتتاع الآجرۃ ہل

**آفات کی وجہ سے اجرت مراقط ہوتی** سوال۔ ایک شخص نے زمین میں اجارہ

پر حکومت سے قریبی قصبہ کو سیلاب سے بچانے کے لیے اس زمین سے بہت  
ساری مٹی اٹھائی جس سے زمین کو بہت نقصان پہنچا اور فصل یا کھن بنا ہو گئی، تو  
اس صورت میں اجارہ کی رقم متوجہ کو دینا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب: حکومت کے سٹی اٹھانے کی وجہ سے اگر یہ زمین ناقابل کاشت ہو  
گئی ہو تو قابل کاشت ہونے کے بعد والی مدت کی اجرت مراقط ہو جائے گی اور  
ناقابل کاشت ہونے سے قبل کی اجرت مراقط نہ ہوگی۔

قال العلامة ابن عثیم: فاذا استاجر مزارعاً فاصغر الزرع آتق وجب تصدیقہ قبل الاطلاق  
وسقط ما بعد۔ (رد المحتار ج ۱ باب ضمان الاجیرین) مبحث اختلاف الموجب والمستاجر (طہ)  
قال العلامة ابن عثیم: فی شرح الطحاوی لآجرۃ لا تخلو مالان کما معجلۃ او مؤجلۃ او مضیفة او مسکونۃ  
عند فائز کانت معجلۃ فان لم یتمککھا او لم یان یطالب بہا وارکانت مؤجلۃ فلیس لہ ان یمسک بہ الا بعد الاجل  
وان کانت مضیفة فله ان یمسک عند کل نعم۔ (انوار الفقہ ج ۱ کتاب الاجارات)

وَمُثْلُهُ فی خلاصۃ الفتاوی ج ۳ کتاب الاجارۃ۔

ثم قال العلامة جالب: انکرجی فی متلیر زرعاً الزرعۃ فزعموا لخاص الزرع آتق او عرف الارض قبل  
الاجر علی التکلیف ولو عرف قبل الزرع فلا یجر علیہ قال فی الحیط والفتاوی علی انہ اذا  
بقي بعد هلاک الزرع مد ولا یتکلی من اعادۃ الزرعۃ لا یمسک الزرعۃ  
الاجر علی المتلیر ولا یمسک اذا تمکک من زرعۃ مثل الاول۔

(المنار) یقہ علی ما مضی لہدی بقی ج ۳ کتاب الاجارۃ فصل فی ضمان الارض والاعیان  
وَمُثْلُهُ فی الصمد ج ۳ ص ۱۸۱ اجری فی مہر متفرق فیتم الاجارۃ بالعدہ۔

سوال :- ایک آدمی نے کسی دوسرے  
 آدمی سے بیس ہزار روپے سالانہ اجارہ  
 پر زمین لے کر پانچ ہزار روپے پیشگی  
 دیئے اور یہ شرط لگائی کہ اگر مٹا جرم عادی ہوئی ہوئے سے قبل زمین چھوڑنا چاہے تو  
 بھی مالک زمین کو پانچ ہزار روپے پر سے دیئے پڑیں گے، تو کیا ایسا اجارہ شرعاً  
 درست ہے ؟

الجواب :- یہ اجارہ شرط فاسدہ کی وجہ سے درست نہیں ہے کیونکہ اس  
 میں تیسری مدت نہیں ہے، ہاں اگر اقالہ کا وعدہ صلیب عقد میں ہوتا ہے تو ناجائز نہیں  
 ہے لیکن نقد مدت کے رقم ملے گی۔

قال العلامة آیت ما یدین رحمہ اللہ یفسد الاجارة بالشرط استغناء  
 لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع (معاصر یفسدھا) كجهالة ما جوزه او  
 اجرة ادمية او عمل وكشرط طعام عبد وعلف دابة ومدة الدار او  
 مفارحها وعشرا وخراج او مونة . (رد المحتار ج ۲، کتاب الاجارة الفاسدة) لہ  
 گودام سے چوری ہونے والے مال میں چوکیدار ضمان نہیں | سوال: گودام  
 لوگوں کا غلہ اور دیگر سامان رکھا ہوتا ہے وہاں سے اگر کسی کا سامان غم ہو جائے  
 تو ضمان کس پر ہے جبکہ گودام کی حفاظت کے لیے چوکیدار بھی موجود ہے ؟  
 الجواب :- صورت مسئلہ میں گودام کے چوکیدار پر ضمان نہیں ہے اور  
 نہ ہی سٹاجر ضمان ہے۔

قال العلامة سلیم دستم یار رحمہ اللہ: قال فی جامع الفصولین استوجر

لأن العلامة محمد کامل اعلم الحنفی، ففی التنبیہ وشرحہ للعلاق یفسد الاجارة بالشرط  
 الخلفه لمقتضى العقد فكل ما افسد البيع یفسدھا كجهالة ما جوزه او اجرة ادمية او عمل او  
 مفارحها وعشرا وخراج او مونة . (رد المحتار ج ۲، کتاب الاجارة الفاسدة) لہ  
 وقال فی البعیر للرافعی ج ۲، کتاب الاجارة: باب الاجارة الفاسدة :-

رجل لحفظ ذات و حوائیت فضاع شیء قبل یضمن عند ابن یوسف و محمد  
لوضاع من عارم الحجر لانه اجبر فترك وقول كافي النصح و به  
یبقى لانه اجبر خاص الا یرى انه لو اراد ان يشغل نفسه فی صنع آخر  
لم یكن له ذلك ولو ضاع من داخلها بان نقب اللص فلا یضمن -

(شرح مجلة الاحکام ما خلاصة من الفصل الثالث فی ضمان ہمسہ)

کسی سفارت خانے سے ویزہ کے لکھوانے پر رقم لینا جائز نہیں | سوال ایک

سفارت خانے سے ویزہ لینا چاہتا ہے جس پر کل دس ہزار روپے خرچ آتا ہے لیکن چند  
وجوہات کی بناء پر وہ ویزہ لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب ایک دوسرا آدمی اسے کہتا  
ہے کہ اگر تم مجھے تیس ہزار روپے دے دو تو میں تمہارے لیے ویزہ کا انتظام کر  
سکتا ہوں، اور دونوں کے درمیان تیس ہزار روپے پر معاہدہ ہو گیا، تو کیا اس صورت  
میں یہ رقم لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر ویزہ اس شخص کا حق بنا ہو مگر بغیر رشوت کے حاصل نہیں کر سکتا، ہو  
تو پھر دینے والے کے لیے رشوت حرام نہیں ہے البتہ لینے والے کے لیے حرام ہے  
ہاں اگر اس آدمی کو باقاعدہ طور پر ایک یا دونوں کے لیے اجیر بنا دیا جائے تو پھر لینے  
اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

قال العلامة قاضي خان رحمه الله: - اهل بلدة ثقلت عليهم المونات فاستأجروا  
رجالا باجر معلوم ليدهب الي السلطان ويرفع القضية ليخفف عنهم السلطان  
نوع تخفيف واخذ الاجر من عامة اهل البلدة من الاغنياء والفقراء قالوا  
ان كان يعال لودهب الي بلدة السلطان يتحيا له اصلاح الامر في يوم او يومين

اسے قال العلامة ابن البزازی المکروری: نقب حالوت رجل واخذ متاعه لا یضمن حارس الحوائیت  
على ما عليه الفتوى لان الامتعة محرورة باو اسها وحیطانها والخارج من الایوان  
(البزازیة علی هامش المہندیہ ص ۵۵ ص ۵۶ فوج المتفقات)

و مکتبہ فی تنقیح الحامدیہ جز ۱ کتاب الاجارۃ -





قال العلامة برهان الدين المصنف في رحمه الله: ومن وقع في حائله  
 بغيره بالتمتع فله اجر مثله وكذا اذا تاجر حصاراً يعمد عليه طعناً  
 منتهى الاجارة فاسدة لانه جعل الاجر بعض ما يخرج من عمله فيصير  
 قضيير الطعان وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم عنه .

(الهداية ج ۳ مش ۳۵۰ باب الاجارة الفاسدة كتاب الاجارات) سلمه

مشامی کی ایک عبارت کی وضاحت | سوال :- جناب مفتی صاحب! شامی

مطلوب ہے۔ من الحیث ما اخذ تملانیة ان كان بعقد الاجارة فحل عند  
 الی حنیفة لان بطلان فی الاجارة الفاسدة طیب۔ کیا واقعی امام صاحب زنا  
 پر اجرت کو حلال سمجھتے تھے؟

الجواب :- اولاً تو امام صاحب کی طرف اس کی قیمت ہی صحیح نہیں اس لیے کہ  
 امام صاحب جیسے مفتی اور پاکباز شخصیت یہ بات کہہ سکتی ہے کہ زنا بیحدیث علی پر  
 اجرت لینا حلال ہے۔

قال العلامة الرافعی: لو ارفیه وبعید عن الامام المعروف بالودع والافتقار  
 ج ۳ مش ۳۵۰ باب الاجارة الفاسدة من البیض وسمحت فوجیر ممکن ہے کہ بارہ میں اصل مستوی  
 زنا نہیں بلکہ ایک امر مباح مثلاً گھر کا کام کاج ہے مگر اس کے ساتھ زنا بطور شرط ظہری ہوا ہے  
 جیسے اجارہ فاسد ہو جائے لیکن اصل عقد کی وجہ سے اجرت حلال ہے اگرچہ  
 اس کے ضمن میں زنا بھی ہوتا ہے۔

۱۔ قال العلامة المصنفی رحمه الله: ولو وضع ضرراً لاخر لیسببه له بضعته ای بضع  
 الفخذ او اساجر بفلان لیسبب له بضعته او یوریطعن بیه ببعضه فسد فی  
 النکل لانه مباح وبعز من علیه والاضل فی ذلک نهیه صلی الله علیه وسلم  
 عن قتیض الطعان وقد مناه فی بیع الرقار والمیالة ان یضرش الاجر  
 ادکا الی فی تخیر رأیاً تعین امر یظهر فی فسخه فی جوار۔

(والله المکناد علی صدمه وذا الحث ان ج ۳۵۰ باب الاجارة الفاسدة)

ومثله فی الہندیة ج ۳ مش ۴۴۴ الفصل الثالث فی قتیض الطعان .

**سوال ۱۔** جناب مفتی صاحب! اجل سے طالع عام ہے کہ اجارہ پر جانور پالنے کا طریقہ مالدار کی کسی تنظیم کے لیے جانور خریدنا ہے اور اس سے کتنا ہے کریم؟ اس کا جو بی بیگ کا وہ دونوں کا مشترکہ ہوگا۔ خریدنا اس کا ہضم ہے؟ اور اس کے جواز کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:** صورت مستحکم میں چونکہ اہل سنت جمہول ہے اس لیے یہ معطل درمیان نہیں، البتہ اس کے جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مالدار کو بی جانور سے کسی کی قیمت ملے اور پھر نصف نصف کرے اور چہلے والا اس کو قبول کر کے نصف قیمت ان کرے لے تو اسے نصف قیمت کی ادائیگی سے بری کرے۔ اور چہلے اس سے کہہ کر تم اس کی پرورش کرو اور اس سے جوتے والا پھر ہم دونوں کا مشترکہ ہوگا۔ اگر وہ منظور کرے تب تو دونوں اس جانور کے بچے میں برابر کے شریک ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

**سوال ۲۔** جس شخص نے مشروط میعاد سے قبل دوکان خالی کر کے نمبر پر کل میعاد کے کریم کا حکم ایک دوکان میں مال

لے لیے کریم پر ایک دوکان نے کریم دار سے یہ طے کیا کہ یہ تین سال میں پورے تین سال تک کاروبار کرے گا کہ اس میں سالہ نو سو اد اگر ہو گئے۔ کریم دار نے شرط قبول کر کے کاروبار شروع کر دیا، ایک سال کے بعد مالدار دو مرتبہ دوکان سے چوری ہو گئی کریم دار نے کب دوکان اور اس کے بیٹوں پر شک کرتا ہے پھر اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ دعویٰ کو ثابت کرے۔ پھر اب وہ اس قدر کے بار پر دوکان خالی کرنا پڑتا ہے پھر ایک دوکان پورے تین سال و کریم لینے پر مصدق ہے۔ وہ ہے کہ پھر یہ جانور بری ہو۔ پھر دوسری باقی ہیں تو کیا ایک دن یا تین سال کے کریم کا ختم ہے یا نہیں؟

**الجواب:** حسب ما یاد اگرچہ وہ دن کا ایک جملہ مراد ہے کہ کریم کا ختم ہو کر نہ رہے کی بنا پر دوکان خالی کر کے بعد والی میعاد کا کریم وصول نہیں کر سکتا اور نہ اس کریم کو حاصل ہے۔

اقتال العللہ اشرف علو الشیخ ابی محمد رحمہ اللہ۔ یہ خالی کرنا اگر کسی طرف سے ہے تو اصل کریم وصول نہ کیا جاوے گا ورنہ وصول کیا جاوے گا۔

راہد و الصاوی ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب اہل دار

رشوت کے ذریعے حاصل کیے ہوئے ٹھیکر کی کمائی کا حکم | سوال: ہر ایک شخص رشوت دے کر کسی کام کا ٹھیکر حاصل کیا، اور شرعی حدود کی خلاف کیے بغیر وہ کام پورا کر کے کھڑ کیا یا تو کیا یہ کمائی اس شخص کے لیے حلال اور جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: رشوت یا دیگر غیر شرعی طریقوں سے حاصل کیا ہوا ٹھیکہ یا کوئی بھی کوئی نظم جائز نہیں، اور پھر شرعی حدود کی خلاف ورزی کیے بغیر وہ عمل کر کے کھڑ کرنا اس حال کیلئے قابل اعتراض نہیں، اگرچہ رشوت دینا اور لینا حرام ہے۔

وفی الہدیۃ: مثل محمد بن متوکل رحمۃ اللہ تعالیٰ عن رجل سرق ما ودا  
واسالہ فی ارضہ ذکر مہ فأجاب: لہ یطیب لہ ما خرج بمن لہ رجل غصب  
شعیراً او نساً وسعت بہ دابۃ فاتکف بحب علیہ مثل ما غصب وما زاد  
الذایۃ طیب لہ۔ (الفتاویٰ الہدیۃ ج ۵ ص ۳۴۲) کتاب اکر الہیۃ، باب  
المشاکون فی المتفرقات

سوال: ہر جناب مفتی صاحب، عصر حاضر میں کیشن کی اہمیت روایت  
کی پیش لینے کی شرعی حیثیت | ہے، مثلاً ایک کاریگر کسی شخص کے لیے دوکان سے سامان لینے جاتا  
ہے تو شخص کا دیکر پر اعتماد کرتا ہے کہ یہ میرے یہ وہ سامان کم قیمت پر خریدے گا، جبکہ بائع (دکاندار)  
کارخ کو کیشن دے کر کم قیمت کا سامان اس پر بیٹھنے والوں کو دخت کرنا ہے، شرعاً اس کیشن کا  
کیا حکم ہے؟

الجواب: دوکاندار بائع طرف سے اس خریدار کو دیکر، کو کوئی قسم وغیرہ دینا جائز نہیں  
ہے، تجارت کی طرف سے یہ اکرام تجارت کو فروغ دینے کیلئے کیا جاتا ہے اور یہ اصول تجارت میں شمار ہے  
لیکن اس کو دیکر کے لیے یہ قسم لینا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ باقاعدہ سود و سود و ہجیر خریدے، اور  
پیسے سے کیشن لینے کی شرط نہ لگانے اور طبع سے دل کو خالی کرے، یعنی دل میں یہ فیصلہ نہ کرے کہ اگر یہ  
دوکاندار نے مجھے کیشن نہ دی تو میں سوائے طبعی بوجھ کے دیگر اثر سے متاثر نہ ہوں گا۔

قال العلامة ابن عابدین، ولو قضی حلیۃ بلا شرط ولا طبع فاحدی الیہ بعد  
ذاتک فهو حلال لا یأثم بہ۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱ فی اقسام الرشوت)



امام مسجد کا حق امامت سے زیادہ چھٹیاں کرنا | سوال :- ہمارے محلے کی مسجد کے  
 میں قدیم دن حاضر رہا ہے اپنا سے پوچھا جائے کہ آپ اپنی غیر حاضر کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ  
 یہ کہتے ہیں کہ میں تمہارا امام ہوں یہ میرا حق ہے تمہیں مجھ سے پوچھنے کا کوئی حق نہیں، تو کیا حق  
 زیادہ غیر حاضر کرنا؟ کہی ضرورت امام کا حق ہے، اگر وہ تو کہتے دن تک امام غیر حاضر کیوں کر سکتا  
 ہے؟ تفصیل جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب :- تنخواہ دار شخص کا دل و ملازمت پر منہ ہے عرف میں جتنے ایام  
 اس کی تعمیل کے ہوں گے اتنے دن بھی کرنا اس کا حق ہے باقی عرف سے زیادہ چھٹیاں  
 کرنا قابل گرفت ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ کے نزدیک سال بھر میں پندرہ دن تک کی بھیجی  
 قابل معافی ہے۔ لہذا مذکور امام مسجد اگر سال یا مہینہ میں صرف بڑے شہر عابدہ  
 کے مطابق غیر حاضر رہتا ہو تو اس کا قصہ نہ کرنا درست نہیں اور اگر عرض سے زیادہ غیر حاضر رہتا  
 ہو تو قہر گرفتہ ہے۔

ماخذ اعلامۃ عابدین، اما یجوزک الامامۃ لایہ ذوق... فی الربا یسوق  
 سبوحاً و نوحاً و انصیۃ اولیٰ استوا حلف فلا یأثم بہ و مشکۃ مشوق  
 نفاۃ و الشیخ۔ زرر المثار بحوالہ ذوق الفتاویٰ ج ۱ ص ۶۶۵ کتابہ ج ۱ ص ۱۲۱

سوال :- بعض ملازمین میں رواج ہے کہ جب  
 نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت لینا | کہ امام مسجد کسی میت کا جنازہ پڑھانے کی اجازت  
 کے لئے اس کو کہہ دیتا ہے اور کچھ نقدی بھی دیتے ہیں، امام کے علاوہ فقراء و اعدائے دار  
 و گمبھ اس کو پورا کرنے پر مجبور ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟  
 الجواب :- کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانا فرض کیا ہے۔ اور اس کا حکم

نفاۃ اعلامۃ عابدین ص ۱۲۱، اما ما ملحہ۔ چنانچہ اگر ایسا رواج ہو تو یہ کہہ سکتے  
 ہیں کہ قرب حق پسندوں سے کہہ کر غیر حاضر کرنا جائز ہے۔ پھر اس کے تعزیراتی ہے کہ امام  
 ملازم سے کہہ کر سال بھر میں پندرہ دن بھیجی تو جائز ہو تو معاف ہے۔

ذوق الفتاویٰ و فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۲۱ کتاب الامارات

تعدیہ قرآن پر اُمرت لینے کی طرح ہے جس طرح عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ بھی جو کچھ عبادت میں شمار ہے اس لیے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر میت کے وراثہ اپنی خوشی سے جنازہ پڑھانے والے کو بلا تین اور بلا معروف اور مروج ہو۔ نہ کے کچھ دینا چاہتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ دینے اور لینے والے دونوں کا نیت بھی درست ہو۔ اور وراثتیں کوئی ناجائز نہ ہو۔

لما قال العلامة ابن عابدین: قال تاج الشریعۃ فی شرح الہدایۃ انما مقولہ بالاجرة ذی حق الثواب نسیت ولا للقاری..... لولا اجرة ما قرن احد لاحد فی هذا الزمان۔ اور المختار ج ۵ ص ۲۵۲ کتاب زکاة و مطلب فی ذمتہ جنازہ علی، لفظاً ص ۳۸۰

سوال: جناب مفتی صاحب! آجکل بنی گولڈن بینڈ شیک سکیم کی شرعی حیثیت | سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے اپنے ملازمین میں ایک سکیم متعارف کرائی ہے کہ جو افراد متفرقات سے پہلے نوکری چھوڑ دی تو وہ ان کو بقید مدت کا معاوضہ اور دیگر مراعات دے گا۔ تو کیا نوکری چھوڑنے کے عوض یہ معاوضہ لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بدینہ وغیرہ کا شمار حقوق مجرہ میں ہوتا ہے جس کے عوض مال معاوضہ یا کسی قسم کی مراعات لینا حرام و ناجائز ہے، مگر جو جوہر ملکی قوانین کے علاوہ سے اندازہ ہوتا

اصلاً قال العلامة المفقہ عز بن الرحمن: والجواب: انما جنازہ پڑھانے کی وجہ سے دینے میر لینا درست نہیں ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ و عبادت ہے اور عبادت پر روپیہ پیر لینا جائز نہیں ہے کہ تلاوت قرآنی جمیع پر روپیہ پیر لینا درست نہیں ہے۔ اور دینے والا اور لینے والا اگرچہ معاوضہ اور اجرت کا نام نہ لیں یہی لیکن حکم المعروف کو مشروط جب کہ یہ نہ دینا بعد نماز جنازہ و تلاوت کلام اللہ معروف ہو گیا ہے اور نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والے اور قرآن شریف پڑھنے والے اسی خیال اور نیت سے پڑھتے پڑھاتے ہیں کہ کم کو روپیہ پیر ملے گا (نہ پیر لینا دینا) جائز ہے۔ (۱) پیر الفناوی و فناوی دار العلوم دیوبند جلد ۱ ص ۶۶۵ کتاب الاہانت

ہستہ رسمہ کی مراعات ملازمن کے ایسے حقوق ہیں کہ بغیر کسی ملازم کی اجازت و رضامندی کے کوئی اور ان مراعات کو حاصل نہیں کر سکتا۔ نیز قانونی تحفظ کا وجہ ہے یہ حقوق ایک قسمی سرمایہ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، اس لیے قانونین فقہاء کرام نے اس قسم کے ذاتی الملوک کو حقوق سے دستبردار کر دیا ہے، معاوضہ دینے کو مجبور قرار دیا ہے۔ حکومت کی گورنری بینہ شریف سکیم کی حقیقت بھی انہی حقوق کی طرف سے اس لیے ملازمین کا کافی مدت ملازمت ختم ہونے سے قبل استعفا دینے کے عمومی سرکاری یا نیم سرکاری اداروں سے پیچھے لینا جائز ہے۔

لما قال ان سماء بن عبد ربه فوجه وخلق بجواز لتزويج من الوفاة تحت بهاء  
 ذال اعمامة العينية في فتاوه ليس للمزويج شيء يقتسمه عليه ولكن مدله  
 والحكم مشوا ذلك نظير ورقة واستخرجوا من هذا الموضع مشرق يقع فيه نزاع  
 في باب انقسم بين الزوجات انما جميع من بعض شيوعه الكبار انما يمكن ان يحكم  
 بعملة المزويج عن الوفاة الدينية قياسا على تراث المولى ذسمه بالصاحب شيان كلا  
 منها بغير اسقاط ..... واستند بلفظهم يجوز ان يزوج له سيدنا الحسن بن علي رضي الله عنه  
 من زعمه فله معاونة رضي الله تعالى عنه على عوض وهو طهر ايضا وهذا اول ما قلناه من  
 في الوفاة عن الخيرية من عدم الجواز ومن ان المصروع له الرجوع بالبدل بآراء حوا  
 مذهب عدم اعتبار الفراق المانع وانما لا يجوز ان يعتياض عن جود الحق فاعتبر من  
 ان الجوزية رهنيا على اعتبار عرف المصروع بل على ما ذكرنا من دفع المهر المدفوع عليه  
 وان عدل جوارا لا يعتياض عن الحق ليس على اطلاقه وانما يخط بعض العلماء عن المصروع  
 انما هو انه لا يجوز اخذ عوض في حق المصروع والمصروع وحدهم صحة الرجوع والمصلحة ففهمه  
 وانما امره بشايرة البحث فيها بحال . اردت ان اذكر من هذا ما يروى في بعض النسخ

الحاصل امرت من تأمل قول علي ماذنوه من جواز اعتياض عن المصروع المهر والبدل في ان يجوز  
 الاعتياض عن حق المهر وعن حق الفراق فبما هو حق فليس بمال ولا هو المهر فثبت جواز الاعتياض  
 في حق المهر لانهم بل ثبت نعم بل ثبت في حق المهر ..... في انما هو في حق المهر بل ثبت في حق  
 ان يجوز ان لا يخط الفراق وانما هو لا يخط الفراق كما جاز لتزويج من الوفاة تحت  
 (شرح المصلحة بمقتضى ما ذكرنا في هذا الكتاب في موضوع المصلحة المباشرة)



نائی ریجھام کو دوکان کرلیے پر دینے کا حکم | سوال :- کیا کسی نائی ریجھام کو دوکان وغیرہ

دارمھی سونپتے اور بالی ہو دیوں کی طرح بناتے ہیں، حالانکہ ارشاد قرآنی ہے: وَلَا تَخَافُ غَضَبَ اللَّهِ إِلَّا ظَنَّمُوا وَافَقُوا النَّاسَ عَلَيْهِمْ فَتَضِلُّوا فَمَا تَصْلُحُ إِلَّا أَنْ يَرْضَى النَّاسُ وَلَئِنْ رَضِيَ النَّاسُ لَمْ يَرْضَ اللَّهُ وَلَئِنْ لَمْ يَرْضَ اللَّهُ لَخَبِيرٌ بِالْغَيْبِ (سورۃ النساء: ۲۸)۔ اسی طرح اس کا کیا حیثیت ہوگی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب :- بحالت کا پیشہ ایک ضروری عمل ہے، اس کے بغیر کوئی چان نہیں لیکن اس میں شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، اگر اس میں خلاف شرط عمل کیا جائے تو اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائز ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کا کیا حیثیت ہوگی؟ یہ دوکان یا مکان کرلیے پر دینا بھی تعاون علی المعصیت ہے جو منہج قرآنی تمام لہذا خلاف شرع بحالت بنانے والے نائی ریجھام کو مکان یا دوکان کرلیے پر دینا صحیح نہیں اور نہ اس کی آمدنی درست ہے۔

سوال :- ایک شخص نے اپنی شہسوی کسی ذریعہ کو اس ضروری کتبہ اجارہ فاسد کے حوالہ کی صورت | اس کو پھاڑ کر منافع ہوگا اس میں؟ فی منہج اہل ہدایہ اور یہ فیصلہ کیا؟ دریافت طلب کمر ہے کر کیا شرعاً یہ اجارہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- اجارہ کی صحت کے لیے ضرور محاسبہ کرنا اجرت اور مدت وغیرہ متعین ہونا اگر کہیں اجرت یا مدت میں جہالت آجائے تو اجارہ فاسد ہو جائے گا اس لیے کہ جہالت مفسد فی الذرائع ہوتی ہے اور عموماً جھگڑا، فساد پیدا کرتی ہے۔ مکتبہ مشمولہ میں اجرت اگرچہ بھول ہے جس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوتا ہے مگر اگر آجکل جو کہ اس طرح کے معاملات بکثرت ہوتے ہیں ان لوگوں ایسے مکتبہ کو مفسد فی الذرائع نہیں بناتے، اس لیے مذکورہ معاملہ بھی درست ہے کیونکہ فساد نہ ہونے کی صورت میں معاملہ فی الواقعہ درست اور صحیح ہوتا ہے البتہ کسی فاسد و صفت کی وجہ سے اس میں فساد پیدا ہو جائے اور جب اس فساد کا تحت ختم ہو جائے تو وہ معاملہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے۔ فقہی ذخائر میں اس قسم کے مسائل پر محدثین اور بعض بھی حوالہ بلدی کے وجہ سے احکام تبدیل ہوتے ہی رہتے ہیں۔

مقالہ العلامة العسکری، الفاسد من العقود وما كان مشروطاً باسليم دون وصفه۔

(الحدود المختار علی صمد زرد المحتار ج ۲ ص ۳۳۳)۔ باب الاجارۃ الفاسدۃ

بد اخلاقی کی بنا پر مدرسہ سے خارج کیے گئے اس سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان معاً اس مسئلہ کے بارے میں کہ۔  
(۱) کسی مجاہدین مدرسہ میں ایک مدرسہ سال پر مدرسہ کی تنخواہ کا اہل

کا اجیر ہوتا ہے کیا اس کا وظیفہ سالانہ اجرت کی بنیاد پر ہوتا ہے یا ماہانہ اجرت کی بنیاد پر؟ اس کی وضاحت فرمائیں؟

(۲) یہ کہ ایک مدرسہ کے مدرس کی مجلس شوریٰ نے اخلاقی جرائم میں ملوث ہونے اور دیگر غیر اخلاقی حرکات کی وجہ سے مدرسہ سے نکالی دیا ہے تو کیا ایسا مدرسہ سال کے باقی دنوں کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب: دینی مدرسہ کے مدرس کی حیثیت اجیر خاص کی ہے اور وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے جب وہ مدرسہ کے قفل کے لیے اپنے آپ کو مدرسہ کے حوالے کر دے اور ساتھ ہی اس میں مدرسہ کی طرف سے تفویض کردہ کام کرنے کی صلاحیت بھی ہو اگر کسی وجہ سے اس میں یہ صلاحیت مفقود ہو جائے اور وہ نااہل ثابت ہو جائے اور مدرسہ کی انتظامیہ اس کو نااہلیت کی بنا پر فوری طور پر ملازمت سے سبکدوش کر دے تو وہ سال کے بقیہ دنوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا اور اگر مدرسہ کی انتظامیہ بلا ضرورت اور بغیر کسی معقول عذر کے اس کو قفل از وقت قرار دے سبکدوش کر دے تو وہ سال کے باقی دنوں یا مہینوں کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے۔

(۲) البتہ ضرورت مشورہ کے مطابق اگر مدرسہ کو اخلاقی جرائم اور دیگر ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے مدرسہ سے نکالا گیا ہو تو اس کو سال کے باقی دنوں یا مہینوں کی تنخواہ کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگرچہ دینی مدارس میں عرف کی بنا پر ایک مدرسہ اپنی پوری صلاحیت اور اہلیت کے ساتھ سال بھر کا اجیر ہوتا ہے اور اگر مدرسہ کی انتظامیہ اس کو بلا ضرورت و بلا عذر کے نکال دے تو اس مدرسہ کو بقید ایام کی تنخواہ دی جائے گی۔

لما فی جملة الاحکام، لا یجوز یستحق الاجرة اذا کان فی مدة الاجارة متعطل  
للعمل ولا یشترط ملء بالفعول ولكن یشترط ان یمنع عن العمل و اذا امتنع  
لا یشترط الاجرة۔ دور احکام فی شریعہ جملة الاحکام ج ۱ ص ۱۵۸

لما فی احسن الفتاویٰ، اگر مدرسہ کو واقعہ نااہلیت کی بناء پر معزول کیا گیا ہے تو وہ شعبان تک کی تنخواہ کا مستحق نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۶)

وقی احسن الفتاویٰ، طلباء کم ہونے کا غرض قابل قبول نہیں، اگر تمہارے باضریف مدرس رکھا ہے تو پورے سال کی تنخواہ اپنے پاس سے دے دے کیونکہ محنت مدرس مساندہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۱، ص ۲۹۵)

وہكذا انی احسن الفتاویٰ، مدرسین سے عقد مساندہ ہے لہذا ہر صورت ابتداً شوال سے ابتداء رمضان تک پوری تنخواہ دی جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱، ص ۲۸۲)

یہاں یہ یاد رہے کہ احسن الفتاویٰ سے متفرقاً ذکر حواجالت کا مقصد یہ ہے کہ مدرس میں صلاحیت اور اہلیت ہونے کے باوجود اصل اہتمام اس کو بطور شرعی معزول کریں تو مابعد کے مہینوں کی تنخواہ کا مدرس حقدار ہے، ورنہ نااہلیت کی وجہ سے ہر طرف کی صعوبت میں مابعد کے مہینوں کی تنخواہ نہیں۔

ایام تعطیل کی تنخواہ کا حکم | حوالیہ کیا فرماتے ہیں علامہ دینی اس مسئلہ میں کہ دینی مدرس کے ایک مدرس نے مدرسہ کی سالانہ تعطیلات کے بعد مدرس کی انتظامیہ کو اپنا استعفاء پیش کر دیا۔ تو کیا عند الشریعہ اور قوانین مدارس دینیہ کی طرف سے یہ مدرس ایام تعطیل کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہاء کرام نے اس مسئلہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدرس ایام تعطیل کی تنخواہ کا مستحق ہے، مگر اس کے لیے فقہاء کی عباراتوں سے چند شرائط بھی معلوم ہوتی ہیں،

۱۔ ایک یہ کہ مدرس کے ساتھ پہلے سے یہ طے نہیں کیا گیا ہو کہ آپ کو ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی، ہو کہ تنخواہ تمہارے لیے مقرر ہے وہ صرف ایام تدریس ہی میں نہیں دی جایا کرے گی۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مدرس ایام تعطیل کے بعد بھی کام کرنے (تدریس) کا ارادہ نہ کیا ہو اور اپنی طرف سے کام کو چھوڑنے سے بھی نہیں۔

تو جب یہ دو شرطیں موجود ہوں تو پھر مدرس ایام تعطیل کی تنخواہ کا مستحق ہے، یکم مکرمہ تعطیلات بھی ایک طرح سے تدریس ہی کے حکم میں ہیں کہ ان میں آئندہ تدریس کے لیے مدرس کو آرام اور استراحت ملتی ہے جو آئندہ کام کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے، لیکن اگر تقرری کے وقت ہی مدرس سے یہ طے کر لیا جائے کہ آپ کو صرف تدریس کے دنوں کی تنخواہ

ملے لی ایام تعطیل کی نہیں تو اس صورت میں مدرس ایام تعطیل کی تنخواہ کا استغفار نہیں ہوگا۔  
شرعی قانونی یہ ہے کہ الشرط املات۔ اس طرح اگر عرف و ہوا میں مشفقین مدارس کا یہ  
ہو کہ عام عہد میں اور ملازمین کو تعیلات کے دنوں کی تنخواہ نہ ملازمتی ہو تو اس صورت میں مجھے  
ایام تعطیل کی تنخواہ نہیں ملے گی کہ المعروف کا شرط اور العادة معکنة۔

نیز اگر کوئی مدرس مزید کام کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوئے خود استعفا پیش کر کے کام کرنا چھوڑ  
دے تو پھر بھی وہ تنخواہ کا مستحق اس بنا پر نہیں ہے کہ نہ تو تدریس کا کام اس نے کیا ہے نہ تعلیم  
آئندہ کے لیے کام کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

درمستار، جلد ۱ صفحہ ۲۷ میں ہے، وھو یأخذ المدس ایام البطالة لعیبہ و  
رمضان ۹ لمرأ وینبغی الحاقہ بطلالة القاضی واختلوا فیہا واکلھم انما یأخذ لادھما  
لاستراحته (اشبہ عن قاعدة العادة بحکمہ ام)

علامہ شامی اس عبارت کے تحت کہتے ہیں، قالوا لا یأخذ و قد اختلفوا فی اخذ لثقی ما  
فی بیت المال یدوی لبطالة قال فی المحیط انہ یأخذ لانہ یسترحیح لیسوا لانی  
وقیل لا اذ فی انبیة القاضی یتحق الکفایة من بیت امان فی یوم البعثة فی الاصم  
فی انوھیانیة انما الاظھر فینبغی ان یتکون کذلک فی المدس لان یوم البطالة لا یشترط  
وفی المحیطة تكون للمطاعة والتحریر عند ذوی المصلحة اور اور الفہم جلد ۲ ص ۲۵۵  
ان عبارتوں میں استحقاق کے لیے علت استمرار امت بیان کی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا  
ہے کہ یہ استحقاق اس وقت ہو تا ہے جب آئندہ کام کرنے کا ارادہ ہو اور کام کو خود نہ چھوڑے  
تو تعطیل کا حکم چونکہ تدریس کا ہو گا اور کما یہ کیا جائے گا کہ مدرس تعطیل کے ایام میں برسرکار رہے  
اور گویا وہ تدریس ہی میں مشغول ہے اس لیے وہ تنخواہ کا بھی مستحق ہوگا۔

صورت منقولہ میں چونکہ مدرس نے خود استعفا دے کر آئندہ کام نہ کرنے کا ارادہ ظاہر  
کیا ہے اس لیے تعطیل کے ایام اس کے حق میں آئندہ تدریس کے لیے ممد و معاون ثابت نہیں  
ہو سکتے ہیں اور حقیقتاً تدریس میں مشغول بھی نہیں ہے اس لیے ایام تعطیل کی تنخواہ کا بھی مستحق  
نہیں رہے گا۔

سوال: کیا زانتوں میں طلاق کرنا حلال ہے؟  
واعلم والہ فیہ من حکم



زمین اجارہ پر دینے کی ایک قسم | سوال ۱۔ جناب مفتی صاحب: یعنی ملازمین میں یہ رواج ہے کہ نوک اپنی زمین کا ششکاروں کو اس شرط پر بیٹھیں کہ ششکار اس کنال زمین پر جو چھ ماہ بعد کنال پرانے میں گندم اور باجی میں بکئی کا ششکار مالک زمین کو فائدہ پہنچانے کی کاشت پر اٹھنے والے اخراجات کا ششکار کے ذمہ ہوں گے اور اسے مکمل اختیار حاصل ہوگا کہ وہ جو فصل چاہے کاشت کرے مگر مالک زمین کو وہ فصلانہ کے عوض پر گندم اور بکئی جمع دے گا۔ تو کیا ایسا معطل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۲۔ صریح متولین میں بیان کردہ صورت زراعت کی نہیں بلکہ اجارہ کی ہے اور اجارہ میں ہر وہ چیز اجرت کی سبقت میں کاشت کی جاسکتی ہے جس کا تجارت میں فتنہ نہ ہو، چنانچہ گندم اور بکئی کے دو نوٹ مال مقوم ہیں، اس لئے ان کو اجرت قرار دینا صحیح ہے۔

لکان اعلامۃ المخرجین فی، وما یصلح تمنا یصلح ابرق۔ (الہدیۃ) جو کتاب الاجارۃ اور ہی طرح زمین کو اجارہ پر دینا بھی شرط حدیث ہے اس لیے کہ اجارہ کا مقصد کسی چیز سے فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے اور وہ بیان موجود ہے۔

ما قال اعلامۃ المخرجین فی، ایضاً، و یجوز ان یتجدد الارض فی روعۃ لانھا منفعة مقصوۃ، ولست جواز الشرب والفریق - (الہدیۃ) جو کتاب الاجارۃ) گوں معاملہ میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ۔

را! حدیث ابی ہریرہ کا نہیں ہو۔

۳۔ جو چیز کاشت کرتی ہو وہ بیان کردی جلتے یا کاشتکار کو مکمل اختیار دیا جائے، جیسے کہ شرعاً منع میں درج ہے۔

۴۔ اجرت میں گندم یا بکئی کے ساتھ ہی زمین کی پیداوار کی قید نہ لگائی جائے اور نہ اس زمین کے کسی خاص حصے کی پیداوار کی شرط لگائے، البتہ جو گندم یا بکئی، اجرت کے عوض پر یعنی ہر اس کی اجرت اتنی، اتنی، اور نہ شرط کا بچے سے تعین کر لیا جائے تاکہ عقد اجارہ میں کوئی نامناسب حالات پیدا نہ ہو جائیں۔ (مفتی دہلوی رحمہ اللہ)



# جار المصادر الحق بالمصادر من غيره



## کتاب الشفعة

### (شفعہ کے احکام و مسائل)

**شفعہ کے حصار** | سوال :- اگر دو سے شرع شفعہ کرنے کا حق کس و حال ہے؟  
الجواب :- شریعت مقدسہ نے سب سے پہلے شریک فی نفس البیعہ کو شفعہ کا حقدار قرار دیا ہے، اس کے بعد شریک فی حقوق البیعہ کو جبکہ آخر میں بارہ ہمسایہ کو شفعہ کا حقدار ٹھہرایا ہے۔

لما قال الشيخ ابو الحسن احمد بن محمد البغدادی القدوری، الشفعة واجبة للغليظ في نفس البيع نقد للغليظ في حق البيع كالشرب والطريق نقد الجار۔  
(مختصر القدوری من كتاب الشفعة) ج ۱

**تبادلہ میں حق شفعہ کا اثبات** | سوال :- اگر کوئی شخص اپنی زمین کے کسی قلمہ کا دوسرے شخص کی زمین سے تبادلہ کرے تو کیا اس تبادلہ سے حق شفعہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر شفعہ زمین کو لینا چاہے تو اس کے ذمہ زمین کی ادائیگی لازم ہوگی یا قیمت دینا ہوگی؟

الجواب :- جہاں تک شفعہ کے اثبات کا مسئلہ ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حقدار کے تبادلہ میں ہر ایک کو شفعہ کا حق حاصل رہتا ہے اس لیے کہ حق شفعہ کے تمام وجوہات یہاں بھی موجود ہو سکتے ہیں، تاہم زمین وراثت القیم ہونے کی وجہ سے زمین کی جگہ قیمت ادا کرنی ہوگی۔

لما قال العلامة برهان الدین امرغینا فی، ومن اشترى داراً بعوض

لہ قال العلامة ابو البركات محمود النسخی، وتجب للغليظ في نفس البيع نقد في حق البيع كالشرب والطريق ان كان خاصاً فثمة طبعاً وللأمتی۔

رکن الدقائق من کتاب الشفعة

ومثلہ فی الدر المختار علی ص ۷۷۷ رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۰ کتاب الشفعة۔

اخذ الشفيع بغيره لانه من ذوات القيم ..... وان باع عقاراً بغيره  
 اخذ الشفيع كل واحد منهما بقصة الآخر لانه بدله وهو من ذوات القيم  
 فياخذ بغيره . (الهداية ج ۳ ص ۳۹۹ کتاب الشفعة) ۱  
**سوال :- اگر شفیع مشتری سے حق شفعہ کے عوض**  
**حق شفعہ کو فروخت کرنا** مال طلب کر کے اپنی حق شفعہ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر  
 کرے تو شفیع کے لیے مشتری سے ایسی رقم لینے کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟  
 الجواب :- حق شفعہ کے ساقط کرنے کے لیے رقم لینا حرام اور واجب الزر  
 ہے کیونکہ یہ حق مجرب ہے جس پر ایسے نوٹس دینا ضروری نہیں ہے ، تاہم اگر شفیع ایسی  
 قیمت پر اقدام کرے تو اس سے حق شفعہ ساقط ہو کر مشتری کی ملکیت فریدی ہوگی  
 جائیدادیں نوکر ہو جاتی ہے۔

لما قال العلامة برهان الدين الفينافى : وان صالح من شفيعه على  
 عوض بطلت شفعته ورد العوض . (الهداية ج ۳ ص ۳۹۹ کتاب الشفعة) ۲  
**سوال :- اگر باقاعدہ خرید و فروخت**  
**قبل البیع مصالحت سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا** سے قبل ہی شفیع نے مشتری سے  
 معاہدہ کر کے مصالحت کی ہو تو کیا بیع کے بعد دوبارہ شفیع کو دعویٰ شفعہ کا حق حاصل  
 ہے یا نہیں ؟  
 الجواب :- حق شفعہ کا ثبوت بیع پر مرتب ہوتا ہے ، قبل البیع ہو کر اس کی

۱۔ مقال الشیخ ابوبکر بن علی الحداد البغوی : ومن اشترى داراً بعوض اخذ الشفيع  
 بغيره لانه من ذوات القيم وان اشترى هابكيل او موزون اخذ هابكيله لانه  
 من ذوات الامثال . (الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۳۱۱ کتاب الشفعة)  
 ومثله في الدر المختار على مدار المختار ج ۲ ص ۲۳ کتاب الشفعة .  
 ۲۔ فان العلامة بالذکر مات محمد الشفی ، وبطل بالصلح من شفيعه عن عوض  
 وعليه ردہ . (کنز الدقائق ص ۱۱۱ کتاب الشفعة)  
 ومثله في انھدیه ج ۳ ص ۱۸۴ الباب التاسع فیما یبطل به حق الشفعة .

کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس لیے خرید و فروخت سے قبل ایسی معاملات اسقاط و شفعہ پر مؤثر نہیں بلکہ بیع کے بعد شفعہ کو بہرے مستحق شفعہ حاصل ہے گا۔

لما قال العلامة علاؤ الدین ابو بکر النکاسانی: ولا يصح تسليم الشفعة قبل البيع لانه اسقاط الحق واسقاط الحق قبل وجوبه وجوب سبب وجوبه محال۔ (ردائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۵ ص ۱۹ کتاب الشفعة ص ۱۷)

متعدد شفعاء میں سے بعض کے اسقاط سے دوسرے متاثر نہیں ہوتے | سوال دیگر

شفعہ کا حق کتنے عرصوں بعد ان میں سے بعض اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں تو کیا اس سے دوسرے شرکا کو اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب۔ حق شفعہ میں ہر شفعہ کا اسقاط مستقل ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک کے اپنے حق سے دستبردار ہونے سے دوسرے شفعہ کا حق زائل نہیں ہوتا بلکہ قبل انعقاد کسی ایک شریک کا اسقاط کر لے سے دیگر تمام شرکا کو کو فائدہ ہوگا جس کا دوسرے دوسرے شرکا اس کے مجمل حق شفعہ کے فقدان ہوں گے۔

لما قال العلامة غزال الدین عثمان بن علی الزیلعی: ولو اسقط بعضه بصفته قبل القضاء لم يحرک ان یأخذ النکاح لان السبب کالات عتقانی النکاح قد وجد۔ بخلاف ما اذا اسقط حقہ بعد القضاء حیث لا یکون له ان یأخذ نصیب التارک لانہ بالقضاء قلع حق کل واحد منهم فی نصیب الآخر۔

(تبییین الحقائق ج ۵ ص ۲۱ کتاب الشفعة ص ۱۷)

۱۔ ذکر فی الہندیۃ: تب۔ بیع الشفعة قبل البیع لا یصح وبعدہ لا یصح۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۱۹ کتاب النکاح فیما یبطل بہ الشفعة)

وَمِثْلُهُ فِي مَشْرَحِ الْجَلِيلَةِ لِشَيْخِ سَلِيمٍ رَسْتَمٍ بَارِعَةٍ عَمَّا سَلَّمَ۔

ثم قال العلامة علاؤ الدین المصنفی: لا اسقط بعضهم حقہ من الشفعة (بعد القضاء) فلو قبله لمن یأخذ النکاح لئلا وال المعاصیة (لیس لمن یأخذ نصیب التارک) لانه لا یفقد قطع حق کل واحد منهم فی نصیب الآخر۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۱ کتاب الشفعة)

وَمِثْلُهُ فِي (البحر الرائق) مَشْرَحِ كَتَبِ الدَّقَائِقِ ج ۲ ص ۱۲۸ کتاب الشفعة۔

دھوکہ دہی سے حق شفعہ متاثر نہیں ہوتا۔ سوال :- بسا اوقات بائع اور مشتری باہم  
 کسی ایک رقم پر اتفاق کر کے شفعہ پر اتنی زمین  
 قلم ظاہر کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ کھانا شفعہ کے لیے لگن نہیں رہتا، اس صورت میں اگر  
 شفعہ ناقابلِ تحمل قیمت کی وجہ سے شفعہ چھوڑ دے اور بعد میں کسی مضیق ذریعہ سے ان کا  
 دھوکہ ظاہر ہو کر اصل قیمت معلوم ہو جائے تو کیا ساجدہ اسقاط کے بعد بھی شفعہ اپنا حق شفعہ  
 استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- ایسے دھوکے سے حق شفعہ کے اسقاط پر کوئی اثر نہیں پڑتا، جب بھی  
 شفعہ پر بائع اور مشتری کے دھوکہ کی حقیقت ظاہر ہو تو ساقطہ اسقاط کا اعتبار نہیں رہتا  
 اب بھی شفعہ اپنا حق استعمال کر کے مشتری سے پیچھے لے سکتا ہے۔

لما قال الامام ابو الحسن احمد بن محمد ان بعد ادعى القى ودفى، واذ بائع الشفع  
 انها بيعت بالف فسلم الشفعة ثم علم انها بيعت باقل من ذلك او بخلطة او شعير  
 قيمتها الف او اكثر فليس له باطل وله الشفعة. (مجموع الفتاوى ۱۶۹ کتاب الشفعة ج ۱)

مشترکہ زمین کا کچھ حصہ خریدنے سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔ سوال :- ایک  
 زمین جو کچھ شفعہ  
 کے باہر مشترکہ ہے، ان میں سے ایک نے دوسرے ساتھی کا حصہ خرید لیا تو باقی شریک نے  
 اس حق شفعہ کا دعویٰ کر دیا، تو کیا از روئے شریعت مشتری اپنے دیگر شریک کے ساتھ حق شفعہ  
 میں شریک ہوگا یا بسبب شراہ اس کا حق ساقط تصور ہوگا؟

الجواب :- مشترکہ زمین میں کسی شریکیت دار کا حصہ خریدنا کوئی ایسا فعل نہیں  
 جس سے مشتری کی مزارعہ بھی جائے، بلکہ بسا اوقات کسی زمین یا گھر کی خریداری  
 سے حق شفعہ کا اثبات تصور ہوتا ہے اس لیے خریدار دوسرے شفعہاء کے ساتھ شفعہ

سلم لما قال العلامة يرهان الدين الميرغاني، واذ بائع الشفع انها بيعت بالف ثم  
 فلم ثم علم انها بيعت باقل او بخلطة او شعير قيمتها الف او اكثر فليس له باطل وله  
 الشفعة۔ (اليهداية ج ۱ ص ۵۵ کتاب الشفعة)  
 ومثله في كنز الدقائق ص ۲۵ کتاب الشفعة۔



ہوتا ہے یا نہیں؟

**الجواب:** بشرطیت ہے جہاں کسی کو شرکیہ حق المیراث میں شفعہ کا حق دیا ہے وہاں اس میں یہ شرط بھی رکھی ہے کہ متوفی کا نام انہی کا مقتضایہ ہو۔ چونکہ خشک نامے میں بشرط مقتور ہے اس لیے اس سے حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

لما قال العلامة ابوالکاکب احمد بن محمد المنسقی: يجب الخلط في نفس الميراث لخلط في حق الميراث والشرب وانظر في ان كان شاملاً ركناً لثبوت حق الكتاب في شفعه له

**سوال:** طلب مواسمت و اشتباہ کی جملہ ذمہ داریوں تاخیر سے حق شفعہ کا بطلان اس کے تباہی کے بعد طلب خصوصیت میں کتنی مدت تک تاخیر سے ایسے حق پر اثر نہیں پڑتا؟

**الجواب:** مفتی بر قول کی روش سے بغیر ہی معقول عذر کے ایک ہفتہ تک تاخیر کرنا قابل تحمل ہے۔ اتنی مدت میں اپنے حق کے حصول سے غفلت اختیار کرنا حق پھوڑنے کے مترادف ہے نیز ملو جہ انہی تاخیر کرنا ایسا اوقات مشتری کی ایذا رسانا کی جا سکتی ہے۔  
لما قال العلامة فقیر بن عبدین عثمان بن علی الزبیری: قال شيخ الاسلام مفتوی  
یوم علی أنه اذا اخذ شهر استقطت الشفعة بغير احوال مناس في قصد الاضرار  
یاخیر۔ (تبيين الحقائق ج ۵ ص ۵۲ کتاب الشفعة) ۱

لما قال العلامة سليم دستم باؤ: والثاني ان يكون خليعاً في حق الميراث  
كما استألف في حق لشرب الخاص والطريق الخاص۔

(شرح مختصر الامام كمال ماؤدود ص ۵۶)

وَمِنْهُمَا فِي: مدخله تاو علی مدرود مختار ج ۲ ص ۲۲ کتاب الشفعة  
۱۔ و ماؤدودی الہندیہ: عن محمد بن خازن رحمہما اللہ و ہوروان عن ابی  
یوسف ان سہیل و ذریع الخاضعة بشیراً من غیر عن رتبہ شفعۃ و لقی  
علی قویہما۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۵۲ الباب التاسع فیما یبطل  
یہ شفعۃ)

وَمِنْهُمَا فِي: فتح الخاضعة ج ۲ ص ۱۸۴ کتاب الشفعة۔

غیر مسلم کو حقیقی شفعہ حاصل ہے | مسؤل :- ہمارے کاؤں میں ایک چٹان ہے صاحب جانید ہے اس کے قریب ایک مسلمان نے اپنا زمین کسی دوسرے مسلمان پر فروخت کی، اب اس غیر مسلم چٹان نے اس زمین پر شفعہ کا دعویٰ کر دیا ہے، تو کیا کسی غیر مسلم کو مسلمان کی زمین پر شفعہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام نے جس طرح ایک مسلمان کو شفعہ کا حق دیا ہے تو اسی طرح کافر غیر مسلم کو بھی شراکت یا جوار کی وجہ سے جیمہ پر شفعہ کا اعتبار قرار دیا ہے اس لیے ضرورت مسٹر لمی اس چٹان کا دعویٰ شفعہ درست ہے ۔

قال العلامة الکلبانی رحمہ اللہ : أما اسلام الشفع فليس بشرط لوجوب الشفعة فتجب لأهل الذمة فيما بينهم وللذمي على المسلم لأن هذا حق التملك على المشتري بمنزلة الشراء منه وإنك قد علمت في ذلك سواد لانه من الامور الدنيوية ۔ (بدائع الصنائع ج ۲ فصل شرائط الشفعة ص ۳۷)

مسؤل :- جناب مفتی صاحب اعلیٰ سے تقریباً ۵۰ سال پہلے میں نے ایک قطعہ زمین خرید لیا تھا اب اس پر ایک فوجوان جس کی عمر بھی ۱۱۰ سال کے لگ بھگ ہے شفعہ کا دعویٰ کر رہا ہے اور میرا غائب گمان یہ ہے کہ جس وقت میں نے زمین خریدی تھی یہ لڑکا اس وقت بڑا بھی نہیں ہوگا تھا کیا اس لڑکے کو حقیقی شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- آپ کی خریداری کے وقت اگر یہ لڑکا پیدا ہو چکا تھا تو اس کو بالغ ہونے تک شفعہ کا حق حاصل ہے اور اگر پیدا نہیں ہوا تھا لیکن ماں کے پیٹ میں تھا پھر بھی شریعت اسلامی اس کو شفعہ کا حق دار قرار دیتی ہے بشرطیکہ آپ کے زمین خریدنے

لعل قال الشفع وجهه الزحمي وثبتت الشفعة عند المالكية وإثباتية وللظاهرية للذمي إنك قد علمت في ذلك سواد لانه من الامور الدنيوية ۔۔۔۔۔۔ واتفق الغضاه على ان الشفعة تثبت للذمي على الذمي :- الفقه الاسلامي وأدلته ج ۵ ص ۵۸۰ المبحث الثالث الشفع ( ومجلة في اللب شرح الكتاب والبيداني ج ۲ ص ۳۳۰ كتاب الشفعة ۔

اور نیچے کی حالت میں کم از کم چھ ماہ کی مدت ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو پھر حق شفعہ باطل ہے۔

وفي الهندية : وللمحل في مستحقاق الشفعة والكبير سوارفان وضعت  
 نقل من سنة اظهر من وقوع الشراد فليس الشفعة وان جازت به ليستة  
 اشهر فصاعد عند وقوع الشراد فانه لا شفعة له لكانه لم يثبت وجوده  
 وقت البيع - رافقنا في الهندية جزء ١١٠ باب الثاني عشر في شفعة الميراث  
 حتى شفعه من بلوغه تک موقوف ہوگا | سوال :- جناب مفتی صاحب! میری  
 زمین فروخت ہوئی تھی، اُس زمانے میں میر کوئی ولی نہیں تھا اور اب میں بالغ ہو چکا  
 ہوں تو کیا اس زمین پر مجھے شرعاً حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک صاحب نے  
 مجھے کہا ہے کہ مدت طویل گزر جانے کی وجہ سے آپ کا حق شفعہ باطل ہو چکا ہے میراثی  
 قرمانہ شریعت کے مطابق میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب : بشریعت اسلامی میں یہ ہے کہ جب شفعہ نابالغ ہو تو اس کے  
 باپ و ادا کو شفعہ کے لیے حق شفعہ کا مطالبہ کرنا چاہیے لیکن جس کا کوئی بھی ولی نہ ہو تو  
 قرآن حق اس کے کسی بلوغ تک باقی رہے گا۔ اس طرک اگر حقیقت اُس وقت آپ کا کوئی  
 ولی نہیں تھا اور آپ اب بالغ ہوئے ہیں تو آپ کو شفعہ کا حق حاصل ہے ایسی صورت  
 میں مدت طویل کا گزرنا آپ کے حق شفعہ کو باطل نہیں کرتا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : الجواب نعم وفي الأصل الموصوف  
 يطلب لشفعة للصغير يقوم مقامه في نوازلها كالأب والجد..... فان لم  
 يكن له احد من هؤلاء فهو على شفعته اذا ادرك فانما ادرك وقد

لم قال العلامة محمد الشافعي الخوري رحمه الله : مع تسليمهم الشفعة من  
 الأب والجد والصغير والوكيل يعني : ان المحل والصغير في مستحقاق لشفعة لا كبير  
 لا استواءهما في سببه فيقوم بالطلب والاخذ والتسليم من يقوم مقامهما  
 (والكبير الذي في ١١٠ من كتاب الشفعة)



نہت نہ خیار البلوغ وانشفعة لم (تفتح الامامية ج ۲ ص ۲۸۳ کتاب الشفعة ۲) اے  
 بیع فاسد پر شفعہ کرنا | سوال :- کیا بیع فاسد میں شفعہ کا حق باقی نہیں؟  
 الجواب :- شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ جیمہ بائع کی ملکیت  
 سے کلی طور پر نکل چکا ہو، بیع فاسد میں جیمہ جو تک بائع کی ملکیت میں ہی قیام کرتا ہے اس کے  
 باقی رہتا ہے اس لیے حق قیام یا جیمہ کو واپسی کے اسقاط تک شفعہ کو شفعہ کرنے کا اثر نہ  
 اختیار نہیں۔

لما فی جملة الاحکام تحت المادة ۲۶۹ : يشترط ان يزول ملك البائع من  
 المبيع بناء عليه لا تجري انشفعة في بيع الفاسد ما لم يسطر الاستدراك البائع  
 (رد المحتار شرح جملة الاحکام ج ۲ ص ۲۸۳) تفصیل اضافی یہاں شرائط الشفعة کے  
 شفعہ کا جیمہ صحیح نہیں | سوال :- کیا کوئی شخص اپنا حق شفعہ کسی پر فروخت یا  
 بلا لونی بہہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- شفعہ ایک ایسا حق ہے جو نہ تو فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بطور  
 ہبہ کسی کو دیا جا سکتا ہے، اگر کسی نے ایسی کر دیا تو اس کا اپنی شفعہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔  
 قال العلامة علی قاری: لحصن رخصه الله، وبطلانها اجماع متابعي عونه، وطلبها

الحال العلامة علی بن محمد الحنفی: ذکر فی احادیث ان خصم هو خصم في ملك انشفعة منهم عليهم  
 لا باع ولا جاد... علی الترتیب الثالث فی فصل البیع وفي الاصل اوصی بطلب شفعة للبیع  
 ویقوم بملو ازمها کالاب والجد وان لم یکن واحد منهم فهو علی شفعته اذا ادرك  
 ... وقال محمد لا یصل الشفعة ویثن علی الاخذ بعد البلوغ فایبلغ وقد  
 ثبت له اخیار البلوغ - زاد اب الاضیاء علی ما تم من جمیع النصوص ج ۲ ص ۲۸۳ فی فصل الشفعة  
 ثم قال الشیم وربة الزمیل : الشرط الثالث ان یكون العقد صحیحاً اتفق  
 انفقها علی هذا الشرط لان المطلوب هو زوال حق البائع فی المبیع  
 فلا تثبت الشفعة فی المشتری شرار فاسداً -

(نقہ الاسلامی وادلتہ ج ۵ ص ۸۲۱) بحث الخامس شروط الشفعة  
 رقم ۱۶ فی الہندیہ ج ۵ ص ۸۱ کتاب الشفعة - الباب الاول -



يُنَادُّ عَلَيْهِ لَانَّهُ يَشْفَعُ فِي السَّعِيَّةِ وَسَائِرِ الْمُنْقُولَاتِ وَعَقْدَانِ نَوَاقِدَ وَنَوَاقِدَ  
الْأَمِيرِيَّةِ . (زبد معاد شرح معجمه الناحية ج ۲ ص ۲۸۷) بعض اشاف  
في بيان شرائط الشفاعة /

**قتل عمد کے عوض لی گئی زمین پر شفعہ کرنا** | سوال :- ایک شخص نے کسی آدمی کو  
قتل کر دیا، علاقائی جرنل نے راضی نامہ  
کرتے ہوئے قاتل کی طرف سے کچھ زمین اور ایک لاکھ روپے نقد مع سوڑہ قتل کی اولاد  
کو دینے کا فیصلہ کیا۔ اب اس زمین کے قریب ایک مال دار آدمی کی زمین ہے اور اس  
نے عدالت میں شفعہ کا دعویٰ کر دیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ زمین اس زمین  
کی قیمت ۲۰ ہزار روپے قدر کی جبکہ حقیقت میں وہ زمین تین چار لاکھ روپے کی  
ہے۔ تو کیا اس طرح قتل عمد پر سزا کے عوض لی گئی زمین پر کسی کو شفعہ کرنے کا حق حاصل  
ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ثبوت شفعہ کے لیے جو کچھ مشعور زمین کے عوض معاوضہ کا مفروضہ  
ہے، اس پر یہ مسئلہ بھی مفروضہ ہے، اب بنا پر فقہاء کو اس سے قتل عمد کی صلیح میں دی  
ہوئی زمین پر حق شفعہ کو مفروضہ قرار دیا ہے لہذا مذکور صورت میں بھی اس زمین پر کسی کو شفعہ  
کا حق حاصل نہیں۔

لما قال العلامة عی حیدر رحمہ اللہ : والصلح عن دم العمد فلا تثبت  
الشفعة لانه لو تثبت الشفعة قیہ لفرم ان یاخذوا الشفیع أما بقیۃ  
وہجاء ولا یمکن الاخذ بالقیمة لأن السانک لذت المقارن یمکن بقیۃ

سے قال الشیخ وہبہ الزحینی : اتفق المسلمون علی ان الشفعة حق  
فی العقار من دور وارضین وبنائین وبنی وعیایعہما من بناء و شجر و اختصوا  
فی مدایع فقرات امد اھب الاسیفة لہ لا شفعة فی منقول  
کالعیون والشیاب والعروض والتبریۃ اھ . زلفۃ اللہ (ج ۱) وادلہ ج ۲ ص ۲۹۵  
انجمن الثانی، محل الشفعة /

وَمِنْهُ فِي اسباب شرح الکتاب ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الشفعة .

حقیر استلج الشفیع اخذہ بالقیسۃ۔ (ورد الحکام شرح مجلة الاحکام ج ۲ ص ۷۷)  
المادة ۱۰۳۱۔ الفصل الثاني في بيان شرائط الشفعة۔ ۱۔

**حق مہر میں دی گئی زمین پر شفعہ کا حکم** | **سوال ۱۔** اگر کوئی شخص بوقت نکاح  
اپنی بیوی کو حق مہر میں کچھ زمین دے  
تو کیا اس زمین پر کسی کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب ۱۔** حق شفعہ کے ثبوت کے لیے معاوضہ مالی ہونا ضروری ہے جو یہاں  
منفوق ہے اس لیے اخافہ کے ہاں حق مہر میں دی گئی زمین پر کسی کو شفعہ کا حق  
حاصل نہیں ہے۔

قال العلامة ابو الحسن القدوری رحمہ اللہ: ولا شفعة في الدار التي  
يتزوج الرجل عليها، ويقال: الهرة بها۔ (الكتاب الشہید بجمعة القدوری  
على صدر الباب ج ۲ ص ۷۷ کتاب الشفعة م ۷)

**صلح میں دی گئی جائیداد پر شفعہ کا حکم** | **سوال ۲۔** ایک شخص نے کسی آدمی  
پر ایک لاکھ روپے کا دعویٰ کیا جبکہ  
مدعا علیہ اس سے منکر ہے، لیکن مدعی کچھ زور آور ہے، اس پر علاقائی جرنل نے دونوں کے

الحق قال الشيخ ذهب الزحيلي، لكن اختلفوا في الثلث بوضعي غير مالي فالمرء يدان  
الخلع بما جبر عليه او بما مشأ او اجرة دار او عوض في الصلح عن دم عمد  
فقال الحنفية والمناطقة يشترط ان يكون عقد المعاوضة مال بمال فلا شفعة  
اذا كان العوض غير مال كما في هذه الاحوال لان الشيء في المعاوضة  
غير الماليّة يشبه الموهوب والموروث۔ (الفقه الاسلامي وادلئہ ج ۵ ص ۸۲)  
المبحث الخامس شروط الشفعة)

وَمَنْكَلُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۵ ص ۷ کتاب الشفعة۔ الباب الاول۔

۱۔ وفي الهندية، ولا تجب الشفعة في دار جعلت مهر امرأة واجرة او  
عوض حرق ۱۔ (الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۷ کتاب الشفعة۔ الباب الاول۔  
وَمَنْكَلُ فِي الدَّر المختار على صدر ورد المختار ج ۲ ص ۲۳۶ کتاب الشفعة۔ باب ثلثت هي فيه  
اولا تثبت۔

و بیان اس طرح فیصلہ کیا کہ مدعا علیہ مدعی کو پانچ کنائی زمین دے گا، جو کہ مدعا علیہ نے مدعی کو دیدی ہے۔ اب ایک تیسرا آدمی اس زمین پر شفعہ کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کو شفعہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ حق شفعہ کے ثبوت کے لیے اموال غیر منقولہ کا باہمی معاملہ ماننے کے عوض ہونا ضروری ہے، صورت مسوول میں معاملہ مالی ہے اگرچہ ایسا ممانعتا ہی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود غیرت شخص کو شفعہ کا حق حاصل ہے۔

قال العلامة الکاسانی: ومثها عقد المعاوضة وهو البيع ارمها هو منقلاً فلا تجب الشفعة فيما ليس بيع ولا بمعنى البيع متى لا تجب بالمهبة واحدة فلا ضمان والوصية..... وتجب الشفعة في الذاة التي هي بدل الصلح سواء كان الصلح على الدار أو اقراراً أو لكاً أو سكناً لوجود معنى المعاوضة۔

(ردائع المصالح ج ۵ ص ۱۱۱) کتاب الشفعة وجوب الشفعة بله  
**طلب اشہاد کے وقت حدود اربعہ بیان کرنے کا حکم** | سوال:۔ اگر کوئی شخص مانے کر رہا ہو تو کیا اس کو میر پر حق شفعہ کے اثبات کی وجہ اربعہ کا حدود اربعہ بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب:**۔ تعہد احناف سے مکاسبہ کہ جب شفعہ طلب مواثبت کے بعد گواہوں کے سامنے طلب اشہاد کر رہا ہو تو اسی کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیعت کا ذکر کرے اور اپنا تعلق بیان کرے تاکہ بات میں کوئی پریشیدگی باقی نہ رہے۔

قال العلامة عبد الرحمن شیعہ زاده: او پیشہد علی المشتري وبوغیر ذی یبای بان یقول: اطلب ملک الشفعة فی دار اخیریتمها من فلان حد وحصا کنی او انا شفعیها بالشركة فی الدار وان طریق لہ باجوامیدار حد وحصا کنی افسانہا

سہ وفق الہندیۃ: منها عقد المعاوضة وهو البيع ارمها هو منقلاً فلا تجب الشفعة بالسایس بیع ولا بمعنى البيع..... وکن تجب فی الدار المصالح عنہا عن اقرار۔  
 (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۱۱۱) کتاب الشفعة۔ ایاب الاول۔

فی فلا بد ان یلجس حدود الذارین مع کل واحدة من صواب الثبوت .

در مجمع الانهر ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الشفعة /

طلب الشهادین تعدد شہدائک حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب ! کیا طلب الشہاد کے لیے گواہوں کو مؤلفہ وری ہے یا نہیں ؟ اور کیا اس میں بھی دیگر معاملات کی طرح تعدد شہداد و دیگر شرائط کا ہونا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب :- طلب موافقت کے بعد شفعے کے لیے ضروری ہے کہ وہ گواہوں کے سامنے جہم کے پاس یا بائع و مشتری میں سے کسی کے سامنے اپنے شفعہ کو طلب کرے مگر گواہوں کے بارے میں ایام ابوحنیفہ کی رائے سے کہ دو شرطوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے ، اراہم یا تو درمہ یا ایک مہ داؤد و مرغین ہونا ضروری ہے (۲) یا پھر عدالت کی شرط لازمی ہے ۔

اور ہم جہیں کے نزدیک کوئی شرط ضروری نہیں متاخرین نے اراہم صاحب کی رائے کو منقول یہ قرار دیا ہے ۔

قول شیخ وھبہ ازہ علی : ویشتغل فی هذا الطلب ان یکون علی غیر الطلب لذلک والاشہو . علیہ باقی شہد الشفع علی رغبہ بالشفعة . جلیلی (رجل و مؤلفین) .  
الشفعة الاسلامی و دلتہ ج ۵ ص ۲۹۱ مراحل طلب الشفعة /

سے تمام اعلا مہ علی جید کز او یقول خطاب مشتری سوا کانت مشتری قابلاً للذخوع  
 انما ان مہر قابض فی حضور نصیب الشہادۃ من اشہود انہ اشتریت العقر لولہ یا بعد  
 اطلاقہ وجماعتی غلط فی حق البیع مثلاً ان شفیعہا وقد طلبت الوفیۃ وانہی طلبہا الآن ایضاً  
 وانتم ایہا الشاہدان ! شہدادہ زود لکم شرح مہر الامام <sup>۹۹۷</sup> تحت آردۃ شہادۃ انصرتا لہ  
 لہ قال العلامة انکاسانی رحمہ اللہ : ہل یشرط فیہ تعدد والعدالت مختلف صحابنا  
 فقال ابو حنیفہ یشترط احدہما من مہا بعد فی الخبر جلیل (رجل و مؤلفین)  
 ولما العدالتہ قول ابو یوسف و محمد لا یشرط فیہ تعدد ولا عدالتہ  
 (بذائع لہوائے ج ۵ ص ۲۸۸ فہم بیان مایا کہ یہ حق الشفعہ)  
 وخطبہ فی مجموعۃ قوانین اسلام ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الشفعة

حق شفعہ میں شریک فی الشرب مقدم ہے | سوال :- ایک بکر زمین کا ایک

نئے حق شفعہ دائرہ دیکھ کر دو دونوں کے اسباب مختلف ہیں ان میں سے ایک آدمی بائع کے ساتھ راتے میں شریک ہے اور دوسرا بانی میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو ان دونوں میں سے کس کو شفعہ کا مع حق قرار دیا جائے گا؟

اجواب :- شفعہ کے ثبوت کے لیے اگرچہ دونوں اسباب مساوی ہیں لیکن باعتبار ضرورت کے شریک زیادہ مقدم ہے۔ اس لیے علماء نے شریک فی حق الشرب کو دیکھنے کے حق میں شریک پر مقدم کیا ہے۔ لہذا صورت منورہ میں بانی کا شریک حق شفعہ میں دوسرے پر مقدم ہے۔

فی مجلۃ الاحکام تحت المادة ۱۶۶: حق الشرب مقدم علی حق الطریق۔  
قال العلامة علی حدیث: تحتہ یعنی حق الشرب وحق الطریق وان كانا متساویین من حیث كونهما من اسباب الشفعة لكن فی حال اجتماعهما یقدم حق الشرب علی حق الطریق۔ (در رد المحتار شرح مجلۃ الاحکام ج ۲ ص ۱۶۶ قبل الفصل الثانی فی بیان شروط الشفعة)۔

مہر مسمیٰ کے عوض میں ملنے والی زمین شفعہ کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب!

حق مہر میں پچاس ہزار روپیہ کھوا دیا، اب عورت نے حق مہر کا مطالبہ کیا ہے تو شوہر نے نفی نہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو کچھ زمین دے دی، اس پر اس کے شوہر کے بھائی نے جو اس کے ساتھ اس زمین میں شریک ہے حق شفعہ کا دعویٰ کر دیا ہے تو کیا اس کو شریک شفعہ کا حق حاصل ہے؟

اے ذی العزائم! ابراہیم الخلیج رحمہ اللہ: لو شذکھ احد فی الشرب و آخر فی الطریق فصاحب الشرب اولیٰ من صاحب الطریق۔

(الرد المحتار علی هامش مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۶۶ کتاب الشفعة)

وَمِنْهُ فی شرح المجلۃ الخالد الاناسی ص ۵۶۲ المادة ۱۶۶ قبل الفصل الثانی۔

**الجواب :-** حق مہر میں ہوتی کو جو زمین دے دی جائے اگرچہ شرفا اس پر شرف و ثناء نہ ہو تا، مگر صورت مسئولہ میں معاملہ الگ ہے یہ زمین عورت کو اس بیچاس ہزار روپے نقد حق مہر کے عوض دی گئی ہے جو کہ ایک مالی معاملہ ہے۔ اس لیے شوہر کے بھائی کو شرف و ثناء حق ماحص ہے۔

وفی الذہب بقہ۔ و تو تزوجہا علی مہر مستحق ثمر باعہا بذلت المہر و اصاب  
لشفع فیہا بالشفعة و کذا لث اذا تزوجہا علی غیر مہر و فرض اہا انقاض مہرہا  
ثمر باعہا بذلت المفروض لثجب للشفع فیہا بالشفعة۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۱۶۲ کتاب الشفعة۔ ابواب الذہب ص ۱۷۰)

**تحقق کے عوض میں ملنے والی زمین پر شرف کرنے کا حکم** | سوال :- ایک شخص اپنے دوست

نے شرف کے طور پر اپنی جائیداد میں سے کچھ اس کے نام پر کر دی، وہاں کہ بھائی کو مہر میں  
اگر عظیم ہوتا تو اس نے اس پر شرف کروایا، تو کیا وہ مہر کے بھائی کو شرف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** ہر ایک کو ہوتی زمین پر اگرچہ شرف صحیح نہیں مگر صورت شرف میں جو کو  
معاملہ مالی ہے اس لیے فقہاء کرام نے شرف کو جو حق شرف کے ثبوت کی تصریح کی ہے بشرطیکہ  
بائین نے اپنے اپنے مروجہ پر قبضہ کر لیا ہو۔

قال احمد رحمۃ اللہ علیہ فی الاصل بالذہب والصدقة والمیراث والوصیۃ۔۔۔ والکانت  
الہبة بشرط العوض فان تقا بہا وجبت الشفعة لزوجہ، معزۃ لعاوضۃ عند الثقالین۔

در بیان اربع نصائح ج ۵ فصل شرائط وجوب شفعة ص ۱۷۰  
لے قال احمد رحمۃ اللہ علیہ: اذا زوجتہا بعد ما اقبلت واللسی من بعد ما اقبلت فیہ الشفعة لث  
مبادۃ بل بار لثہ بل ہما فی ذمۃ من اقبل۔ وذا تزوجہا <sup>مقبل</sup> کتاب الشفوع باب علیست فی ذہب و حثیت  
و حثیتہ فی میدانہ نصائح ج ۵ ص ۱۷۰ کتاب الشفعة، فصل فی شرائط وجوب الشفعة۔

۱۔ وفی مجملۃ الاحکام تحت الامداد ۱۰۶: الہبة بشرط العوض، فی حکم البیع ہام علیہ۔  
نودھب و سلم احد داریہ المملوکۃ لا تحب بشرط العوض بلکہ بوجارۃ الملاحق شریفا  
و در الحکام شرح مجملۃ الاحکام ج ۵ ص ۱۷۰ الفصل الثانی فی شرائط الشفعة  
و مملکۃ فی در الحکام شرح مجملۃ الاحکام ج ۵ ص ۱۷۰ الفصل الثانی فی شرائط الشفعة۔



زمین کا تبادلہ کرتے ہوئے شفعہ ثابت ہے | سوال :- جناب مفتی صاحب! دو زمینوں کا تبادلہ کیا اور دونوں کے شفعہ بھی موجود ہیں، اب ان دونوں میں سے کسی زمین پر شفعہ کیا جاسکتا ہے؟

الجواب :- چونکہ دونوں بدین اسواغ غیر مشغول ہیں اور معاملہ بھی مالی ہے اس لیے دونوں کے زمین قابل شفعہ ہے لہذا دونوں کے شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہے ۔

قال العلامة الكاساني: منها معاوضة امال بالمال فلا تجب في معاوضة عين المان بماليس بعين المان - (ربائع الفوائد مجلد ۱ فصل شرائط وجوب الشفعة) -

بجسٹیت کر ایروار کسی کا حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا | سوال :- اگر کوئی شخص اپنا کرے جو بدعلاقہ اور بدکردار ہو تو کیا اس کا پڑوسی جو کہ اس کے ساتھ کرایہ کے مکان میں رہتا ہو اس پر شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- فقہ حنفی میں شفعہ کے استحقاق کے لیے شفعہ کا اپنے ذریعہ شفعہ کا مالک کا مالک ہونا ضروری ہے صورت مسئلہ میں شفعہ چونکہ مکان کا اصلی مالک نہیں بلکہ کرایہ دار ہے اس لیے اس کو شفعہ کا حق حاصل نہیں۔

قال نعمة الكاساني: حلق الشفع وقت انشاء فدان راتبي ياخذ بالشفعة كل سب الشفع في جو الشفع والسبب انما يقع جعاً عند وجود الشفع - (ربائع الفوائد مجلد ۱ فصل شرائط وجوب الشفعة) -

لما لا يقع دونه لزمي: وان بيع عقار به قدر مقايضة (وكانت شفعهما واحداً) اخذ الشفع كل من عقاري بقبضة، فخل لانه بدل وهو من زوا القيم فباخذ بقبضته وان اخذت شفعهما ياخذ شفع كل منهما ماله فبذل الشفعة بقبضته لا بغيره۔

وانفعه الاسلامي وادلته جرد ماله (لمبحث الرابع في احكام الشفعة)

۲۔ قال الشافعي: انفق الفقهاء على شرط كون الشفع مالاً ما لا ينفق به قبل البيع والشفعة في استمرار الملك حتى انقضاء بالشفعة من: (۱) ان قال المان بقبضة يشترط استمرار ملك الشفع حتى ينفق له بالشفعة (۲) (الفقہ الاسلامی وادلته ج ۵ ص ۵۳۳) المجتہد امام شریطہ الشافعی بشرط ان

جرسٹری یا انتقال نہ ہونے کی صورت میں شفعہ کا حکم۔ سوال۔ ایک شخص نے زمین فروخت کی لیکن ابھی تک قانونی طور پر باضابطہ جرسٹری نہیں ہو سکی، تو کیا شفعہ کا حق وار اس زمین پر شفعہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اسلامی نقطہ نظر سے بیع ایجاب وقبول سے تام ہو جاتی ہے، مروجہ قانون کے مطابق جرسٹری یا انتقال کی ضرورت نہیں، شفعہ کے لیے انصر ایجاب وقبول ہی کافی ہے۔

ومجلد الاحکام تحت المادة ۲۰۲: الشفعة لا تثبت الا بعقد البيع ایات الصریح۔  
در درمکام شرح مجلۃ الاحکام ۲۲ مکملہ الفصل الثانی فی شرائط الشفعة، لہ  
مشتری کے مرنے سے شفعہ کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا | سوال۔ ایک آدمی شلہ زید  
مگر عمر کو اس کے غیر نہ ہوئی اور اس دوران میں زید کا انتقال ہو گیا، ایک ہفتہ بعد عمر کو زمین  
خریدنے کی عمر ہوئی، اب عمر و شفعہ کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ شفعہ کر سکتا ہے یا اس کے وارثوں پر؟  
الجواب۔ واضح رہے کہ مشتری و غریب نے دئے کہ مرنے سے خفیہ کا حق شفعہ  
باطل نہیں ہوتا بلکہ شفعہ کا دعویٰ کرنا بدستور باقی ہے، البتہ مشتری کے انتقال کے بعد  
اس کے ورثاء سے حق شفعہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

قال الامام القدوری: واذا مات المشتري لم تسقط الشفعة۔

ومختصر القدوری ص ۹۲ کتاب الشفعة، لہ

لہ قال الشیخ وجہ تزیلی: الخرم الاول خروج العقار عن ملک صاحبہ خوفاً یا حباً  
ان یرذل ملک البائع من 'لعنا رابع من طریق بیع البات النہائی الاثر' الذی الخیار  
فیہ۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۵ ص ۸۸ المبحث الخامس شروط الشفعة)  
لہ وفی المہندیہ: ولا یبطل موت المشتري وللشفیع ان یاخذ من وراثتہ۔ الخ  
(الفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۸۸ الباب التاسع فیما یبطل بہ حق الشفعة بعد موتہ وما لا یبطل)  
ومؤئلہ فی الہندیۃ ج ۳ ص ۸۸ کتاب الشفعة، باب ما یبطل بہ الشفعة۔

**شفیع برابر ہوں تو دونوں شفعہ کا حق رکھتے ہیں** | سوال :- ایک گھر دو گھروں  
 کے درمیان واقع ہے تینوں گھروں  
 کا پشت اور دروازے بھی ایک طرف ہیں اور راستہ بھی سب کا ایک ہے اب زمین  
 وہ گھر ایک پڑوسی نے خرید لیا ہے تو کیا دوسرا پڑوسی شفعہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** صورت مسئلہ میں دوسرے پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے  
 اور شفعہ کرنے کے بعد یہ خریدار چھو گھر دونوں پڑوسیوں کے درمیان نصف نصف  
 تقسیم کیا جائے گا۔

وَالَّذِي يَتَّبِعُهَا فَإِنَّ حَقَّ الشَّفْعَةِ كَانَ لِلَّذِي كَانَ يَتَّبِعُهَا شَفْعَةً مِّنْهُ  
 تَقْضَىٰ الشَّفْعَةُ بِمَنْفَعَتِهَا وَإِنْ جَاءَ لَمْ يَشْفَعْهُ الْآخَرُ وَلَوْ مَنَّهُ فَإِنَّ الْقَاعِيَةَ يَقْضَىٰ لَهَا  
 بِجَمِيعِ الدَّيْنِ وَإِنْ جَاءَ شَفْعُ دُونِهِ فَلَا شَفْعَةَ لَهُ۔

(فتاویٰ الہندیہ: ۱۰۷۷ باب دوم فی الشفوعہ وغیرہا شفعاء)

**کسی کے حق شفعہ کو ٹھکر کرنے سے پہلے اصل رقم سے زیادہ کھوانا** | سوال :- آجکل مکان یا زمین  
 کا خرید و فروخت میں یہ بات  
 عام ہے کہ خریداری پر کسی کا شفعہ کرنے کے خوف سے اصل رقم سے کچھ زیادہ منسلک  
 کر دیا کہ کسی بنگلہ یا گھر کو روچہ کھرا لیا ہے وہ تو بھی اس پر راضی ہوتا ہے۔ تو کیا ایسا کرنا  
 شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں خریداری کا ایسا کہ شفعہ کے حق شفعہ کو دھوکا اور فریب سے  
 ساقط کرنے کے مترادف ہے اس لیے اس کا یہ عمل موجب گناہ ہے۔

لَوْ قَالَ الْعَلَمَةُ تَطْلُقُ بَعْدَ عَمَلٍ (اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ دراصل علامہ کا کہنا تھا)

لَوْ قَالَ الْعَلَمَةُ: الْحَكْمُ: وَكَانَ لَهَا بَيِّنَاتٌ قَائِلَةٌ: طَلِبُ الْمَطْلُوعِ يَتَّقِي مَا يَشْفَعُهُ (ظہری  
 رتقاء الحضر وطلب قضي لما بهي) (فلو مثل ان لا قضي له بفصله ولو فوقعه فيكبه ولو  
 دونه متداخ - قال العلامة ابن عابدین: تمت قوله: فلو مثل (الاول) هي لو كان  
 الذي حضم مثل نذل كشر يكتسب او جاريين) (۱) (۲) تحت: على عدد رد المحتار  
 ج ۲ ص ۲۲۱ کتاب الشفوعہ)

وَقَدْ لَفِيَ خَلَامَةُ الْفَتْوَى بِهَذَا مَسْأَلَةً سَبَبَ لَهَا شَفْعَةُ: الْفَصْلُ الْمَشَاقِقُ فِي الْقَضَائِ مَسْأَلَةٌ۔

## مسودہ قانون شفعہ پر مجلس شوریٰ میں کی گئی تقریر

قانون شفعہ کا مسودہ ایوانِ صحت پیش کر کے ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء کو  
دنہ بھرا سے مسئلہ پر نو اہم بحث ہوئی کہ اسے سودا کر حرام کہے  
جائے یا معاملہ کرنے کے لیے شہر کی جائے دے گا کہ کسی منصف پر  
اعزیز قرار دیا جائے۔ مولانا سید الحق صاحب اس وقت میں ایوان  
میں مختصر مگر پختہ اور مدلل تقریر کی جسے قانون شفعہ کے ساتھ  
مناہیت کے درجے سے نفاذ و حقا بذریعہ ضابطہ کیا جا رہا ہے۔

میں شہید

مولانا سمیع الحق

جناب پھر میں

مولانا سمیع الحق | یہ ایک اسلامی قانون کا مسودہ ہے اور یہ پہلا اسلامی قانون ہے جو اس  
ایوان میں آیا ہے۔ اس کی طور پر مجلس شوریٰ کا اہم مقصد اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرنا ہے اور  
اس صحت میں یہ ایک اہم آخری ہے۔ مجلس شوریٰ کے لیے جو رہنما اصول تقرر کیے گئے ہیں ان میں سے  
کہ ہم نے اسلامی نظام کے نفاذ کو ترجیح دینا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کے علاوہ بھی  
وہ اور اسلامی قانون قاضیوں کے کورٹ اور ریٹ و قضا میں کے تعلق تھے وہ بھی مینڈ ٹک کی کمی  
نظر کر کے مؤخر کر دیئے گئے ہیں۔ اور اگر آپ اس مسودہ کی تاخیر اور استعجال کے لیے مجھے آج تک  
پیش کی جا رہی ہیں تو اگر یہی سلسلہ جاری رہے تو یہ افسوسناک معاملہ ہو گا اور اس کا برا اثر پڑے گا۔  
پڑے گا۔ ہماری حالت تو اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں یہ ہو گئی ہے کہ

عسمر دراز ناگ کے لائے تھے چاروں

دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

یہاں کچھ حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس مسودہ کو حرام کی اصطلاح داسے کے لیے شہر کیا  
جائے گا کہ یہ مقصد پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے، لیکن اس سلسلے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا اسلام  
میں یہ حق رہتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو نافذ کرنے کے لیے حرام

اجازت لی جائے اور اس کے بارے میں عوام سے استصواب کریں؟ خدا اور رسول کے طے شدہ قوانین اور احکام کے بارے میں اسلام ہمیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کے بارے میں عوام سے پرچھیں۔ ہمارے عوام بہت اچھے ہیں لیکن اگر خطا نحواستہ عوام نے استصواب کے نتیجے میں کسی اسلامی قانون کو مسترد کر دیا تو کیا یہاں ساکنت عوام کی ہے یا حکایت اللہ تعالیٰ کی ہے، یہ عوام والی بات کے دور سے تو ہم گزر چکے ہیں اور اس کا خیار بھی ہم نے بہت جھگٹ لیا ہے۔ یہ اہم ترین مسئلہ ہے۔ تو اس لحاظ سے میرا گزارش یہ ہے کہ اسے اہم ترین مسئلہ سمجھا جائے۔ یہاں ایک بزرگ کہنے کا تھا کہ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ نہیں ہے، یہ عوامی عرض کرتا ہوں کہ اس میں جان و مال اور جائیداد کے حقوق کے لحاظ سے اللہ کے فضل و عافیت اور یقین سے بچنے کا سوال ہے۔ اسلام کی نگاہ میں مال اور جائیداد کا حفظ اور کسی کے ظلم و زیادتی سے بچنا اور بچنا یہ ایک اہم ترین سوال ہے۔ تو اس لحاظ سے میں تمام معزز نمبران سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دینی جذبہ اور پوری گرجوشی کے ساتھ اس مسودے کا غیر مقدم کریں اور اس پر بحث کریں۔ یہ پہلا مسودہ ہے جو عرض دراز کے بعد اسلامی قوانین پر مبنی بیان آیا ہے۔ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ آپ کے سامنے ایسا مسودہ آیا ہے، اس میں اگر کچھ خامیاں اور اشباہ و اہمال ہیں تو وہ ترمیم کی شکل میں پیش کیا گئے ہیں اور پیش کیا گیا گا اور ان کا ازالہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ان معروضات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(ریفرنس دقتی کونسل سیکرٹریٹ)

۱۲۔ ۱۰ جولائی ۱۹۷۲ء کے نام کے نشست میں عرض کیا، مجھے اللہ نے شرف کے ساتھ یہ تقریر کے الفاظ کو نکلنے کے سیکرٹریٹ کے قلمبند شدہ تقریر میں دیکھنے سے۔ (درجہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب چیرمین! میں زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، کافی حضرات اس موضوع پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ دفعہ کے اس قانون کے بارے میں کچھ بنیادی کتبے اٹھائے گئے ہیں جن میں ان کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ مجھے پہلے فاعلی مقررہ بنیادی مفکر یہ تھا کہ قرآن مجید میں

شفعہ کے بارے میں احکام نہیں ہیں تاویہ ایک بنیادی غلط فہمی ہے کہ شریعت اسلام کا ماخذ صرف قرآن کریم ہے۔ حالانکہ شریعت کا بنیادی ماخذ جس طرح قرآن کریم ہے اسی طرح سنت نبویؐ کا بھی ہے۔ قرآن کریم ہر چیز کو قرآن میں تلاوت کر دینے کے قریب میں پانچ وقت کی نمازوں سے بھی امتداد دھونڈ کر لے آئے ہیں کسی آیت میں تفصیل نہیں ہے کہ مغرب کے تین رکعت فرض ہیں اور کسی آیت میں یہ نہیں کہ فجر کے دو فرض ہیں اور عصر کے چار ہیں۔ ان مخصوص اوقات کا تعین احکامات کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کے تفصیل سے بھی قرآن کریم میں نہیں ہیں لیکن ضروری احکام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور معاذ ویر بیان کئے ہیں۔

نواب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چھوٹی بات جو حضورؐ نے فرمائی اور میں سنت و فقہ سے پہنچ گئی اسے ہم قرآن کریم اور روایت ہی کا حکم سمجھیں گے۔ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے ایک محدث نے کسی خاتون سے دریافت کیا کہ حکم کو کھینچ کھینچ کر اس میں رنگ بھرنے کا مسئلہ کیا ہے؟ صحابی نے کہا کہ سختی سے منع ہے قرآن میں اس کا حکم موجود ہے۔ خاتون نے کہا میں اس کے تکرار و التماس سے قرآن کریم پر حتیٰ بول اس میں تو اس چھوٹے سے مسئلہ کا کہیں ذکر نہیں ہے، صحابی نے کہا کہ یونہی آیت وجود نہیں۔ اگر تم نے قرآن کو غور سے پڑھا تو اس حکم کو روایات یا مسلمات صحابی نے فرمایا قرآن کریم میں ہے، مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا کر حکم تمہیں رسولؐ نے دیا اس پر سختی سے عمل کرو اور میں بولوں سے آپؐ نے منع کیا اسی سے منع ہو کر۔ یہ ایک اصول ہیں قرآن نے لیا ہے۔ اب اس مسئلہ میں حضورؐ نے جو روایت دی کہ ہے وہ بھی گویا قرآن ہی کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن کے ساتھ سنت کو بھی جملہ سے آئیں میں بنیادی ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ من کے بعد جو حکم کچھ امکان سے شفعہ کے مسئلہ میں وضع احادیث کا مظاہر کیا ہے تو ایسا ان کے سامنے بھی نہیں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ و روایات میں ہیں ان الفاظ کے تفسیل سے بھی نہیں شفعہ کا حق دیا گیا ہے۔

مولانا مصلح الحق جناب دارالاجتہاد میں تخریص خطاطہ سب سے پہلا درجہ ہے اس کے بعد جو متعلق میں شریک ہے اس کو درجہ ہے تفسیر غازیہ جہاں ہے یعنی پڑوسی۔ تخریبات سب سے پہلے ہیں شریک کے اس سے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد و گزشتہ حدیث کی مشہور کتاب مشہور شریعت سے نقل کرتے ہیں یہ نام ستم کی کتاب ہے اور صحیح بخاری کی طرح اس کا درجہ ہے۔

عن جابر قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سفيعة في كل شئ فقلت نعم يا سفيعة بعدا وجانا خطا  
يا صاحب البصير - شفی۔ یؤذن شریک فان شاء اخذوا من شاء ترك فاذ باع ملحق

یقولہ فیہو احق بہ۔ (الہدایۃ فی تغویج احادیث الہدایۃ، حدیث ۳۹۸ کتاب الشفعة)  
 ترجمہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضورؐ نے فیہو یا شفوع میں شرکت میں جب تک وہ تقسیم نہ ہوا  
 ہو تو وہ مکان ہو یا باغ تو اس میں شفوع کا حق ہو گا شریک کو جو ملکیت میں شریک ہو اس میں اس  
 میں حق فی رسول اور شریک کا لفظ ہے کہ صرف فرمایا نہیں بلکہ فیہو یا شفوع سے انھیں کا مطلب فیہو یا شفوع  
 جس کا ایک فاعل رکن نے مطالبہ کیا تھا۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے۔  
 لقولہ علیہ السلام، بالشفعة فی کل مال لم یقسم فاذا وقعت الحدود و  
 صرخت المطرق فلا شفعة۔ (الہدایۃ ج ۴ صفحہ ۳۹۹ کتاب الشفعة)

ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفوع کا ہر اس چیز میں فیہو کیا  
 جو منقسم نہ کی گئی ہو اور شرکت باقی ہو لیکن جب اس کی حدود متعین اور راستے طلعہ و بطنہ ہو جائیں  
 اب وہ بنائے شرکت میں شفوع نہیں رہا۔

شفوع ان تمام جائیدادوں میں ہے جہاں تک وہ تقسیم نہ ہوئی ہوں تاکہ حضورؐ نے ایک چیز پر یا نافذ  
 دفعۃ الحدود و صرخت المطرق فلا شفوع، مثلاً اگر چار جائیدادوں کی شرکت میں ہے اور انہوں نے اسے تقسیم  
 کر لیا اور اس کی حد بندی کر دی یا حقوق میں اشتراک ہے اور راستے الگ کر دیئے گئے تو ہر اس میں شفوع کا  
 کوئی حق نہیں۔ اس سے ایک دوسری بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ دو جائیدادوں میں زمین شرکت میں، اب اس  
 ملکیت میں شرکت کی وجہ سے ان کو شفوع کا حق تھا لیکن جب زمین تقسیم ہو گئی تو ان کا حق شفوع نہیں رہا  
 اب اگر رشتہ داری کی وجہ سے بھی ان کو شفوع کا حق مل سکتا ہوتا تو حضورؐ یہ نہ فرماتے کہ اب حق شفوع  
 نہیں رہا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دو شریکے جہاں تک وہ باپ اور بیٹے میں بھی اگر زمین تقسیم ہو  
 گئی تو پھر وہ بنائے شرکت میں شفوع کا حق نہیں ہو گا کیونکہ ملکیت میں اب شرکت نہیں ہے ابھر جو  
 رشتہ داری کی وجہ سے اگر وہ چاہے گا تو حق جوار کی وجہ سے اس کو شفوع کا حق حاصل ہو گا جس میں بیوی اور  
 رشتہ دار سب برابر ہیں۔ یہ تو شریک کے بارے میں حدیث ہے، اسی طرح جابرؓ (رضی اللہ عنہ) کے حق شفوع  
 کو دیکھئے۔ امام ابو داؤدؒ کی کتاب رستم ابی داؤد (صحیح اور مستند ہے تمام مسلمانوں کے نزدیک)  
 اس میں حضورؐ سے روایت ہے کہ جابرؓ اللہ احق بہ، ابیہ و الارض جو مکان کا بیٹا ہوا ہے  
 یا جو زمین کا بیٹا کسی سے وہ اس بیٹے ہونے کی وجہ سے ممتاز ہے اگرچہ شریک فی ملک نہ ہو  
 اور شریک فی حقوۃ بھی نہ ہو مگر اس کا حق ہو گا۔ اب ترتیب یہ ہے بیٹوں کی اور بھی حضورؐ قدس صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے خود متنبی فرمادی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ احق من الخلق من الخلیف





اسی طرح ترمذی میں روایت ہے الجار الحق بشفعۃہ۔۔۔ یہ میں نے مختصراً حضورؐ کی چند روایات پیش کی ہیں کہ حضورؐ نے ان تین شفعاء میں حق شفعہ کو مخصوص، محدود اور مصور کیا ہے۔ اب یہاں ایک سوال اٹھایا گیا کہ میں وقت پر مسودہ محرام میں مشترک کیا گیا تھا کہ ان تینوں میں ہم کیوں محدود کرنا چکے اور ان کی صریح معنی نفی تو نہیں۔

جناب والا! یہاں مختلف حضرات تقریریں کرتے ہیں ان کی تہذیب و عصب و جوش و خروش کی ہوتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری تائید کی طرف آ رہے ہیں و لاکھ ہمارے حق میں دیتے ہیں اور ان میں یکدم جلت جلتے ہیں ان کی تقریروں میں تضادات ہوتے ہیں آخر یہ لوگ چلتے کیا ہیں؟ شفعہ کے اس مسئلہ میں کوئی ایسا کام کوئی پریشانی ہی نہیں، کبھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ان تین میں سے زیادہ کو دیا جائے کچھ حضرات کہتے ہیں کہ ان تین میں سے بھی کم کر کے ان کو محدود کیا جائے تو کچھ نہیں آتی کہ یہ ایسا کام اور پریشانی کس چیز سے پیدا ہوگئی ہیں؟ اب کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ چونکہ حضورؐ نے ان تینوں کی اولیائیاں کا کلمہ نہیں آیا، حالانکہ یہ ایک علمی اصطلاح ہے اور قواعد لسان کے وہ کہتے ہیں کہ کلمہ صریح نہیں ہے یعنی حضورؐ انہیں نے یہ تو نہیں فرمایا اِنَّمَا الشَّفْعَةُ لِلشَّهِيدِ اَوْ الشَّهِيدَانِ جن تک محدود رہے کیونکہ انہما صریح کہے اور وہ کلمہ نہیں اور ان کو بھی ملنا چاہیے، اور دلیل ان لوگوں نے یہ پیش کی ہے کہ آیت نزلہ میں ہے کہ اِنَّمَا الشَّفْعَةُ ثَمَاتٍ لِلشَّهِيدِ اَوْ مَصَارِفَ ذِكْوَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی نے انہما کے کلمہ سے مخصوص کر دیا ہے، اب جو آٹھ معارفہ ہیں ان میں ہم نویں اور دسویں صرف کا اضافہ نہیں کر سکتے بلکہ یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے، ایک چیز کو محدود کرنے کے لیے انہما کا حرف اور صریح کلمات ضروری نہیں ہوتے، اہل لام اختصاص وہ بھی تخصیص کے لیے آتا ہے، جیسے الحمد للہ ہے، اب اس کا معنی یہ ہے کہ حمد و تعریف و ستائش ساری اللہ کے لیے ہے کسی اور کی ہم حمد میں شریک نہیں کر سکتے ورنہ وہ کفر ہو جائے گا حالانکہ یہاں انہما تو نہیں۔ اب الحمد میں ال اختصاص کے لیے ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ایک جملہ کا مقام مؤخر ہو جاتا ہے اور اس کو مقدم کر دیا جاتا ہے وہ بھی صریحاً قائدہ و قاعہ ہے اور تخصیص ثابت کرتا ہے، مثلاً قید آیا اللہ ہوتا چاہیے تھا نمازیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں مگر وہاں کہہ کر اِنَّمَا قید ہم خاص تیری عبادت کہتے ہیں کسی اور کی نہیں کر سکتے۔ یہ صریح کلمہ سے ثابت ہوا۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔

زمانہ میں جب مادیہ عادات تپ کے سامنے تھے، حضورؐ اور صحابہؓ کے دشمنوں نے بھی یہ دعوے اٹھائے تھے  
موجود تھے آپ کو چند عقائد نہایت لائق جو سکتے ہیں ان کے خلاف کھڑے ہو کر دیا۔ آج کیا ہے  
نہ شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ درمروں کو نقصان پہنچایا دینے میں دفع ضرر و نقصان کے لیے بھی ایک عیسائی  
اعلان ہے اسے حکمت کہتے ہیں علت ہیں کہتے دفع ضرر و حکمت ہے اور علت اللہ اور اس کے رسولؐ  
کا حکم ہے یہ علت بات ہے کہ اللہ تعالیٰ حکمت کے لیے ایک چیز پیش کر دے کہ وہ حکمت میں ہوئی  
حکمت و علت ہوئی ہے علت ہوتی تو ہم دفع ضرر کو عام کر دیتے۔ اس کا مثال ایسی ہے جیسا کہ  
قرآن پاک میں کہا گیا کہ ایک مرد کی عورتی وہ عورت کی گواہی کے بارے میں اقوال میں اللہ تعالیٰ نے وجہ  
ہی بیان کر دی کہ شاید ایک قانون بنائی تو دوسری اسے یاد کر سکتی ہے۔ جنت کو احد حد نامزدی  
مطلبہ مجھوٹا ہے۔ پتا ہے وہ مقدمہ داخل ہو گیا اب اگر ایک قانون بن کر ہی مادیہ اس کا وہ مسئلہ ہے  
میں پتہ نہ ہو نہیں پھرتی تو اس قانون کو بہل تو نہیں کہتے اس کی تباہی دے دے اگر موجد  
وجہ ہے کہ اس کو حکمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نہ پڑھو تا دم تک کی وجہ اب نہ تھیں نہیں  
کہ پتہ نہ ہو کہ میں مادیہ پر غماز اس لیے نہیں کہ میں اس کا لہذا نامزدی چھوڑ دوں۔ نامزدی علت  
اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے حضورؐ کی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ تعلیمات اور وہ نے ظاہر کئے ہیں کہ میں  
حضورؐ کو ماننے والی تھی انہیں دیا حضورؐ کی نظر بڑی دیکھتی تھی اور شفقت بھی سب سے بڑھ کر تھی۔

اب اگر ہم اس موضوع کو اس نشہ سے بہا آ مقصود ہے تو پھر میرے خیال میں بعد کے ہر  
قانون کی گویا دوسرے قانون ہیں ان کے قضا ایک دو کا اندازہ کر لیں اور کو بھی حق ملتا چاہیے کیونکہ اس  
کو بھی ضرر ہے اگر وہ دکان خالی کرتا ہے تو اس کو ضرر پہنچے گا تو یہیوں کہ اس کو شفعہ کا حق دیا جائے یا  
ان کو کوٹ کر ایہ دار ہے اور یہ مکمل خالی کرتا ہے تو اس کو بھی ضرر پہنچتی سکتا ہے۔ آپ ایک ملازم رکھتے  
ہیں اور کچرہ کی وجہ سے پنا کار و بار چھوڑ دیتے ہیں تو نظر نہ دفع ضرر کے تحت اس ملازم کو بھی شفعہ کا حق  
ہوگا؟ اسی طرح میں نے زمین چینی تھی آج اس کا دوسرا شخص مالک ہے اس نے تیسرے کو بیچ دی  
تو بیلا مالک یہ کہہ سکتا ہے کہ میری حق ہونا چاہیے کیونکہ میں بھی کسی وقت اس زمین کا مالک ہوتا۔  
اس طرح یہ سلسلہ بڑا طویل ہو جائے گا۔ اس لیے ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر مزارعین کو حق دینے کا مسئلہ  
ہے تو سوال یہ ہے کہ کس طرح فلاحی کر لیا گیا کہ ان میں نے زمین بیچ دی تو اس سے مزارع کو نقصان  
پہنچے گا اور مشتری کے مزارع کو بے دخل کر دے گا۔ مزارع محنت کرتا ہے لہذا مقدمہ ویرا سوال  
ہے تو اس طرح میں نے اسے دکھا تھا اسی طرح دوسرا خریدار بھی اسکی یا ماری کہ وہ سے اسے رکھ

سے لگا ملتی اور ایسا انداز ملازم کی تماشائی تو ہر وقت رہتی ہے، لیکن اگر وہ محنت نہیں کرتا تو پھر تو مالک کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے نکال دے۔ اس ملازم کی نظر میں مالک کو بھی ضرر ہے، بچانا ضروری ہے اور ملازم کو بھی بچانا ضروری ہے، ضرورت سے سب کو بچانا مقصود ہے کہ ایک طبقہ کو نہیں، قانون میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی خاص فرد کا کیا ہوگا کسی ایک طبقہ کا کیا ہے گا۔ مفاد عامہ کو بچایا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر آپ ایک ٹرم کو ۱۰ سال قید کے سزا دیے ہیں اور اسے جیل میں ڈال دیتے ہیں تو پھر آپ کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس کے اہل و عیال پر کیا گذرے گی، وہ بچوں کے پیلے سر پر لگے، ان کا کوئی کپڑا نہیں ہوگا پھر آپ کو یہ حق کہاں ہے کہ آپ اس کو جیل میں ڈالیں۔

ایک شخص قتل کرتا ہے اور عدالت کا حکم ملتا ہے اسے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس کے خاندان کا کیلپتہ کیا؟ اور انہیں کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا؟ مفاد عامہ کو دیکھا جاتا ہے، پھر تو آپ پورے اقدار بھی نہیں کاٹ سکتے اس لیے کہ اس کے اہل و عیال بھوکے رہیں گے اور اس کی ساری زندگی تکلیف میں گنے گی، تو قانون مفاد عامہ کے لیے بنایا جاتا ہے۔

یہاں اس اصول میں مزاج اور غیر مزاج اور غلام اور غلامیہ ایک صحیحیہ کر رہ گیا ہے کہ اگر باشریعت نے اس معاملہ میں کوئی دل نہ مانی کی نہیں اساد کہ فقہ میں تمام تفصیلات موجود ہیں وہ غلط راشرہ اور غلط ہے جیسا سیر میں کئی کئی ضرر مکانات اور عمارتیں موجود ہیں یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ آج اٹھایا جائے۔

دوسری کٹاریش پر ہے کہ برقیہ طبقے تو ہر دور میں شعور کے شعور رہے ہیں حضور اکرمؐ سے لے کر انگریز کا دور کے آخر تک کسی قانون میں کسی دور حکومت میں غلامت جیسا یہ غلامیت عثمانیہ اور ہندوستان میں غلامیت مغلیہ میں کسی اور کو یہ حق نہیں دیا گیا، جو حق حضورؐ نے دیا اس پر تمام صحابہ کرامؓ اور ائمہ کرامؓ نے اتفاق کیا، اسے کہتے ہیں تعامل امت۔ اب اگر ایک امام نے جہد کے حق کی مخالفت کر لی لیکن دوسرے تو متفق ہیں، اس کو اصطلاح میں اجماع کہتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ کس کا اختلاف نہیں، پھر صحابہ کرامؓ کا دود آیا، ان کے کرام کا دود آیا، اہل بیت کا دود آیا لیکن کسی اور کو یہ حق نہیں دیا گیا۔

ہم یہ نہیں اپنی باتیں سمیٹ کر عرض کروں گا کہ یہاں علما، سیف اللہ صاحب نے ایک بات کہی اور مجھے اندسوس ہے کہ انہیں ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا، اگر ہر مسئلہ میں خریدتے دکان میں فرقہ وارانہ اختلاف

کو اجارہ دے گا تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ قوانین و احکامات اور ضروریات میں اختلافات ہو سکتے ہیں۔ یہ تو آپ کے قانون دان اور وکلاء حضرات بھی ایک مقدمہ میں مختلف نہیں ہو سکتے۔ منجھ صاحبان کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہر ایک کا فیصلہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر تو آپ اس ساری نظام عدلیہ کو لایا میں قوالی دیں پھر تو آپ عدلیہ کی نظام عدلیہ ہی نہیں سکتے۔ تو اصل میں یہ بھی اختلاف نہیں رہا۔

ہمارے پاس سلائی نظریاتی کونسل کی رپورٹ تھی۔ اس کونسل میں شیخ ملازدریلوی اور یونین علیہ الخ، اور شیخ عالم مومووریکتے، ان سب نے مقدمہ عدلیہ پر رپورٹ پیش کی۔ شیخ اور شیخ حضرات کے لئے زمین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چھتہ خود شیخ عالم عدلیہ میں نے کہا کہ ٹیکس: یہ کوئی اختلاف فیصلہ نہیں کہا۔ ہر کسی کو ان باتوں میں بڑے وسیع النظر ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے اسلامی فقہ کی عظیم کتاب ہدایہ ہے جس کو انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے اور اس وقت اس میں تمام تفصیلات موجود ہیں کہ جو شیخ کس کو ہے کس کو نہیں ہے۔ منظور جائیداد میں ہے یا غیر منظور میں ہے۔ پانی کی صورت کیا ہوگی، بقول کا نظام کیا ہوگا، اور ساری دنیا میں اس میں موجود ہیں مثلاً زمین، سبب تجارت کی صورت میں ایک شخص کچھ منزل پر رہتا ہے اور اپنا مکان رکھا دے دے دوسری منزل پر رہتا ہے اس کی بیڑھیاں تیسری منزل والے واسطے پر آتی ہیں اور دوسری منزل والے کی بیڑھیاں آلف دے دے دوسری منزل پر رہتا ہے وہ کہتے ہیں کہ پہلے والے کو ہوگا، اگر نیچے والے نے بیچ دیا تو پہلے والے کو ہوگا، اور اگر اوپر والے نے بیچ دیا تو نیچے والے کو ہوگا، درمیان والا متصل ہے، لیکن وہ جو کچھ بار ہے اُس سے ہے و حقوق میں شریک نہیں ہے اس کا نمبر تیسرا ہے۔ تو یہاں تک جملہ اختلافات کا کہا گیا۔ اسلام کے قوانین کی نفروں میں فروغی اختلافات اور فرقے نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز بھی نہیں کی جاتی۔ میرے سامنے ہدایہ کی کتاب ہے میں اس کتاب سے ایک جملہ بڑے ذکر سنا ہوں۔

والمسلم والذی فی الشفعة سواء یعنی مسلمان اور غیر مسلم شفعہ کے تمام حقوق میں برابر ہیں۔ اگر ایک عسائی ہمارے پڑوس میں ہے اور چار کی ساری سہولتیں سے حاصل ہوا اور دوسرا بونہ مسلمان ہے اور ایک ڈگری درجہ اس کو دے دیں رہا ہے تو اس کو شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔ اگر کسی کا دو پہلے ہوگا، کیونکہ ایک کام ہیں، سبب شفعہ کا ہے، اس میں سبب اور غیر مسلم برابر ہیں۔ صاحب ہدایہ کا قول ہے: المومنون والذین استجابوا لہذا السبب والجمعة فیستویان فی الاستشفاع، اس لیے استحقاق میں دونوں برابر ہیں۔ اس سے قبل ایک دوست نے

اسلام میں غلو کی بات پھیل رہی تھی، یہ عجیب بات ہے کہ یہ غلامی اسلام کے لیے ایک دھبہ ہے؟  
 بات ضعیف کی ہو کہ ہے تو مسئلہ غلامی کا پھیل کرنا جانتا ہے، کل کوئی یہ کہے گا کہ اس نہ ملنے میں حرمتِ شمر  
 کی بات؟ کوئی یہ کہے گا کہ اس نہ ملنے میں مخلوطِ مؤانس کی بات؟ دزور وار تالیاں، بھائی! اسلام نے  
 تو غصہ من کو آسمان تک پہنچایا ہے، اسلام نے غلامی کو ختم کیا۔ اس شخص کے مسئلہ کی کوئی جگہ اس  
 ہدایہ کا ایک اور محلہ شدہ کے سلسلہ میں آتا ہے کہ، ولہذا استوی فیہ الذکوری الذانی  
 والصفیر والکبیر والباغی والعدیم والحق والمعبود، یعنی ہا دونوں اور مکاتبتہ۔  
 اور چھوٹا اور بڑا اس کے حق میں برابر ہیں، اور نشتہ کی بات آگے ہے کہ آزاد انسان اور غلام  
 انسان بھی اس میں بالکل برابر ہیں، یعنی اسلام نے تو غلام کو بھلائی تمام قوانین میں آزاد کے برابر  
 حق دیا ہے۔

تو رہا اب! میں ان گزارشات کے ساتھ کہ جو خود کافی تفصیلات بیان ہوئی ہیں، اپنی تقریر ختم  
 کرتا ہوں۔



# مسودہ شفعہ آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء

== اور ==

دارالعلوم نقانیر کی سفارشات و ترامیم

حکومت پاکستان نے ابرم ۲۲/۱۲/۸۰ء کو آرڈیننس کے مجسٹریٹ  
۳۱ دسمبر ۸۰ء کے تحت شفعہ آرڈیننس ۱۹۸۰ء کا  
مسودہ قانون رائے صادر فرمایا۔ اس کے لیے مشہور کیا، اسلامی فقہ کے تحت  
اس مسودہ کو درجہ صوبائی کے تمام مذاہب کے علماء کے لیے  
بھیجا، پھر دارالعلوم نقانیر کے مفتی اعظم حضرت مولانا محمد رفیع صاحب  
نائب مفتی حضرت مولانا غلام الرحمن صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا  
عبدالحق صاحب کے سامنے لایا، مشورہ فرمایا جو دیکھتے ہیں۔ اس مسودہ پر  
اندلسیہ فقہ و شریعت نظر پڑانے کے اور حیات حیات کا اہل اصلاح  
چیز نظر آئے اس کے اصلاح کر کے اس کو فقہ کے تحت  
میں لے کر اس کے تحت میں اس کا کیا اور قانون شفعہ آرڈیننس  
میں اس کے ۱۳ سفارشات میں سے گنیں۔ (مستند)

خدمتِ اقدس جناب جیش میں صاحب اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مخلص مسودہ شفعہ آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء کی بعض دفعات کے متعلق چند امور تعلق  
اسلامی نقطہ نظر سے اربابِ خدمت میں ایک واضح ہو کر یہ تجاویز صرف ان دفعات کے متعلق  
ہیں جو مفصل اور غیر محدود ہیں اور نہ جو دفعات ہمارے لیے ناقابلِ فہم نہیں ان کے متعلق  
ہم جواب دینے اور رائے ظاہر کرنے سے قاصر ہیں۔

مثالی کے طور پر مسئلہ ردعہ ۱ کی شق ۲ اور ایسے ہی مسئلہ ردعہ ۲ میں شق ۲ غرضی اور ہمیں  
ہمیں وہ جہاں سے یہ قابلِ غم نہیں ہیں۔ اس لیے ان کے تعلق ہم راسے نہیں دے سکتے۔ نیز ان دفعات  
کے متعلق بھی ہم راسے نہیں دے سکتے جن کا تذکرہ مسودہ میں جملہ ہے اور تفصیلی حوالہ تقریرات  
پاکت ۱ پر دہرایا گیا ہے۔ جیسے کہ ردعہ ۱ پر ردعہ ۲ کا مجموعہ ضابطہ دیوانی ۵۰۸ کا ایکٹ ۴۴۔ اور اسی  
صفحہ کی دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی ۵۰۸ کا ایکٹ ۵۰۔ مندرجہ پر دفعہ ۳ میں قانون میراث سماعت ۱۹۰۸  
کا ایکٹ ۹ میں شامل امور اور ضابطہ کی دفعہ ۲۶ کی شق ۱۱ اور شق ۳۔ ان دفعات سے تعلق  
رکھتی ہیں جن کے محلِ ہونے کی وجہ سے ہم ان کے متعلق اس ذیل نقطہ نگاہ سے رائے دینے سے  
قاصر ہیں اس لیے کہ تقریرات پاکت ۱ اس وقت ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ جس کے علاوہ دیگر  
غیر مسلم اور تفصیلی دفعات کے تعلق تھا اور پریشی حضرت ہیں۔

(۱) اس مسودہ کے مسئلہ پر دفعہ ۱ کی شق ہم میں ہے کہ کسی جائیداد غیر منقولہ کے بہتر انتظام کی  
غرض سے یا جائز طریقہ سے ذاتی استعمال میں لے لے کے لیے تیار کرکے کی صورت میں  
ترتیب و مفاد کی حیثیت اور غرض سے ہو تو پھر اس صورت کو بھی شفعہ سے مستثنیٰ کرنا  
درجہ شرف و درست نہیں بلکہ یہ بھی ان صورتوں میں سے ہونا چاہیے جن میں حق شفعہ  
شیعہ کے لیے ثابت ہے۔

(۲) مسئلہ ردعہ ۱ کی شق (د) کے آخر میں یہ اضافہ بھی ضروری ہے کہ شفعہ اس جائیداد میں سے  
بھی واجب ہوگا جو کسی صلح کی صورت میں اقرار یا انکار یا سکوت میں دی جائے اور یا  
کسی جائیداد غیر منقولہ سے اقرار کی صورت میں صلح ہو جائے اس کے لیے حوالہ ملاحظہ ہیں۔

وَقَبْلَ لَشَفْعَةِ الْمِلْدَانِ الْوَقْفِ بِدَلِّ الْعَلِيمِ مَسْأَلَةٌ ۛ يَنْفَعُ عَنْ اَصْدَاقِهِ تَقَرَّرَ  
اِنْكَارَ دَسْكَوْتِ وَكَذَا اِنْجَبَ اَلْبَنَادُ عَصَاغُ

وَلَمَّا دَلَّى الْفَهْمُ بِمَعْنَى كِتَابِ الشَّفْعَةِ. الْبَابُ الْاَوَّلُ

ترجمہ: اور شفعہ اس جائیداد غیر منقولہ میں بھی واجب ہوگا جو کسی صلح کے بدلے میں دی جائے خواہ  
یہ صلح اقرار یا انکار یا سکوت کی صورت میں ہو اور نیز شفعہ اس جائیداد میں بھی واجب ہوگا  
جس سے اقرار کی صورت میں صلح ہو جائے۔

لے کر انہیں کے مسودہ کی عبارت میں ملے گی وہ صورتوں میں شرفاً شفعہ ثابت ہے مذکور نہیں ہیں۔

(۳) حکم دفعہ ۱۲ پر طلب مواثبت کی تعریف ”مجلس کے ساتھ یہ اضافہ بھی ضروری ہے۔ اگرچہ اس مجلس میں یہ ضعیف کیا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ طلب مواثبت ضعیف کئے اس کے مطلع ہونے کے فوراً بعد ضروری ہے اس طلب میں اس کے لیے کسی دوسرے لوگوں کے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں۔“

لما قال العلامة ابن عابدین: وفي التمهات في جيب الطلب وان لم يكن عند احد الا  
تسقط الشفعة ديانة وليتم في من اخلت عند الحاجة كما في النهاية -  
رسد المختار ج ۵ ص ۱۳۳ کتاب الشفعة

ترجمہ: ”اور یہ طلب مواثبت اسی کہلے (ضروری ہے اگرچہ اس کے ہاں کوئی بھی موجود نہ ہو تاکہ اس کا حق شفعہ دیا نہ ساقط نہ ہو بلکہ اور بوقت ضرورت قسم کھانے میں بھی یہی ہو کر قسم کھا سکے۔“

(۴) ایسا ہی مذکورہ مسئلہ دفعہ ۱۳ کی شق ۳ میں یہ تصریح کر فی بھی ضروری ہے کہ ”طلب اشہاد شفعہ کی ذات سے غاص نہیں ہے بلکہ یہ طلب اشہاد ضعیف بذات خود یا بوقت ضرورت رسالت یا وکالت بھی کر سکتا ہے۔“

لما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: اذا باع رجل وعلم بالاشهاد وهو في  
طريق مكة فطلب طلب المواثبة وعجز عن طلب الاشهاد بنفسه فوكل اخرا حقا  
يطلب الشفعة فلان الفعل ومفوا الشفعة بطلت شفعتها -  
وعلامه الفتاوى ج ۴ ص ۲۵۸ کتاب الشفعة

قال العلامة العسکری: وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولو  
يشهد بطلت شفعتها - را الدر المختار علی ما عتق والفتاوی ج ۴ ص ۲۵۸ الشفعة  
ترجمہ: ”یہ طلب اشہاد شفعہ کے لیے ضروری ہے یہاں تک کہ یہ طلب اشہاد کسی خط یا کسی آدمی  
کو بھیج کر بھی ہو اور شفعہ طلب نہ کرے تو اس کا حق شفعہ باطل ہو گا۔“

اور نیز اس دفعہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ طلب اشہاد یا کتب یا مشتری یا بیعہ ہر تینوں میں سے  
کسی ایک کے ہاں جو بھی اس کو میسر ہو کر سکتا ہے البتہ باطل کے ہاں اس وقت طلب اشہاد  
کرے گا جب تک بیعہ اس کے ہاں موجود ہو تا جبکہ مذکورہ دفعہ ۱۳ میں صرف بیعہ و جائیداد  
فیہ منقولہ کے ہاں طلب اشہاد کی کفایت پر تصریح نہیں کی گئی ہے۔



عناقل العلامة المحکم فی غم یشہد علی البائع نوع من العقار فی یدہ و علی المشتري  
وان لم یکن ذالک لان ما ملک او عند العقار۔ و ان یخطا علی المشتري المختار جہ من یا لشفع  
ترجمہ: اور پھر شفع یہ طلب اشہاد البائع کے ہاں کرے گا اگر بیع اس کی ملکیت میں ہو۔ اور یا  
مشتري کے ہاں کرے گا اگرچہ یہ بیع اس کے ہاں موجود نہ ہو کیونکہ وہ ملک ہے اور  
یا جائد غیر منقولہ کے ہاں کرے گا۔

(۵) ایسا ہی اسی صفر کے دفعہ ۳ کے عنوان تشبیح کی شق ۴ میں بھی یہ اضافہ فرمایا ہے کہ شفع  
ہر دونوں کو طلب کرنے کے بعد جائیداد غیر منقولہ کے پلغ کے ساتھ عدالت سے رجوع  
بغیر کسی واقعی عذر کے ایک مہینہ کے اندر ضرور کرے گا ورنہ اگر بلا کسی واقعی عذر کے  
ایک مہینہ میں دعویٰ دائر نہ کرے تو اس کا حق شفع اس ایک مہینہ سے زائد تاخیر کی وجہ سے باطل ہوگا۔  
قالا لعلہ ابن عابدین: رفا الجامع اعانی الفتویٰ الیوم علی قول محمد لیسترا حول  
الناس فی قصد الاصل من۔ رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۳ کتاب الشفعة  
ترجمہ: لوگوں کے اپنے حقوق کے معالیر میں امر کو مد نظر رکھتے ہوئے آئین فتویٰ امام محمد  
کے قول پر ہے کہ بغیر کسی واقعی عذر کے ایک مہینہ سے زائد تاخیر کی وجہ سے حق شفع  
باطل ہو جاتا ہے۔

تاہم بصورت کسی واقعی عذر کے ایک مہینہ سے زائد تاخیر کی صورت میں بھی حق شفع باطل نہیں  
ہوگا جیسا کہ رد المحتار جلد ۵ ص ۱۳۴ کی مذکورہ بالا عبارت سے چند طریقے علامہ ابن عابدین  
رقطری ہیں۔

نوع عدم السفر وعدم قاض یوم الشفعة یا جواز فی بلدہ لا تسقط اتفاقاً۔

رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۴ کتاب الشفعة

ترجمہ: سفر و بصورت واقعی عذر ہونے کے مشابہ بیماری یا سفر یا اس علاقہ میں قاضی کے  
نہ ہونے کی وجہ سے جو شفع با بجا کر سکے تو ان صورتوں میں مہینہ سے زائد مدت بقدر  
عذر تاخیر کرنے سے بالاتفاق حق شفع باطل نہیں ہوگا۔

بنام بری صورت ص ۱۳۴ کی دفعہ ۳ پر مبادی ساحت جو کہ ساتھ دن مقرر کی گئی ہے  
اگر اس مبادی ساحت سے مراد طلب خصوصیت یعنی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا وقت  
مراد ہو تو پھر ساتھ دن تک تاخیر کرنے کے باوجود حق شفع کا باطل نہ ہونا معنی ہر کوئی ساحت

ہے کیونکہ مضمون بہ قول صرف ایک ماہر تک ہے اور اگر میں دسماعت سے مراد عالم کے لیے فیصلہ کرنے کی نسبت مراد ہو تو پھر شریعت میں یہ نہیں ہے بلکہ جتنا ممکن ہو سکے تاثر یا حکم فیصلہ کر سکے گا۔

(۶) صفحہ ۱۱ کی دھڑلے کے آخر میں یہ اضافہ بھی ضروری ہے: ”گویا اسے یہ مضمون بائع اور مشتری کے مابین معاہدہ فوج کی صورت میں ہی ہے لہذا اس پر احکام بیع اختیار کر دیتا اور عیب اور عند الاستحقاق شفع کے بعد رجوع بالظن کا حق بھی ثابت ہوگا البتہ ضمان غرور کا مطالبہ بصورت استحقاق شفع نہیں کر سکتا“ اس لیے ملاحظہ ہو قاضی مستتر۔

واذا قضی القاضی او سلم مشتری مثبت، بینہ احکام بیع من خيار و دینه و خيار عیب و الرجوع بالظن عند الاستحقاق لان الشفع لا يرجع بضممان انفرادی (القاضی نہتہ ۵۵ ج ۱ کتاب الشفعة الباب الخامس فی الھکم بالشفعة) ترجمہ ”اور جب قاضی یا عالم شفع کے حق میں فیصلہ کرے یا مشتری رضائے خود جہد شفع کو کچھ دے تو اب شفع اور بائع کے درمیان یہ ایک معاہدہ بیع تسلیم ہوگا اور اس پر حکم بیع جاری ہوئے گا جس کی رو سے شفع کے لیے اختیار دیتے ہیں عیب اور بصورت استحقاق رجوع بالظن کا حق حاصل ہے“ البتہ شفع بائع پر بصورت استحقاق ضمان غرور کا حق رجوع نہیں کر سکتا ہے لیکن شفع بائع سے ضمان غرور کے مطالبہ کا پورا نہیں ہے۔

(۷) صفحہ ۱۱ کی دفعہ ۱ میں شفع کی موت کی صورت میں حق شفع شفع کے قانونی ورثہ کو منتقل کرنا عقد ہے لہذا مضمون ہے ”تسلیم کا قاضی یا عالم اس شفع کے حق میں فیصلہ کرنے سے قبل اگر شفع مر جائے تو اس کا حق شفع باطل ہو کر شفع کے ورثہ کو منتقل نہیں ہوگا البتہ مشتری کی موت سے حق شفع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔“ ملاحظہ ہو قاضی مستتر۔

واما القاضی فحق موت الشفع بعد الطلب قبل الاخذ بالشفعة فتبطل شفعتہ

لے مرکب کی صورت میں شفع دن کی عباد صاحت مقرر کی گئی ہے جبکہ یہ عبادہ تو قرآن کی قسمیں آیت میں ہے نہ صریح آیت اور نہ ہی کسی فقیر کا قول ہے، شرعاً اس کی یہ تحصیل سے جو ہر میں ذکر کی گئی ہے۔

لے مستودعین معاہدہ بیع کو مطلق دکھا گیا ہے جبکہ شرعاً ضمان غرور اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۔ جس ملک کی یہ فیصلہ آؤ باری حق المسک، ہو دیا جائے عارف قانون سازی کرنا چاہیے نہ ملک کے متراویق

وہذا عندنا ولا تبطل بموت المشتري ولا شفع الما باخذ من طر شفع۔

والفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۱۸۲ کتاب الشفعة باب انما سح فیما یبطل به الخ (۸) لے  
 دیکھئے کہ شفع دونوں غائب (طلب و طلبیہ) و طلبیہ (طلب و طلبیہ) کے فیصلہ ہونے سے قبل فوت ہو  
 جانے تو اس کی موت سے اس کا حق شفع باطل ہوگا اور اس کے قانونی ورثہ کو منتقل نہیں ہوگا،  
 اور یہ ہمارا مذہب ہے البتہ مشتری کی موت سے حق شفع پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ شفع مشتری  
 کے وراثت سے یہ جائیداد و شفعہ کر کے لے سکتا ہے۔

بیزیرہ کو رو آرڈر کے مسئلہ کی دفعہ ۳۷ سے بھی یہ دفعہ متصادم ہے کیونکہ اس دفعہ میں پالی پر مشتری  
 ہے کہ حق شفعہ ناجاہل انتقال اور ناقابل تقسیم ہے۔

(۸) ص ۱۸۲ کی دفعہ ۲ کی شرح میں کسی قانون کے ساتھ شرعی قانون کا اتحاد و ترکیب ہے البتہ اصل عبارت  
 یوں ہوگی: ”اور یا مقام شفعہ کے کسی شرعی قانون کے تحت حاصل کر لی ہو اس پر شفعہ کا دعویٰ نہیں ہوگا۔“

(۹) صفحہ ۲۴۲ کی دفعہ ۱ سے زر شفعہ جمع کرانے کو فقہی قرار دیا گیا ہے اور زر شفعہ جمع کرانے کی  
 صورت میں شفعہ کا دعویٰ خارج کرنا شریعت کے موافق نہیں ہے کیونکہ زر شفعہ شفعہ سے جمع کرنا  
 شریعت میں قیود و مصلحتیں اور برائے اعتماد و عدالت اشعوب رات میں ممنوع نہایت لیکن اعتماد کی  
 صورت پر زر شفعہ کے جمع کرانے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اگر شفعہ کسی اور طریقے سے عدالت کو  
 ملے تو اس کے لئے صرف کیلید (کلید) وید (وید) کو بھرنی دعویٰ شفعہ صحیح ہوگا، قاضی یا مالک اس کی بقاعدہ  
 سماعت کے فیصلہ کر سکتا ہے اور زر شفعہ جمع نہ ہونے کی صورت میں دعویٰ خارج نہیں ہوگا تاہم شفعہ  
 کو عدالت کا قبضہ بغیر زر شفعہ کی وصولی کے نہیں دیا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ الہندیہ)

ولا يلزم الشفع احضار الثمن وقت الدعوى بل يجوز انما ذاعمة وان لم يحضر الثمن  
 الى مجلس القاضى فاذا اقتصى لفا بالشفعة فله احضار الثمن ولو دفع الثمن بعد  
 ما قال ادفع الثمن اليه لا تبطل بالاجماع۔ والفتاویٰ الہندیہ ج ۵ ص ۱۸۲ کتاب  
 الشفعة۔ الباب الخامس الخ

لے قال: بعلامۃ الکشاف رحمہ اللہ: ما انفردی حقون موت الشفع بعد الطلبین قبل  
 اخذ بالشفعة فتبطل شفعتہ۔ (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۸۲ کتاب الشفعة صفحہ ۱۸۲)  
 بیان ما یبطل بہ حق الشفعة)

ترجمہ "شیعہ پر دعویٰ شفعہ کے وقت زبشہ نامی یا عالم کے ہاں جمع رہا نہ ہو نہیں ہے کیونکہ بغیر زبشہ کے عالم کہنے کے دعویٰ کی سماعت کر سکتا ہے۔ البتہ شیعہ کے بعد شیعہ پر زبشہ جمع کرنا ضروری ہے اور پندرہ صط کے بعد فرماتے ہیں اور اگر شیعہ وعدہ کر کے وقتی طور پر زبشہ جمع نہ کر کے تو حیحہ بنانا اتفاق اس کا حق شفعہ باطل نہیں ہوگا۔"

(۱۰) صفحہ ۱۱ کی دفعہ ۱ پر مذکورہ ادارہ کی کو حق شفعہ کے استماع کا جو حق دیا گیا ہے اس میں چونکہ حق تعلق کا بہت قوی امکان ہے لہذا یہ قنیدار مذکورہ اداروں کو نہیں دینا چاہیے بلکہ صفحہ ۹ پر دفعہ ۲ کے تحت حواشی لکھا گیا ہے اس پر ہی استغناء کرنا چاہیے۔ مے

(۱۱) صفحہ ۱۱ دفعہ ۱ کے مطابق اطلاع نامہ کی صورت میں صرف اطلاع عامہ کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ اطلاع عامہ کے علاوہ خبری منظور کرنے والا تہذیبی یا انتہالی کی تصدیق کرنے والا افسران کمانڈر شیف (وایسی رسید) خبری یا احتمال کی اطلاع شریک خلیفہ اور چار خصوصیات طور پر خبری یا خبر کو کے کی وساطت سے دینا ضروری قرار دیا جائے کیونکہ صرف اطلاع عامہ کی صورت میں حق تعلق کا قوی امکان موجود ہے نیز مذکورہ اطلاع کو ایک ہفتہ تک جاری رہے۔

(۱۲) صفحہ ۱۱ کی دفعہ ۲ کی شق ۱ میں اس آرڈیننس کے اثرات سے قبل کئے ہوئے عالم شیعہ کے خلاف سماعت ہوئے کے لیے صورت ۶۰ دان مقرر کرنا بھی عدالت کی ذاتی رائے معلوم ہوتی ہے۔ اس طرح غیر شرعی قانون کو شرعی قانون کا نام دینا بہت ہی خطرناک ہے۔

(۱۳) مذکورہ صفحہ ۱۱ کی دفعہ ۲ کی شق ۱ (د) کے تحت اس قانون سے بھی مقدمات کو ششمنی کیا گیا ہے یہ بھی محض عدالت کی اپنی رائے ہو سکتی ہے ورنہ بہتر تو یہی ہے کہ تمام مقدمات کا فعل شرعی حاکم سے ہو جائے۔



فان كانوا اكثر  
 من ذلك فهم  
 شركاء في الثلث

## کتاب الشَّرْکَةِ

### شراکت کے احکام و مسائل

**سوال**۔ چند بھائی موروثی جائیداد پر  
کئی میں تمیز کرنا مشکل ہے، اب ان میں سے ایک بھائی دوسرے بھائیوں کی کافی سہ انکار کر رہا  
ہے اور ان کو اس المال کے نفع سے محروم کرنا چاہتا ہے تو کیا اس کا یہ اقدام شرعاً درست  
ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر تمام بھائی آپس میں ایسا کر دو بار کر  
رہے ہوں کہ ان کی محنت میں تمیز نہ ہوگی، ہر ایک مکمل طور پر شریک ہو تو اس محنت کے ذریعے  
حاصل ہونے والے منافع میں تمام بھائی برابر کے حصہ دار ہوں گے کوئی بھی شریک پورے  
مال کا دعویدار نہیں ہو سکتا، لہذا صورت مذکورہ میں کسی ایک بھائی کو شریک یا حق حاصل  
حاصل نہیں کروا اپنے دیگر بھائیوں کو ان کی محنت سے محروم کرے۔

قال العلامة ابن عابدین: رغبة الله، لو اجتمع اخوة بعلوحت تركته ليهبهم  
وتمثل فيهم بغيرهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۲۵ کتاب الشَّرْکَةِ - فصل في الشَّرْکَةِ انفاضة)

**سوال**۔ چند آدمی شریک ہو کر کسی چیز کو خریدنے  
شریک مال بذریعہ بولی خریدنے کا حکم  
ہیں پھر آپس میں اس پر بولی کہتے ہیں کہ ہر شریک  
زیادہ بولی دے گا تو اس چیز کا مالک ہوگا، اس کے بعد زیادہ بولی دینے والا شریک دیگر شریکوں کو

له وقال العلامة سليم بن عابد: ما كان معيماً واحداً ولم يتبين ما حصله كل واحد منهم  
يعمله يكون منجموعه مشتركاً بينهم بالسوية الا اختلفوا في العمل والرأي۔

(شرح مجلة الاحکام تحت الندة ص ۳۵۵ کتاب العاشر)

وتمثل في تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۴۵۴ کتاب الشَّرْکَةِ۔

اپنے اپنے حصہ کی رقم میں منافع کے واپس کرنا ہے، تو کیا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** بصورت مذکورہ میں چونکہ تمام شرکاء شریک طور پر کوئی چیز خرید کر کچھ آپس میں نیلام کرتے ہیں اور جو زیادہ بولی دیتا ہے مال اس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، البتہ اگر کسی نے مال سے حاصل ہونے والی رقم کا یا یا سب کوئی رہندہ کے اپنے حصہ کے علاوہ دیگر شرکاء کے حصے کا کوئی مجموعہ معاشرہ یا جائز ہو گا اور اگر اپنا حصہ بھی بولی میں تقسیم کر دے تو پھر جائز ہو گا۔

مما قال: حذرة مسلم رستم بن أ، الشريف معبر ان شاء باع حصته من شركه و  
انشأه باعه عن اجنبي بدونه: ذو شريكه راجع ان المادة ۵۴۵ لكن في خلاصة الاسوال  
و اختلافها التي بيناه في الفصل الاول لا بأس ولا حول الشريكين في

وشرح مجلة الخفاء تحت المادة ۱۰۸۸ تحت الكتاب العاشر

**سوال ۱۰:** دو آدمی آپس میں شریک

شریک کی موت سے شرکت کا ختم ہونا  
کا دوبارہ کرتے تھے کہ ان میں ایک انتقال  
ہو گیا اب سوال یہ ہے کہ کیا شریک کی موت سے شرکت ختم ہو جاتی ہے یا برقرار رہتی ہے؟  
شرعاً کیا ختم ہے؟

**الجواب:** شریک کے دو ان جب کسی ایک شریک کا انتقال ہو جائے تو شرکت خود بخود  
ختم ہو جاتی ہے اور دوسرا شریک فوت شدہ کے مال میں تعریف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا۔  
لما قال العلامة مغالین عثمان بن علی الزبلی: وبطلان الشركة بموت احدهما  
ونحو حکمہ.... ولا فرق بین ان يعلم موت صاحبه او لا يعلم لانہ عن حکمی۔

(تبیعہ اختصار فقہ ۳۳۳ تحت کتاب الشركة برک)

لما قال العلامة حصکفی: ولا من شرکاء اهلک اجنبي في مال صاحبه فصار لبايع حصته  
ولیس من شرکاء بل اذا تَرَکَا في صورة انما لم یبطل بالجماع لفظه بشعبه وبذو غیر ذریعہ۔  
الی والمختار من علی ۵ مشیوہ العاشر ۳۳۳ تحت کتاب الشركة۔

وتمت: شرح مجلة الاحکام تحت المادة ۱۰۸۸ تحت کتاب العاشر۔

لما وقال في نهدي ية: وبطلان الشركة بموت احد ه عزم به الشريف ولا  
والفتاوى الهندية ۳۳۳ تحت الباب في موت الشريكة العاشر

وتمت في الشارح على نهديين الحق في ۳۳۳ تحت کتاب الشركة۔



**مشتکر** کہ کاروبار کے منافع کی تقسیم کا حکم | سوال :- دو آدمیوں نے آپس میں مشترکہ کاروبار شروع کیا، دونوں نے اپنا اپنا راس المال جمع کیا، کاروبار شروع کرتے وقت ایک دوسرے کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی کہ آپس میں منافع کس نسبت سے تقسیم ہوگا، جبکہ دو بار کاروبار ایک شریک نے دوسرے کی نسبت کم شغف برداشت کی، تو اس صورت میں مشترکہ کاروبار سے حاصل ہونے والے منافع کی تقسیم شرعاً کس مرتبہ ہوگی؟

**الجواب :-** صورت مذکورہ شرکت خان کی صورت ہے اور شرکت درست اور صحیح ہے اور چونکہ ہر وقت عقد کوئی شرط نہیں لگائی تھی ہے لہذا فقہاء کی تصریحات کے مطابق جب تک ایک شریک نے کام چھو نہیں کیا ہو اور ربح کے متعلق کسی کی اور نہ باقی کامیوں کوئی ذکر نہیں کیا ہو ہو تو ربح امتناع ہر راس المال کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر راس المال کا برابر ہو تو منافع برابر ہوگا ورنہ راس المال کی کئی بیشی کی صورت میں منافع بھی کم و بیش ہوگا۔

ما قال العلامة ابن عابدین : حصہ لله : واربح بينهم على قدر راس مالہما : بتفہیم العامدیۃ ج ۱ ص ۹۳ کتاب الشریکۃ

**مشتکر** کہ زمین میں اپنا حصہ فروخت کرنے کا حکم | سوال :- اگر دو آدمیوں کے مشترکہ زمین میں اپنا حصہ فروخت کرنے کا حکم | ما بین زمین مشترکہ ہو اور ہر شخص ہو تو اگر ان میں سے ایک آدمی اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو کیا شرعاً اس کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ایسی زمین جو دو آدمیوں کے مابین مشترکہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے حصہ میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، لہذا صورت مذکورہ میں ہر ایک حصہ دار اپنا حصہ

لے و توفی الہندیۃ : واما شرط جوازها فتكون راس المال ميتا حاضرا و غائبا عن مجلس العقدين مشارا اليه والاداء في راس المال ليست بشرط و يجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في راس المال كذا في محيط سرخسي ۔

رفتادى الہندیۃ ۲۳۰ اجاب انشاء في شریکۃ اعمان

و متک في رد المختار ج ۲ ص ۲۱۹ کتاب الشریکۃ ۔

قیل از تقسیم غروخت کر سکتا ہے ۔

لما قیل العلامة سلیم رستم باؤں ۔ یصیر بیع حققة شائعة معلومة كالنصف والعشر من عقار مملوك قیل الاقدار۔ (شرح مجاز الاحکام تحت الاوقاف ۲۱۲) <sup>مکتبہ اسلامیہ</sup>  
شرکاء کی غیر حاضری میں مشترکہ زمین پر کاشت کا حکم | سوال ہے ایک زمین چند آدمیوں کے مابین مشترکہ ہے

اور ہر سال بعض لوگ اس میں مختلف فصلیں کاشت کرتے ہیں جبکہ ان شرکاء میں سے ہند قاب ہیں وہ پخت طلب ہر یہ ہے کہ بعض شرکاء کے فائیدہ ہونے کی صورت میں اس مشترکہ زمین میں کاشت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر یہ زمین شرعی ملک سے مشترکہ ہو تو حائزین کے حصص میں کاشت کرنا ان کی جائزت کے بغیر جائز نہیں ہر ایک اپنے اپنے حصہ ملکیت میں کاشت کرے گا تاہم اگر دلائل غائب کی اجازت موجود ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ۔

لما قال العلامة ابن عابدین : وفي التقیة عن واقعة الناطق ارض بیهة غاب احدھا فاشتریکھا ان یزرع نصفھا ولوا زاد ذلک فی ذلک بعد ائتشافی یزرع ملحقان زرع ۔ (تبیح الحامدۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب الشریکۃ) <sup>۱۱۱</sup>

قال العلامة محمود بن اسماعیل الشہرستانی قاضی سمرقند : اما بعد فقد جاء قبل الفلسفة ان كل قسم علی وجهین اما ان باع عن بعضی او من شریکة فالقول الاول وهو البیع من اجنبی علی من بین ولما ان كان لكل ذی باع نصف او كان بین اثنين قبال احدھا نصیبة فان بیع جائز فی المواضع كلها۔ (وج مع الفصولین ج ۲ ص ۱۱۱ الفصل المادی والشرائی فی مسائل البیع والحدکامه) <sup>۱۱۱</sup>  
 ومثله فی تبیح الحامدۃ ج ۱ ص ۱۱۱ کتاب البیوع یا بالخیار۔

ثم وقال فی ہدایہ : وفي الارض لئ ان یزرعها كلها علی المقتی بعد ان كان الزرع نصفها فاذا اجاز شرکة تبعها مثل تلك المسئلة وان كان الزرع ینقصها او الترك ینقصها فیسوق الب یزرعها۔

(فتاویٰ الہدایہ ج ۲ ص ۱۱۱ کتاب الشریکۃ الباب السادس فی الشریکۃ)  
 ومثله فی البحر الرائق ج ۵ ص ۱۱۱ کتاب الشریکۃ۔

**مشترکہ مال کسی کو عاریتہ دینے کا حکم** | سوال :- یہاں ہمارے علاقہ میں یہ مسلمین  
 کہتے ہیں اور نادین اس کے چند بیٹے ہی ہیں، کیا ان میں سے کوئی ایک اپنے باپ کے متروکہ مال  
 سے کسی کو عاریتہ کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کے دوسرے بھائی اس وجہ سے اس پر  
 ناراض ہیں؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں باپ کے متروکہ اموال چونکہ اس کے تمام بیٹوں کے مابین  
 مشترکہ ہیں اس لیے کوئی بھی شریک مشترکہ اموال میں دوسرے شرکا کی اجازت کے بغیر کوئی چیز  
 کسی کو عاریتہ نہیں دے سکتا، کیونکہ شرکا کے حصہ ایک دوسرے کے ساتھ دوامت  
 و امانت ہوتے ہیں۔

قال العلامة سليم رسته بار: حصۃ احد الشریکین فی حکم الوبیۃ فی رد المحتار  
 فاذا ادع احدہما المال المشترك عند احدہما وذا اذت فلف صکان فما متا حصۃ  
 شریکہ . وشرع مجتہد الاحکام، تحت المادۃ ۸۷، ۶۵۸، کتاب العاشر، ص ۱۷

**مشترکہ جائیداد میں بلا اجازت شریک تصرفات کرنے کا حکم** | سوال :- دو بھتیجے  
 مشترکہ زمین خریدیں، ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی غیر موجودگی میں ساری زمین فروخت  
 کر دی، اب دوسرے بھائی کا انکار شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مذکورہ جائیداد ان کے زبرد خرید ہو یا ارث کے فدیہ انہیں مل ہو تو اس  
 میں کسی ایک بھائی کا تصرف دوسرے کی اجازت کے بغیر درست نہیں اسم لیے یہ بیع  
 ناراض بھائی کے حصہ کی اراضی میں ناقض اعلیٰ نہیں ہے۔

مقالۃ العلامة السرخستانی، غشوکۃ الاملاک، المجلد ۱، ص ۱۷۸، دیشی تریاٹھا

لے قال العلامة ابن عابدین، نعم والسرفی ذلک ان الشریک حکمہ فی حصۃ شریکہ  
 حکم السودج . (تنقیح الحامیۃ ج ۱ ص ۱۷۸ کتاب الشریکہ)  
 ومثلک فی ذناوی الکاملیۃ ص ۱۷۸ کتاب الشریکہ -

فما يجوز لأحد حوائج تصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه، ويكفر من فعلها في  
نصيب صاحبه كالأجنبي - راجع إلى كتاب الشركة ۳۵۷

**مشترکہ دیوار کی تعمیر کے اخراجات کا حکم** | سوال :- دو آدمیوں کے مابین ایک  
مشترکہ دیوار تھی جس کی خدوش حالت کے  
پیش نظر اس کو رادیا کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی دوبارہ تعمیر کا خرچہ شدہ  
ہوگا یا لڑائے والے پر ہوگا؟

الجواب :- قواعد فقہیہ کی زور سے مشترکہ دیوار کی تعمیر کے جملہ اخراجات اور تاوان  
ردوں کے ذمہ ہوگا کوئی ایک فریق اس کے اخراجات کا ذمہ نہ رہے۔

لما قال العبد من جماعہ بنی جہنم، وفي جامع الفصولین حاشیۃ بینہما

وخيف سقوطها فادخلها في حصة وفي الشك يرجع على نفسه ... ونصف  
قيمة البناء الواقع بلا امر القاضي، وفي هذا الحكم في شرح الوهبانية عن النخبة  
في مسئلة انضمام السفل وقال نف، صحيح المختار الفقوى -

۳۵۷ | راجع المختار ۳۵۷ | راجع الشركة مطلب | فہم اذ انہ ہونے لگا

**اقرار سے شرکت کا ثبوت** | سوال :- ایک آدمی کا کسی کے ساتھ زمین کا ترم  
عزت میں بیل رہا تھا اس نے اپنے ایک غاصب آدمی  
سے کہا کہ تم بھی اس دھڑی میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ اور جب میں مقیم بیتوں کا

لہ و قائم انصاف، بن تجب انصر، ای وکل واحد من المشرکین  
معنوع من تصرف في نصيب صاحبه لغیر الشریک الا باذنه عند انضمام  
لوكالة - راجع المراتب ۳۵۷ | کتاب الشركة |

و مسئلہ فی فقر، لقریر ۳۵۷ | کتاب الشركة |

۳۵۷ | قانون اصلاحۃ مسلمین رستم یاز، البتانی ج ۱۸۱، فلطالب البتانی فی بیانی بالذی  
لکام و رجوع علی شریکہ بحصة من نفقة البتانی -

(شرح مجملۃ الاحکام - المادۃ ۳۱۸ ص ۱۸۱) | کتاب العاشر |

ترجمہ فی جامع الفصولین ج ۱ ص ۱۸۱ | الفصل الرابع والثلاثون فی الاحکام -

تو اس میں تبس بھی حصہ دون گا، اب جبکہ مقرر نے مقدمہ حیت لیا ہے تو کیا مقرر اس کے ساتھ زمین میں شریک منظور ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** واضح رہے کہ مذکورہ صورت میں اس شخص نے خود ہی اپنے مقابل کے لیے ان الفاظ سے اقرار کیا ہے کہ ”تم بھی اس میں میرے ساتھ شریک ہو“ لہذا اس اقرار کی وجہ سے اس کا شریک کردہ شخص مذکورہ قطعہ اراضی میں شریک منظور ہوگا۔

لما قال العلامة الرغینانی: واذا اقر احد الماقل البالغ بحق لزمه اقراره بجهول كل ما اخر به او مطلقاً (المجلد ۳ ص ۲۸۲) کتاب الاقرار

**مشترکہ زمین میں کسی ایک شریک کا پھلدار و درخت لگانا** | سوال :- ایک شخص کے چند بیٹے تھے، ان

میں سے ایک نے باپ کی وفات کے بعد مشترکہ زمین میں ایک باغ لگایا، اب یہ باغ لگنے والا اس میں دوسرے بھائیوں کا حصہ نہیں ماننا، تو کیا از روئے شریعت اس باغ میں دوسرے بھائیوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** صورت پیشونہ میں باپ کی وفات کے بعد مشترکہ زمین میں جس بیٹے نے باغ اور درخت لگائے ہوں گے باغ اور درخت وغیرہ اسی کی ملکیت سمجھ جائیگا کہ خواہ دوسرے بھائیوں کی اجازت سے لگایا ہو یا بغیر اجازت کے، کیونکہ اجازت کی صورت میں زمین کی تقسیم کے دوران اگر یہ پھلدار و درخت کسی دوسرے بھائی کے حصہ میں آئیں تو اسے ان درختوں کی قیمت ادا کرنی پڑے گی ورنہ اکھاڑتا ہوں گے۔

لما قال العلامة الحنفی: ونحو احدھا: ای احد الشریکین زلفین (فی الاخر) ف عقار مشترک بينهما وقطب شریکھ رفع ہما لکھ قسم؛ العقار فان وقع البناء ف نصیب اباق فیہا ونعمت (والاھذا) البناء

لہ وقال العلامة سلیم دسٹم یاذا المیت فی: الموات ماخذ باقرارہ :-

وشر ۳ مجلہ الاحکام۔ المادہ ۹۹ ص ۲۸۳ الفالۃ الاولی

و مشکوٰۃ فی جامع الفصولین ج ۲ ص ۲۸۳ الفصل الثالث و بعثتہ

وحکم (مغریب) کہ لک - (الرد المحتار علی صدر رد المحتار) کتاب النکاح ۲۹۵  
 مشترکہ کتب شرکاء کی اجازت کے بغیر | سوال :- ایک عالم دین کا انتقال ہو گیا  
 کسی کو عاریتہ دینا جائز نہیں | اور اس نے ترکہ میں کافی کتابیں چھوڑیں،  
 در ثار میں بالغ اور نابالغ دونوں موجود  
 ہیں، ان میں ایک بڑا بیٹا گھر کے اخراجات کا ذمہ دار ہے، اب اگر کوئی شخص اس سے  
 کوئی کتاب مطالعہ کے لیے مانگے تو اس کے لیے مشترکہ ترکہ میں سے کوئی کتاب دینا شرعاً  
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئلہ میں چونکہ در ثار میں نابالغ اولاد بھی موجود ہے اور تمام  
 در ثار اس ترکہ کتب میں شریک ہیں، جبکہ نابالغ اولاد کا مال باپ بھی کسی کو عاریتہ نہیں  
 دے سکتا تو بڑا بھائی تو بطریق اولیٰ نہیں دے سکتا۔

لما قال العلامة سليم دسقم باز الينافى: ليس للابن اعادة مال طفله بعد  
 ابدال زكوا انتاضى والنوصى - راجع مجلة الاحكام، المادۃ ۴۰۷، الكتاب السادس ۱۷۷

مشترکہ ٹیوب ویل کے پانی سے کسی شریک کو روکنا جائز نہیں | سوال :- چند  
 ٹیوب ویل نصب کرنے کے لیے کچھ سیسے اکٹھے کئے لیکن بد قسمتی سے جو جگہ انہوں نے  
 ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تھی وہاں پانی نہ نکلا، ان میں سے ایک آدمی نے ڈوہری  
 جگہ ٹیوب ویل کے لیے منتخب کی تو وہاں سے پانی نکل آیا، اب یہ آدمی باقی شرکاء کو  
 پانی سے منع کرتا ہے اس کا کہنا ہے کہ یہ جگہ وہ نہیں جس کا انتخاب باہمی مشورہ سے

لما قال العلامة ابن عابدین: وانما يفي في الارض المشتركة بغير إذن الشريك كذا ان  
 يَنْقُصَ بِنَاوَةٍ - (تفہیم الحامدیہ ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الشریکۃ)  
 ومثلک فی فتاویٰ الکاملیۃ ج ۳ ص ۱۷۷ کتاب الشریکۃ۔

علمہ وقال العلامة محمد بن محمد: ذکر فی النوازل لیس لوالی الصغیر ان یعیر مباح ولید  
 القفر (بحکم الصغار علی امتحان جامع الفصولین ج ۱ ص ۱۷۷ فی مسائل العاریۃ)  
 ومثلک فی الہندیۃ ج ۳ ص ۱۷۷ کتاب التلایح المتفرقات کتاب العاریۃ۔

ہوا تھا تاہم اس کے بعد اثرا جلت مشترکہ رقم سے ادا کیے گئے ہیں، تو کیا اس کا یہ اطلاق شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بشرط صحبت سوال جب مشترکہ مال سے ثوب وین لگایا گیا ہے تو جملہ شرکاء اس سے استفادہ کے حقدار رہیں گے ہرگز کی تبدیلی سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما قال العلامة سليم بن عثم باز اللفاظ في فتح... لاحد اصحاب الخصم المتصرف مستغلاً في العلق المشترك باذن الآخر لكون لا وجود للا ان يتصرف تصرفاً منفصلاً بالشريك - (شرح مجلة انكام تحت المادة ۱۰۷۱، اختصاراً الكتاب لعمدة السالكين)

**پچھلی کا شکار کرنے میں شرکت کا حکم** | سوال :- چند آدمی باہمی طور پر پچھلی کا شکار کرنے کے لیے معاہدہ کرتے ہیں معاہدہ کے مطابق ضروری نہیں کہ جملہ شرکاء محنت کریں تاہم آلات شکار کی خریداری مشترکہ مال سے ہوتی ہے اور لازم کا ہونا نہ خرچہ بھی مشترکہ طور پر برداشت کرتے ہیں، تو کیا شرکت کا یہ معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** چونکہ پچھلی پکڑنے کی شرکت اور متبادلاً شرعاً ناجائز معاملہ ہے، لہذا انکو صودت کا معاملہ بھی جائز نہیں اور اس میں پچھلی اس کا حق ہے جس نے پکڑی ہو تاہم اگر وقتاً طور پر چند افراد اکٹھے ہو پچھلی کا شکار کریں اور آخر میں باہمی طور پر تقسیم کریں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما قال العلامة الشيخ الهذلي رحمه الله: اشتركا في الاصطياد و نصبا شبكة وارسلا كلهما في نصيد بينهما انصافاً -

وفادوى الهندية على هامش الهندية ج ۲ ۱۲۳۵ کتاب المشركه

لما قال العلامة الصمغاني رحمه الله: لا تصح شركة في احتطاب و

لما وقال في المندية: ولا يجوز لاحدهما ان يتصرف في نصيب الآخر الا باسره وكل واحد منهما كالاجنبي في نصيب صاحبه -

(الفتاوى الهندية ج ۲ ص ۳ کتاب الشركة - الباب الاول -)

ومثله في تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۸۷ کتاب الشركة -

احتشاق و اصطیاد و استنقاد و سائر مباحات۔

رتبہ اولیٰ انصار علی صدر رد المحتار ج ۴ ص ۲۲۵ کتاب الشریکۃ فصل فی الشریکۃ الفاسدۃ <sup>۱۰</sup>  
**مشترکہ ایرکندیشتر فروخت کرنے کا حکم** | سوال :- چند ساتھیوں نے مشترکہ طور پر ایک ایرکندیشتر خریدا اور تمام ساتھی ایک ہی گھر میں رکھے رہتے تھے اب ان میں سے کچھ ساتھی اس گھر کو چھوڑتے ہیں اور ایرکندیشتر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کی اولیٰ قیمت منبر ہوگی یا متعل کی؟ کہ ایرکندیشتر غیر قابل قیمت چیز ہے!

الجواب :- چونکہ ایرکندیشتر غیر قابل قیمت چیز ہے اور مشترکہ طور پر خریدا گیا ہے اس لیے یہ تمام ساتھیوں کے مابین مشترکہ ہوگا، کچھ مدت گزرنے کے بعد اب اگر چند ساتھی اس گھر کو چھوڑنا چاہتے ہوں تو انہیں متعل ایرکندیشتر کی قیمت کے لحاظ سے حقہ دیا جائے گا۔

ما قال العلامة فخر الدین حسن بن منصور الشہید بقاضیات : وان بعد الواحد والحادیۃ الواحدة بیاع و یقسم ثمنہا لانہا لا تختمل القسمة۔

(فتاویٰ حنیفہ من حاشیۃ مہندیہ ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب القسمة) <sup>۱۱</sup>

**مشترکہ مال سے حج کرنے کا حکم** | سوال :- زید اور عمرو دو بھائی ہیں اور مشترکہ گھر میں رہائش پذیر ہیں جب ان پر حج فرض ہوا تو

۱۰ ما قال العلامة المرفی بنانی : ولا یجوز الشریکۃ فی الاضطراب ولا اصطیاد و اما اصطیاد کل واحد منهما او عطیۃ فہو لہ دون صاحبه . زائداریہ ج ۲ ص ۲۹۱ کتاب الشریکۃ  
 و مشرکہ فی تقییر التقیر ج ۵ ص ۴۹ کتاب الشریکۃ۔

۱۱ ما قال العلامة المصنفی : وفي الجواز لا تقسم الکتاب بین التوائفہ ولكن یتفع کل بالمایۃ ولا تقسم بالاولیٰ ولویضاهم وکن الکتاب کتاباً خاصاً لکل شریک ولو توافیا ان تقی الکتاب ویأخذ کل واحدہا بالنیسۃ یوکان بالتوافی جاز ولا لای۔

(رد المحتار علی ص ۲ رد المحتار ج ۶ ص ۲۶۱ کتاب القسمة)

و مشرکہ فی شرح معینۃ الاحکام تحت المادة ج ۳ ص ۱۱۱ کتاب الاشریۃ۔



زید پر کھڑا بھان تھا اس لیے اس نے مشترکہ مال سے خرچہ کر دیا، بعد میں دونوں نے جدا ہو گئے ہیں تو اب عمرو زید سے حج پر صرف شدہ رقم سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتا ہے، تو کیا عمرو کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مذکورہ صورت پر کھڑے نہ ہو کر ایک ملک کی ایک صورت ہے لہذا اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں انہی ہے اس لیے زید عمرو کا خاص ہو گا اور اس کے ذریعہ کا نصف وہی شرعاً لازم ہے، لہذا عمرو زید سے اپنے حصے کا شرعاً مطالبہ کر سکتا ہے تاہم اگر اس کی اجازت سے حج کیا ہو تو تبرع ہوئے کی صورت میں دوبارہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: ان كل واحد من الشريكين شؤكة ملك مستوع من الصعروف في نصيب صاحبه كغني الشريك من الجانب الا بانهم بعد اتمامها ائالة -  
(تنقيح الحامدية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب المشوكة)۔

**مشترکہ زمین میں چشمہ کے پانی سے شریک کو منع کرنا جائز نہیں** | سوال: زید اور عمرو کے مابین ایک

زمین مشترکہ تھی جس میں سے کچھ زمین بخیہ اور کچھ قابل کاشت تھی، کچھ وقت تک دونوں اس سے فائدہ حاصل کرتے رہے، نیز اس زمین میں پانی کا ایک چشمہ بھی تھا، حال ہی میں زید عمرو کو اس چشمہ کے پانی سے منع کر دیا ہے، تو کیا زید کا عمرو کو چشمہ کے پانی سے منع کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر مذکورہ زمین کا مشترکہ ہر نامیر میں اور قسم ہو تو زید کا عمرو کو چشمہ وغیرہ سے منع کرنا از روئے شریعت جائز نہیں ہے کیونکہ اسی چشمہ میں جس طرح زید کا حق بنتلہ ہے اسی طرح عمرو کا بھی حق بنتلہ ہے، لہذا زید کا عمرو کے ساتھ یہ رویہ

لما قال العلامة سليم دسقم بائ: لاحدا اصحاب الحصص الشصت مستقلا في الملك المشترك باذن الاخذ لكن لا يجوز له ان يتصرف تصرفاً مفسواً بالشريك - (شرح مجلة الاحکام تحت المادة ۱۰۷۱ ص ۱۰۷۱ کتاب العاشر)  
ومشکوٰۃ فی التہدایۃ ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب المشوكة -

شرعاً درست نہیں۔

لاحقہ فی الحدیث، المسلمون شروکاً فی تالیف فی العبادۃ والکلام، والتأسیا۔  
رسنن ابن داؤد ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب لیسوع، باب فی بیع اللہام۔

**اموال مشترکہ میں سے زکوٰۃ دینے کا حکم** | سوال :- دو آدمیوں کے مابین  
مشترکہ کاروبار ہے ان مشترکہ اموال

میں سے زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ نیز اگر ایک شریک ان اموال میں سے جن میں  
زکوٰۃ واجب ہو زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو اس کا دوسرا ساتھی اس کے زکوٰۃ نہ دینے سے  
گنہگار ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** جب دو آدمیوں کا آپس میں کاروبار شراکت ہو تو ہر ایک اپنے  
حصہ سے زکوٰۃ دینے کا ذمہ دار ہے کسی ایک کی ذمہ داری دوسرے پر عائد نہیں ہوتی اور  
نہ ہی ایک شریک دوسرے کی اجاڑت کے بغیر زکوٰۃ دینے کا چاہنے اور بلا اجازت شریک  
زکوٰۃ نکالنے کی صورت میں دوسرا شریک ضامن قرار دیا جائے گا، لہذا اگر دوسرا شریک  
زکوٰۃ ادا نہ بھی کرتا ہو تو کاروبار میں شریک رکھنے سے کوئی حرج لازم نہیں کیا جائے گا اگر  
زکوٰۃ نہ دینے والے کی عقل و مجلس اور باہمی اشتراک سے اس کے اعمال و اخلاق متاثر  
ہوتے ہوں تو پھر ایسی حالت میں اس شخص کے ساتھ کاروبار میں شریک رکھنے سے احتیاط  
کرنا ہی بہتر ہے۔

لما قال العلامة ابن عثیم: **وولم یزک مال الاغنیاء لانه لم یجدوا لایة** یعنی جس تجارت خلا  
یكون کبیراً عنده فادانها لانیة لانه لم یجدوا لایة (البحر الرائق ج ۵ ص ۸۸ کتاب الشریکۃ ص ۲۹)  
لما قال العلامة حلیم رحمہ اللہ: **الماذ والکلام والنارویا حۃ والناس فی هذه الامشیاء**  
**للثلاثة شواکد** (شرح مجلة الاحکام، المادۃ ۳۲ ص ۶۹ کتاب العاشر)  
**ومشکک فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸ کتاب الشریکۃ :-**

**ثم قال العلامة تخریج ابن الزبلی: وولم یزک مال الاغنیاء لانه لم یجدوا لایة** کل واحد منهما العیب  
صاحبه لانه لم یجد لایة فیها لان الاذن بينهما وقع فی للتجارة والزکوٰۃ لیست  
منها۔ (رحیمین الحقائق ج ۳ ص ۳۲ کتاب الشریکۃ، فصل فی شریکۃ التماسکۃ  
ومشکک فی الہندیۃ ج ۴ ص ۳۳ کتاب الشریکۃ، الباب السادس فی التفریقۃ۔

اموال مشترکہ میں سے جہان نوازی کا حکم | سوال :- ایک آدمی فوت ہو گیا اس کے دو بیٹے رہ گئے ایک بالغ بچہ دوسرا نابالغ ہے، تو کیا یہ بالغ اور بڑا بھائی اموال مشترکہ میں سے جہان نوازی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اموال مشترکہ میں سے جہان نوازی کرنا شرعاً درست نہیں البتہ اگر دیگر بھائی بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے مشترکہ اموال سے جہان نوازی اور دیگر بھائی کرنا شرعاً کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: انما يحسن واحد من الشريكين شركة مطلق  
ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه كغير الشريك من الاجانب الا بالاذن  
لعدم تضمنها الوكالة. (تفقيح الحامدية ج ۱ ص ۱۷۷ کتاب الشركة)

سوال :- چند آدمیوں نے مل کر  
مشترکہ کاروبار شروع کیا اور سامان  
تجارت کی خرید و فروخت کرتے رہے، ان میں سے اچانک ایک شریک نے شرکت  
سے انکار کر دیا کہ میں آپ کے ساتھ شرکت کا معاملہ جاری نہیں رکھ سکتا۔ تو کیا  
دیگر شرکاؤں کے مشورہ کے بغیر بھی شریک کے یہ شرکت کو فسخ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- شرکاؤں میں سے ہر کسی شریک کو ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے  
شرکاؤں کی اجازت اور مشورہ کے بغیر جب چاہے اپنی شرکت کو ختم کر دے اس صورت میں  
اشیا و مشترکہ کی قیمت لگا کر اصل زر بقدر حصہ اور منافع بقدر شرح تقسیم کریں۔

لما قال العلامة ابن عابدین: اشتراك واستقرار مشقة ثم قال بعد ذلك لا يعمل

لما قال العلامة سليم رستم يان: لا حذر اصحاب الحصص التصرفات مستقلة في  
تملك الشريك باذن الشريك لا يجوز له ان يصرف في تصرفه فاضرب بالشريك  
(شرح مجلة الاحكام تحت المادة ۱۰۷۱ من الكتاب العاشر)  
ومثله في الهداية ج ۱ ص ۵۹۹ کتاب الشركة۔

معك بالشركة وغاب فباع المذخر لامتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة امتاع كان  
 قومه لا يعمل معك فسخ للشركة مع واحد هما يملك فسسخها وان كان امان عرضها  
 بغلاف بضاربة وهو المختار - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۵) كتاب الشركة ۱۷۵  
 باب اور بیٹے کی مشترکہ کمائی کا حکم - اس سوال نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر  
 کاروبار شروع کیا اور اس میں کاپی سے کمائے  
 اب سوال یہ ہے کہ یہ بیٹے باپ اور بیٹے کے مابین مساوی تقسیم ہوں گے یا صرف باپ  
 کی ملکیت شمار ہوں گے ؟

الجواب :- صورت مسئلہ میں باپ اور بیٹے نے مشترکہ کاروبار سے جو پیسے کمائے  
 ہیں وہ باپ کی ملکیت شمار ہوں گے کیونکہ بیٹا باپ کا معین اور مددگار ہو سکتا ہے لہذا  
 باپ اپنی زندگی میں اس میں جو بھی تصرف پاس ہے کر سکتا ہے تاہم اگر اس المال دونوں  
 کا مشترک ہو اور معاہدہ بھی یہی ہو تو تو منافع بھی دونوں میں مساوی تقسیم ہوگا۔

ساقول العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ ، الاثبات والاثبات في صفة  
 واحدة ولو يكن لها شيء فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله  
 لكونه معياله لا ترى انه موقوف بشجرة تكون للاب -  
 (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۵) كتاب الشركة - فصل في الشركة لفاسدة ۱۷۵

لما قال العلامة ابن نجيم ، لم يهرى وجه الله ، وصورت اشتراكها و  
 اشتراكها امتعة ثم قال احد هذا لا عمل معك بالشركة تب... لان  
 قوله لا عمل معك فسخ للشركة مع واحد هما يملك فسسخها ،  
 (البحر الموقوع ج ۳ ص ۳۳۵) كتاب الشركة ؛

زمخشري في الهمدية ج ۳ ص ۳۳۵ كتاب الشركة .  
 کہہ رد قول فی الہندیۃ ، بأن ابی وابن یکتسبان فی صفة واحدة ولو يكن لها شيء  
 فالكسب كله للاب اذا كان الابن في عياله لكونه معياله -  
 (افتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۳۲۹) باب التمسع فی شركة تجرید  
 وعملہ فی تذاوی . کما ملینہ ج ۱ ص ۵۱۱ کتاب الشركة .

مشترکہ زمین میں بلا اجازت شریک کے باغ لگانا | سوال :- ایک زمین کو آدمیوں

شریک نے دوسرے کی اجازت کے بغیر مالٹا کے پودے لگا دیئے، چند سال کے بعد جب پودے پھل دیئے گئے تو شریک تانی نے کہا کہ یہ پودے جو ملک مشترکہ زمین میں لگائے گئے ہیں اس لیے ان میں میرا بھی مکمل حصہ ہے لیکن شریک اول انکار کر رہا ہے تو آیا اس کا یہ انکار شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ زمین دونوں شرکا کے مابین تقسیم کی جائے گی پودے لگانے والے کے حصہ میں اس کے پودے بترکدہ ہیں گے اور دوسرے شریک کے حصہ میں پودے لگانے والے اپنے پودے اکھاڑے اور اگر زمین کو نقصان پہنچے گا خطروں جو تو پودے نہیں اکھاڑے جائیں گے اور دوسرا شریک پہلے والے کو ان پودوں کی قیمت ادا کرے گا۔

قال، العلامة الحسکفی، بنی احدهما ای احد، شریکین، بغیر ذلک الاخر فی  
عقار مشترک، بینهما قطب شریک، دفع بتائے قسم، اختلافات وقع  
البناء فی نصیب البنائی فیها ونعمت والاهدم البناء وحکم الفروع  
[الدر المختار علی صمدی رد المختار]  
[ج ۲ مثلاً کتاب القسمة]

کسی کی گائے بطور شریعت پالنا | سوال :- ایک شخص نے گائے خرید کر کسی

دوسرے شخص کو اس شرط پر پالنے کے لیے دے دی کہ وہ دھرب تہارا ہوگا اور اس سے جو بچہ پیدا ہوں وہ میرے ہونگے۔ تو کیا اس قسم کی شرط لگانا اور ایسا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

من قال الشیخ محمد اکامل الطرابلسی، ان الامر فی تقسیم بینهما فیما وقع  
فی نصیب غیر البنائی یرفع..... وافقی شیخ آفتدی فی غرض من الاشجار  
من احد الشریکین فی الامر من المشرکة بشل ذلک  
(فتاویٰ کاملیہ ج ۱ مثلاً کتاب الشریکة)

و مثلاً فی سنن ابی داؤد ج ۲ مثلاً باب فی ذرع ارض قوم بنیوا ون صاحبها۔



**خورد و گھاس مشترک ہوتا ہے** | سوال :- ایک مشترکہ زمین جو کسی کی تمام  
پر جانتا ہے کہ اس مشترکہ زمین میں آگے جوئے خورد و گھاس کو وہ زمین پر دست دے یا فروخت کیسے  
تو کیا اس شخص کا یہ اقدام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** خورد و گھاس خواہ ملوکہ زمین میں ہو یا غیر ملوکہ زمین میں ہر حال میں وہ  
کسی کی ملک نہیں ہوتا لہذا مذکورہ بالا شخص کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں۔  
لما ورد فی الحدیث: ان سلخون شجرک فی ثلث فی احواد مکلفہ والافراد۔  
رسن ابی داؤد ج ۲ صفحہ ۱۳۷ کتاب النبیوع باب فی منع المار

**آمدن و اخراجات میں شریک بھائیوں کی کما فی حکم** | سوال :- دو بھائی آپس میں  
کے مشترک تھے ان میں سے ایک بھائی انکیلینڈ چلا گیا وہاں اس نے کافی مال جمع کیا وہاں  
آ کر ایک مکان خریدا اس بھائی کی عدم موجودگی میں دوسرا بھائی گاؤں میں ہی محنت مزدور  
کر کے خود بھی کھانا ہا اور اس کے اہل و عیال کو بھی کھانا کرا رہا لیکن جس بھائی نے مکان خریدا  
ہے اب وہ اس میں دوسرے بھائی کے حصہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے تو کیا شرعاً  
یہ دونوں بھائی اس مکان میں برابر کے شریک ہوں گے یا جس بھائی نے خریدنا ہے اس کا  
ہی ہوگا؟

**الجواب :-** مذکورہ صورت میں جو شرکت ہے وہ شرکت نامہ ہے، پس اگر  
دونوں بھائیوں کے اموال آپس میں غیر متمیز ہوں تو ان میں مساوی انداز میں تقسیم ہوں  
گے اور اگر وہ دونوں کے اموال متمیز ہوں تو ہر ایک بھائی اپنے اپنے حصے کا حقدار ہوگا  
اور اس بھائی کے مکان میں دوسرے بھائی کو حصہ دینا کوئی شرعی امر نہیں بلکہ محض

لہ و قال العزامة سلیم رستم بان طینا فی رحمہ اللہ: احواد و افراد  
والنابعا حة والناس فی ہذا الاشیاء الثلاثة شریکاء۔

شرح مجلۃ الاحکام الحدیثہ ج ۳ ص ۱۶۳ کتاب النبیوع  
وہیکلہ فی البیہ ج ۳ ص ۱۶۳ کتاب النبیوع۔

ردوائی اس ہے ۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ ، يتخذ من هذا ما اقتضى به في الغيبة في زوج امرأ  
وابنها اجتماعاً وفرواً واحدة في حد كل منهما كسب على حدة ويجهان معاً  
كسبهما ولا يعلم التفاداة ولا المشاوي ولا التميز فاجاب بانفة بيدهم سوية  
(رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۵) کتاب الشُرکة . فصل فی اشکوة الفاسد

**مشترکہ ندی سے انتفاع کا حکم** | سوال : ایک ندی دو آدمیوں کے مابین  
مشترکہ ہے ، ان میں سے ایک شریک دوسرے  
کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ اس ندی سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور میں آپ کا اس میں حق  
نہیں مانتا ، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ شریک اپنے ساتھی کی اجازت کے بغیر اس ندی سے  
نفع حاصل کر سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر مذکورہ ندی کا مشترک ہونا مبرہن اور مسلم ہو تو نہ ضروری ہے کہ  
ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں مستقل تصرف کرنے کا مالک ہے اور ملک مشترک میں دوسرے  
ساتھی کی اجازت سے تصرف کرنے کا مجاز ہے ۔

قال العلامة : لیم رستم یاز : لاحدا من عاب الغصن من حقتل فی اللک  
المشوک بان الاخذ یکن لا یجوز لہ ان یتجسس فی غصن فاقضوا بالشریک ۔  
ترجمہ : حدیث الاحکام المأخوذة ۱۰۰۰ من کتاب العاشور

لہ وذل الشیخ یحق کامل الطرابلسی : فانما کان سعیم واحد ولم یتمیز ما حصل لکل واحد من شجر یصلہ  
یکون ما جمعوہ مشترکاً بینہم بالنسویۃ وان یختلفوا فی العمل والاولیۃ ثمرۃ وصولاً کما تفرق بہ  
فی البلیغۃ وما اشدنا اذ ہم لنفسہم یکون لہ ویضمن حصۃ شواکاتہ من ثمرہ اذ دفعہ  
من اسال ان یشتعلک ۔ (فتاویٰ کالمیۃ ج ۱ ص ۱۰۰) کتاب الشُرکة  
وَمَشْهُکَ فی تنقیح الخامدیۃ ج ۱ ص ۱۰۰ کتاب الشُرکة ۔

کہ وقال العلامة ابن عابدینؒ : اکل واحد من الشریکین شریکۃ ملائح ممنوع من التصرف  
فی غصن صاحبہ بغیر الشریک من الاجانب الا باذنه لعدم تضمنہا لہ بحالۃ ۔  
(تنقیح الخامدیۃ ج ۱ ص ۱۰۰) کتاب الشُرکة

وَمَشْهُکَ فی الہدیۃ ج ۲ ص ۵۹۹ کتاب الشُرکة ۔



**سوال :-** ایک آدمی کے ہاتھ میں مزدور جو کچھ کھائے وہ اسی کی ملکیت خاص ہوتا ہے | جس میں سے ایک بیرون ملک

چلا گیا اور وہاں چند سال مزدوری کرتے کے بعد پھر اپنے وطن واپس آگیا اور کچھ مدت گزارنے کے بعد اپنے بھائیوں اور والدین سے جدا ہو گیا اس موقع پر اس نے یہ کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے وہ خاص میری ملکیت ہے جبکہ اس کے بھائیوں نے یہ کہا کہ میں تمہاری کھائی میں ہمارا بھی حصہ بنتا ہے تو کیا اس کے دوسرے بھائیوں کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** شریعت کی رو سے کسی مزدور کی کھائی ہونے پر اس کی ملکیت خاص ہوتی ہے اور اس کی اس کھائی میں کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ کھائی اور مزدوری کھانے والے کی ملکیت خاص ہوتی ہے ، البتہ اس پر مشرک مال سے جو کچھ خرچ کیا گیا ہو تو وہ واپس لیا جاسکتا ہے ۔

لما قال النبی محمد کامن الطرابلسی ، ذان اختلاف فی العمل والوری کثرت و مساویانگ  
اختی بد الخیرۃ وما اشتراہ احدہم لنفسہ یكون لک و یضمن حصۃ شواکله من ثمنہ اذا  
دفعه من المال المشترک ۔ وقاد فی کاملیۃ ج۱ ص ۵۸ کتاب الشریکۃ

**سوال :-** جناب مفتی صاحب امیر کیڑے اولاد اور باپ کی مشترکہ تجارت میں اولاد کا حصہ کیوں دکان سے ہر کالے مرلیہ میرا پیٹلہ سے دوکان میں نے پچاس ہزار روپے کے سرمائے سے شروع کی اور اب دوکان کا سرمایہ دس لاکھ چلے تک بڑھ گیا ہے اس کاروبار کو ترقی دینے میں میرے دو بیٹوں نے بھی میرا ساتھ دیا ہے دو بڑے بیٹوں وقت سے کہہ کر آج تک اکٹھے نہیں ہیں اب ان میں سے ایک بیٹا جدا ہونا چاہتا ہے اور مجھ سے اس دوکان میں حصہ داری کا مطالبہ کرتا ہے ۔ انتخاب سے شریعت طبع و فطرت کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل مطلوب ہے ؟

**الجواب :-** میرے دوست سائل کے مطابق آپ کے بیٹے کاروبار میں آپ کے معاون تھے نہ کہ شریک ، اس لیے ان میں سے کسی ایک بیٹے کو بھی دوکان میں حصہ داری کے دعویٰ کا

الحال قال العلامة سلیم دستم یاز : وما اشتراہ احدہم لنفسہ یكون لک و یضمن شراک و من ثمنہ اذا  
دفعه من المال المشترک وکل ما استدانہ احدہم یطالب بہ و حاکمہ ۔

(شرح مجلس الامامک ۲ ، المادة ۳۶۰ ص ۵۸ کتاب العاشر)

ووفقاً لتفصیل الخامدۃ ج۱ ص ۵۸ کتاب الشریکۃ ۔

شرعاً کوئی حق نہیں اور اگر آپ اس بیٹے کو کچھ بھی نہیں تو شرعاً آپ پر کوئی گناہ نہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ اس بیٹے کو بھی اسنانا کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔

لما قال العلامة ابن عابدین: أبی و بنت یکتسان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء ثم اجتمع لهما مال یكون كله للاب اذا كان الابن فی عیالہ واجاب خیر لم یسأل عن سوال آخر یقول فی حیث كان من جملة عیالہ والیتیمین لہ فی امورہم واحوالہ فجميع ما حصلہ بکرة ونسبہ فہو مملک خاص لابینہ لا ینتقل لہ فیکون لہ مالہ لو اجتمع لہ بالکسب جملة موال لانه فی ذلک لا یمید معین۔ (فتاویٰ حامدانیہ ج ۲ ص ۲۷۸ کتاب الشریکۃ) اس صورت میں وہ سب باپ ہی کا خالق ہوا اس سے زیادہ کچھ جو اس کا بیٹا نہیں بنے اور والد کو اپنے سے چھوٹے کے لئے زیادہ کچھ اس صورت میں پر ضروری نہیں کہ اس سرمایہ کو ان میں تقسیم کرے بلکہ والد بالشرع کو یہ حق ہے کہ وہ سرمایہ دیکھتے ہی مالک کرے اور اگر ان کو کچھ سرمایہ دے کر مالک کرے تو یہ اچھا ہے ورنہ اس صورت میں سب کو برابر ملے دے اور باقیوں کو اپنے ساتھ لانے کے بلوغ سے پہلے ان کو مالک نہیں کر سکتا۔ (امداد الاحکام ج ۳ ص ۲۸۱ کتاب الشریکۃ)



لے قال العلامة ظہر احد نقضاً فی: والیجاب فی زیستہ جو بیٹے و زکویٰ کو کاروبار میں اپنے ساتھ شریک کیلئے سبکدوش کیا تھا؟ یا زید نے پہلے کچھ رقم سرمایہ پیش کر دیا تھا پھر وہ رقم یا سرمایہ کھو گیا یا اگر وہ اکثر سرمایہ پیش کیا تو کچھ رقم پیش نہیں دی سرمایہ دہا اور نہ بیٹوں کے پاس اپنی ذاتی رقم سرمایہ تھا جس کو وہ کاروبار میں شریک ہوئے ہوں بلکہ بیٹے ہی بددی قلم فیہ کام کرنے لگے اور اس شرکت سے کام کو تر تہ ہوتا پس صورت اول میں تو یہ البتہ شرکت ہے نہ کہ شریک اپنی رقم و سرمایہ کی نسبت سے ہی وقت اصلی واقع میرا مستحق ہوگا۔ اور صورت ثانی میں شرکت ہی نہیں بلکہ کل سرمایہ نوینیک مالک ہے اور سب (وکیل کے معین شریکوں کے) اور میں وکیل پر زیادہ خرچ ہوا





## کتاب المضاربة ( مضاربت کے احکام و مسائل )

**مضاربت کی حقیقت** | سوال :- جناب مفتی صاحب! مضاربت کی کیا حقیقت ہے؟  
**الجواب :-** مضاربت ربت المالان اور مضارب کے باہمی اشتراک و فائدہ مند معاملہ ہے جس میں ربت المال کو اس کے مال کی وجہ سے اور مضارب کو محنت کی وجہ سے منقسم دیا جاتا ہے، ایسی حالت میں دونوں کے بیچ اس معاہدے کی پابندی ضروری ہوتی ہے جو شرعی قواعد و ضوابط و روشتی میں ان کے درمیان طے پایا ہو۔

قل الامانة الواجب انما في الشئ، هي شركة بمان من جانب والمضارب امانة وبما تصرف  
 وکین و یا غیر شریعت و بامضاد اجبر و باختلاف غاصب و یا اشتراک کل الرمح له متصرف  
 و یا اشتراک لرب المال مستضعف و انما تصرف بما تصرف به الشركة ۔

(کنز الدقائق ص ۳۳۳ کتاب المضاربة) لے

**مضاربت میں منافع کی تعیین کرنا** | سوال :- محرم دے کر کہ دس ہزار روپے تجارت  
 کے لیے دیتے اور کہ ہر شرط عائد کر دی کہ آپ  
 مجھے سالانہ ایک ہزار روپے دیں گے بقایا منافع بظاہر ہوگا وہ آپ کا ہوگا، تو کیا ایسا  
 عقد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مضارب و ربت المال کا کسی خاص مقدار میں منافع کا اپنے لیے تعیین کرنا  
 خواہ وہ ہائے ہو یا سالانہ بمقدار عقد ہے اس لیے ایسی صورت میں مضاربت فاسد رہے گی ۔  
 قال الامام ابو بکر المکاسانی :- ومنها ان یکون انشروط بخفی واحد منہما

لے قال الامام القزوی رحمہ اللہ :- المضاربة عقد يقع عن الشركة في الرمح بمال  
 من احد المتشركين وعمل من الاخر ولا تقسم المضاربة الا بالمال الذي يثبت ان الشركة  
 تصح به ۔ (مختصر الفقہ دہلی کتاب المضاربة)  
 وفتاویٰ فی الہدیۃ ج ۲ ص ۲۵۶ کتاب المضاربة ۔

من المضارب ورجب المال من الربح جزاً شائعاً نعتاً او ثلثاً او ربعاً فان شرط احدنا  
مقتداً بالآخر فله ان يكون لاحدهما حصة حدم من الربح اقل او اكثر واباقي  
للاخر كما يجوز والمضاربة فاسدة۔ (بدائع المعنائ ۳۷۷ ص ۵۷۷ فصل واما شرط  
الربح في بعضها يرجع ۲۱) لہ

**عقد مضاربت میں رأس المال کا نقدی ہونا ضروری ہے** | سوال :- زید نے عرو کے  
باقی میں ہزار روپے کا  
مال فروخت کیا اور قیمت وصول نہیں کی بلکہ قرض رہنے دیا، بعد میں دونوں میں اس طرح کا عقد  
ہو گیا کہ زید نے عرو سے کہا کہ اُن میں ہزار روپوں کے ساتھ آپ تجارت کریں، پھر پچاس روپے  
کے قرضے قرض ہے اور منافع کی صورت میں اولاً عرو زید کو دو ہزار روپے اور کسے گا اور  
بقایا رأسی المال سے جو بھی نفع آئے گا وہ دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا، کیا عقد  
کی یہ صورت شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب :- یہ مضاربت شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ عقد مضاربت میں مال کا نقد  
ہونا ضروری ہے نہ کہ قرض کا مال، البتہ اس طرح کا عقد کرنا کہ رب المال کا کسی آدمی کے قرضے قرض  
ہو اور مضارب کو اجازت دے دے کہ آپ اس قرض کو وصول کر کے اس سے تجارت  
کریں تو یہ صورت درست ہے۔

قال العلامة المحقق :- وانما المضاربة بدين في حق المضارب للربح جزاً او ثلثاً  
جائزاً وكرہ۔ (المنہاج علی صدر رد المحتار ۵ ص ۲۳۷ کتاب المضاربة) لہ

لہ وفي الهندية :- ومنها ان يكون تعيب المضاربة المربح معلوماً وجب لاقطع به الشركة  
في الربح كذا في البيضا فان قال علي ان طي من الربح مائة درهم او شرط مع النصف اذ اثلث  
عشرة دراهم كاتصح المضاربة كذا في محيط المرحى۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۸۶)  
کتاب المضاربة الباب الاول في تفسيرها وركنها وشرائطها  
وشرائط في انحرال الت ۳ ص ۲۳۷ کتاب المضاربة۔

لہ وفي الهندية :- ومنها ان يكون رأس المال لا يثبت للمضاربة بالربح ولا يثبت حتى ان كان  
لہ علی آخر الف درهم فامرو صاحب الدين ان يثبت مضاربه لا تجوز المضاربة كذا في النهاية۔  
(فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۸۶ کتاب المضاربة الباب الاول في تفسيرها وركنها وشرائطها۔ وشرائط المضاربة ج ۲ ص ۲۸۶ من يلاحظ)۔

مضارب کے نفع کا حکم اس سوال اور دوران تجارت مضارب کی خوراک و پوشاک کا خرچہ  
کس کی ذمہ داری ہے ؟

الجواب : مضارب مان کی تجارت اپنے تجربہ میں کرے تو اس کی خوراک و پوشاک کا خرچہ مان  
مضاربیت سے نکال کر جائز نہیں بلکہ اگر اپنے تجربے یا تجارت کرے تو خوراک و پوشاک کا خرچہ  
اور دیگر ضروریات زندگی مال مضاربیت سے پورا کرنے کی اجازت ہے ۔

فان اذعمه ابي بكر بن سنان في ما اتسبر النفقة التي في مال مضاربة فالكسوة والطعام  
والدواء والشرب واجوال الجير وغرائض ما عليه وعلق به عبد الله بن بكير في مقوله ويتصرف  
في حوائج وحسن تجارته وضمن السراج والمطبخ ونحو ذلك ولا خلاف بين اصحابنا  
في هذه الجملة لان لمضارب لا بد له منه فكان لا بد ثابته من رتب اطلاق دونه ۔

و بعد ابع حنائع جہ ۶ فصل در مایان تکمہ مضاربہ ص ۱۷۷

سوال : مضاربیت میں مندرجہ ذیل ذمہ داری کا مسئلہ  
باد جوہر اگر معطر فائدہ مند نہ رہے  
اور مضارب کو اسے دن و رات کا سامن کرنا پڑے تو اسے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہو جس کے  
تعمیر میں اصل رقم سے بھی بڑھ چھوٹا پڑیں تو ایسے حالات میں ، دن کی ذمہ داری کس پر  
عائد ہوتی ہے ؟

الجواب : مضاربیت میں مال مال اور مضارب کے باہمی شراک محض کا نتیجہ ہوتا ہے  
جس میں مال کے ساتھ مضارب کی قسمت شامل ہوتی ہے نقصان کی صورت میں وہ تو مال کا  
متاثر ہونا ظاہر ہے اگر رتب الکی کو مالی نقصان نہ داشت نہ مایہ تو مضارب کی بھس  
دن رات کی قسمت ضائع ہوتی ہے ، ہذا نقصان کا بوجہ مضارب پر وراثت ہے انصاف کی مندرجات  
ہے اس لیے مضارب پر مالی نقصان کی ذمہ داری کی شرط کرنا مفید ہے جو نقصان ہو وہ پہلے ضائع

لے قال لا للاحق طاهری عبدالحی شید الخوارزمی وحید اللہ و فی الاصل المضارب ما دام یعمل  
فی المصلح فنفعه فی ماله وان حجات البصر کیو او هو قائم بجانب آخر للتجارة ۔

پیر احمد الخوارزمی ج ۱ ص ۱۷۷ فصل الثانی فی نفقة المضارب ومثونه

ومثله فی مجلة الاحکام مستمداً مائة و ثمانیة الفصل الثالث فی احکام المضاربة ۔

سے منہا کیا جائے گا اگر اس سے بھی بڑا ہو تو پھر اس المال سے منہا کیا جائے گا۔

- قال العلامة المحقق أبو الفرج الحلبي في شرحه لوجوب جهالة في البيع أو يقطع الشركة في بيعه، هذا لأجل أن الشرط كشرط الفسخ من المضارب.

والدعا المختار مع رد المختار ج ۷ ص ۶۴۵ کتاب المضاربة (۱)

**مضاربت میں فریقین منافع کے متنازعہ اراکب بنتے ہیں** | سوال | رب المال اور مضارب کے درمیان معاہدہ ہوگا تو فائدہ

دو حصے شہرہ دل سے مال فروخت کرے گا اور منافع نصف نصف ہوگا، اب رب المال نے مضارب سے مال فروخت ہوئے سے پہلے کہا کہ یہاں کے بھائی کے حساب سے درآمد کرو مال میں بیس ہزار روپے منافع ہوں گے لہذا آپ مجھے دس ہزار روپے دے دیں، تو کیا رب المال کا ایسا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے؟

الجواب :- جب تک منافع کا ظہور نہ ہو جائے رب المال کو ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں اور منافع مال بیچنے کے بعد ہوتا ہے، اور اگر فریقین کے مابین اس طرح کا معاہدہ ہو چکا ہو تو یہ مضاربت نامساعد ہے اس کو فوراً توڑ دینا چاہیے۔

قال العلامة ابن نجيم: وانما المصنف الى ان المضارب ان يشق على نفسه من حال المضاربة في السرقص والبيع والى انه لو لم يظهر البيع كاشي على المضارب -

والبحر الموثق ج ۷ ص ۶۴۵ کتاب المضاربة (۲)

لم يقل العلامة سليم بن يوسف: ان المضارب لو لم يظهر له حال حال حصول ربح المال وانما شرط كونه مشتركاً بينه وبين المضارب فلا يعتد بذلك الشرط موضح مجلة الاحكام مادة ۲۲۸ ص ۱۱۳ الفصل الثالث من بيان احكام المضاربة (۳)

ومثله في السدادية ج ۳ ص ۲۵۵ کتاب المضاربة۔

۱۔ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البعلبي: فانما ظهر البيع فهو شركة بعصمة من البيع۔ (علامۃ الفتاوی ج ۳ ص ۱۸۵ کتاب المضاربة۔ الفصل الاول في القدر)

ومثله في رد المحتار ج ۵ ص ۶۵۵ کتاب المضاربة۔



حکومتی جرمانہ رب المال پر آئے گا یا مضارب پر۔  
 سوال یہ نہیں عمر و فیروز ہزار

دیتے، عمر و فیروز خرید کر ڈی اعتبار کے ساتھ آ رہا تھا کہ راستہ میں پھنس نے اُسے  
 گرفتار کر کے مال بھی ضبط کر لیا اور تین ہزار روپے جرمانہ بھی لے لیا۔ دریافت طلبہ  
 یہ ہے کہ کیا یہ تین ہزار روپے رب المال (زید) کے فستے ہے یا مضارب (عمر و) کے فستے؟  
 جبکہ فیروز کی تجارت حکومت کی طرف سے سخت مجرم ہے؟

الجواب: نقصان مجرم کی اگر مالک نے ذمہ داری قبول کر لی ہے تو مالک پر ضمان  
 لازم ہے ورنہ مضارب پر آئے گا۔ ہمارا فقہ جلد ۲ مثلاً میں ہے، ولا تجوز له فيجاء  
 انفق في الغصومة لقامني المدين - جب دین (قرض) کے مقدسے کا تخریق مالک پر نہیں آتا  
 ہے تو مجرم کا ضمان کس طرح مالک پر آئے گا۔

وفي الهندية: الاصل ان ما يفعل المضارب ثلاثة انواع نوع يمكنه بمطلق  
 المضاربة وهو ما يكون من باب المضاربة وتوابعها ومن جعلته التوكيل بالبيع والشراء  
 للبيعة والرهن والادقها ان ولا يارة والاستعجار والذبح والايضاع والمساخرة و  
 فروع لا يمكنكم بطلاق العقد ويسكنه اذ اقل له اعمل بؤريك وهو ما يحتمل ان يلحق به بطلان  
 به عند وجود الكلافة والذبح مثل دفع المال مضاربة او شركة الى غيره وخط مال  
 المضاربة بما له او بحال غيره ونوع لا يمكنكم لا بمطلق العقد ولا بقوله اعمل بؤريك  
 الا ان ينص عليه رب المال وهو كاستدانة - وان شاء الهنديه ج ۳ ص ۲۹۱ ايضاً الى بيع  
 فيما يملك المضارب من التصرفات ولا يملك بملك

سنة قال العلامة برهان الدين المصنف في رحمه الله، واكمل انهما يفعل  
 المضارب ثلاثة انواع نوع يمكنكم بمطلق المضاربة وهو ما يكون من  
 باب المضاربة وتوابعها (المراد ان قال) ونوع لا يمكنكم لا بمطلق العقد ولا بقوله  
 اعمل بؤريك الا ان ينص عليه رب المال -

(الهندية ج ۳ ص ۲۹۵ فصل فيما يفعل المضارب)

وَمِنْهُ فِي غَلَامَةِ الْغَنَاءِ ج ۳ ص ۲۹۹ فصل لائق فيما يملك المضارب -

دوکان کے اخراجات مضارب پر عائد کرنا **أصوال** :- رب المال اور مضارب کے درمیان ایسا معاہدہ کرنا کہ نفع نقصان میں

ہم شریک ہوں یعنی ایک تہائی رتبہ المال کا اور دو تہائی مضارب کا ہوگا اس کے علاوہ دوکان کے اخراجات بھی مضارب کے ذمے ہوں گے کیا ایسا معاہدہ کرنا شرعاً جائز ہے؟

**الجواب** :- دوکان کے اخراجات رأس المال سے ادا کرنا جائز ہیں البتہ مضارب کو تاوان میں شریک کرنا ناجائز ہے اور مضارب پر تاوان کی ادائیگی مشروط کرنا بھی باطل ہے تاوان کی صورت میں اگر مضارب تصور وار نہ ہو تو منافع سے منہا کیا جائے گا اور اگر منافع سے پوری ادائیگی ممکن نہ ہو تو رأس المال سے ادا کیا جائے گا۔

قال العلامة سیم رستم باز: واذا اختلفت المضاربة يعسب في اول الامر من الربح ولا يمسى في رأس اعلان فاذا تجاوز مقدار الربح وصيرى الخسار لحد فلا يضمته المضارب سواء كانت المضاربة صحيحة او فاسدة.

شرح جملۃ الاحکام المادۃ ۱۳۲۹ھ ۱۳۶۹ھ

**مضارب کے فوائد و منوال بطریق عرف کا اثر** | **سوال** :- مروجہ کرنسی نوٹ مضاربیت کے لیے کافی ہیں یا سونا چاندی خرید کر

دینا ضروری ہے؟

**الجواب** :- مروجہ کرنسی نوٹ جو کہ ضمن عرفی کے حکم میں ہیں اور معاشرہ میں ان سے خرید و فروخت کی جاتی ہے اس لیے مضاربیت کے لیے ان کو دینا ہی کافی ہے۔

قال العلامة قاضی: فان رحمه الله بالمضاربة لا يجوز بغير اذن واهم واذن ثانوی مکسب کا ہی اذموزوناً او عروضاً فی قول ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و قال محقق رحمه الله تجوز بالفلوس انما حجة عدد و کلا

الحقالی اعدیۃ (نصر غنیاً فی) من مان مضاربة فهو من الربح دون رأس المال کان (نہج تابع (الی ان قال) فان زاد المال علی الربح فلا ضمان علی المضارب کلائے میو۔ رالہدیۃ جزء ۱ فصل فی الغزل و تقسیمۃ ذلت ب المضاربة و مکتبہ فی رد المحتار جزء ۶۵۸ فصل فی المستخرقات کتاب المضاربة۔

تقوموا بالذهب وانقضت اذا لم تكن مضروبة في ردائة الاصل

(فتاویٰ خانہ علی ہامش الہندیہ ج ۳۰ ملک کتاب المضاربتہ)

**سوال** مضارب کا رب المال سے جانور لینا  
بایں شرط کریں: اس کا پالنا اور اس کی نسل پیدا

ہونے کی صورت میں موافق شرط تقسیم کریں گے، کیا مضارب کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب** حیوان کو مضارب پر دینا عقد فاسد ہے، ہاں اگر حیوان کو بیتہ وقت  
پر کہہ دے کہ اس جانور کو بیچ دو اور اس رقم پر عمل مضاربت کر دو یہ جائز ہے۔

قال المحققون - لم يستم بانما، بشرط ان يكون رأس المال متعلق بمدة  
الشركة فلا يجوز ان يكون المقادير والعروض والدين في ذمة رأس مال في المضاربة

لكن ربما اشكال اذا أعطى شيئاً من العروض الى المضارب وقال مع هذا او بحمل  
بشتم مضاربة وقيل المضارب وقيل ذلك المال وابعده واتخذ تعديته رأس

المال للتجارة كانت للمضاربة صحيحة - (مجلة الاحكام، مادة ۱۳۹ و ۱۴۰) الفصل  
الثاني في شروط المضاربة )

**سوال** مضارب نے  
مال مضاربیت سے خریدی ہوئی بکری کے دو دھکے

اجازت رب المال بکری

سہ قال العلامة ابو بكر الحداد يعني: قوله لا يصح المضاربة الا بالمال الذي يثبت له  
ان حقه في المدة يعني انهما لا يصح الا بالدين لهم ولدا نانية ما يغفلون نفس الخلال

الذي يثبت له في الشركة وهو عند محمد بن وهب المضاربة بينهما وعند هذا لا يجوز  
(الموسوعة الشريعة ج ۱ ص ۳۵) كتاب المضاربة

ومثله في عيني شرح كنز من كتاب المضاربة -  
سہ وفي الهندية لو وقع له عرض او عند فقال بعه واقض تحت واعمل به مضاربة فبئس

بن اعم او دناير وقصوف فيها اجازت المضاربة كذا في مصطلح السرخسي  
ر فتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب المضاربة اب الاذنی فی تفسیرہا وکنہا وشرائطہا وحکمہا

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۱۹۱ کتاب المضاربة -

خریدی اب اس کا دودھ مضارب کی ملکیت ہوگی یا کہ رب المال کی؟

الجواب :- دودھ اُون دِیوَرِہِ تمام کے تمام مال مضاربیت یا ربک میں داخل ہے، ان کا استعمال بغیر اجازت کے ممنوع ہے۔ ان چیزوں کی قیمت حسب ضابطہ فقہانہ لکھی تو رُأس المال میں داخل ہوتی ہے اور کبھی ربح (منافع) ہیں۔

قال العلامة سليم رستم ياز: المضارب أمين رأس المال في يد مولى حكم  
الهندية امان حيث تصرفه في داس المان فهو وكيل رب المال فاذا ارجعها  
شریکاً فيه - مجلة الاحکام، مادة ۱۲۱ و ۱۲۲ الفصل الثالث في أحكام المضاربة

مسوال نہ زید نے بکر کو بیس ہزار روپے  
مضارب کا معاہدہ کے خلاف کام کرنا  
وینے، بکر نے خلاف معاہدہ بکر کی تجارت شروع کر دی اور اس میں خسار اٹھاتا پڑا، از  
روئے شرع شریعت نقصان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوئے ہے؟

الجواب :- معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر نقصان کی تمام ذمہ داری بکر مضارب پر عائد  
ہوئے ہے لہذا بکر زیادہ کو تمام رُأس المال یعنی بیس ہزار روپے ادا کرے گا۔

وقد الهندية ان خص له رب المال التصرف في بلد بعيدة وفي سلعته يستحق  
تقيد به ولم يجوز له ان يتجاوز ذلك والى ان قال امان اخوهم الا غير ذلك المبدأ  
خاشنوی ضمن وكان ذلك له ربحه - رشتاوی الهندیہ ج ۳ ص ۲۹۷ الباب  
السادس فيما يشترط على المضارب من الشروط

لم قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري، فاذا ظهر المرم فهو شركه محتمه  
من الربح - خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۱۹۸ کتاب المضاربة  
ومشكلة في الجوهره السيرة ج ۱ ص ۲۵ کتاب المضاربة -

لم قال العلامة سليم رستم ياز: اذا خالف المضارب رب المال بعد ما نهاه بقوله  
لا تذهب بمال المضاربة الى محل إيتلائه ولا تبع بالنسيئة فذهب بمال المضاربة  
الى ذلك المحل تلف المال او باع بالنسيئة فهو شركه انشئ كان المضارب ضامناً -  
مجلة الاحکام مادة ۱۲۳ و ۱۲۴ الفصل الثالث في أحكام المضاربة

ومشكلة في الدنيا رعي هاشم و المختار محمد ص لا كنهية المضاربة -

مدرسہ کافتہ چندہ دہندگان کی اجازت سے مضارب پر دینا سوال کیا ہے کہ

مدرسہ مضارب پر دینا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- اگر مدرسہ کافتہ ضروریات مدرسہ سے زائد ہو تو چندہ دہندگان کی  
اجازت اور متوقیان مدرسہ کے مشورہ سے اس سے تجارت کرنا مضر ہے۔

وفي الهندية: العيم اذا اشترى من غنة المسجد جانوا وادان يستغل  
وبيعا عند الحاجة جاز ان كان ولاية الشراء - (انتاوى الهندية ج ۲ ص ۲۶۵)  
ابواب الثاني في الوقف على المسجد وتعمير العيم وغيره في مال الوقف عليه (ص ۱۰)  
مال کی موجودگی میں مضاربیت کو ختم کرنے کا حکم سوال :- زیر غلہ کو منشاء  
مضارب کے لیے ایک لاکھ روپیہ ہے  
اب کچھ وقت گزرے کے بعد زیر اپنے ایک لاکھ روپیہ کا مطالبہ کر رہا ہے جبکہ  
خاند کے پاس ابھی کچھ مال باقی ہے۔ تو کیا مال کی موجودگی میں زیر غلہ کا مطالبہ درست  
ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر مائین مضاربیت کو ختم کرنا چاہتے ہوں تو جب تک مال مضاربیت  
ختم نہیں ہوتا اس وقت تک رب المال اپنے ایک لاکھ روپیہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور  
مضارب کو معزول کرنے سے اس کے تصرفات ختم ہوں گے۔  
لا قال: علامة المرفيداني: وأعلم المضارب بعزله وأمال حروضه فله ان  
يبعها ولا يمتعه العن من ذلك لأن حقه تدانثت في البيع فاما يظهر  
بنفسه وهي تبقي على رأس المال وانما تبقي بالنبيع -  
والله اعلم بالصواب كتاب المضاربة

الحق الامام طاهر بن عبد الوہید بغدادی، الفاضل عن وقف المسجد شری  
مستقلاً للمجد جانوا وادان - (خلاصة الفتاوى ج ۲ ص ۲۶۵) الفصل  
الرابع في المسجد وادقافه ومساكنه  
وتشكك في الخانية على عاشر الهندية ج ۲ ص ۲۶۵ فصل في وقف المنقول -

مضاربت ختم کرنے سے روکنے اور عقد مضاربت کیلئے یقیناً مد کا حکم | رسول جناب نے

مسئلوں کی وضاحت مطلوب ہے، یہ یاد فرما کر قرآن و سنت کی رو سے جواب عینیت فرمائیں ؟  
 (۱) دو آدمیوں نے مل کر مضاربت کے عنوان سے کاروبار شروع کیا، ان دونوں کا معاہدہ یہاں تک جاری رہا، اب ایک ساتھی دوسرے سے جدا ہونا چاہتا ہے، دوسرے ساتھی کو یہ ہے کہ جب تک میں اجازت نہ دوں تم مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے، کیا واقعی دوسرا ساتھی کو منع کرنے کا اختیار ہے ؟  
 (۲) ان دونوں نے عقد مضاربت کرتے وقت چار سال کی مدت بھی مقرر کی تھی تو کیا مضاربت میں مدت مقرر کی جا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- وہ عقد مضاربت فریقین میں سے جو بھی چاہے اور اس وقت باجائے ختم کر سکتا ہے مگر عقد نسخ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے ساتھی اس سے منع کر دیا جائے، یقیناً اس طرح کا اطلاق اس وقت صحیح ہوگا جب مال نقدی کی شکل میں موجود ہو، اگر مال شے ہو تو اس کی صورت میں دیکھ کر مضارب کو اتنا فی وقت کہے کا موقع دیا جائے تاکہ اکل لعل فیغیرین ہوئے جس کیلئے مقرر ہوا تھا۔

لما قال علامہ الحکامی : "ما صفة هذا العقد فهو انه عقد فیکلوم وکل واحد منهما اعمى رب المال والمضارب الغنم من عدم وجود شرط وهو علم شافئ بشرط ايقان بكون الرب مال بسا وقت العقد و اعم اورنا نبع حش لونی رب المال المضارب، هذا نصہ فی ورائ مال مال عود فی وقت النہی لم یصح نہیہ ولہ ان یدفع مالہ بحدۃ جاتی بیعہا بالبدل و اعم والذانی علیہما ارجح فکما لہ فی نفسہ ابطال ما فیہ فی الشہ فی فلا یصلح : فلا یمکن : فکان اس مال ذراحم اور ذانیہ وقت الغنم والنہی صح نصہ والنہی (رب النبی الصانع ج ۲ ص ۹۶ کتاب المضاربت)

۲۔ اسی طرح عقد مضاربت یہاں متناہد کہ ہاں وقت متعین کرنا بھی صحیح ہے۔  
 ۳۔ قال علامہ الحکامی : "ونبات مضاربتہ توکیل و توکیل یعقل المتخصیص

بوقتہ دون وقت۔ (رب النبی الصانع ج ۲ ص ۹۶ کتاب المضاربت)  
 ظاہر اگر صورت سسوز میں عقد مضاربت کا وقت بھی مقرر ہو اور سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو تو پھر دوسرے ساتھی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کو عقد مضاربت کے نسخہ کرنے سے منع کرے یا روکے۔



فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ  
 حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا  
 حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا

قَالَ اجْعَلْنِي خَازِنَ  
 الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ



## کتاب الوکالة والكفالة

### (وکالت کے احکام و مسائل)

**نایاب کو وکیل بنانا** | سوال :- مساجد مدارس یا دوسرے رفاہی کاموں کے لیے چند کرتے وقت بسا اوقات بیرون ہونے کے بعد گھروں سے گھر میں چھوٹے بچوں کو چند دے کر بھیجتی ہیں، تو کیا ایک نابالغ بچہ والد یا والدہ کی طرف سے کچھ رقم لے کر وکیل بن سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگرچہ مسجد یا ہسپتال کو وکیل بنانے میں کوئی حرج نہیں تاہم مذکورہ صورت میں بچہ وکیل نہیں بلکہ صرف نمائندہ ہے جس کو فقہاء و کرام رسول کے ناک سے یاد کرتے ہیں اس لیے نابالغ بچوں کے ہاتھ خبرات وغیرہ بھیجنے میں کوئی حرج نہیں۔

الما قال العلامة المرحوم في وقال ويجوز ان يقبل في الهدية والاذن قول العبد والجارية والصحيح لان الهدايا تبعث عادة على ان يكون المولى او المالك لا يمكنهم استصحاب الشهود على الاذن عند الفهرج في الارض والمبايعة في اسوق فلولا يقبل قولهم يؤدى الى الخرج - (الهداية ج ۳ ص ۳۵۲) کتاب النكاح ص ۱۷۰

**وکالت میں علم ہونا ضروری ہے** | سوال :- بعض ملاقر میں نکاح بڑھاتے وقت رکی سے باقاعدہ اجازت لینے کی بجائے

کسی ایسے شخص کو وکیل مقرر کر کے ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے کہ جس کے بارے میں رکی کو علم تک نہیں ہوتا ہے کیا کسی ایسے شخص کے ایجاب و قبول کو اعتبار دیا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی کا وکیل بننے کے لیے متکل کی طرف سے باقاعدہ اجازت کا ہونا

في قال العلامة المحقق في وقيل قول المولى ولو انشئ وصي في الهدية سواء اخبر باهله المولى عليه او نفسه ولا تنسوا مكان بالتجارة او بنحو الدار قال ابن عابد في حقه قال في التعديان قال عبد او جارية او وصي هذه هدية هذا هدية بيتي واني ..... انما يقبل قول هؤلاء فيها لان الهدية تبعث عادة على ان يكون المولى او المالك - (رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۲) کتاب النكاح ص ۱۷۰





ما اشترى فهدث قبل ان ينقض البائع بهدث من مال اذ مومن . خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۱۵۹  
الفصل الرابع في الوكالة بالبيع . ص ۱۵۸

وكيل برضمان الحاكم :- وكيل کا بیع خریدنے کے بعد اگر بیعہ راستہ میں

الجواب :- وکیل پر کوئی مؤکل کا نام نہ ہوتا ہے اور وہ تمام تر ذمہ داری مؤکل کے فائدے کے لیے اٹھاتا ہے۔ اس لیے بیعہ کی ہدایت کا نقصان مؤکل کو اٹھانا پڑے گا۔

لما قال العلامة المریغیانی : فان حدث ببيع قايده قبل حبله هلك من مال المؤكل ولحق سقط الثمن لان يده كرهنا المؤكل فاذا امر ببيعته يصير المؤكل

قابضاً بيده . والهداية ج ۳ ص ۱۸۲ کتاب الموکالة بالبيع والشراء ص ۱۵۸

وكيل كاندعي براقرا کرنا :- اگر رُمدی علیہ کی طرف سے وکیل نے مانگی

اب بھی اس سے انکار کر رہا ہے تو کیا وکیل کا کسی کے حق پر اقرار کرنا مؤکل (رُمدی علیہ) کے حق میں لازم متصور ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :- وکیل کا کسی کی نام نہ گئی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف مؤکل کے نیابتی مفادات کا لحاظ کرے بلکہ شرعی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اس کے جائز حق کے بارے

سے وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله ، وبعبارة كل المتويع هذا حكم ما اذا وكه بشراشي ودفع

الثنى اليه فهدث في يده قال في التزانية وفي جامع ، نصوبين دفع اليه ، فاشترى به

فاشترى قبل ان ينقض البائع هلك من مال الا هو دانت اشترى ثم نقد المتويع فهدث الثمن قبل دفعه الى البائع عند المؤكل هلك من مال الوكيل .

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۸) باب الوكالة بالبيع والشراء

سئل وقال العلامة ابن نجيم : فان حدث قبل حبله هلك من مال المؤكل ولحق سقط الثمن لان يده كرهنا المؤكل فاذا امر ببيعته يصير المؤكل قابضاً بيده .

(البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۹) باب الوكالة بالبيع والشراء

ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۱۵۸ ، الفصل الخامس في الوكالة بالشراء .

میں اقرار بھی کر سکتا ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں وکیل کا اقرار کرنا عدلیٰ علیہ کے حق میں لازم مستقر ہوگا بشرطیکہ یہ اقرار قاضی کے حضور میں ہو لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حکم عام ہے طواہ قاضی کے حضور میں ہو یا کسی دوسری محفل میں ہو۔

لما قال العلامة المرتضى في: وإذا أقر الوكيل بالخصومة على موكله عند القاضي جازاً اقراره عليه ولا يجوز عند غيره عند أبي حنيفة وعند أبي حنيفة ما نقله استبان  
الأنه يخرج من الوكالة وقال أبو يوسف يخرج من اقراره عليه دون اقرار غيره من  
الخصم۔ ز المهذب ج ۳ ص ۱۹۵ باب الوكالة۔ خصوصاً والقبض۔

توکيل باسکاح میں شہادت ضروری نہیں | سوال :- لوگ کی طرف سے  
نکاح کے معاملہ میں وکیل مقرر

کرنے کے لیے دو آدمی بھیجے جلتے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ نکاح  
عورت نے اس کو وکیل مقرر کیا ہے، ایسی حالت میں اگر ایک آدمی اہل گواہی پر  
اکتفا کرے تو کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- توکیل شہادت پر موقوف نہیں بلکہ وکیل کو جب بالعمدہ ذرائع  
سے وکالت کی خبر پہنچے تو وکیل موکل کے لیے تعریف کر سکتا ہے، صورت مذکورہ میں  
ایک وکیل کا بیان ہی کافی ہے تاہم اگر دونوں گواہی دیدی تو گواہی کو کسی وقت بھی انکار  
کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ : واعلم ان لا يشترط الشهادة

منه وقال العلامة ابن عديم، ولو اقر وكيل بالخصومة عند القاضي صح ولا يلزم اقراره  
عند غير القاضي لا يصح عندهما استحساناً وخروج به من الوكالة وصح أبو يوسف اقراره  
مطلقاً وبطله زخر مطلقاً وهو القياس، لكونه ما مؤثراً بالخصومة وهي مائة والافراد  
مندها لا تضاماً لانه قال من ياتى لا يتناول ضده وجه لا يستلزم ان يتوكل صحيح  
ومنه ما يتناول ما يملك وذلك مطلق الجواب دون حد هرا عيناً فيه صرف اليه  
تضمن الخصومة۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۰ باب الوكالة۔ خصوصاً والقبض)  
ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۱۸۰ كتاب الدعوى، الفصل الخامس۔



ہوئے اور تبرعہ عمدہ بالاصل فی الوکالات و ہوا ان تکتون بغير اجر علی سبیل  
التعاون فی الخیر و ہذا النوع لا یلزم فیہ المضي فی العمل بل الوکیل التخلی  
عنه فی ائی وقت و ہذا مذهب الحنفیۃ و المالکیۃ و الحنبلیۃ ۔

و قد انشأ فیۃ الوکالة و لو جعل جائزۃ ای غیر لازمۃ موت  
الخاصین ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۵۱) تعریف الوکالة و مشروعیتہا (م

**وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانے کا حکم** **سوال**۔ کہ شخص نے اپنا مال دہرور منڈی

اس نے اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص کو وکیل بنا کر مال فروخت کرنے کے لئے لاہور روانہ  
کر دیا تو کیا وکیل اول کا دوسرے شخص کو وکیل بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

**الجواب**۔ اگر مٹوکل نے اسی کو مٹوئی وکیل تعزیر کیا ہو کہ میرا مال فروخت کرو چاہے  
تم خود جاؤ یا کسی اور کو بھیجو تو اس صورت میں وکالت مٹوئی کی وجہ سے وکیل اول کا دوسرے  
کو وکیل بنانا درست ہے اور اگر مٹوکل کی طرف سے مٹوئی وکالت نہ ہو تو پھر وکیل اول  
کا یہ اقدام صحیح نہیں ۔

قال العلامة انکشافاً : فان كانت عامة يملك ان يتوكل غيره بالتبضع لان  
الامل فيما يخرج مخرج العموم اجراءه هل عمومہ وان كانت خاصة  
فليس لان يتوكل غيره بالتبضع لان وکیل يتجهز ان بتقبض الشوكل  
قبل ان يقدم ما فوض اليه ۔ (بدائع الصائق ج ۲ ص ۲۵۱ فصل في حکم التوکل) ۔

لے قال الشيخ و هبة الزحيلي : ان كانت الوكالة عامة او عقيدة بان يهل لوکیل  
بنفسه لم يحجز له توکیل غیر و فیما وکل فیہ وان كانت الوكالة مطلقة او  
عامة بان قال له : اصنع ما شئت جاز له توکیل ۔ (الفيروکیوب ہذا  
الغیر و کیلا مع الاول من الموکل ۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۲۵۱)  
هل لوکیل لوکیل غیر ؟ (م

گارتھی سے کوئی چیز خریدنے یا بیچنے کا حکم | **سوال** ایک شخص شواہد عاتق ساز و سامان کو زبردستی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا ہے اور بعض کمپیاں، بنام مال اس پر گارتھی سے فروخت کرتی ہیں مثلاً بانی کی ٹیکیاں، ٹونٹیاں یا ٹانگے کے پائے، پیلے، کدال وغیرہ۔ ان میں سے بعض اسٹیل کے گارتھی یا نچ سال، بعض کی دس سال اور بعض کی گارتھی اس سے کئی زیادہ ہوتی ہے۔ جب یہ کسی پر مذکور چیزیں بیچتا ہے تو اسی گارتھی سے بیچتا ہے، گارتھی کی مدت میں اگر فروخت کر دے، خراب ہو جائے تو مشتری و چیز خرید کو واپس کر دینا ہے اور نہ وہ چیز کبھی کو بھیج دیتا ہے اور کبھی والے اسی کے عوض میں یا تو نئی چیز دیدیتے ہیں یا اس کو ہی یا نکل درست کرویتے۔ اسی طرح کرنے سے عام لوگ گارتھی شدہ چیزیں خریدتے ہیں زیادہ قیمت تقاضا کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس قسم کی بیع از روئے شریع درست ہے یا نہیں اگر کوئی حکم لے ایک کوئی صاحب سے مسئلہ ہے کہ یہ بیع مشروع ہونے کی بنا پر حلال ہے۔ لہذا شریعت مطہرہ کی روایت میں اس مسئلہ کی تفصیل وضاحت فرمائی جاتے۔

**الجواب**۔ دو مباحث ہیں بعض کمپیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر کہ ایک کو سال و سال یا لائف ٹائم کی گارتھی دیتی ہیں یہ گارتھی صورت کے لحاظ سے کفارہ بدرگ ہے۔ ورنہ کئے معنی اصول صاحب یعنی ہائے کے ہیں۔ یعنی اگر شریعتی ہو تو کوئی بیع یا نہ تو ایسے اس کا کیفیل ہو گا۔ و مباح (الفتاویٰ ص ۲۲۱)۔ جبکہ کفارہ بدرگ بالاجماع صحیح ہے۔ اسی طرح خود کفارہ میں بھی فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کفارہ بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے۔ آجکل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارتھی دینا کلمہ ہمارا ایک ایسا جوہر بن گیا ہے، چونکہ آجکل روٹھن نقل، ہماری عام تیاں کوئی ہیں جس کی وجہ سے گارتھی دینا اور لینا ناگزیر ہو گیا ہے، اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی مشینوں میں ایک وراج سابقہ یا ہے کہ لوگ گارتھی والی چیز بلا کسی حیل و توجہ کے خرید لیتے ہیں، لہذا آجکل گارتھی پر خرید و فروخت کے عرف اور رسوم بلوی کی وجہ سے جائز ہے اس میں کوئی قیاحت نہیں۔

كما قاله الشيخ الصانع: ولا يملك الكفالة جوازها بالعرف. (رد المحتار ص ۲۲۱)  
 ولما في الهداية: وما ألكة: لا يملك فجائزة معلوماً كاللغول به إلى أن تملك أو بما  
 يدركت فلهذا البيع لا يملك الكفالة على التوسع فيتحصل فيه الكفالة على  
 الكفالة بدلالة إجماع. (رد المحتار ص ۲۲۱) وكما في الغاية. فتكلمت عنه بالفت



علیہا و ہما یدکرک فی خذ البیع یعنی من الضمان بعد ان کان دیناً جمیعاً لان مبنی  
 الکفالة علی التوسع فانہا تبصرع۔ و بعد اسطر۔ و علی الکفالة بدک بضم المراء  
 و مکتوبہا و هو التبعة دلیل علی جوازہا بالمجهول لا یصح۔ و فیما شاق  
 الی نفی قول من یتقول ان الضمان بالمجهول لا یصح لانہ التزام مال فلا یصح  
 مجهولاً کالثنی فی البیع و قلنا الضمان بدک جمیعاً بالإجماع و هو ضمان بالمجهول الم  
 راعیۃ علی ہامش فتح القدر ج ۶ ص ۲۹۸-۲۹۹۔ و کافی قاضیان:  
 دجل باع داراً و کفل رجل المشتري ہما ادکرک فیہا من دورک فاعل المشتري  
 بذلک منہ رحناً ذکر فی الاصل ان الزھن یا مل ولا ضمان علی المودعین  
 و الکفالة جائزۃ۔ و فیما قاضیان علی ہامش الہندیۃ ج ۳ ص ۷۴۔

وکیل کا منصب وکالت کے خلاف کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! ہم

خریدنے کو کہیں بنایا تھا کہ ہمارے لیے گاڑی خریدو اس نے کسی اور سے ہمارے لیے  
 گاڑی خریدنے کی بجائے اپنی ہی گاڑی ہم پر بیچ دی تو کیا یہ وکیل اپنی چیز ہمارے اوپر  
 فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے علم میں بھی نہ ہوا اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے  
 اپنی گاڑی آپ کو دی ہے اور ہم اس سے انکاری ہیں؟

الجواب :- وکالت ایک ایسا معاملہ ہے جس میں متوکل اپنے وکیل پر اعتماد کر کے  
 اپنی ذمہ داری اس کو سونپتا ہے، اس لیے وکیل کا اس معاملہ میں ایسا قدم اٹھانا جو منصب  
 وکالت کے خلاف ہو اور اس میں دھوکہ دی کا شبہ ہو جائز نہیں لہذا اس میں جو معاملہ  
 سامنے آہا ہے وہ منعقد نہیں ہوگا۔ چونکہ صورت مسئلہ میں بھی دھوکہ دی اور غرر کا عنصر  
 موجود ہے اس لیے یہ معاملہ کالعدم ہے۔

لما فی البدیہۃ و حیث لعلیک مخالفاً دفعاً للغير۔ قال ابن حابدین: تحت قوله  
 دفعاً للغير..... و فیہ الوکیل لا یمکن شراۃ لنفسه لان الواحد لا یمکن  
 مشترياً و بانفاً فی بیعہ من غیرہ قمر الشریعہ منہ و دائرہ جمع کتاب وکالت م  
 ہم اگر متوکل کی طرف سے کئی اجازت ہو تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔

قال العلامة ابن حابدین: وان امل المتوکل أن یبیعہ من نفسه او اولادہ  
 الصغار او من لا تقبل شہادۃ فیباع منہ جائز۔ رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۸۔ وکالت م

## کتاب الحوالۃ (حوالہ کے مسائل و احکام)

محیل کو قرض کی ادائیگی کے لیے | سوال :- ایک شخص پر قرض کی ادائیگی کے لیے قرض دہندہ کی طرف سے ایک سال کی مہلت دی ہوئی مہلت کا احتمال علیہیں اعتبار دی گئی تھی، قرض خواہ نے وہ رقم ایک دوسرے شخص کے حوالہ کی، لیکن اب دائن احتمال علیہ (دوسرے شخص) سے فوری ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے، کیا اس کو یہ اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب :- جرمہلت اور وقت مہربون (قرض خواہ) کو قرض کی ادائیگی کے لیے دی گئی تھی اس مہلت کا اعتبار ہوگا لہذا دائن قرض دہندہ کا قبل از وقت قرض کی ادائیگی کا احتمال علیہ سے مطالبہ کرنا بلا جواز اور بے جا ہے۔

لما قال العلامة كمال الدين محمد بن عبد الواحد: "وامتلكة الموجلة له على ربعي ان لا يسق فاعال الطالب على سنة كانت عليه الى سنة ولو حصلت الحواله مبهمه لمرئ كرمه رحمه الله وقالوا ينبغي ان تثبت موجلة كما في الكفالة لانها خمس ما على الاصيل باي صفة كان - (مجموع التدرج ۶ ص ۳۵۵ کتاب الحوالۃ) -

سوال :- کیا کسی دوسرے شخص حوالہ میں دائن کی رضامندی ضروری ہے | کو قرض کی ادائیگی کے لیے حوالہ کرنے

لما قال العلامة ابن عابدین: قال في التفرقة قسم حواله المطلقه الى حالة وموجلة فالحالة ان يحيل المصالح بالغ هي على المحيل حالة فتكون على الدال عليه حالة لان الحواله تحول الدائن فيتحول بصفة التي على الاصيل والموجلة ان يكون الف الى سنة ولو اتيها ما يذكر محمد وقالوا ينبغي ان تثبت موجلة كما في الكفالة -

در دالمتہ ۱۲ ج ۵ ص ۳۴۹ کتاب الحوالۃ

و مثلاً في منية الخالق على هاشم البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹ کتاب الحوالۃ -

میں دین کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** قرض کی وصولی میں تمام لوگ یکساں نہیں ہوتے اس لیے مدیون کا دائن کو کسی دوسرے آدمی کے حوالہ کرنے میں یہ ضروری ہے کہ اس کی رائے متاثر ہو ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے آدمی کو حوالہ کرے جس سے وصولی پر دائن قدرت نہیں رکھتا ہو جو اس کی رقم ضائع ہونے کے مترادف ہے۔

لما قال العلامة الموصیانی: ونعمهم الخوالة برضا والمجید واحتال عليه - (الهدایة ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة) لہ

**توالہ کرنے کے بعد مدیون سے قرض کے مطالبہ کا حکم** | سوال :- اگر ایک شخص اپنے دائن کو کسی دوسرے آدمی کے حوالہ کرنے میں یہ ضروری ہے کہ اس کی رائے متاثر ہو ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے آدمی کو حوالہ کرے جس سے وصولی پر دائن قدرت نہیں رکھتا ہو جو اس کی رقم ضائع ہونے کے مترادف ہے۔

**الجواب :-** جب دین کی ادائیگی کی ذمہ داری دائن کی رضامندی کے بغیر شخص پر ڈال دی جائے اور اس شخص نے یہ ذمہ داری قبول بھی کر لی ہو تو اب دائن مدیونہ سے قرض کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا بلکہ محتال علیہ سے جس نے ذمہ داری قبول کر لی ہے بغیر کا مطالبہ کرے گا اور مدیون برقی الذمہ منقور ہوگا۔

لما قال العلامة السرخسانی: ولذا تمت الخوالة بری المحیل من الذین بالقبول وقال ذفر لا یبر اعتباراً بالظلمة اذ کل واحد منهما عقد توثیق وقال ولا یرجع الختان علی العیس الا ان یتوی حقہ - (الهدایة ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة) لہ

لہ وقال العلامة القزقنی: وشروط لصحة هذا العمل بلا خلاف ان الذم من التبرع به یجوز علی ما سطرہ المتأخر ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة - وَمِنْهُ فِي تَبْسِيقِ حَقَائِقِ ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة - لہ قال العلامة الزلیجی: وبری المحیل بالقبول من الذین وقال ذفر لا یرکان المقصود به بالتوثیق وقال ثم اختلغوا فی البرائة فقال ابو یوسف یدر عن المطالبة والذین وقال محمد یدر عن المطالبة لا من التوثیق - (تبسین الحقائق ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة)

وَمِنْهُ فِي بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ ج ۴ ص ۱۲۹ کتاب الخوالة -

**مجہول چیز کی ذمہ داری لینا** | سوال - ایک شخص کسی دکاندار سے قرض پر سودا کرے۔  
 خریدتا ہے لیکن دکاندار کو اس پر اعتماد نہیں ہے۔  
 ایک دوسرا شخص دکاندار کو اعتماد دلاتے ہوئے کہتا ہے کہ اس شخص کو قرض پر سودا دینا  
 کرو اس کی جتنی رقم ہوگی اس کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں گا، تو کیا ایک مجہول چیز کی  
 ذمہ داری اٹھانا یا نہیں ہے یا نہیں؟

**الجواب** - کسی شخص کی طرف سے مال کی ذمہ داری لینا "گناہ" ہے جس میں  
 بنیادی محرک اور عمل ہمدردی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے ایسے امور میں معمولی چیز کی برکت  
 ہے لہذا صورتہ مسولہ میں مذکور شخص کا پہلے کی ذمہ داری قبول کرنا درست ہے۔

لما قال العلامة اسبقنا في، اما الكفالة بالمال فبأنه معلوماً كان المكفول به  
 مجعولاً اذا كان ديناً مضمناً مثل ان يقول تكفلت عنه بألف او مائت عليه او بما  
 يدرى في هذا البيع لان معنى الكفالة على التوسع فيتحمل فيه الجاهل وعلى الكفالة  
 بالدرء اجماعاً وكفى بهم حجة - (المبدية ج ۲ ص ۲۰۰ کتاب الکفالة) لہ

**کفیل اور مکفول عنہ کے مابین ضمن میں اختلاف** | سوال - ایک شخص نے اپنے  
 قرض دہندہ کو قرض کی ادائیگی کے  
 لیے شخص کفیل مقرر کیا تھا اس کا نامک سے اس بات پر جھگڑا پیدا ہوا کہ ایک آدمی دس ہزار  
 روپے مانگتا ہے جبکہ کفیل پانچ ہزار روپے کی ادائیگی پر مطمئن ہے، کیا ایسی حالت میں مکفول  
 کے دس ہزار روپے کے اقرار کرنے سے کفیل سے زیادہ رقم لی جاسکتی ہے یا نہیں؟

**الجواب** - مدیون پر دس ہزار روپے کی رقم اگر شوہر سے ثابت ہو جائے اور  
 کفیل نے قمار سے رقم کی ذمہ داری قبول ہو تو تمام رقم کی ادائیگی کفیل پر لازم ہوگی

لہ وقال العلامة الكساف، وكون المكفول به معلوم الذات في انواع الكفالات او معلوم التقدير  
 في الدين ليس بشرط حتى لو قتل باحد شقين غير عين بآث كفل بنفسه رجل او بآث عليه  
 وهو الف جاز وعليه احد هما ايهما شاء لان هذا وجهالة مقدور الدفع بالبيان فلا  
 تمنع جواز الكفالة - (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۰ کتاب الکفالة)  
 وَجُئْتُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۰۰ کتاب الکفالة -

اور اگر گواہ نہیں تو کفیل کے قول کو اختیار دیا جائے گا تاہم مکتول عنہ کا دعویٰ کفیل پر لازم نہیں بلکہ خود اس سے حسب اقرار رقم وصول کی جائے گی۔

لما قال العلامة المرجعانی: فان قال تكفلت بما لك عليه فقامت اليه فالت عليه ضمنه الكفيل لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة فيستحق ما عليه فيصح انضمام به وان لم تقم البينة لقول الكفيل مع حبيته في مقداره ما يعترف به لانه منكر للزيادة فان اعترف المكفول عنه بأكثر من ذلك لم يصدق على كفيله لانه اقرار على الغير ولا ولاية لما عليه ويصدق في حق نفسه لولايته عليها۔

(الهداية ج ۳ مثلاً کتاب الکفالة) لہ  
**مسئله** | سہ سوال۔ جناب مفتی صاحب! میرا بھائی کچھ قرض  
 ہے اور اس نے قرض کی ادائیگی بغیر میری رضامندی کے

میرے حوائج کر دی ہے تو کیا دائیں مجھ سے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟  
 الجواب۔ رحالہ میں چونکہ محال علیہ کی رضا ضروری ہے اس لیے بدون رضائے میرے  
 قرض کے لیے رجوع کرنا درست نہیں لہذا یہ حوالہ صیح نہیں اور دائیں کا آپ سے قرض  
 کا مطالبہ کرنا شرعاً درست نہیں۔

لما قال العلامة المحقق: بشرط لصحة ارضاء الكل بلا خلاف. قال ابن عابدین:  
 قوله رضا الكل وارضاء الثالث وهو المتال عليه فلا نهها التزام المدين ولا لزوم بلا  
 التزام۔ (رد المحتار ج ۴ مثلاً کتاب الحوائج)

لہ وقال العلامة ابن نجيم المصري: فان كفل بماله عليه فبهي على البت لزومه لان  
 الثابت بالبينة كالثابت عياناً ولا يكون قول الطالب حجة عليه كما لا يكون حجة  
 على الاصيل لانه مدع ولا يصدق الكفيل فيما اقر بحقه ولا ينفذ قوله المطلوب  
 على الكفيل اي وان لم يبرهن فالقول الكفيل فيما يقر به مع حبيته على نفق اعلم  
 لا على البيئات كما في الايضاح ولا يكون قوله المطلوب حجة عليه لانه اقرار  
 على الغير۔ (البحر الرائق ج ۶ مثلاً کتاب الکفالة)  
 وَجِبُّهُ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ ج ۶ م ۳۳۳ کتاب الکفالة۔





# تھامس و تابیوا



## کتاب الہبۃ

(ہبہ کے مسائل و احکام)

**سوال :-** عمرو کے تین بیٹے ہیں اور تینوں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں اور تینوں مختلف شہروں میں ملازمت کے سلسلہ میں پائش پور ہیں اور اپنی تنخواہوں میں سے ہر ماہ ایک ٹھیکہ رقم اپنے والد کے نام بھجھتے ہیں اور والد اس رقم کو ٹھہر کر مشترکہ کھاتہ میں خرچ کرتے ہیں، تو بیٹوں کی یہ کافی باپ (عمرو) کے ملکیت ہے یا کہ اس کے بیٹوں کی ملکیت تصور کی جائے گی؟

**الجواب :-** اگر بیٹوں نے اپنی رقم ذاتی کے متعلق ہبہ وغیرہ کی تعیین نہ کی ہو تو قواعد کی روش سے المعروف کا مشروط کے تحت جو رقم عموماً اسی طرح بیٹے والدین کو بطور ہبہ رقم دیا کرتے ہیں اس لیے یہ رقم والد کی ملکیت تصور ہوگی۔

قال العلامة عبدالحق بن عمر بن الخطاب: مثل فباع برسله الشخص الى غيره في الاعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزم الوفا به ام لا (اجاب) ان كان العرف قاضياً بانهم يريد فعونه على وجه البذل يلزم الوفا به ان مثلاً فبع مثله وان قيمها بقرينة وان كان العرف بخلاف ذلك بان هذا يريد فعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلك الى اعطاء البذل فحكمه حكم الهبة في سائر احكامه فلا يرجع فيه بعد الهلاك والاستهلاك والاصل فيه ان العرف عرفاً كالشرط شرطاً. وقال ابو حنيفة في امر الفاعل ان يرد به ما مضى من الهبة بغير عرق (۱)

سے قال العلامة محمد بن عبدالحق بن عمر بن الخطاب: مثل فباع برسله الشخص الى غيره في الاعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزم الوفا به ام لا (اجاب) ان كان العرف بقرينة بانهم يريد فعونه على وجه البذل يلزم الوفا به ان مثلاً فبع مثله وان قيمها بقرينة وان كان العرف بخلاف ذلك بان هذا يريد فعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلك الى اعطاء البذل فحكمه حكم الهبة في سائر احكامه فلا يرجع فيه بعد الهلاك والاستهلاك والاصل فيه ان العرف عرفاً كالشرط شرطاً. وقال ابو حنيفة في امر الفاعل ان يرد به ما مضى من الهبة بغير عرق (۱)

وَمِنْهُ لِي تَنَادِي كَامِلَةً هَلَا. کتاب الہبۃ -

تعلیک بھی ہبہ کے مترادف ہے | سوال :- اگر کوئی شخص ہبہ کرتے وقت تعلیک کا  
تعلیک الگ الگ ہیں یا دونوں ایک ہیں ؟

الجواب :- لغت کے اعتبار سے تعلیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے لیکن موجودہ عرف  
میں تعلیک اور ہبہ دونوں ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں اسلئے صرف فقہ تعلیک  
سے بھی ہبہ ہی منظور ہوگا۔

قال العلامة اعصمفی رحمہ اللہ : ہی تعلیک العین مجانی بلا عوض۔

الذی لہذا یؤخذ رد المحتار جلد ۵ صفحہ ۶۸۷ کتاب الہبۃ ۱۷  
ما قابل تقسیم شیا کے ہبہ کا حکم  
بجواب :- ایسے لیے رکھا تین تختے برقی کو ہبہ کیے اور تین تختے بھٹک کر ہبہ کئے گئے یا کسی  
شخص کا یہ ہبہ صحیح ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اشیاء کی دو قسمیں ہیں ۱۔ ما قابل تقسیم ۲۔ ما قابل تقسیم۔ اس لیے ہر ایک  
قابل تقسیم ہیں ان کا ہبہ کرنا قابل تقسیم صحیح نہیں البتہ جو اشیاء کی تقسیم ممکن نہ ہوں ان کا ہبہ کرنا غیر جائز  
ہے نیز امور متصورہ میں ایسی شخص کا ہبہ صحیح ہے۔

قال العلامة خوارزمی : ہبۃ اشاع ضالا یقسم ۱۷ نوا یعی یلو مالاً یحتمل الشبہ ای  
لا یصحی مشفقاً بعد القسمۃ اصلاً کعب ولا حدادۃ و بۃ واحدة۔

الکفاۃ فی ذیل فتح القدیر ۱۷ صفحہ ۲۸۸ کتاب الہبۃ ۱۷

۱۔ قال العلامة محمد اتاسی : الہبۃ تعلیک مال لا یخر بلا عوض۔

رمحطۃ الاحکام مائتہ ۸۲۲ صفحہ ۲۷۲ کتاب السابع فی الہبۃ ۱۷

ومثلاً فی کنز الدقائق ۳۵۲ کتاب الہبۃ۔

۲۔ قال العلامة قاضی خان : وفیم لا یقسم کا عید والحدادۃ والثلوب والحمایم یعوزہ ہبۃ الشاع  
من الشریک وغیرہ فی قولہم : اذ غناؤہم فاضیان علی ہامش الحدیث ۱۷ کتاب الہبۃ فصل الثام  
ومثلاً فی الحدادیۃ ج ۳ صفحہ ۲۸۵ کتاب الہبۃ۔

قابل تقسیم اثنا دس قبل از تقسیم ہر دست نہیں | سوال: زید کے آٹھ بیٹے ہیں بیٹیاں اور دو بیٹیاں ہیں، اس سے پہلے زندگی ہی میں بیویوں اور بیٹوں کو کچھ دیئے بغیر اپنی کل جائیداد کا ہر حصہ پانچ بیٹوں کو اور ہر حصہ باقی ترکوں کو چوبیسہ کردی جو کہ ایک ایک مالک کی ادنا ہیں، کیا اس کے ہر حصہ واسے حق بیٹے دوبارہ بطریق شرعی میراث کی تقسیم کا حق رکھتے ہیں؟

الجواب: چونکہ کسی شخص کا اپنی زندگی میں اپنی اولاد پر مال تقسیم کرنا ہر حصہ ہوتا ہے اور تمام فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ قابل تقسیم اثنا دس میں قبل از تقسیم ہر دست نہیں، پس صورت مسلمہ میں اگر زید نے سب بیٹوں کا حصہ جدا کیا ہو اور قبضہ بھی دے دیا ہو تو ہر حصہ درست اور نافذ ہے ورنہ مشترکہ جائیداد کا ہر حصہ پانچ بیٹوں کو اور ہر حصہ تین بیٹوں کو ہر حصہ درست نہیں لہذا زید کے مرتبہ کے بعد عملہ جائیداد دوبارہ تمام ورثاء پر تقسیم کی جائے گی۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله: وفي الاصل ومن شواكلها الهبة: لا خلاف حتى لا يجوز هبة الشاع فيما يحتمل القسمة كالبيت والدار والارض ونحوها وان كان لا يحتمل القسمة يجوز كالبحر والحمام والرحمى - خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۳۹

كتاب الهبة - الفصل الثالث فيما يكون خطياراً وفيما لا يصحوب به | سوال: ایک شخص نے اپنی زمین اجارہ پر دی ہوئی زمین کا ہر حصہ کرنا بیٹے یا بیٹی کو چوبیسہ کی جس پر مردوں

سے مزاد کا اشتکار خیمہ زن ہیں اور اشتکار سے کہے ہوئے معاہدہ میں بھی ایسی کافی وقت باقی ہے، کیا ایسی صورت میں کوئی مذکور مزاد کو زمین سے بیدخل کر سکتا ہے یا نہیں؟

لے فان العلامة ابن عابدین رحمه الله: وذكر قبله هبة لمشاع فيما يقسم لا تفيد الملك عندنا حنيفة وفي القضاة لا تفيد الملك وهو المختار كما في المصنوعات - رد المحتار ج ۵ ص ۶۹۱ کتاب الهبة

ويفيد في بدائع الصنائع ج ۶ مکتبہ کتاب الهبة -

**الجواب** کسی بالغ یا نابالغ بچے کو جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میراث میں سرنامہ جمع اور دست ہے اور ہر سے ان کی ملکیت میں بھی داخل ہر جائے کی، مگر اجارہ پردی ہوئے زمین کے ساتھ مزارع و کاشتکار کا حق منقطع ہونے کی وجہ سے زمین ناقابل تملیک ہوتی ہے جو کہ ہر سے کی صحت کے لیے بنیادی شرط ہے؛ اس لیے صورت مندرجہ میں اس زمین کا چہرہ شرائط کے فقدان کی وجہ سے صحیح نہیں لہذا عدم صحت کی بناء پر جو خوب مذکور کاشتکار کو میراث میں نہیں کر سکتا۔

قال العلامة محمد کامل الطرابلسی رحمہ اللہ: سئل عن رجل وهب لابنته تصغيراً مادراً وفيها سكن باجر هل تجوز هذه الهبة فالجواب إنها لا تجوز من قال في السهول بانه رجل وهب داراً لابنته الصغيرة وفيها ساكن باجر قال يعني لا تجوز لا تجوز۔ (فتاویٰ کاملیۃ ص ۱۸۷ کتاب المہبتۃ) ہے

**سوال:** زبردستی یا بی حکمتی مورثہ جائیداد کا سرکاری کاغذات میں اشتغال کا حکم  
 اس کمال زمین پر جو کہ ہر سے کردی گئی سرکاری کاغذات میں ابھی تک اشتغال نہیں ہوا ہے، تو کیا بزرگوں میں مورثین کا مالک سمجھا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب**۔ ہر کی صحت کے لیے تین امور کا ہونا ضروری ہے (۱) ایجاب (۲) قبول (۳) اقبض۔ لہذا اگر باقاعدہ طور پر ان تین امور کا خیال رکھتے ہوئے ہر ہو چکا ہو تو بلا شک و شبہ وہ زمین کمال ہے، سرکاری کاغذات میں اشتغال ہونے یا نہ ہونے سے شرعی اعتبار کو فرق نہیں پڑتا۔

قال العلامة خالد النجفی: بتعقد الهبة بالایجاب والقبول والتسلم بالقبول۔  
 راجعہ لاحکام ماہ ۳۳۷ ج ۱۰ الفصل الاول فی بیان المسائل المتعلقة بکمال الهبة وقبضها

**الحاشیہ** ۱: وقال النجفی عند محمد بن محمد بن وهب داراً لابنته الصغيرة وفيها ساكن باجر قال لا تجوز ولو كان بغیر جوارکان فیہا یعنی اولاد فالهبة جائزۃ کذا فی التتارخانیۃ۔

(مفتیہ الحنفیہ علی البصر النجفی ج ۱ ص ۱۸۷ کتاب المہبتۃ)

وَمَثَلُهُ فِي تَبَاوُی قاضیان علی هاشم السهیدی ج ۲ ص ۲۳۸۔

۲ غنی الامام ذریعۃ الایمان تصح بالانحاز والقبول وتتم بالقبض۔ (مفتیہ الذریعۃ ص ۱۳۳ کتاب المہبتۃ)  
 ۳ مَثَلُهُ فِي كِتَابِ قَالُو ص ۳۵۲ کتاب المہبتۃ۔

**سوال ۱۔** تین بھائیوں نے بوقت تقسیم جائیداد اپنے  
 حصے سے اپنی والدہ کو ضروریات پر کی کرنے کیلئے

دو کنال زمین دی تھی، والدہ نے مذکورہ دو کنال زمین اپنے نواسے خالد کو ہبہ کر دی، اب  
 والدہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے زمین کو خالد سے واپس لینا چاہتے ہیں، تو کیا ان کو  
 ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب ۱۔** یہ معاملہ ہبہ عمری کا ہے، ہبہ عمری (والدہ) مذکورہ دو کنال زمین کی خود مختار ملک  
 بن گئی لہذا اس کے کو ان کا ہبہ کرنا جائز ہے اور بیٹوں کا رجوع کرنا مردود ہے۔

قال العلامة ابن نجيم: رواعى ملك هذا الشيء لان العمرى تمليك للحال  
 فثبتت الهبة ويبطل ما اقتضاها من شرط الرجوع وكذلك لو شرط الرجوع  
 صريحا يبطل شرطه ايضا. (البحر الرائق ج ۲، ص ۲۸۵) كتاب الهبة م ۱۷

**سوال ۲۔** موت اور مرض کی وجہ سے حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے  
 بزرگوار اپنی زمین کو

ہبہ کر دی بعد میں اس کی وفات ہو گئی، اب تیس سال بعد نیک کے ورثاء بکر سے اس  
 زمین کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا ان کو شرعاً رجوع کا حق حاصل ہے یا نہیں؟  
**الجواب ۲۔** حنفی مقلد متعاقدین میں سے کسی ایک کی موت کی وجہ سے حق رجوع  
 ساقط ہو جاتا ہے لہذا صورت مرقومہ میں نیک کے ورثاء کو زمین واپس لینے کا حق نہیں پہنچتا  
 بلکہ زمین بکر کی ملکیت رہے گی۔

قال العلامة ابو البركات النسي رحمه الله: صح الرجوع فيها ومنع  
 الرجوع دمع نفعه فالمدال الزيادة المتصلة كالغرس والبناء والسحن

لے قال العلامة ابو بکر ابن حنبل العن رحمه الله: والعمرى جائز للمعمر  
 في حال حياته ولو رثته من بعد موته ومعناه ان يجعل داره له عمره واذا  
 مات يرد فيها عليه فيعمر التمليك ويبطل الشرط والهبة لا تبطل بالشرط  
 الفاسدة - والجوهرة النيرة ج ۲ ص ۲۸۵ كتاب الهبة  
 ومثله في الهداية ج ۳ ص ۲۸۴ كتاب الهبة۔

والہیم موت احد المتعاقدين واقعین انغوص .

رکن الدقائق ص ۳۵۳ کتاب الہیۃ م

متعدد آدمیوں کا کسی ایک شخص کو کوئی چیز ہبہ کرنا مطلوبہ جاریہ اور خالہ کا ایک مشترکہ ہبہ ہے، دو غول بخوشی د

دعا ماس کے اسم ہبہ کرنا چاہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
اجواب: مشترک جائیداد میں ہوجا اشتراک کسی ایک شریک کو اپنا حصہ غیر تقسیم کے کسی کو ہبہ کرنا صحیح نہیں لیکن جب شیوع کی یہ صورت درمیان سے نکل جائے تو پھر مشترک جائیداد کو اتفاق رائے سے ہبہ کرنے میں کوئی قناعت نہیں اس لیے صورت مسئلہ میں ہبہ کرنا درست اور صحیح ہے۔

قال العلامة المحقق رحمه الله: وهب اثنان ذرا لواحذ صح (لعدم التبوع.  
والواحد المختار على صدر مراد المختار ج ۵ ص ۶۹۷ کتاب الہیۃ م

ہبہ کے لیے اجاب وقبول پر تعلق ضروری نہیں بلکہ اثر ہی کافی ہے مسوال نیچے کے  
میں سے تین بیٹوں عمر، بکر اور خالہ کو جن حیات میں شادیاں کر کے ہر ایک کو راش کے لیے  
ایک ایک گھر دے دیئے، زید کی عادت ہے کہ جو کچھ وہ کسی کو دے دیتا ہے تو وہ اس  
نہیں لیتا ہے، زید کے مذکورہ بیٹوں میں سے کسی کے پاس اس کے کچھ زیورات بھی ہیں، جب  
نے اپنے والد زید کو ذرا زیور دہا کرنا چاہا تو اس نے یہ کہہ کر زیور کو واپس کر دیا کہ یہ

اعمال الاماء القدوری رحمہ اللہ: او ادا و هب لا جنبی حبة فله الرجوع فیہ الا ان  
يعوضه عنہا او یزین زیادۃ متعلقۃ اریع موت احد المتعاقدين .

و مختصر القدوری ص ۳۵۳ کتاب الہیۃ م

و حذفت فی رد المختار ج ۵ ص ۶۹۷ کتاب الہیۃ .

قال العلامة الرفعتی: وإذا هب اثنان من و احد اذ لا لهما سلفا لجلطة وهو  
قد قبضها جملۃ فلا شیوع وان وهبها واحد من اثنين یؤخذ عند (الطایۃ) من الہیۃ م  
و مثله فی کنز الدقائق ص ۳۵۳ کتاب الہیۃ .

زیرِ مہم کا کسی ہے اندر جزو اور دوسرے بھائیوں کے پاس ہے وہ اُن کا ہے۔ اندر میں محدث شرعی قطعہ نگاہ سے مذکورہ مکانات اور زیر و غیر و پانچوں بھائیوں کے مشترکہ منظور ہوں گے یا صرف عمرو و بکرا و خالد کی ملکیت ہوگی ؟

**الجواب :-** صورت مسئلہ میں جزو زید نے اپنے تین بیٹوں (عمر، بکر و خالد) کو عین قطعہ مکانات دیدیئے ہیں تو اگرچہ زید نے صراحتاً ہمہ کافض نہیں کہا ہے بلکہ ظاہر قرآن اس پر ولایت کرتے ہیں کہ یہ ہمسہ ہے اور ہر میں تہیک قرینہ کے لیے کافی ہے لہذا غیر مہم ہر ایک اس لیے زید کی وفات کے بعد اس میں بقا یا ترک کی طرح میراث جاری نہ ہوگی بلکہ یہ تینوں بھائیوں کی ملکیت ہوگی اور اپنے والد زید کے باقی ترکہ میں پانچویں بھائی برابر کے قریب ہوں گے۔

قال العبد المذنب ابن عابدین رحمہ اللہ : قلت فتقدرا فادان المثلث بالایجاب والایقون لا یشترط بل یتلحق بالتراث الدالۃ علی التعلیق کمون دفع لفقیر شیئاً وقبضہ ولم یلفظ واحد منہما بئسئ۔ (رد المحتار ۵۳۲ ص ۵۹۸ کتاب المہمۃ) لہ

**والدین کا اولاد کے مال کو ہمسہ کرنا جائز نہیں ہے** | سوال : سلمیٰ نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد اس کی ماں زمین بہت در بھائیوں کو ہمسہ کر دی اور اپنی اکلوقی نابالغ بڑی سیکڑے کے لیے کچھ زمین چھوڑا وہ اب جو کر سیکڑے بالغ ہو گئی ہے تو وہ اپنے والد کے ترکہ میں سے اپنے حصہ شرعی کا مطالبہ کرتی ہے، تو کیا سیکڑے کا یہ مطالبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی ماں اپنے شوہر کی جملہ زمین ہمسہ کر چکی ہے ؟

**الجواب :-** ہمسہ کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ مولا جو ہر چیز و اس کی ذاتی ملکیت ہو اس میں کسی اندک کا حصہ نہ ہو شرعاً کسی دوسرے کا حصہ بغیر اس کی اجازت کے ہمسہ کرنے کا کسی کو اختیار

لہ قال العلامة الکامی رحمہ اللہ : والاذن فوالان خمس ورج وذلۃ والی ان قال : واما الذلۃ ففی ان یقبض المہوب رہ العین فی المجلس ولا ینہاہ الواجب فی جوف قبضہ استحساناً۔ (ردائع الصنائع ج ۶ ص ۱۳۳ کتاب المہمۃ فصل واما الشرائط فانہا یرجع الی نفس الرکن ؛

ومثله فی مجلۃ الاحکام، مادہ ۵۴۷ ص ۴۶۲ کتاب المہمۃ۔

حاصل نہیں اگرچہ وہ اس کی ارادہ کیوں نہ ہو۔ بتا رہا ہوں کہ شریعت میں مسلمانی اپنا جو حق میراث  
نہ بھائیوں کو ہر کر سکتی ہے اپنی بیٹی (بیکش) کا حصہ ہر نہیں کر سکتی، اس لیے کہ سیکھ کر اطمینان  
جائزہ دے رہا ہے۔

قال العلامة قاضی خان، ولا يجوز للأب أن يهب شيئا من مال ولده  
الصغير لغيره من وغيره من ولائها تخرج ابتدأه. فتاویٰ قاضی خان علی حاشیہ  
الہندیہ ج ۳ ص ۲۸۷ فصل فی ہبہ الوالد لولدہ والعصبة للعصیر کتاب الہبیۃ ص ۱۷۷

شرط فاسد سے ہمہ فاسد نہیں ہوتا | سوال یہ بھی ہے کہ بھائیوں کو اپنی زمین  
بابی شرط ہمہ کر کے دیدی کہ اس کو ہر نہیں  
کے عوض بھائی اُسے کچھ زمین دیں گے، کیا یہ ہمہ شرط درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ہر جو حکم یہ عوض بھول اقدیم ہے اور شرط فاسد ہے لہذا ہمہ درست ہے  
اور بھائیوں پر عوض میں ہیں کو کوئی زمین تینا لازم نہیں۔

قال العلامة المصنف (۱) رواہ حکمہا لہا الا تبطل بالشرط والفساد (۲) فقہیۃ  
حبس علی ان یعتقہ نعم ویبطل الشرط۔ (۳) والفتاویٰ مدد رد المحتار ج ۴ کتاب الہبیۃ ص ۱۷۷

مشروط ہمہ کا حکم | سوال: یہ نے بھوکا اس شرط پر زمین بھید دیدی کہ وہ تاحیات  
زید کی خدمت کرے گا، لیکن بکرنے کچھ حصہ کے بعد زید کی  
خدمت کرنا چھوڑ دی، تو کیا خدمت نہ کرنے کی وجہ سے زید کو ہر نہیں میں کے واپس

الح قال العلامة ابن النبی لا يجوز الہبیۃ لایبہ، انفقہا لایبہا کمالا یجوز للیسائع۔

(البنزانیۃ علی حاشیہ الہندیۃ ص ۲۸۷ کتاب الہبیۃ لیسائع فی حجة الصغیر)  
وہم لک فی رد المحتار علی البدل والفتاویٰ ج ۴ مکتبہ کتاب الہبیۃ۔

لک قال العلامة ابن نجیم: والہبیۃ لا تبطل بالشرط والفساد فدخل فیہ کل  
عقد لا یبطل بالشرط والفساد کالتکلیف والتعلیم والصدقۃ والنصلح من دم

العبد والاعتق فیصح ویبطل الاستخارۃ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۷ کتاب الہبیۃ۔  
فصل من وہب امۃ الآ حملہا)

وہم لک فی البدائع ص ۲۸۷ کتاب الہبیۃ۔



یہ کاشحی ماعمل ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** حقیقہ کے نزدیک اگرچہ یہ میں رجوع کرنا جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں لیکن جب تک کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا گیا تو عدم شرط کی صورت میں رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ بالغانہ دیکھا ہے منعقدی نہیں ہو سکتا ہے۔

قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ، والدلیل علیٰ ہذا ما ذکر فی کتاب الصحیح اذا ترکتم المرأة مهرها علی الزوج علی ان یصح بہا وقبل الزواج ذلک ولم یصح بہا صحا فان المهر علیہ علی حالہ والفتویٰ علیٰ ہذا القول۔

[فتاویٰ قاضی خان علیٰ حاصل الہندیہ ج ۳ کتاب النہیۃ ص ۱۸۵ فصل فی ہبۃ المرأة مهرها من الزوج - لہ]

**سوال :-** کیا واہب اور مہربوب لڑکے رضامندی سے یا حاکم واپسی کا حکم کرے اور دوسرے مواقع بھی موجود نہ ہوں تو رجوع جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں رہتا بصورت دیگر رجوع کرنا حرام ہے۔

**الجواب :-** واہب اور مہربوب لڑکے رضامندی سے یا حاکم واپسی کا حکم کرے اور دوسرے مواقع بھی موجود نہ ہوں تو رجوع جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں رہتا بصورت دیگر رجوع کرنا حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ، (صح الرجوع فیہا بالقبض) اما قبلہ فلم تتم النہیۃ (مع انتفاع مانعہ)، لآتی دوان کرہ (الرجوع اما قبلہ فلم تتم النہیۃ (مع انتفاع مانعہ)، لآتی دوان کرہ (الرجوع

اما قبلہ فلم تتم النہیۃ (مع انتفاع مانعہ)، لآتی دوان کرہ (الرجوع اما قبلہ فلم تتم النہیۃ (مع انتفاع مانعہ)، لآتی دوان کرہ (الرجوع

لہ قال العلامة طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ: والنہیۃ لا تصح بدون الرضا وعلیٰ ہذا القول وہبت مہری مثلاً علی ان لا تقلنی وعلی ان یصح فی زوج علی ان یحب فی کذا وان لم یکن ظناً شرطاً فی النہیۃ لا یعود المہر۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۸۵ کتاب النہیۃ - فی الجنس الشاق)

ومثله فی شرح المجتہد للعلامة محمد خالد اتاسی ج ۳ ص ۲۶۸ کتاب النہیۃ

الفصل الاول فی بیان المسائل المتعلقة بربکون النہیۃ وقبضہا۔



قال العلامة المرحوم في رحمه الله: وإن وهب هبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها لقوله عليه السلام إذا كانت الجهة لذي رحم محرم لم يرجع فيه <sup>فيها</sup> (الهداية ۳۳۵) كتاب الهبة. باب ما يصح رجوعه وما لا يصح له  
**اولاد کے ہمسے میں تفاضل کا حکم** | سوال: کسی شخص کا اپنی اولاد کو ہمسے میں  
 کسی بیٹی کو ناجائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:** اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں بحالت صحت و بکوش و حواس اپنی تمام جائیداد بعض اولاد کو ہمسے کو دی اور بعض کو محروم رکھا اور اس سے دوسروں کا اضرار اور ان کو ہلاک و محروم کرنا مقصود ہو تو اگرچہ قضاء ہمسے نافذ رہے گا لیکن دیا نہ گیا گناہ ہوگا اور اگر کسی شرعی حذر مثلاً ایدار سانی، ظلم و زیادتی اور ناقربانی کی وجہ سے محروم رکھا تو گنہگار نہ ہوگا بلکہ بقدر قوت سے زیادہ نہیں دینا چاہیے تاکہ اعانت علی المعصیت لازم نہ آئے لیکن قضاء ہمسے میں ہمسے نافذ رہے گا، اور اگر کوئی وجہ تفاضل موجود نہ ہو تو مرد و زن کے درمیان تسویہ کرنا افضل ہے۔

قال العلامة ابن العزیز الکدیی: الأفضل فی ہبة الابن والبنات الثلاث کلین ان و عندنا فی التخصیف وهو المختار ولو وهب جميع ماله من ابنة جاز وهو آثر لخص عليه محضه ولو خص بعض اولاده لم يرد له ولا بأس به وان كانا سوادين ينفقه وان اراد ان يعصر فعليه ان الميزانية تسقى ما يعرف الميزانية افضل من تركه له لانه اعانه على المعصية وكذا لو كانت ابنة فاستل لا يعطيه كغيره من قوتهم. (ابن عزيمة حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۸۵) انفس ان لا تفتقر الى ما يعقير رآه

له قال العلامة ابوالکلیات النسفی: فلو وهب الذي وجع محرم منه لا يرجع فيها۔  
 (کنز الدقائق ۳۵۵) کتاب الهبة

وَمَثَلُهُ فِي مَجْلَعِ الْأَحْكَامِ، عَادَةُ ۳۵۵ ص ۳۵۵ کتاب الهبة (الباب الثالث في أحكام الهبة۔  
 ثم قال العلامة القاضي خاوي: يروي المعنى عن أبي يوسف أنه لا بأس به إذا لم يقصد به  
 الاضرار وان قصد به الاضرار سوى بينهم يعطى للأبنة مثل ما يعطى لابن۔  
 (اختار من القاضي خان حق هاشم الهندية ۳۵۵ ص ۳۵۵ فصل في هبة الأولاد نولد و)  
 وَمَثَلُهُ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الهبة۔

ہبسمہ کے لیے واہب کی رضا مندی ضروری ہے | سوال ۱۔ باپ نے  
 کچھ سامان اور نقدی دیدی بیٹی نے بقدر ضرورت اس میں سے لیا اور جو باقی  
 بچا وہ باپ کو ہبسمہ کر دیا، کیا شرفایہ ہبسمہ صحیح ہے ؟  
 الجواب ۱۔ اگر یہ ہبسمہ بلا ہجرت و اکراہ کے اپنی خوشی اور رضا مندی سے ہو  
 تو شرفاً صحیح ہے کیونکہ ہر مستحق معجل بعد القبض عورت کی ملک ہے اور اس میں  
 اس کا تصرف نافذ ہے ۔

قال العلامة محمد خالد اتامی رحمہ اللہ ، یلزم فی المہیۃ رضا الواہب  
 فلا تصح المہیۃ التی وقعت بالجبر والاکراہ ۔

(مجلۃ الاحکام ، مادۃ مالا ملک البیاب الثانی فی شرائط المہیۃ) لہ

مرض الموت میں کیا گیا ہبسمہ درست نہیں | سوال ۱۔ ایک شخص نے  
 اپنی بیٹیوں اور بیوی کو دینے بغیر اپنے چھ بیٹوں میں تقسیم کر دی، جبکہ بیٹوں میں سے  
 ایک بیٹا تقسیم جائیداد کے وقت نابالغ اور غیر موجود تھا، نابالغ لڑکا ہو کہ اب  
 بالغ ہو گیا ہے اس تقسیم سے راضی نہیں ہے۔ تو شریعت اس کو اجازت دیتی ہے  
 کہ باقی بھائیوں سے جائیداد کو از سر نو تقسیم کرائے ؟

الجواب ۲۔ یہ تقسیم میراث نہیں ہے بلکہ یہ ہبسمہ ہے اور مرض الموت میں  
 کیا گیا ہبسمہ کا عدم ہے، جب تک کہ سب ورثاء اس پر راضی نہ ہوں۔ اور یہاں تو  
 ایک دوسرا مانع بھی موجود ہے کہ ایک لڑکا ان میں سے نابالغ ہے اور نابالغ رضا کا

لہ قال العلامة ابن العزاذ الکتدی رحمہ اللہ : قال لہا وحی لا تعلم العربیۃ  
 قولی وحب مہری منک فقلت وحب لا تعلم بغلاف الطلاق والعتاق  
 لان الرضا شرط وجواز المہیۃ ۔ والبزازیۃ علی ہامش الہندیۃ

۶۲ ص ۲۳۵ (نوع فی ہبۃ المہر وغیرہ)  
 وَمِنْهَا فِي الْخَانِيَةِ عَلَى هَامِشِ الْهِنْدِيَةِ ج ۳ فِصْلُ فِي هِبَةِ الْمَرْأَةِ مَعْرِضًا عَنِ الزَّوْجِ ۔

اہل نہیں ہے اس لیے تقسیم اور میر و دست نہیں ہے لہذا تمام دارقوٹوں پر ترکہ از سر نو قاعدہ میراث سے تقسیم کیا جائے گا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وہب فی مرضہ ولہ نسیلہ حنفی مات بطول الہیئۃ لامنہ وارکان وصیۃ حتی اعتبر فیہ الثلث فہو ہبۃ خفیۃ فیحتاج الی القبض۔ (رد المختار علی اندرالمختار ج ۲ ص ۲۸۵ باب الرجوع فی الہبۃ) [فخرج] لہ

پوستہ کو زمین پر مہر کرنے کے بعد خود اس پر قبضہ رہنے کا حکم | سوال: میرے باپ کا ایک قبضہ زمین رہتی تو کیا اب میں اپنے بچوں سے زمین کا مطالبہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟  
الجواب:۔۔۔ ہر کی حکمت کے لیے ضروری ہے کہ وہاب محمود علیہ السلام کو جو قبضہ میں دے دے جب تک ہر شہید پر قبضہ نہ کر لیا جائے اس وقت ہر نام نہیں ہوتا ضروری مشورہ میں چوتھم ہر نام نہیں ہوتا ہے اسلئے داد کی وفات کے بعد جرم مال النک کے بیوی بچی باپ کے بچوں کا ہے آپ کو شرفاء و جوع کا حق حاصل نہیں۔  
قال العلامة المحقق رحمہ اللہ: وان وہب لہ اجنبی تم القبض ولیہ و هو احدہ بعدہ الاب ثمریہ ثمر الجسد ثمر وصیہ۔ وقال یضادتم الہبۃ بالقبض اکامل فیستلزم القبض قبل الموت۔ (رد المختار علی ص ۲۸۵ رد المختار ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الہبۃ) لہ

لہ قال العلامة محمد خالد اتاسی رحمہ اللہ: داد وہب واحد فی مرض موثق شہیداً لاحد وثقلہ ولین وذاتہ لہ یجز سائر اوردۃ لا یصح تلف الہبۃ۔  
بشیعہ جلد الاحکام۔ مادۃ ۴۸۷ مشکۃ۔ بعض النافی فی ہبۃ مریض،

و مشکۃ فی الہدایۃ ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الوصایا۔

لہ قال المتی عن الزحنی: اس صورت میں ہر صبیح میں اور وراثت میں تقسیم ہو گا۔  
(عن ابن القتاوی الشہید بفتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الہبۃ)۔

**سوال :-** ایک شخص نے کسی کو پوری کا ہبہ شدہ مال اصل مالک کو لوٹا ناواجب ہے۔ پوری کا مال یہ کیا ہے کہ مدت کے

بعد اس مال کا اصل مالک بھی آگیا اور اس نے مہربان ہو کر اپنے مال کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر اس نے یہ کہہ کر واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ مال غلام شخص نے مجھے ہبہ کیا ہے لہذا تم اس کا مطالبہ کرو۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اس شخص کا اصل مالک مہربان ہو کر اسے اپنے مال کا مطالبہ کرنا درست ہے اور کیا اس کے ڈنٹے مال واپس کرنا فردی ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر کسی نے پوری کا مال اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کو ہبہ کیا پھر بعد میں اس کا اصلی مالک آجائے تو پوری کا مہربان مال اس کے اصلی مالک کو واپس کیا جائے گا اور اس کے دونوں سے مطالبہ کرنا درست ہے البتہ جس کے پاس وہ مال موجود ہے اس پر واپس کرنا واجب ہے۔

ما ذل العبد ما اشرف علی التمانیٰ : سوال :- میرے پوری کا ایک چم چرائی اور بزرگ ہبہ کر دی اور دیگر نے خالد کو ہبہ کر دی اب معلوم ہوا کہ میرے پوری کی کچھ اس حالت میں شے مسروقہ کا مالک ان کے دست واجب ہوگا؟

**الجواب :-** جس کے پاس اب ہے اس پر رد واجب ہے اور اگر اس کو میرے ہوتو اس کو خیر ہو اس پر خیر کرنا واجب ہے اور اگر اس صاحب خیر کو یہ میں بھی دے رہا ہوں تو اس پر اعتقاد میں اور استرداد میں بھی واجب ہے۔ (امداد الفقہاء جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ کتاب الہبہ)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب (بر) بڑے بھائی قرآن بھی تکمیل ہبہ کے لیے کافی ہیں

نہ بی بی کی شادی کے لیے کچھ رقم دی نہیں وہ رقم بی بی کی شادی پر خرچ کر دی اس بات کو قرآن میں سالہ اندر چکے ہیں اور اس دوران بڑے بھائی نے رقم کی واپسی کا حق قائم نہیں کیا یہ جان یہ ادر ہے کہ جب بڑے بھائی نے مجھے رقم دی تھی تو اس نے قرض یا واپسی کی کوئی تصریح اور ضمانت وغیرہ نہیں کی تھی اور نہ اس کو واپسی کی کوئی امید تھی اب ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد مجھ سے اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ ترک یا خرچہ بھائی کی اولاد کو مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** ہبہ کی چیزیں کے لیے اسباب وقبول یعنی ہبہ کی توہین ضروری نہیں قرآن میں غلطی کے قائل مقام ہو سکتے ہیں۔ صورت مذکور کے مطابق میں سال تک بھائی کا مطالبہ کرنا

اوسم دسے کروایسی کی امید نہ رکھنا اور نہ ہی قرض کی تصریح کرنا، یہ سب چیزیں اس بات پر دلائل ہیں  
آپ کو بڑے بھانے نے بھی گم شادی کے لیے جو رقم دی تھی وہ بطور ہبہ تھی اس لیے اب اس کی  
اولاد کو رقم کی واپسی کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں۔

لما قال العلامة المحقق، قلت فقد اذ ان التلفظ بالايجاب والتبصير لا يشترط  
بل يكفي القرائن ان الله على التعليل اكن دفع الى التفسير شيئا وقضيه ولم يتلفظ  
ونحوه مما شئى۔ (الدر المختار من مشروحات مختار ج ۳ مشتمل کتاب الہبہ)۔  
**سوال**۔ ایک عورت نے اپنا حق مہر  
بیوی کو ہبہ کر دہا تھا مہر میں رجوہ کرنا  
ناہا کی کو وجہ سے اب وہ عورت شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کرتی ہے، تو کیا شرعاً اس کا مطالبہ  
صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب۔ زوجین کا رشتہ قرابت واری کا رشتہ ہے ان میں سے جو بھی دوسرے کو  
ہبہ کر دے تو بعد میں اس کو رجوع کر کے انقیاض نہیں۔ اسی طرح عورت مسلولہ میں بھی جب  
بیوی نے ایک بار اپنا حق مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تو اب اس کو رجوع کر کے کا حق حاصل  
نہیں ہے۔

لما قال العلامة المرنیسائی، وكنة لاك ما ذهب احد الزوجين للآخر لان  
مقصود فيها الصلة كما في القراية۔ (الہدایہ جلد ۳ ص ۲۷۷ کتاب الہبہ)۔  
**سوال**۔ بعض یورپی ممالک مثلاً برطانیہ میں ناپاغ  
بچوں کے مال میں تصرف کرنا  
جرم ہے جو صرف بچے کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرنے کے لیے ہوتا ہے، اب اگر والدین اس پر

اہ قال العلامة داہمارا فندقی، قال الموضع ماله في طريق يكون ملكا لواقع جاز فلا  
يشترط التصریم بالہبہ۔ (الدر المختار في شرح المسنون فی ذیل علی مہر ج ۳ مشتمل کتاب الہبہ)  
و مشکوٰۃ فی امداد الفتاوی ج ۳ ص ۲۷۷ کتاب الہبہ۔

لکھ لاف ہندیہ، ۱۰۷۰، و ہب، حد الزوجین نصوبہ لا یرجع فی الہبہ وان انتقطع  
لکاح بینہما۔ (الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۲۷۷ کتاب الہبہ، فصل زوجین فی الہبہ)

قبضہ کر کے اس سے کوئی چیز فیہر کر اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کو تحفہ کے طور پر دیدیں تو کیا مشرعاً والدین کو یہ حق ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس طرح کریں تو کیا وہ خاص مومن ہوں گے؟

**الجواب :-** جو وظیفہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے حکومت مقرر کرتی ہے وہ صرف یہ بخود ہی کافی ہے اس کو صرف بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم پر خرچ کیا جائے گا، وظیفہ کی یہ رقم والدین کے ہاتھوں میں امانت ہوئے ہے والدین کے لیے جائز نہیں کہ بلا غرضی اس کو اپنے اوپر خرچ کریں یا اپنے کسی رشتہ دار یا احباب کو تحفہ کے طور پر دیں، اگر وہ اس طرح کریں گے تو ضامن ہوں گے۔

لما قال العلامة المحقق: ولا يجوز ان يعيب شيئاً من ما من مطلقه ولو بعوض۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۸ کتاب النہیۃ قبل باب الرجوع فی اہلۃ)۔ لہ

جے اولاد شخص کا زندگی میں اپنا مال تقسیم کرنا **سوال :-** جناب مفتی صاحب اس میں ہر بی کوئی اولاد نہیں صرف بڑوں کی بیوی ہے، جبکہ میرے دو بھتیجے ہیں ایک بڑے بھائی کا بیٹا ہے اور دوسرا چھوٹے بھائی کا بیٹا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا سرمایہ ان میں تقسیم کر دوں۔ آپ سے استدعا ہے کہ شریعت اسلامی کی روشنی میں اس بارے میں ہدایت فرمائی کریں؟

**الجواب :-** اگر آپ اپنا سرمایہ اپنی زندگی میں ہی اپنے ورثہ میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً آپ کو اس کا اختیار ہے کہ جتنا چاہیں اور جتنی تقسیم کر سکتے ہیں، لیکن اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے کل مال کا کم از کم حصہ اپنی بیوی کے نام کر دیں اور باقی مال کے طور پر بچے کر کے ہر ایک بھتیجے کو ایک ایک حصہ دیدیں، اور اگر اس مال سے اپنے لیے بھی کچھ رکھنا چاہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ دونوں بھتیجوں کا

لہ لما قال: العلامة المشرف علی القضا لوی: ما یب وغیرہ کو بچے کا مال کسی کو فرض دینا بھی صحیح نہیں بلکہ خود فرض لینا بھی صحیح نہیں۔ رہنمائی زیورہ ص ۲۹ بچوں کو دینے کا بیان، کتاب البیہۃ والجمارۃ



ان کے قبضہ میں دینا ضروری ہے ورنہ ہر سہ تمام نہ ہو گا۔

لما قالوا لعنتمہ ابراہیم الخلیلؑ : جب ملیٹ عین براہوں و تقصیر یا حجاب و قبول و تقصیر یا قبضہ، کما مل ذل قبض فی اجلس بنا اذن صحو بعدہ کالبد من الاذن - (مستحق الذبح یعنی صلہ جمیع الافعال صحت کتاب التہت)

صرف انتقال کر دینے سے ہر سہ تمام نہیں ہوتا | مسواں : جناب مفتی صاحب !

علازمت کے دوران کچھ زمین خریدی تھی لیکن بعض قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے انہیں کس زمین کا انتقال اپنے دوستوں کے نام کرنا پڑا آخر آخری دم تک زمین ان کے قبضہ میں نہیں دی مورت تک خود غفلت اسے والد صاحب کی وفات کے بعد اب وہ دونوں اپنے نام انتقال شدہ زمین کو اپنی مورچہ زمین سمجھتے ہیں اور دوسرے بہن بھائیوں کو اس میں سے حصہ دینے کو تیار نہیں۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا شرعاً واقعی یہ انتقال شدہ زمین ان کی مورچہ زمین ہے اور اس میں کسی دوسرے وارث کا کوئی حق نہیں ؟

الجواب : ہر سہ میں میں طرح احکام و قبول ضروری ہے اسی طرح ہر سہ نام ہونے کے لیے جو مورچہ زمین کا قبضہ ہونا بھی لازمی شل ہے بغیر قبضہ کے صرف احکام و قبول یا قانونی کاروائی سے ہر سہ تمام نہیں ہو سکتا۔ بعینہ اسی طرح آپ کے والد صاحب سے خریدی ہوئی زمین قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے مملکت اپنے دو بیٹوں کے نام انتقال کر دی اور آخری دم تک ان کے قبضہ میں نہیں دی اس لیے ہر سہ تمام نہیں ہوا، موصوف کی وفات کے بعد سب ورثاء حصہ شرعی کے مطابق برابر کے شریک ہیں جن دو بھائیوں کے نام میں زمین انتقال ہو چکا ہے وہ دیگر ورثاء وہیں بھائیوں کو ان کے حق سے ٹوٹ کر سنے کا مشرعاً کوئی حصہ حاصل نہیں ہے۔

لما قال العلامۃ اشرف حق انتہا فوی : زالجواب : اس سبب میں عمرو نے محفل کو جائیداد کے واسطے ایک جملہ کیا ہے، پس زید کی طرح اس جائیداد کا مالک ہیں ہو سکتا کیونکہ تو راستہ لا دھکم اس جائیداد پر پایا گیا کہ جو ان کہیں کہ مالک کی طرف سے زید کی ملکیت ہوگی اور نہ قبضہ زید کا اس جائیداد پر مالک

پایا گیا۔ (اعلایٰ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۴۱۲ کتاب الدعوی)۔

**صرف منافع کے حصول کیلئے دی ہوئی چیز کا ہبہ تام نہیں ہوتا** | سوال: مزید کے  
 مور کار خرید کر اس شرط پر زید کے حوالے کی گئی کہ اس کے ذریعے مزدوری کر کے اپنے اہل و  
 عیال کے لیے نان و نفقہ پیدا کر دے مگر گائری سیرنی ہوگی، اس معاہدے پر گواہ بھی موجود  
 ہیں، اب جبکہ زید کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ گائری پر قبضہ کر کے اپنے آپ کو  
 اس کا اصلی مالک قرار دے رہا ہے، والد دوسرے ورثہ کو حصہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔ اب  
 دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیان مذکور بالا کے مطابق کیا واقعی زید اس گائری کا واحد مالک ہے  
 یا دوسرے ورثہ کا بھی اس میں حصہ شری ہے یا نہیں؟

**الجواب:** بشرط صحبت سوال زید اس گائری کا واحد مالک نہیں، والد کے انتقال کے  
 بعد حلقہ عدتاء اس میں برابر کے حصہ دار ہیں، اسی لیے کہ والد نے جب کسی اس کو صرف منافع حاصل  
 کرنے کے لیے خرید کر دی تھی، اس مال کی اس کے قبضے میں نہیں دیا تھا کہ جس کی بنا پر زید  
 کو گائری کا مالک تصور کیا جاسکے، لہذا زید کا والد کے انتقال کے بعد اپنے آپ کو گائری کا  
 واحد مالک سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

الحمد للہ العالیٰ المفتی عبدالرحیم: رد جواب: والد اگر کسی معلومت سے اپنے کسی بیٹے کے نام مکان  
 خریدے تو وہ بیٹا محض اس کے نام پر خریدنے کی وجہ سے شری طور پر اس مکان کا مالک شمار نہ ہوگا۔  
 (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۲۸۶ کتاب المہبت)



ليس على المستعير غير  
 المغل ضمان ولا على  
 المستورع غير المغل ضمان

# کتاب الغصب

(غصب کے مسائل و احکام)

**غاصب کا قبضہ** | سوال :- کیا غاصب کا قبضہ از روئے شرع قبضہ صحیح ہے یا نہ؟  
**الجواب :-** غاصب کے قبضہ کا اثر بیت میں کچھ وزن نہیں ملتا۔  
 بانیہ و منصوبہ میں غاصب کا تصرف کو ناجی درست نہیں ہے۔ ہاں جب مال منصوبہ کا نام تبدیل ہو جائے یا اس کا اعظم منافع ختم کر دیا جائے تو اس وقت وہ غاصب کا مال کہیں گے گا جیسے کسی نے گندم پرانی اور اس سے روٹی پکانی، لیکن غاصب کو ضمان اور تاجر کے گاہ اور ضمان اور اگر کسی سے نکل مال منصوبہ سے استنفاع لین جائز نہیں ہے۔

قال العلامة: رهاق الدين امر غيبنا في ماله. ولذا تغیرت العين بفعل الغاصب حتى زال اسمها واخذت منافعها زال ملك الغاصب منه عنها وملكها الغاصب وضمنها ولا يدخل له الانتفاع بها حتى يؤدى بدلها۔  
 (الهداية ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الغصب فصل فيما تغیر بفعل الغاصب)۔

**مالک کو اطلاع کیے بغیر ادا و حق سے برأت کا حکم** | سوال :- زید بکر کے ہاں مالک کو اطلاع کیے بغیر ادا و حق سے برأت کا حکم | محنت مزدوری کرتا ہے اس دوران اس نے بکر کا ایک قیمتی ٹھڑی بچا لی زید اب اپنے اس نعل بکر سے اور بکر بھی زندہ

لے قال العلامة: لا بأس إذا غلب الغاصب مال الغاصب على ماله ويثبت له اسم ملكه كونه مائنا وبقي المالك الغاصب المائنا لو كان ماله الغاصب مائنا وجعلها الغاصب بطنه حقيقة فله بعض مثل الحنطة ويكون المائنا له كمال من غصب حنطة غيره وضمنها في أرضه ويكون خصامنا الحنطة والمحصل له۔

(شرح مجلة الأحكام، مادة ۹۹۱ ص ۴۹ الباب الأول في أحكام الغصب)  
 وَمِثْلُهُ فِي التَّهْنِئَةِ ج ۵ ص ۱۲۔ کتاب الغصب الباب الثاني في أحكام الغاصب  
 إذا تغیر بفعل الغاصب أو غيره۔

سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر مکہ کو پتہ چل گیا تو زیہ کو ختم نہ ہو کہ وہ میری بے عزتی ہو گئی ہے۔  
 گاہک اب زیہ کو کیا حریفہ اختیار کرنا چاہتے ہیں کہ بے عزتی بھی نہ ہو اور آخرت کے مواخذہ سے  
 بچ سکیں؟

**الجواب**۔ کسی مسلمان کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا یا اس کو چوری کرنا حرام اور  
 ناجائز ہے اور اصل مالک کو واپس کرنا واجب ہے اس لیے زیہ کو ہر سال میں ٹھہری واپس  
 کر دینی چاہیے اسی طرح ظاہر واپس کرنے میں بے عزتی کا خطرہ ہو تو کسی تغیر مد جس سے پہنچا  
 دی جلت مالک کو اطلاع دینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (قوله و یبرأ و یردھا) یردھا العین  
 المغصوبۃ فی المغصوب عنہ۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۱۹۶ کتاب النصب مطلب  
 فی رد المغصوب۔ الخ) لے

**سوال**۔ اگر وقت ضرورت کسی دوسرے  
 شخص کے جانور کو بغیر اس کی اجازت کے  
 ذبح کر لیا جائے اور بعد میں قیمت ملے کر کہ دے دی جائے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے  
 یا نہیں؟

**الجواب**۔ مالک کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور غصب ہے مالک کو  
 اختیار ہے کہ وہ زیہ جانور کی قیمت لے اور مذکور جانور ذابح کے حاکم سے یا مروج جانور  
 کو سے کر ذابح یا جس سے اس کی قیمت میں ہوگی آتی ہے وہ غاصبت سے پوری کرے۔ بہرہ اگر  
 اذن عرفی موجود ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔

قال علامۃ ابن عابدین: قال فی العبادۃ فی فصل ۳۲ ومن ثم یجوز شاة غیرہ فساکنھا  
 بالخیار ان شاء ضمنہ فیمتھا وسلمھا الیہ وان شاء خذھا وغرقھا النقصان۔

وتتبع المصنف فی ج ۲ ص ۱۵۵ کتاب النصب مسئلہ

قال العلامة قاضی غصید رحمہ اللہ من کیف تم ربحہ وکسبہ وعلیہم بیروا۔ (فتاویٰ غازیہ عن ابن  
 ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۱ فی مباحثات)۔ وَحَدَّثَنَا فِي مَجْلَدِ الْإِحْكَامِ - لَمْ يَمْ يَزِدْ إِلَّا مَا دُونَ ۹۹۲ مَسْئَلَةً۔

عن قول علامۃ قاضی غصید رحمہ اللہ فی شرح شاة الناقصۃ فصاحبہا بالخیار ان شاء تولى الذبیح حلیہ وضمنہ قیمتہا  
 وان شاء لیس الذبیح وضمنہ النقصان۔ (فتاویٰ غازیہ عن ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۵ کتاب النصب)  
 وَحَدَّثَنَا فِي انْبِهَا دَايَةً ج ۴ ص ۴۸۸ کتاب النصب۔

مقصود زمین کی واپسی کے بعد حاصل کردہ منافع کا حکم | سوال: انہیں بکر کی

سے دس سال تک پیداوار حاصل کرتا رہا جس کا ایک مخصوص حصہ مساجد اور دیگر خیرات عامہ کے کاموں پر خرچ کرتا رہا اور کچھ حصہ پیداوار کا اپنے استعمال میں لاتا رہا، کافی کوشش کے بعد کرسٹے اپنا حصہ لے لی ہوئی اپنی زمین زید سے واپس لے لی، تو کیا بکر زید سے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کی ہوئی رقم کا وہ بھی کاٹھا کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ خرچہ کسی کا مال غصب کرنا اور اسی سے اختراع حاصل کرنا حرام ہے، لہذا غصب میں جو کچھ بھی مقصود سے حاصل ہوا ہو وہ مقصوب عنہ کا حق ہے۔ بنا براین بکر اپنی مقصود زمین کی بطور پیداوار کا مطالعہ کر سکتا ہے کسی طرح مقصود زمین کی بازیابی کے بعد مساجد اور دیگر خیرات عامہ کے کاموں پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا بھی مطالعہ کر سکتا ہے بکر حالات کے عرف کے مطابق قاصب کو اجر و مرارت دینا لازم ہوگا۔

وَاللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِيِّكَ الْاِسْلَامَ عَطَاكَ مِنْ حَقِّكَ عَنْ نَدْحِ اَرْضِ الْاِنْسَانِ  
بِئْسَ مَا لَمْ يَنْفَعْهُ بَعْدَ اِلَادَةِ اَرْضِهِ مِنْ اَرْضِهِ اَنْ يَصْلَحَ اَرْضَهُ اِنْ يَطْلُبُ بِحَصَّةِ  
الْاَرْضِ قَالَ نَحْمَدُ اَنْ يَحْوِيَ الْعَرَضُ ثُلُثَ الْقَرِيَةِ اِنْهُمْ يَبْذُرُونَ الْاَرْضَ  
ثَلَاثَ اَلْفَ رَجْعٍ اَوْ رَجْعًا اَوْ ثَلَاثَةً اَوْ ثَمَنًا مَقْدُورًا شَائِعٌ يَجِبُ ذُلُّهُ بِالْقَدَرِ الَّذِي  
يَحْوِي بِهِ الْعَرَفَ۔ (فتاویٰ مہندیہ ج ۵ ص ۱۴۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِيِّكَ الْاِسْلَامَ  
اَلَا رَجْعُ الْمَقْصُودِ لَهُ

اے قال اللہ! اللہ! میں عابدین رحمہ اللہ، نا لحاظ ان میں نَدْحِ اَرْضِ الْاِنْسَانِ  
میں بلا اذنہ و رخصتی وجہ الغصب فان مھانت اَلَا رَجْعُ مَلْکًا وَاَعْتَدَ اَدْبَارُهَا  
لِلزَّوْجَةِ اَعْتَدَ الْعَرَفُ فِي الْحَصَّةِ اِنْ كَانَ ثَمَنًا عَرَفُ وَاَلَا اَنْ اَعْتَدَ اَلْاَدْبَارُ  
فَاَلْخَارِجُ كُلُّهُ لِلزَّوْجِ وَعَلَيْهِ اَجْرُ مَثَلِ الرِّبَا وَالْاَفَانِ اِنْ تَقَصَّصَتْ فَعَلَيْهِ  
الْعَقَبَانِ وَالْاَعْلَا شَيْءٌ عَلَيْهِ۔

(تنقیح الحامدیہ ج ۲ ص ۱۴۲ کتاب الغصب)

وَمِثْلُهُ فِي الْفَتَاوَى اِمَّا مِلَّةٌ ص ۲۰۹ کتاب الغصب۔

**سوال ۱۔** زید کی ملک زمین میں ایک ٹیلو ہے۔ اگر  
 بغیر اجازت کسی کی زمین سے مٹی لانا

کرتا، تو کیا زید کی اجازت کے بغیر اس ٹیلے سے مٹی لانا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب ۱۔** اصول یہ ہے کہ کسی کی ملک زمین سے مٹی وغیرہ لانا بغیر اس کی اجازت کے  
 جائز نہیں، لیکن اجازت کے لیے عرضا کہنا ضروری نہیں قرینہ چارہاں بھی کافی ہے۔ مورد  
 مسئلہ میں چونکہ یہاں زمین سے مٹی لینے کے کسی کو منع نہیں کرتا تو یہ اجازت پر مال ہے  
 اس لیے اس سے اجازت لینے بغیر بھی مٹی لانا جائز ہے۔

قال بعدامة الخسكون، ولا سق اذنه وشجرة وزرعه ونصب دولاب ر  
 نحوه من شهر غيره وقتله وبغيره اذ اذنه لان الحق لا يستوقع على  
 اذنه۔ (رد المحتار علی مشرود المختار ج ۱ ص ۲۹ فصل الشرب ۱ طبع)

**سوال ۲۔** میں دھن بارگڑی  
 ہاں کرایہ سفر کرنے پر دھن سے فارغ ہونے کا طریقہ  
 گٹ نہ آیا ہوا اس وقت مجھے کوئی خیال نہیں تھا کہ میں یہ کام جائز کر رہا ہوں اس میں  
 چاہتا ہوں کہ اس میں سفر سے کسی طرح اپنا دھن فارغ کر سکوں، مہربانی فرما کہ اس مسئلہ میں  
 میری رہنمائی فرمائیں؟

**الجواب ۲۔** میں یاریل میں بغیر کرایہ ادا ایسے سفر کرنا جائز نہیں کہ پیہ ادا کرنا  
 ہے اور اگر کبھی بغیر کرایہ کے سفر کیا گیا تو اس کی ادائیگی اور دھن سے فارغ ہونے کا یہاں  
 طریقہ یہ ہے کہ اس ادارے سے اتنی مسافت کہ گٹ خرید کر استعمال میں لائے بغیر۔  
 ضائع کر دیا جائے تو اس سے محاذ ہوا جائے گا۔ جہاں تک آپ کے مسئلہ کا تعلق ہے تو آپ  
 اس طرح کریں کہ جتنی بار آپ کر لیں گے ہٹ اور بغیر کرایہ ادا کیے آئے ہیں اتنی دفعہ کر لیں گے  
 کر کے اتنی مالیت کی گٹ خرید کر آدھے ضائع کریں، اس طرح آپ کا دھن فارغ ہو

۱۔ لہذا قال بعدامة اشرف علی المتھانویؒ: اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اجازت ملک  
 کے اپنے کھیت کو پانی دینا یا مٹی لانا جائز نہیں ہے۔ (زامداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۸  
 کتاب الغصب)



جائے گا۔

لما قال العلامة اشرف علی التھانویؒ: (الجواب) زید کو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ سے  
 ذمہ دار کو یہ واجب ہے، اسی قدر و اصول کا ایک ٹکٹ اسی ربط سے کاخیر کر اس ٹکٹ کو خالی  
 کرے اسی سے کاغذ ملے و حقہ واجبہ کہی کا داہرہ جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۴۵ کتاب الغصب)  
 پر نالہ بند کرنے کا مسئلہ | سوال: ایک صاحب کے مکان کے تختہ و چھوڑے میں میری  
 ملوکہ زمین ہے اب میں اس پر مکان بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر  
 مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کے مکان کا پر نالہ میری زمین کی طرف ہے میں نے اسی کو پر نالہ بند کرنے  
 کا ہاتھ اٹھایا ہے اور امتلائی جرگہ میں میرے خلاف شکایت کر دی۔ اب دریافت طلب  
 مسئلہ یہ ہے کہ کیا مجھے شرعاً اس کا پر نالہ بند کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر میرے جگہ واقعی آپ کی ملکیت ہے اور پر نالے کا پانی آپ ہی کی ملوکہ زمین پر  
 گرتا ہو تو آپ کو ضرعاً یہ حق حاصل ہے کہ آپ اس پر نالہ کو بند کر دیں اور اگر پر نالہ کا پانی گرنے  
 کی جگہ صاحب مکان کی ملکیت ہو تو پھر آپ کو پر نالہ بند کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔  
 لما قال العلامة المونیۃ فی: ومن اشتوی بیتانی دایہ دستوراً او مسکناً  
 م یکن له طریق الا ان یشترطه بكل حق حوالہ الموافقة او بكل قلیل و کثیر  
 و کذا المشروب و المسیطر۔ (الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۰ امیرجہاںپوریؒ) سے



الحمد للہ ان الشیخ مولانا اشرف علی التھانویؒ بمسئلہ زید و زیدہ و غزوہ کھانا حق سے  
 ہے جو شخص اس جگہ کا ملک ہے اسی کو ہر طرح تصرف کا حق پہنچتا ہے ایسے شخص جو حق پر نالہ ہمسایہ کو  
 زائل کرنا چاہتا ہے اگر وہ پر نالہ گرنے کی جگہ اس شخص کی ملک ہے اور اسے ایک بطور تریو لکھا  
 و دعایت ہمسایہ کو پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی ہو اور اب فراغ کرنا چاہتا ہے اور پر نالہ  
 بند کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر میرے جگہ ہمسایہ کی ملک ہے  
 تو اس شخص کو اس کا پر نالہ بند کرنا جائز نہیں کہ یہ غصب ہے۔

(امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۵ کتاب الغصب)

## کتاب الودیعة والغاربية (امانت اور عاریت کے مسائل و احکام)

امین کو امانت میں تصرف کا حق ہے | سوال :- کسی امین کو امانت میں تصرفات کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے ؟

الجواب :- امین پر امانت کی حفاظت لازمی ہے اس کی حفاظت کے لیے جو بھی تدبیر اختیار کرنا پڑے کر سکتا ہے مگر حفاظتی تدبیر کے علاوہ دیگر تصرفات کرنا جائز ہے بصورتِ بلاغت خاص ہوگا۔

وقد نهى الله والوديعة لا تودع ولا تقار ولا توجر ولا تهرق ولا فعل شيئاً منها ضمن كذا في البحر الموقوع . (الفتاوى الهندية ج ۳ کتاب الودیعة) لہ  
امانت ضائع ہو جانے پر ضمان کا حکم | سوال :- زید نے عمرو کو کچھ رقم کا روپہ  
کے پیشی، عمرو کاروبار کے سلسلے میں  
سفر پر چلا گیا، سفر کے دوران اس نے رقم اپنے رفیق سفر کو دے دی جس سے کہیں  
وہ رقم جوڑی کرنی، تو کیا زید اب عمرو سے ضمان کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟  
الجواب :- چونکہ عمرو سے یہ رقم بر فاقعت عمر و ضائع ہو گئی ہے لہذا ان دونوں  
میں سے کسی پر ضمان نہیں ہے، تاہم اگر عمرو محمود سے قبضہ ہو چکا تھا تو بلاغت کی صورت  
میں عمرو زید کا ضمان ہوگا۔

قال العلامة سليم رستم يان: ثم احلوا ان المستودع الاول انما يضمن اذا  
ودع لوديعة وحملت بعد ان فارقه واما قبله فلا ضمان على احد كان الثاني  
قبض المال من يد امين كما هو الاول لا يكون بالرفع ضميناً ما لم يفارق بظن

لہ قال: العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله: والوديعة لا  
تودع ولا تقار ولا تجر ولا تهرق وان فعل شيئاً منها ضمن . (الفتاوى الهندية ج ۳)  
کتاب الغاربية) — وَمَنْ لَمْ يَلْجُ إِلَى حِمَاةِ الْاِحْكَامِ، فَلَا يَنْبَغُ لَهُ الْاَوَّلُ فِي عُمُومِيَةِ تَعْلَمُ

رایہ فاذا فارق فقد توثق، الحفظ اللازم بالانضمام فیصعب بتركه (جمع الانضمام)

(شرح مجلة الاحکام، مادة ۴۹ ص ۲۶۸ م ۱۰)

**امانت پر اجرت لینے کا حکم** | سوال :- امانت کی حفاظت کرنے پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** اگر حفظ و دیعت کو موردِ برسرِ کار کے اجرت مقرر کر دی جائے تو جائز ہے اور ای صورت میں اگر موردِ ع سے نئے امانت کسی ایسے عمل سے ضائع ہو جائے جس سے بچنا ممکن تھا تو موردِ ع ضامن ہے ورنہ ضامن نہیں۔

وفي مجلة الاحکام: الوديعة امانة في يد المودع فاذا هلكت بلا تقصير منه وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ لا يقصم ولكن اذا كان الايداع بأجرة فلهلكت لوضاعت بسبب يمكن التعتير عنه لزوم المستودع ضمانها (شرح مجلة الاحکام، مادة ۴۹ ص ۲۶۸ م ۱۰)

**موردِ ع کی وفات پر ورثہ کو مطالبہ کا حق ہے** | سوال :- زید کی امانت بکر کے وفات ہو گئی، اس کے پساندگان میں سے بچے ہیں لیکن ناقابلِ اعتداد ہیں، تو بکر یہ امانت کس کے حوالے کرے؟

**الجواب :-** صورتِ مسئولہ میں زید کے ورثہ کے مطالبے پر امانت کی واپسی ضروری ہے۔

لعقال العدة ابن نجيم المحمدي رحمه الله: فانما ان المودع لا يودع فان اوج فملك عند الشافي ان العرفان الاول لاضمان على واحد منها وان قاربه ضمن الاول عند ابن حنيفة ولا يقصم الشافي. (المعراج، ص ۲۶۸ م ۱۰) وفي آخر كتاب الفقه من شرح الطحاوي المودع اذا شرط لغير المودع على حفظ الوديعة صم. (مجموع الفتاوى، ج ۲۸، الفصل السادس في المتفرقات) ومثله في الهندية ۳۷ ص ۲۸۹ الباب التاسع في المتفرقات.

لیکن اگر یہ یقین یا غالب ظن ہو کہ در ثامان مال کو ضائع کر دیں گے تو پچیس سال کی عمر تک نہ دیا جائے۔

وفي المندية: واذا مات رب الوديعة فالورث خصم في طلب الوديعة كذا في المبسوط۔ (الفتاوى الهندية ج ۳ ص ۲۵۲) باب لمبايع في رد الوديعة

امانت کے ضائع ہونے کے خدشہ کی | مسوال۔ اگر کسی امانت کے بارے میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور مالک صورت میں فروخت کرنے کا حکم | مالک رسائی بھی مشکل ہو تو ایسی صورت میں

امانت کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟ کیا اسے فروخت کر کے رقم مالک کو دی جاسکتی ہے؟

جواب۔۔ امانت میں قیادہ طور پر مالک کے حقوق کی رعایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ امانت میں خیانت ذمہ اور ناجائز ہے۔ امانت مالک کو اصل حالت میں واپس کرنا مورد کی ذمہ داری ہے، لیکن یہاں کہیں امانت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں مالک سے رابطہ کر کے اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور اگر کسی وجہ سے مالک سے رابطہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں مالک کو اطلاع دے کر تحفظ امانت کی صورت تلاش کئے جائے، اور اگر حکم و سنت سے بھی رابطہ کی صورت میں نہ ہو تو پھر اصل رائے سے مشورہ کے امانت کو فروخت کر کے اس کی قیمت مالک کے لیے محفوظ رکھی جائے۔ تاہم ان تمام صورتوں میں مالک سے ہمدردی کا جذبہ محرک رہے گا اور اگر حق المقدور کو کشش کے وجود امانت ضائع ہوئی تو محض غلط پر کوئی تلافی لازم نہیں۔

قال نعلیة خالد اتاسی رحمہ اللہ۔ اذا كان صاحب الوديعة غائبا فبينة متقطعة بحيث لا يعلم موته ولا حياته يحفظها المستودع الى ان يهر موت صاحبا، امانا كانت الوديعة متلفدا بالسكت يبيعها المستودع باذن الحاكم ويحفظ ثمنها امانة عنده كمن اذا اهر

لہ قال العلامة خالد اتاسی رحمہ اللہ۔ واذا مات المستودع سلم الوديعة لو ارثته

(معین الاحکام مادة ۳۰۲ ص ۳۳۹ الفکر القذافی والکام الودیعة ونہدہا)

وَمِنْهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَار ۳۵۵ ص ۳۳۳ کتاب الودیعة۔

بیچہا خندت بالکث لایض۔ (بحرہ احکام مذکورہ ص ۳۲۸) اصولاً فی فی حکم الودیعہ

عاریتہ دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حکم **سوال**۔ زید نے عمر کو اپنی زمین پر پھلوں کی فٹت کے لیے عاریتہ دی اور

عمر نو سال تک اس زمین سے پیداوار حاصل کرتا رہا۔ زمین اب زید ہیلاوار میں حصہ لگتا ہے اور زمین بھی واپس لینا چاہتا ہے۔ کیا عمر کے شریعت زید کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اپنی زمین واپس لے؟ اور کیا زید ہیلاوار میں جمع لینے کا حق در ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ یہ کہ زید نے عمر کو زمین عاریتہ دی ہے اسی لیے زید کو اپنی زمین واپس لینے کا حق تو حاصل ہے مگر اس کی ہیلاوار میں حصہ لینے کا حقدار نہیں ہے۔

قال اسلامۃ ابن مابوق: ہونوا عارضا فلیسوا بالغرض صغ (المعلم بالمدفوعہ وودیعہ ان یرجع حق غائب۔ رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۷) کتاب الودیعہ ص ۳۵۷

**سوال**۔ رشید خان زمین

میں یا مستعیر کی موت سے عارہ فسخ ہوتا ہے؟ کی خدمت کرتا ہے مریخان نے خدمت کے عوض میں رشید خان کو دس کمال زمین دی ہیں رشید خان زمین کی ہیلاوار سے قائم اٹھاتا رہا، اب جبکہ رشید خان بوڑھا ہو گیا ہے اور خدمت کرنے کے قابل نہیں رہا تو فریاد خان نے مذکورہ زمین رشید خان سے لے کر اس کے بیٹے جاوید خان کو دے دی، کچھ وقت گزرنے کے بعد رشید خان کی جائیداد کسی وجہ سے حکومت نے

لے لی وہ ہندیہ۔ اذکانت الودیعۃ شیئاً یخلف علیہ القداد وصاحب الودیعۃ غائب فان رجع الاموال الی اقامی حتی یبیحہ جازو ہون لا ولی وان لم یرجع حتی یفسد لا ضمان علیہ لان حفظ الودیعۃ علی ما امر بہ کذا فی المعیط۔

والفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۳۰۷: باب الرابع کتاب الودیعۃ: وذلک فی فتاویٰ سراجیۃ علی حامش قاضی خاں ج ۳ ص ۳۲۵ کتاب الودیعۃ۔

یہ کتاب العللۃ المعروفہ بتاقری واد استعوار ارضاً یسبغ فیہا اولیغرس جازو وللمعیر ان یرجع فیہا ویکفہ جمع البناد والفرس۔ (انہدایہ ج ۳ ص ۳۰۷) کتاب الوادیعہ

وبشکلہ فی خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۹۳ کتاب الوادیعہ۔

ضبط کر لی گئیں جاوید خان کی بیس کنال زمین بدستور اس کے تصرف میں ہے۔ اب جاوید خان  
۴ دوسرا بھائی سلیم خان دعویدار ہے کہ چونکہ یہ زمین ہمدرد والد صاحب کی ملکیت ہے  
اس لیے میں جی اس زمین میں حقدار ہوں۔ کیا از روئے شرع سلیم خان کا اس زمین  
میں کچھ حق بنتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** معاملہ کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرید خان نے  
رشید خان کو تو زمین دی تھی وہ عاریتاً دی تھی نہ کہ بطور ملکیت اس لیے کہ سب  
رشید خان بوڑھا ہو گیا تو زمین واپس لے کر اس کے روکے جاوید خان کو دے دی لہذا  
معلوم ہو گیا کہ یہ دینا عاریتاً تھا نہ کہ بطور ملکیت اس لیے مذکورہ زمین اگر فرید خان زندہ ہو  
تو اس کی ملکیت ہے نہ کہ رشید خان اور محمول کی اور اگر فرید خان فوت ہو چکا ہے تو  
یہ زمین اس کے وارثوں کی ہے اور عارہ بسبب اس کی وفات کے فسخ ہو چکا ہے۔

قال العلامة خالد اتا سی رحمہ اللہ تنفسخ لاعارة بموت المعیر واستدیر

(مجلة الاحکام، مادة ۳۳۵ الباب الثالث، فصل الاول، ۱۷)

**معیر اور مستعیر کا اجارہ اور عاریت میں اختلاف** | سوالیہ زمین سے کمرے مکان کے  
لیے کڑیاں حاصل کیں اور کڑیاں  
واپس کرے وقت کمرے دعوئی کیا کہ کڑیاں اجارہ پر دی گئی تھیں نہ عاریتاً جبکہ زیادہ  
کہنا ہے کہ کڑیاں عاریتاً حاصل کی گئی تھیں۔ اب اس اختلاف کو حل کرنے میں ہمارے  
دلائل کیا فرمائیں؟

**الجواب :-** اگر کڑیاں اجارے کے ذریعے سے یہ ثابت کر دے کہ کڑیاں اجارہ  
پر حاصل کی تھیں تو زیادہ جرت دینے کا پابند ہوگا اور نہ عاریتاً پر محمول ہوگا اور کڑیاں دینے  
سے بری ہوگا۔

۱۷ قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ، اذا عارت المستعیر، اذا عارت المستعیر، المعیر  
تجطل الاعارة كما تجطل الاعارة بموت احد المتعاقدين۔

(فتاویٰ خانیۃ علی ہامش التہذیبہ ج ۳ ص ۳۷۳ فصل فیما یضرب المستعیر)

ومثله فی سراجیۃ علی ہامش فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۳۷۳ کتاب العاریۃ۔

وقی، نہند یتہ، ولذا قال: امرتین دانتک وھنتک وقال: العاتک غصبتھا امنی  
فلا ضمان علیہ ان لیرکبہ رکبھا فان کان قد رکبھا فھو ضامن و قال: امرتین  
وقال: العاتک اجر تکھا وقد رکبھا وھلکت من رکوبہ فالقول قول الزاکب ولا ضمان  
علیہ کذا فی المحیط۔ الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ کتاب اعدائیۃ، الباب الثامن الاخر  
لواقع فی ہذا الباب والشہادۃ فیہ سلم

**امانت رکھنے والا واپس نہ آئے تو امانت کا حکم** | سوال :- اگر بونٹھن کسی کے

وہ امانت لینے کے لیے واپس نہ آئے تو میں اس رقم کے ساتھ کیا کرے؟  
الجواب :- میں کو اگر امانت رکھنے والے کا اتنا پتہ معلوم نہ ہو جو پھر بھی اسے  
پہنچے کہ کسی نہ کسی ذریعے سے امانت پہنچانے کی کوشش کرے ورنہ اس کی موت کی صورت میں  
اس کے ورثہ کے حوالے کر دے اور اگر کوشش کے باوجود اس کا یا اس کے ورثہ کا علم  
نہ ہو سکے تو خود اس مال کو امانت رکھنے والے کی طرف سے صدقہ کر دے یا صدقہ کا ثبوت  
کر جائے البتہ اگر امانت فقیر ہو تو خود بھی کھا سکتا ہے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد  
مال کا مالک واپس آجائے تو اس کو اختیار ہے کہ پھر تو میں سے اپنے مال کا مطالبہ کرے یا  
صدقہ رہنے دے۔

قلنا: اعمدة المحکمین وعدہ اللہ: ینتفع ارباع بہا سو فقیراً ولا تصدق  
بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وقرعہ وعرسلہ... فان جاء مالکھا بعد التصدقا  
خیر بیت اجازۃ فعلہ ولو بعد ہذا کہہ ولہ تو انہا او تضمینہ۔  
(الدر المختار علی صمد رو المختار ج ۳ ص ۸۰۷ کتاب المحیط)

لشعائہ علامۃ خیر الدین الرملی: وان قال: امرتین وقال: العاتک اجر تکھا وھلکت  
من رکوبہ فالقول قول الزاکب ولا ضمان علیہ کذا ذکرہ کثیر من علماءنا۔  
فتاویٰ خیریۃ علی ہامش تنقیح الحامدیۃ ج ۲ کتاب اعدائیۃ  
ومثلاً فی الہدایۃ ج ۳ ص ۲۲ کتاب الاجارات۔

مجموعہ کے تحت امانت فروخت کرنے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! آج سے دو سال قبل ایک انھماں ہمارے ہاں سے دو بڑی گندم امانت کی تھی اور خود کہیں بیلا گیا، اس کے بعد آج تک ہمارا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اور نہ میں اس کے گھر بلکہ کوئی علم ہے۔ چونکہ اس کی گندم بڑی زیادہ ہے اور وہ بڑی امانت میں خریدت تھی علی اللہ علیہ وسلم کہ اس سے اس کا کوئی مل جائے یا نہیں؟ گندم کو فروخت کر کے اس کی قیمت بطور امانت محفوظ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- بلا ضرورت شدید کسی کی امانت میں تصرف کرنے کا اسلام اجازت نہیں دیتا تاہم مجموعہ کے تحت بہت عمارت سے محفوظ میں بھی نگہداشت رکھی آتی ہے۔ چونکہ صورت یہ مسئلہ میری ضرورت شدید ہے اس لیے شرعاً آپ عدالت سے اجازت نہ کر اس گندم کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنے پاس بطور امانت محفوظ رکھیں۔ لیکن اگر عدالت کے سامنے ممکن نہ ہو اور گندم کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو پھر چند مسلمانوں کے سامنے اسے فروخت کر کے کم محفوظ رکھیں۔

لما فی الہندیۃ : وان كانت الودیعة شیئاً لا یمکن ان یؤاجر فالتقاضی یا مؤ  
بأحدینفق موت مالک یومئذ یومئذین او ثلاثہ رجاء ان یحضر المالک ولا یامد  
یا لانفاق زیادۃ علی ذلک علی بی یا مرد بالبیع وامساک الشئ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۰ کتاب الودیعة) لہ

۳۳

۱۔ وقال مولانا عبد الکرم : وفي العالمگیوۃ : وان كانت الودیعة شیئاً  
لا یمکن ان یؤاجر فالتقاضی یا مرداً بان ینفق موت مالک یومئذ یومئذین  
او ثلاثہ رجاء ان یحضر المالک ولا یامد بالبیع وامساک الشئ۔

۲۔ وفي دیارنا لا یمکن الرفع إلی التقاضی فمحاكمة المسلمین قائمة مقامہ۔  
اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں بکرے کو فروخت کر کے اس کی قیمت امانت  
میں رکھنی چاہیے، مگر خود تنہا فروخت نہ کرے بلکہ چند مسلمانوں کی رائے سے فروخت  
کرے۔ (امداد الاحکام ج ۲ ص ۲۰ کتاب الودیعة)





من أحياء أروضا  
مدينة فقهى له

## کتاب احیاء الموات

درخیز زمین کو آباد کرنے کے احکام و مسائل

اسی زمیں آباد کرنا جس کے ماحولان لازماً پتہ ہوں۔ اسے قبل کا بیسکا رہا ہے اس کے مکان اس وقت سے افغانستان چھوٹے تھے اس کے بعد آج تک اس زمین کے ساتھ ان کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اب اگر کوئی اس زمین کو آباد کرے تو کیا وہ اس کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اگر واقعی یہ زمین کسی کی ملکیت نہیں اور عرضہ دراز سے غیر آباد ہوئی ہے اور قریب کے دیہات کے مصالح و منافع اس سے متعلق نہیں تو حکومت کی اجازت سے ہو بھی آباد کرے گا مالک بن جائے گا۔

ماذوری الحدیث : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ارجى ارضاً عیدتہ فھی ہذا۔  
 (سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۸۹ باب حیاء الموات) لے

اگر اذن امام نہ ہو تو اجیاد موات میں ملکیت کے ثبوت کا حکم اس سوال کا جواب ہے۔  
 میں اذن امام شرط ہے۔ سوال یہ ہے کہ جہاں امام نہ ہو وہاں احیاء موات سے ملکیت کیسے ثابت ہوگی؟

الجواب :- احیاء موات کے لیے امام صاحب کے نزدیک حکومت کی اجازت ضروری ہے لیکن صاحبین کے نزدیک اذن امام شرط نہیں، اگرچہ اس مسئلہ میں رائے قول امام صاحب کا ہے لیکن جہاں امام نہ ہو تو صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے گا، یہ

لے اخرجہ۔ دہام بعد اذی : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیثی رضاء عیدتہ فھی

لہ دینس یعنی ظالم حق۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸ باب حیاء الموات)

وہذا فی البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب احیاء الموات۔

معاشرتی عادات کے زیادہ موافق ہو گا، امر ثلاثہ کے نزدیک بھی اذن امام شرط نہیں تھا کہ حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

اخبرہ الامام ترمذیؒ: قال الشیخ: صلی اللہ علیہ وسلم من احب الی امرئنا حیثہ فی لہ۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۵۹ باب: حیاء الملوک) لہ

**احیاء الموات میں رائج قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے** | سوال۔ ایک بھڑ میں

بنایا ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ افراد اس زمین کے مالک نہیں بن سکتے کیونکہ انہوں نے حکومت سے مضابطہ اجازت نہیں لی ہے، سوال یہ ہے کہ حکومت کی اجازت کے بغیر احیاء موات سے ملکیت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب۔ بھڑ زمین کو قابل کاشت بنانے کے لیے بادشاہ وقت کی اجازت ضروری ہے یا نہیں اس میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے امام صاحبؒ کے نزدیک بادشاہ کی اجازت ضروری ہے صاحبینؒ کے نزدیک ضروری نہیں لیکن امام صاحبؒ کا قول رائج ہے اور متون فقہ میں یہی قول مذکور ہے۔

قال العلامة اجماع بدیع: وقول الامام حوا المختار دلنا قد صحت فی الخاتمة والمفتی کعادہ عادہ اخذ الطحاوی وعلیہ المتن۔

(رد المختار ج ۵ ص ۳۷۷ کتاب احیاء الموات) لہ

لیکن جہاں کہیں امام نہ ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ فتویٰ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہ قال العلامة الزلیعیؒ: وقالا یمکنہ من ایہ ولا یشتط فیہ اذن الامام علیہ، بقلوہ والسلام من عمر ارضا یست لاحد فیہو حق بیہا۔

(زمینیں الحقائق ج ۶ ص ۶۷ کتاب حیاء الموات)

زمین کے فی الہندیہ ج ۳ ص ۳۷۷ کتاب احیاء الموات۔

لہ فی الہندیہ: ومن احیاء باذن الامام ملکہ وھذا عند ابی حنیفہؒ و قال یمکنہ من احیاء ولا یشتط فیہ اذن لہام..... والسلا فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام عند ابی حنیفہؒ وعند ابی یوسفؒ ومحمد بن یوسفؒ بنفس الاحیاء۔ زانقاری: الہندیہ ج ۷ ص ۲۸۹ کتاب احیاء الموات۔ ابداء الاول۔

جنگل کو آپس میں تقسیم کرنے سے لوگ اس کے مالک نہیں بن سکتے | سوال: آبادی  
درخت دو جنگل ہے، اگر لوگ اس کو آپس میں تقسیم کر لیں تو کیا وہ اس کے مالک بن سکتے  
ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ ایسا درست و اور جنگل جو کسی کی ملکیت نہ ہو تمام لوگوں کے لیے سہا ہوتا  
ہے اس کے ساتھ تمام لوگوں کے منافع متعلق ہوتے ہیں ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانے  
کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر کوئی اس کو قابل کاشت بنائے تو وہ اس زمین کا مالک  
نہیں بن سکتا۔

لما فی الہدیۃ: وکذا ما کان خارج البلد من مزارعہا محتطباً لاهلہا و مواع  
لہم لا یسکون مواعاً: (افتاویٰ الہدیۃ ج ۵ مثلاً کتاب اعیان الموات) ملہ  
ایسی زمین جس میں جنگل ہو موات میں داخل نہیں۔

بجز زمین پر محض نشانات لگانے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی | سوال: یعنی  
زمین کو اپنی ملکیت میں لانے کے لیے اس کے ارد گرد پتھروں کی دیوار بناتے ہیں  
تو کیا ایسی زمین پر صرف نشانات لگانے یا دیوار بنا دینے سے کوئی اس کا مالک بن سکتا  
ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بجز اور غیر آباد زمین کی ملکیت اس وقت ثابت ہوگی جب اس کو  
قابل کاشت بنا لیا جائے، اس میں کھیتی باڑی کی جائے یا کسی قسم کی تعمیر کی جائے، کسی قسم  
کے نشانات لگانے یا پتھروں کی دیوار بنا کر حد بندی کرنے سے کوئی اس زمین کا مالک  
نہیں بن سکتا۔

قال العلامة الخصکفی رحمہ اللہ: ومن حیوایا ضا ای منع غدرہا منہا لم یوضع  
لہ قال العلامة المصکفی رحمہ اللہ: ولا یجوز اخیار ما قرب من اعمار بل یترک لہم  
ومطرھا لخاصہم لتعلق حقہم بہ فہم یکن مواعاً وکذا لوکات محتطباً۔  
(الدر المختار علی ہاشم رحمہ اللہ ج ۵ مثلاً کتاب اعیان الموات)  
و مثلاً فی البدایہ المختار ج ۱ مثلاً کتاب الاثرانی

علامتہ من حجر او خیرۃ ثم امثلها ثلاث سنین دفعت الی غیر ذلک ہوا حق بہا  
 ولان لم یملکھا لانہ انما یملکھا بالاحیاء والتجہیر لا بمعزول التجمیع

والا المختار عن حاشی رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب احیاء السموات

غیر ملوکہ مشترکہ چراگاہ کی زمین آباد کرنے سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اسول: ایک۔  
 از من لو کاؤن

واذن کے مابین صدیوں سے مشترکہ چراگاہ کے طور پر چل آ رہا ہے اور یہ غیر آباد زمین  
 کسی کی ملکیت بھی نہیں ہے اس کا کچھ حصہ بعض لوگوں نے کافی عرصے سے آباد کر کے  
 اُسے قابل کاشت بنا دیا ہے اب اس مشترکہ زمین کی کل تقسیم ہو رہی ہے تو سوال  
 یہ ہے کہ کیا آباد شدہ زمین آباد کرنے والوں کی ملکیت ہوگی یا کل تقسیم میں اس کی تقسیم  
 بھی ہوگی؟

الجواب:- اگر اس زمین سے دونوں گروہوں کے لوگوں کی ضروریات مٹانے کے لیے  
 ٹھہر جائے تو یہ موات کے حکم میں نہیں آئے آباد کرنے کا کسی کو کوئی  
 حق نہیں اور وہی معنی آباد کرنے سے کسی کی ملکیت ثابت ہوگی، لہذا امور بتا سکر میں  
 آباد شدہ زمین بھی کل تقسیم میں داخل ہوگی۔

ملک الهندية، وكذا اماكن عارضة البسطة من مزارعتها عطفاً لاجلها ومراعاة  
 لاهملا يكون مواتاً حتى لا يملك الا اهلها استعمل  
 (افتاویٰ الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب احیاء السموات)۔

الحق قال العلامة المروغيتي، لان التجهير ليس باحياء ليملكه به لان الاحياء  
 انما هو الصانع التجهير للاسلام - رانہدایہ ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب احیاء السموات

ومثله في الهندية ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب احیاء السموات۔

لے قال العلامة الترمذی، ولا يجوز احياء ما قرب من العاصم بل يترك مواتی  
 لاهلها ومطابقاً لاهلها ثم لتعلق حقهم به ولو يكن مواتاً وكذا لو كان محتطباً

وتنوير للاخبار عن حاشی رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ کتاب احیاء السموات

ومثله في البساتين ج ۲ ص ۱۹۲ کتاب الاكرامی۔

تجزیہ میں کو آپس میں تقسیم کر کے آباد کرنا | سوال :- اگر کسی علاقہ کی زمین بخر چکی ہو اور وہاں کے سرکارہ افراد کو وہاں کے تمام افراد میں تقسیم کر دیں اس کے بعد کچھ صاحب استطاعت اسے آباد کریں اور کچھ لوگ آباد نہ کر سکیں تو کیا آباد کنندگان کے لیے ان زمینوں کے معاملات جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب :- ایسی تقسیم کے بعد جو آدمی بھی اپنے حصہ کی زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور اس کے معاملات اس کے لیے جائز ہوں گے کیونکہ یہ زمین حقیقت میں بخر آباد ہے صرف بدلے نام سب لوگ اس میں شریک ہیں کو اس علاقہ کی زمین ہے۔

واخرجه الامام ابو داؤد، قال الترمذی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلى ارضاً ميتة فحق له۔ (مسند ابی داؤد ج ۲ ص ۱۷۷ باب احياء الموات م ۱۷)

احیاء موات کا حق ہر ایک کو حاصل ہے | سوال :- موجودہ معاشروں میں بعض لوگ جو ہم بلوچ راکھان اچولا و فیرو کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو ٹھٹھا تصور کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ کسی غیر آباد زمین کو آباد کریں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا حق نہیں کیا ایسا کرنا اور کہنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- احادیث اور کتب فقہ میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ جو کوئی بھی کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا، کسم بھی فقیر نے اس مسئلہ میں اس قسم کی تخصیص بیان نہیں کی۔ احیاء موات کے حکم میں تقسیم ہے۔ من اعلى ارضاً ميتة فحق له۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷ باب احياء الموات) اس حدیث میں لفظ من عام ہے اس عموم میں بلا دلیل تخصیص کرنا صحیح نہیں۔ فقہاء کرام نے بھی لفظ من استثنائی کیا ہے۔ ومن اعلى ارضاً ميتة الامام مقلہ (تیسری الحقائق ج ۶ ص ۲۵۰) بلکہ ذی غیر مسلم بھی ایسا موات سے مالک بن سکتا ہے جبکہ عام، چولا اور لوہا راکھان وغیرہ تو مسلمان ہیں۔

قال علامہ سید برهان الدین مرغینانی رحمہ اللہ، وملكه الذي بالذبح له لحد آخرجه الامام ترمذی رحمہ اللہ، قال الترمذی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلى ارضاً ميتة فحق له۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷ باب احياء الموات)

وَمِنْهُ فِي انْهْدَايَةِ ج ۲ ص ۴۹۹ کتاب احياء الموات۔

کتابتہ المسلم - (الہندیہ ج ۲ صفحہ ۳۹۹) کتاب احیاء الموات (۱) سے

غیر آباد زمین کو آباد کرنے والا بلا شرکت غیرے اس کا مالک ہوتا ہے۔ اسوال۔ ہم نے  
کوسترہ سال قبل آباد کیا تھا، کیا شرعاً اس میں ہمارے ساتھ کوئی اور شریک ہو سکتا ہے؟  
الجواب۔ اگر یہ زمین کسی کی ملکیت نہیں تھی اور نہ اہل قریبہ کے منافع اس کے ساتھ  
والہندہ تھے تو آپ بلا شرکت غیرے اس زمین کے مالک ہیں بشرطیکہ حکومت کی اجازت سے  
آباد کی ہو، کیونکہ مردہ زمین کو آباد کرنے والا ہی اس کا مالک ہو سکتا ہے کسی کا بھی ایسی زمین  
کے ساتھ حق متعلق نہیں ہوتا۔

ماوراء النہد فی فتح، خلافت اہل حق، ص ۱۱۱، علیہ وسلم من احیاء اموات  
خو لہ۔ زمین کو مرنے والے مالک کو فی احیاء اموات (۱) سے  
ترجمہ: ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا جیسا کہ قرآن کا حکم ہے (۱)۔

مفاد عامر سے خارج رقبہ کو آباد کرنے والا مالک متصور ہوتا ہے اسوال۔ اگر  
میں پہاڑی اور غیر آباد بخر زمین کو روپاں کے سہنے والے لوگ آباد کر لیں تو کیا وہ  
آباد کرنے سے اس کے مالک بن جاتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ علاقہ کے بعض باشندے لوگ ان  
کی ملکیت کے ثابت ہونے کی مخالفت کرتے ہیں؟

الجواب۔ جو پہاڑ کسی کی ملکیت نہ ہوں اور ان کا تعلق علاقے کے مفاد عام  
سے بھی نہ ہو تو اس کو باقاعدہ حکومت کی اجازت سے آباد کرنے والا شریعت کا رکن

لہ ملای الہندیہ، عند ابن یوسف و محسن یشیت بنس، الاحیاء

رفقاہی الہندیہ ج ۲ صفحہ ۳۹۹ کتاب احیاء اموات (۱)

وہندیہ فی المعانی ج ۲ صفحہ ۳۹۹ کتاب احیاء اموات (۱)

لہ قال ابنی، علیہ وسلم من احیاء اموات (۱) و لیس ہرقی خالہ  
حق (۱) نو داؤد ج ۲ صفحہ ۳۹۹ کتاب احیاء اموات (۱)

وہندیہ فی فتح نو دہد ساشیہ ابن داؤد ج ۲ صفحہ ۳۹۹ کتاب احیاء اموات (۱)



اس کا مالک متصور ہوگا۔

لما قال العلامة ملائذ من المصنف: ذالحي مسلم وذی رضا غیر مستیع  
بہا ویست لملوکہ مسلم ولا ذی دھی بعیدہ من القریۃ ملکہ واعتبر  
محمّد عدم ارتفاق اہل الاثر بہ وجہ یفق۔

والمراد اعتبار علی ما مضی رد المحتار ص ۳۷۷ کتاب ایاء موات

غیر مسلم کیلئے ایاء موات کا حکم | سوال :- ہمارے علاقے میں ہندو اور کچھ بھی  
رہتے ہیں انہوں نے حکومت کی اجازت سے  
گھاؤں کی بنجر زمین کو آباد کیا اور اب اس میں مختلف فصلیں کاشت کرتے ہیں تو کیا یہ  
زمین ان کی ملکیت متصور ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- موات کی ایاء کرنے والے کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں، اگر  
کوئی غیر مسلم بھی حکومت وقت کی اجازت سے علاقے کی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس  
کی ملکیت متصور ہوگی۔ اس لیے صورت مشورہ میں بنجر زمین کو حکومت کی اجازت سے  
آباد کرنے والے ہندو اور کچھ اس کے مالک متصور ہوں گے۔

قال العلامة المصنف: ذالحي مسلم وذی رضا غیر مستیع بہ ویست بملوکہ  
لمسلم ولا ذی۔۔۔۔۔ ملکھا ان اذن له الامام فی ذلک وقالایسکھا بلا اذ نہ  
وهذا یومسّر فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقاً۔

والمراد احتیاط علی ما مضی رد المحتار ج ۵ ص ۳۷۷ کتاب ایاء موات

یعنی ذی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ایاء اس فیما عرفت فھی لہ۔

رسن الترمذی ج ۱ ص ۲۵۶ پایہ مذکور فی حیۃ دارین لموات

ویشئل فی البیان تصانع ج ۱ ص ۱۹ کتاب الارضی۔

لے قال العلامة ارغبنا فی: ویملک الذی یأسیا ملک الملک المسلم ان لا ینسب  
الملک الا ان عنہ فی حقیقۃ ذلک الامام من شریعہ فیسویات فیہ  
کافی سائر اسباب الملک حتی لا یشیر علی امتنا۔

والسند ایہ ج ۳ ص ۳۷۷ کتاب ایاء موات

**موات کی تعریف** سوال :- جناب مفتی صاحب! موات کسے کہتے ہیں اور کون کون سی زمینیں اس میں داخل ہیں ؟

الجواب :- ہر وہ زمین جو کافروں یا مشرکوں سے باہر ہو اور اس پر کسی کی ملکیت نہ ہو اور نہ اس کے ساتھ کسی کا کوئی حق وابستہ ہو پورے وہ مشہور یا کافروں کے متعلقہ امور سے وابستہ ہو اس کو موات کہا جاتا ہے۔ لہذا جن زمینوں میں یہ شرائط پائی جائیں وہ موات میں داخل ہیں۔

قل العلمۃ کہ مواتی غرض من الموات ہی ارض خارجہ الموات نہ ملکوت ملک واحد ولا حقانہ خاصاً فلا یكون داخل البلد موات اصلاً۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب حیات الموات)۔

**صرف قبضہ سبب ملک نہیں** سوال :- اگر کوئی شخص کافروں کی بجز زمین صرف قبضہ سبب ملک نہیں کیا (شامل نہ) پر قبضہ کر کے سرکاری کافرات میں اپنے تمام اشیاء کو لے لیکن اسے آباد نہ کرے بلکہ کسی سالوں سے اسی طرح بجزیرے دے تو کیا عاکم وقت یا اس کا نائب یعنی تحصیلدار وغیرہ وہی زمین کسی دوسرے شخص کو دے سکتے ہیں یا نہیں تاکہ وہ اس کو آباد کرے ؟

الجواب :- موات کی ملکیت کے لیے ضروری ہے کہ عاکم وقت یا اس کے نائب (تحصیلدار وغیرہ) کی اجازت سے بجز زمین پر قبضہ کر کے اسے آباد کرے یعنی قابل کاشت بنائے صرف اس پر قبضہ کرنا سبب ملک نہیں اس لیے اگر عاکم وقت یا اس کا نائب وہ زمین کسی دوسرے شخص کو دینا چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے یا نہیں

لعمدۃ الہندیۃ، فالارض الموات ہوارض خارجہ بیلد لہر ملک ملک واحد ولا حقانہ خاصاً فلا یكون داخل البلد موات اصلاً وکذا ما کان خارج الخراج الخلدۃ من موانعہا معشبا ذہلیہا ومرتلی سم لا یكون مواتاً حتی (ملک) اذما۔ قلہا وکذا یث ارض الخلع وبقارونہ وھا صلا لیتوفی عشبہا الصلیمون ارض موات حتی لا یجوز لہما ان یتطہر بعضا لحد۔

(فتاویٰ نہتہ دقہ ج ۵ ص ۲۸۵ کتاب حیات الموات)

حاکم کو تین سال تک انتظار کرنا ہوگا۔

لما قال العلامة الحسکفی: ومن حجر الارض ای منح غیره منها بوضع علامة من حجر او غيره ثم احملها ثلاث سنين، دفعت الى غيره وتبليها هو الحق بهادان لم يملكها لانه انما يملكها بالاحياء والتعجير لا بمجرد التعجير والدم المختار على هامش رد المحتار ج ۵ ص ۵۸۰ کتاب احیاء الموات

لیز موجپ ملک نہیں | سوال: جناب مفتی صاحب! بعض دفعہ حکومت کسی بخر قطع زمین کو تین سال یا اس سے کم و بیش مدت کے لیے کسی شخص کو لیز یا پٹہ پر دے دیتی ہے اور اس شخص سے سالانہ یا جملہ مدت لیز کی رقم صورت لیا جاتا ہو کر لے ہے اور معاوضہ یہ ہوتا ہے کہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد یہ زمین حکومت کو واپس کر دی جائے گی۔ تو کیا لیز پر رہنے والی آدمی اس زمین کا مالک بن سکتا ہے؟  
الجواب: اجارہ و لیز موجپ ملک نہیں یہ آدمی صرف اتنی مدت تک ہی اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے جتنی مدت تک زمین لیز وغیرہ پر حاصل کی گئی ہو مدت ابلوغت ہونے کے بعد زمین حکومت کو واپس کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ لیز یا اجارہ پر زمین لینے والا شخص اسے فروخت نہیں کر سکتا۔

قال العلامة الحسکفی: وارضای بشرط ان یثقیها فی یعد ثلثا بیکم انھا ارضاء العظام اولی سؤنھا بقاد فوھذا الافعال لرب الارض فلو لم یتق لم یفسد۔  
قال العلامة جایدین: تحت قول (یشیط ان یثقیها) فان كان اثره یثقی بعد التجرار العین یفسد لأن ینفع لرب الارض والافعال (رد المحتار ج ۵ ص ۵۸۰ کتاب الاجارۃ۔ باب الاجارۃ الفاسدۃ)

سہ قال العلامة المرنیت فی: ومن حجر رضاء و غیرہا ثلاث سنين اخذها الاسم ودفعها الى غيره لانا الدفع الى الاول كان يحجرها فتحمل المنفعة لمسلمين من حيث التجرار لغوا فاذ لم يعص يدفعه اليه فبغيره تعصلا المستصود لانت التعجير ليس باحياء لملكه به۔

الهداية ج ۴ ص ۴۴۰ کتاب احیاء الموات

سہرکاری شملات زمین پر کسی کے قبضہ سے اجباد کا حکم [سوال :- ہمارے گاؤں کے قریب پرانی زمین ہے

جو کہ ارضی موات یعنی شملات دیکھ ہے، اب ایک آدمی جو کہ دوسرے علاقہ سے آیا ہے اس شملات زمین کا کچھ حصہ اپنے نام پر انتقال کر لیا ہے کیا اس شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شملات زمین کا اپنے نام پر انتقال کر لے، واضح ہو کہ یہ زمین گاؤں سے تقریباً کلومیٹر دو ہے، اس بارے میں شرعی حکم صادر فرما کر مثنوی فرمائیں؟

الجواب :- ایسی سہرکاری شملات جس سے اہل دیہ کے مرافق متعلق ہوں اس کا اجباد درست نہیں ہے اور اسی وجہ سے ایسی زمین کسی کی بھی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ اسے تمام اہل دیہ کے منافع اور مرافق کے لیے آباد چھوڑ دیا جائے گا اور اگر اہل دیہ کا اس سے مشترک مفاد وابستہ نہ ہو تو اس کا اجباد درست ہے مگر اس کے لیے اذلولاء یعنی حاکم وقت کی اجازت، شرط اور ضروری ہے۔

قال العلامة انصاری رحمہ اللہ: انا احیاء مسلم اودعی، وضا فیدر مستفیع بہا ویست بمسئوکیہ لسلام ولا دمی، فلو مملوکہ لمتکی مواتا فتلو نہ یعرف مالکھا فھن نقضہ یتصرف فیھا الامام۔ وہی بعیدۃ عن القریۃ ادا حاج من یاقضی العاصر لا یسمع بہا صوتہ منکھا عند ابی یوسف؟ اب اذن لہ الامام فی ذلک وهو المختار ان اذن لہ الامام فی ذلک یمکنہا بلا اذنہ الخ۔ والدم المختار علی ہامش رۃ المختار ج ۵ ص ۲۰۴ کتاب احیاء الموات ۱۔

لہ وف الہندیۃ، قال القدوری ضاحکان عادیاً الی قدام خدامہ لا مانک لنا اوصکان مملوکان فی الاسلام لا یعرف لنا مالک بعینہ وهو بعید عن القریۃ۔۔۔۔۔ وبعد اسطر قال وملك فی الموات یثبت باحیاء باذن الامام الخ

{ الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۳۸۵  
کتاب احیاء الموات }

ہندوؤں کی متروکہ جائیداد پر قبضہ کا حکم | سوال کیا جاتا ہے میں ملحد ہوں یا غیر ملحد

کیا میں نے کبھی ہندو مارے گئے، کئی روپوش ہو کر جھاگ گئے، بعد کے مسلمانوں نے ان کے مال و متاع پر قبضہ کر کے اپنے استعمال میں لے لئے اور ان کے مکہ ٹولے اندرون اور گرجوں وغیرہ کی چادریں اکھڑ کر اپنے ٹک میں لائے اور یہاں مساجد کا تعمیر میں ان کو استعمال کیا۔ اب ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ہندوؤں کے متروکہ مکانات اور عمارتوں وغیرہ کی چادریں مساجد کی تعمیر میں استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے حرام ہے اور ایسی مساجد میں نماز یا جماعت ادا کرنا ناجائز ہے اور ان چادریں کو ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے خرید بھی نہیں۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسی چادریں اور اس طرح کا دیگر ملحد سامان مساجد کی تعمیر میں استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور ایسی مساجد عند الشریعت مسجد کا حکم کہیں میں یا نہیں؟ یہ مسلمانوں کے لیے ایسی چادریں اور دوسرے سامان کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ غرض تحقیق کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جاتے؟

الجواب :- سب سے پہلے تو یہ بات تحقیق طلب اور قائل غور ہے کہ شریعت میں مسلمانوں نے کبھی ہندوؤں پر جو حملے کیے ہیں اس کو شرعاً جہاد کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک تو کتب فقہ سے جہاد کے متعلق جو کچھ ثابت اور مطہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر جہاد مقرر ہونے کا مقصد یہ ہے کہ : **علاء لله والحد کا ہو طے اور اسلام معزز ہو اور کفر کے تمام قواعد اور رسوم و رواج نیست و نابود ہوں۔** جہاد علیہ فقہاء کلام نے جو جہاد کے لفظ چند تفسیریں لکھی ہیں : **اقول یہ کہ مسلمان اتنی تعداد میں ہوں کہ جس سے نہایت شوکت پیدا ہو۔** **اقول یہ کہ کافر بھی مہیا ہو۔** **سوم یہ کہ ان کے لیے امن و محبت کی جگہ بھی ہو کہ کفار کے لئے جسے نجات حاصل ہو اور غنائم یا جنت کا حصہ دے۔** اور اگر مسلمان ان کو یقین ہو کہ علیہ کفار کو ہو گا تو اس صورت میں جہاد فرض نہیں ہے **سچا جہاد روزیہ** **مہم ہے**، **الجہاد** **خوف** **عین** **بشرط** **لفدا** **وقا** **على** **القتال** **والقتال** **مع** **الوعد** **والوعد** **خلة** **.....** انتہی : اور مولوی صاحب نے فرمایا ہے : **والثالث ان یروجوا الشوكة** **والغلبة** **لا** **معد** **الاسود** **بر** **دک** **کان** **لا** **یجوز** **السوكة** **للمسلمین** **فی** **القتال** **فانما** **لا** **یحل** **نه** **القتال** **لما** **یحی** **منا** **القاء** **نفسه** **فی** **الاحتلاکة** **.....**

اسی طرح درختدار، شامی اور نفع القدر میں بھی مذکور ہے۔

اب اس تفصیلی کی روشنی میں ۱۹۴۲ء میں ہندوؤں پر مسلمانوں کے حقوق کو اگر چہاد کہا جاوے اور اس دور میں جو کچھ اطلاق کثافات یعنی ہندوؤں کے اموال میں سے مسلمانوں کے ہاتھ لگے، وہ مالی غنیمت ہے اور اس کا ذاتی استعمال نہ لانا، خرید و فروخت کرنا اور ساجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے اور وہ مساجد پر خالی خمری مسجد، مسجد کی اور ان میں نمازی پڑھنا درست ہے۔ (نقطہ و فہم)

گاؤں یا شہر کے قریب بنجر زمین آباد کرنا | سوال: جناب مفتی صاحب! اہل حق

گاؤں کے قریب ایک قطعا زمین بنجر پڑا ہے جس میں گاؤں کے لوگ اپنے جانور وغیرہ چراتے ہیں اور اپنے مریضوں کے لیے چارہ وغیرہ لاتے ہیں، اب ایک شخص تحصیلدار کی اجازت سے اس کو آباد کرنا چاہتا ہے جبکہ ایسا کسے میں گاؤں کے لوگوں کی اکثریت کا نقصان ہے تو کیا شرعیاً یہ قطع زمین آباد کرنا جائز ہے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا کر مشکور فرمائیے۔

الجواب: کسی بنجر زمین کو آباد کرنا اور اس کو آباد بنانا ایک اچھا عمل ہے مگر اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ گاؤں یا شہر والوں کا نقصان نہ ہو اسی طرح وہ زمین گاؤں یا شہر کے قریب نہ ہو کہ لوگ اس سے اجتماعی طور پر ناامنی محسوس صورت مسئلہ کے مطابق یہ بنجر زمین چونکہ گاؤں کے قریب ہے اور گاؤں والے اس کو بطور چراگاہ استعمال کرتے ہیں اس لیے اس زمین کو تحصیلدار کی اجازت کے باوجود آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں گاؤں والوں کا اجتماعی نقصان ہے۔

لما قال العلامة بوهان الدين امر غيتا في، لا يجوز احياء ما اقرب من العامر ويترك مرعى، لاهل القرية ومطرحاً لخصائهم، بتحقيق حاجتهم اليها حقيقة او دليلها على ما بيناه فلا يكون مواتاً لتعلق حقهم بها بخزلة الطريق والله هو - الخ (المحداية ج ۳ ص ۴۹ کتاب احياء الموات)

## تحمید ملکیت زمین

### انفرادی اور شخصی ملکیت

موجودہ دور میں حکومت اور اقتصادیات ہر ملک کے اصولی و اصولی رجحان اور نظام کے تحت چلتی ہیں۔ جب تک ہم اسلام کے عوامی ترین اور اہلکے اصولات پر عمل پیرا رہیں گے تو وہی قوم و ملک ترقی کے منازل طے کرتے رہے گا۔ ہم کے انہی زمین اور اس کے دور میں ہم کا تقہ ہے کہ ملکیت خدا و پاکستان میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ہمارے دیہاتوں میں تقسیم کے دور سے اقتصادیات زراعت میں پیدا ہو چکی ہے اور ہر ملک میں وقت و محنت کی کیفیت سے دوچار ہے۔ ملک کے اکثر باشندے جانشین اور محرومیت کے اپنے طور پر اس کا چلن نکالنا کہ عوامی یا مستحق طور پر ملکیت زمین کے تحمید کر رہے ہیں۔ اور اس کو قانون ملکیت دینے کے لیے کوششیں ہیں۔ کہ جسے ہر ملک کرام نے کرنا ہے۔ یہ صورت پر ترقی و ترقی سے رہنمائی دالت ہے۔ اور دارالعلوم حجاز کے مفت حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ نے جو "تحمید ملکیت زمین" کے دلائل کا ایک جائزہ لے کر عنوان سے ایک جامع عنوان لکھا ہے جس میں اس بات کو وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام میں اس کے کوئی بھی اثر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جامعہ دارالعلوم حجاز کے مولانا مفتی حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ نے "انفرادی اور شخصی ملکیت کے حوالے سے اسلام میں عقائد کے درمیان میں اس مسئلہ کے وضاحت فرماتے ہوئے ماہنامہ الحق نے انے ہر دور کے عقائد و نظریات کو نشانہ کیا، جنہیں اب اٹھارہ ماہ کے لیے قانون کے ساتھ معاہدہ کے لیے ہے۔ خدا کے عقائد میں غلطی کیا جا رہا ہے۔

# تحدید ملکیت زمین

## دلائل کا ایک جائزہ

اسلام میں زمین کی ملکیت کا حقیقی معنی

حک کے تحت زمین اور افراد کے درمیان سرکاری معاہدہ امتداد تصادی بد ملک کی بنیاد پر دیا  
یہ حق کو کھینچنے کے لئے ضروری ہے۔ حوالہ دہ اسلام سے پیدا ہونے والا اصل کے حقوق دانا ہونے اور  
استعمال زمین میں مال و سرمے کی تعمیر کی گئی، تعمیر میں وہ مشہور ہوا ہے جو اس سے پہلے ملک  
وہ ہوا ہے۔ اس کا بیان زمین کی ملکیت کی حد تک اکثر سے ہی جو زمین یہ تعمیر کی گئی ہیں  
کہ زمین کی ملکیت کی ایک خاص حد تک کی جائے۔ یہاں تک کہ بعض زمین ہمارے سے ہیں  
اس مسئلہ میں ہے حقیقی برقی اور، یعنی طور پر یہ مسئلہ تھا۔ یہ ملکیت زمین کو اپنے  
نشر دیا ہے۔ مگر وہی مالانہ معاشی ہے اعلیٰ اور دہلی کے ساتھ کا علاج تھا۔ یہ ملک سے  
نہیں پر سکنا، مل دروہائی جو یہ کہنے سے یہ حقیقت وہ زمین کی طرح میان پر سکنا ہے۔  
کہ اس علاج سے زمین تر و تازگی پر زمین ملنا۔ مگر زمین میں جو زمین ایک کہہ خوبیت و زمین کا کتاب  
پر ہونے گا۔ اور مسئلہ ہی اپنی جگہ ملاحظہ رہے گا۔

گورنمنٹ زمین کو بچا کر اس پر ایک زمین جو کہ غلط سے سے نہ ہو جائے وہ حکومت اس زمانہ  
زمین کو ملک کے نام ہے زمین افراد پر مبنی عزت تعمیر کرنے کے ملک کی آبادی کے مناسب  
سے یہ عہدہ زمین پر سب افراد کو اپنی زمین کو اپنی زمین کو اپنی زمین کو اپنی زمین کو اپنی زمین کو  
نیز دینی ملک کو رقم دیا ہے جس کا یہ ضرورت کے کوئی اسلام بنانا میراث کی شہادت اور مسئلہ ہی  
جائیں گے جس کے بعد انعام و ثواب ملے گا۔ ایسے نامی اور مسئلہ ہی کو زمین کی حیثیت  
ہے وہ زمین تر و تازگی وراثت کے میں مسئلہ ہی پر کر دیا ہے۔ یہ عہدہ سوشلزم





جہ زمین (گوں کو زمین بھی فراہم کیسے گا۔

ب۔ بابہ عبیدہ بن ابیراح کا جہاد کے بعد چھین سرساقین کرنا اپنا تمام تر شہ اکٹھا کرنے کا حکم دینا (بخاری ص ۶۶) اور اس سے اپنا عقی ثابت کرنا اس سے بھی قدیم ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس واقعہ میں نہ تو یہ زلزلہ عبیدہ کی ملکیت ثابت کرتا ہے اور نہ اس کی طرح غیر مسلم کو شہر بکھران کی نسبت شخص ہی پر مال دینی حق اور نہ اس کی شکل میں بلکہ دوسرے کے راستن سے نالہ اٹھانے کا کیا جاتا غرضہ غیرہ میں سرچ کا کھنڈار کے کھنڈاں تقسیم کرنے کی ممکن ہی حقیقت ہے۔

ج۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابیہ کو روٹی دینی عقیق کی زمیں داپس سے لینے کو بھی قدیم ملکیت کیلئے پیش لایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ زمین غیر آباد و عورت کی حق حضرت عمر نے حضرت امی مصراس سے واپس لیا تھا اور وہی سنہ آباد نہیں کیا اور یہ آباد اور زمین کا شت لایا گیا تھا۔ اس کے داپس مانیں لیا (روایت میں بن آدم میں سیدنا ابن ابی بکر کنڈانی (متعلق علی ابی بکر) اور ابی سید کی جائز ہے کہ جب یہ شخص تیس سال سکے فلان اندر ان میں راست کر آباد کر کے تو حکومت وقت کی کو واپس لے سکتی ہے کیونکہ ایسی روایت میں آباد کرانے سے قبل عورت قبضہ سے ملکیت ثابت ہی نہیں ہوتی، چاہے میں جہے۔

یعنی غیر دولت گزار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غیر آباد و مانیں لیا۔

(ج ص ۶۶)

یہ نہیں ہوتی نہ ہر طرف ہے۔

د۔ میں میں شک نہیں کہ انہیں بطریق اسلام نے کہا کہ ان کی خوشی اور عیب خاطر سے قبیلہ ہوازن کے وفد کو ان کے قیدی رہا دینے کے لئے (بخاری ص ۶۶) مگر اس سے بھی تہذیب ملک کا ہرگز غنوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اولاً قریہ احتمال موجود ہے کہ یہ واپسی تقسیم سے قبل ہوئی ہی ہو یا کہ ان کی قریہ راستے سے ہے کہ

وفاہر سیاہ حذیفہ عمر دس  
حذیفہ الذکور اور وہ مجھ پر  
اصحاح میں ابن عمر حیدر  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حذیفہ سے مذکور ہے ہر طرف ہے کہ  
سیرت عمر میں ان کے قیدی  
تغیر سے جہت جہت رہا کر رہا  
تھے۔

وہم تو انہی ہر طرف سے  
تولیہ العترة (ج ۱ ص ۶۶)

اس احتمال کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ ملکیت شخص خصوصی ثابت ہی نہیں ہوتی تھی، بلکہ  
تعدید ملکیت میں تو شخص ملکیت کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم ہی کر لیا جائے  
کہ یہ واپس تقسیم کے بعد ہوئی، جسے کہ بخاری کی روایت و متہ کنت استانیثت بکم کے مفہوم  
ہوتا ہے تو اس سے بھی محالانہ اندہ جبری تعدید ملکیت چھین لینے یا اسے مٹانے کے لئے کوئی اور  
نہیں نکالا جاسکتا، اس لئے کہ یہاں واپس طیب خاطر یعنی پوری رضا و رغبت سے ہوئی تھی اور  
اس طیب خاطر کی پوری رعایت اور تحفظ کر کے لیا گیا تھا، اور ایسی واپسی اب بھی بالامحارح  
ممانعت ہے۔

پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اکثر مجاہدین نے قیدیوں کو غنیمت واپس کیا اور ابن اوفو  
مقلد اقرع بن حابس اور عیینہ ان ان کی قوم نے غنیمت واپس کرنے سے انکار کیا (اللبایۃ  
والہنایۃ ص ۲۹) اور انہیں حادہ و بیضہ کا دھوکا دیا گیا تو وہ عین ہی قیمت اور ٹمن نہیں  
تھا، کیونکہ اس دھوکہ میں نہ ٹمن کی مقلد معلوم تھی اور نہ اہل متعین تھا اور شریعت میں ایسی  
خرید و فروخت جائز ہی نہیں جس میں نہ قیمت معلوم ہو نہ ادائیگی کی سیدھا، یہاں تک کہ اسی  
معاملہ میں تو ٹمن کی ادائیگی اور اس کا تحقق بھی غیر یقینی تھا، پس یہ بخاری کے یہ الفاظ راجع  
کر رہے ہیں کہ ومن اب مسکون ان یکون علی حذیک حق لعلیہ ایام من اذل سالین  
اللہ علیہ اذنیعہ۔ (جو تم ہی سے چاہے کہ اگر میں اللہ نے مال غنیمت ہی سے کچھ دیدیا  
تو انہیں ان کا عادیہ ادا کر دیا جائے گا) ان الفاظ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے، پس اس  
حدیث سے بھی تعدید ملک یا تبدیل ملک کا استدلال غیر صحیح ہے۔

۵۔ بخاری میں تعدید ملکیت کے لئے فقہاء کرام کے قاعدہ تخلی الغیر الخاصی و ادنی الغیر  
معام کا پیش کی گئی ہے، جس میں عام غزیر کے ازالہ کی خاطر غزیر خاص برداشت کیا جاتا ہے، لیکن  
اس قاعدہ سے بھی تعدید ملکیت کے تراز کا استنباط درست نہیں، کیونکہ اس تک میں ہر  
سے زمین شخص کو تو تکلیف اور تنہیت نافع نہیں ہوتی، لاکھوں دوگ بوزمین کے مالک  
نہیں ہیں، مگر نہ شگہ میں نہ جوت کے بلکہ دیگر سب زمین ذرائع کی وجہ سے آسودہ مال ہیں، تاہذا غزیر عام  
اگر موجود ہے تو دونوں طرف کو اودہ دونوں صورتوں میں ہے۔ البتہ ظاہر یہ تعدید غزیر نہ ہوگا، نہ  
بوسلشت اقام اور غزیرات سے تاثر رہی اور غزیرات اس لئے کہ دونوں میں مال و دام کی  
تیز ادانت کا وہاں نہیں، مذہب ان کے نزدیک مذہبی تنہیت کا حامل ہے، یہی

**بقیہ :** تحدید ملکیت زمین کے مسائل سے نہیب کو خاطر خواہ تعلق نہیں تھا، یہ کہ اس شریفیہ کے زمانہ میں جبکہ حکام دارالامور محمد بن عبد اللہ عثمان اور بداینت برتے ہیں۔ مفاد پرستی، رذلت ستانی، سفارشی اور افزاء پروری ان کا مشیر ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کو اور امنی کی تحدید اور تعریف کی باگت دور پر کر دینا درحقیقت قوم اور ملک کی تباہی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بیت المال اور اوقاف کے حکام پر خیانت کے اثبات ظاہر ہونے لگیں تو انہیں مسلمانوں کے اموال مصادقہ لینے کا فرائض نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح کرنا حکام کو ملامت خوری اور خیانت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (درمندان مع رد عنائد ج ۲ ص ۵۵۷)

اعراض تحدید ملکیت کے جواز میں جیدہ دینی و ملیں لحاظ سے۔ بشمار فقہوں اور اقتصاد دانان لحاظ سے۔ بشمار حق تلفیوں اور بددیانتوں کا خطرہ ہے تو کیاں ہے احتیاطی سے کام لینے فقہوں کا دروازہ کھولا جائے۔ لہذا تحدید ملکیت کے جواز یا حکومت کو اس کام میں دیکھنے کا فتویٰ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اور میرا اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے۔

محمد فرید نعیم دارالافتاء دارالعلوم ممبائی



## انفرادی اور شخصی ملکیت

جذبہ نفع وغیر خواہی کی بناء پر جماعت اسلامی سے ایک گلاؤش کرنی ہے جو کسی قومی و ملی سرپرست ملی کامیاب اسے جیتی ہے۔ حالانکہ ان کے قائم و دو دوئی صاحب کے الفاظ میں "کسی عقیدہ کی برتری کے لئے صرف قصہ کا اعلیٰ ہونا کافی نہیں بلکہ اس ملک پینچنے کے ذریعہ اور غلطیوں سے بے لگ اور پاکیزہ ہونے چاہئیں۔" مگر عقائد ہم دیکھتے ہیں کہ مقصد پر کسی کی خاطر جماعت نہ صرف یہ کہ طریق کار کی صحت کا خیال نہیں رہتی بلکہ دین کے ایک ایک اصول کو سیاست کے غرض پر چڑھا دیتی ہے۔ اس وقت جماعت اسلامی کا اتنی ہی منشور سامنے آچکا ہے۔ اس میں زراعت کے عنوان میں زمین کی ملکیت مغربی پاکستان میں سو اور دو سو ایکڑ کے درمیان اور مشرقی پاکستان میں ... چھ تک محدود کر دی گئی ہے اور زمین میں کہا گیا ہے کہ "غیر معمولی حالات میں اس فیصلہ کوئی تبدیلی اختیار کی جاسکتی ہیں جو اسلام کے اصولوں سے مستحکم نہ ہوں۔" قطع نظر اس بات کے کہ شریعت کا مذکورہ قاعدہ کی علامت اور نہ ہی معمولی تدابیر برنطیس ہو سب سے۔ ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ شریعت اسلام میں نے نہ تو زمین کے بارے میں کسی قسم کی تحدید کی ہے اور نہ وہ "دعا و دعا" میں انفرادی اور شخصی ملکیت کی کسی قسم کی حد بندی گوارا کی ہے۔ چنانچہ اور علان ذرائع سے جتنی بھی ملکیت حاصل کی جائے شریعت نہ ممانعت اسے جائز بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیتی ہے۔ قرآن و حدیث ایسے نصوص و شواہد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ہم تو حالات کی نزاکت اور وقت کی ضرورت میں بہرہ کران کی تائید کر سکتے ہیں اور نہ سوشلزم کا ہوا کو اگر کے اس لئے کہ اس سے اسلام کے کسی مسئلہ میں تحدید اور تحدید کو سکتے ہیں۔ اسلام غیر فرد ملکیت سے نہیں ملتا، بلکہ وہ مالک کو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کا پابند بنا کر ایک تمام منسوب بندگی کے تحت

ملکیت کی تحدید کرتا جاتا ہے اور مذکورہ وراثت اور صدقات اور ہبات اور سب سے بڑھ کر اسلام کا قانون میراث تحدید ملکیت نہیں تو اور کیا ہے مگر نہ محدود کو محدود بنانے کا یہ مقصود قدرت کا بنایا ہوا ہے۔ ہم اس میں اضافہ کر سکتے ہیں نہ کمی، ہم قبر میں اور معاصروں کی حق تلفی کرنے والوں کا با حق توڑ سکتے ہیں، مگر انہیں کسی حلال کو ہٹانے کے ایک پیسے سے نہیں بزدل کر سکتے۔

حکومت عملی کی پالیسی اس میں حالات کا مقابلہ اور غریبوں کی اصلاح کرنی ہے مگر یہ اصلاح ایسی نہیں کہ دین کے کسی اصول پر قبضہ چلا کر سماؤ کا ایک اندر دواؤ کو کھول بیٹھیں۔ دین کا مسئلہ ہر حال اپنی جگہ رہے گا۔ جماعت اسلامی اسے ہماری ناقصیت اندیشی سمجھے یا کچھ اور ہم تواس حکومت عملی کو ہر حال دین کے لئے زیر تعلق نہیں سمجھیں گے۔ اگر جماعت اسلامی غیر معمولی حالات کی وجہ سے ۲۰۰ مایک زمین کی تحدید کو غیر معمولی تدبیر اور دین کے اصول سے غیر متصادم سمجھتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ کل سوشلسٹ اور کمپونٹ اسی دلیل سے ملکیت نہیں کا حق قطعی طور پر چھین کر اسے غیر معمولی تدبیر اور دین کے اصول سے "غیر متصادم" قرار دے بیٹھیں، اگر جماعت کی طرف سے دین کے اصول کی کوئی واضح تشریح بھی ہو جائے تو معاملہ صاف ہو۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سب بھی چاہا اس لئے کسی چیز کا اصول اور پھر سب چاہا تو "اسلام کے اصولوں سے غیر متصادم" کا فتویٰ لگا کر اسی اصول کو حکومت عملی کی حیثیت پر لٹھا دیا گیا۔ آہ! اصولی اسلام کی اس بے دردی سے پائمانی۔ جنگ آزادی میں جمہوریت اور پارلیمانی نظام کو لیتا اور مناسبت کہا گیا، مگر بعد میں بھی جہز اصل الاصول بن گئی۔ عورت کی لائسنس اور حکومت کو ہر حال میں اسلام سے متصادم کہا گیا، پھر بھی چیز وقت کا اہم ترین جہاد قرار پایا، انتخابی جدوجہد کو خطاب شریعت کہا گیا، پھر بھی مشعلہ روزگار بن گیا، مقصد کے حصول کے لئے ذرائع کی تحدید ہر حال میں قائم رکھنے پر زور دیا گیا، مگر پھر اس راہ کی ہر گویا بڑی چیز کو گے سے لگا کر رقیع جادہ منزل بتایا گیا، اور اب مسئلہ ملکیت زمین میں گرد و آلودگی سے

عارضی کہا گیا) ایک ایسا مؤقت انتہا دیا گیا جس کی حفاظت خود عمر بھر کا شیوہ بنارہا تھا کا ملکی  
 اقتضات ضرور اہم بعد فقہ انکا انا معلوم نہیں جماعت کے مائدین اس مسئلہ اجتہاد  
 اور حکمت عمل کی کیا توجہ کر رہے تھے اور یہ بھی مگر یہ نہیں جانتے کہ فلاں فلاں جماعتوں  
 نے بھی ایسا کیا اور فلاں بزرگس نے بھی ایسا کیا ہے۔ مگر ایک چیز کا برائی ہونا ثابت ہو جائے  
 تو اس کے ذہن میں اس بات سے کسی نہیں آسکتی کہ اور لوگ بھی ایسا کرتے ہیں ایسی  
 بات تو جرائم کی تاریخ میں بھی کسی نے نہیں کہی کہ میں اگر مجرم ہوں مگر یہ تو ایک ایسا جرم ہے  
 کہ صبح در شہر شمار و رکند حد اور نہ کسی عدالت نے مجرم کے اس حقوق کو قابل تسلیم  
 قرار دیا ہے۔ تعدیل صحابہ اور دیگر علمی فقہی مسائل اور اب لاہوری مرثیہ کے بارہ  
 میں جماعت کا یہی عقیدہ گاہ سنا ہے۔ مگر غلط بات غلط ہے خواہ اس کا کہنے والا  
 کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو تو ایک ضمنی بات تھی، اب رہا ملکیت فقہی کو سلب کرنا یا اسے  
 محدود کرنا۔

شخصی ملکیت کے شواہد | تو جہاں تک اصل مسئلہ انفرادی اور شخصی ملکیت کا  
 متعلق ہے، تو وہ اٹاک متعلقہ ہوں یا غیر متعلقہ ہوں اسلام نے اسے انسان کا فطری حق  
 بنایا ہے اور اس کی تحدید کی جاسکتی ہے اور نہ عصر حاضر کے لادینی اقتصادی نظاموں کے  
 علمبردار اس میں قلعہ برید کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم نے آیت اول بعد وانا خلقنا الانسان  
 علمت امیدنا انعاما فہم ہدانا لکون ہیں انسان کی شخصی ملکیت پر ہر حق کر دی ہے اور  
 قرآن کی بے شمار آیتیں اس بارے میں لکھنا لکھنا کہیں کہیں وہ اس کے مالک ہیں کی تائید  
 کرتی ہیں۔ جو لوگ ان الارض لله رب العالمین اللہ کی ہے) قسم کی آیات کو آگے پیچھے سے کاٹ

سے مولا سودودی نے ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ لاہوری پارٹی کے مرثیہ نہ  
 مسلمان ہیں نہ کافر (مس)

کر اپنے دینی کونایت کرنا چاہتے ہیں، وہاں منہا ائمہ نے خود پور تھا میں پشاور (روہ  
 جسے چاہے زمین کا وارث بناوے) یا اس کے ہم دینی الفاظ میں انفرادی ملکیت بیان  
 کر کے ایسے لوگوں کا مذاق اڑا رہے۔ تو (اللہ عزوجل مالک ملک کے ساتھ توفی اللہ  
 من تشاء ویحییٰ ہے اور الذین یکننہ دین الذہب والنقصہ کے ساتھ دینتو نہا  
 فی سبیل اللہ کی قید انسان کی نظروں کی ملکیت کا اعلان کر رہی ہے، اچھ وہ اسے اپنی ملکیت  
 میں ہر جائز تصرف کرنے اور اسے اپنی ملکیت سے مستقل کرنے کا حق بھی دیتا ہے۔ چنانچہ  
 بیع، شرا، بیہ، تنہک، اعتاق، تہیرو، نکاح، اجارہ، عاریہ، ہزرت، وقف، ارہی، قرض، صدقہ  
 وصیت، میراث وغیرہ اس تصرف کے شواہد مل ہیں، اسی طرح روکن دوسرے مسلمان کے  
 مال و دولت میں ناجائز دست اندازی سے بچنے کو ایمان کی انہیں علامت قرار دیتا ہے۔  
 ظلم دینی، چوری، ٹوکنہ، خیانت، غصب، لوٹ کھسوٹ، جبر و استغصال کو نام قرار دے کر  
 اسلام انسان کے شخصی ملکیت کا تحفظ کرنا چاہتا ہے۔ وہ کسی طور پر مبراہ عدل اور غریب  
 دونوں کو دلانا چاہتا ہے۔ اذلا یحییٰ مالاً امردی الا بطیب النفس منہ والحدیث، وغیرہ  
 سے غائب کرنا ہے۔ اذلا یحییٰ مالاً امردی الا بطیب النفس منہ والحدیث، وغیرہ  
 کسی ایک کمال دوسرے کو بغیر اس کی مرضی کے حلال نہیں، ارشاد نبوی ہے:

سید شہزاد کی بنیاد ظلم بنا استغصال اور عداوت۔ ایس جرنل مشنزم کو تمام معاشی

خوابوں کا مدلا دیتے ہیں وہ نہ صرف نہ اشتہار بھیجے ہوئے ماذلانہ نظام اسلام کے تمام  
 اصول و فروع کو تہس نہس کرنا چاہتے ہیں، بلکہ وہ لوٹ کھسوٹ اور انسان کے تمام حقوق کی  
 پامنائی و بربادی کا ایک دیوانہ کیل کھینا چاہتے ہیں جس میں نہ صرف غریب اپنے رہے ہے  
 نکھر اور زمین سے قوم ہو جائے، بلکہ ہر دینی قوم چند غریب و ناداروں کی جماعت کے رحم و کرم  
 پر رہ جاتی ہے، اسلام کے مذکورہ تمام اصول کو ایک طرف رکھ کر ایک لمحہ کے لئے فرض کریں  
 کنوٹزم آجنا ہے اور وہ پوری قوم کو حق ملکیت سے محروم کر کے اللہ کی دی ہوئی تمام دولت



اور وسائل حاصل کر کے بارڈر کے حوالے کر دیتا ہے، تو کیا وہ پارٹی انسانیت کو اس کے تمام حقوق دلا دے گی۔ اور کیا وہ پارٹی موجودہ معاشرہ میں سے ابھر کر سامنے آئی ہوگی یا اسلامی سے فرشتوں کی شکل میں اترے گی۔ لیکن اگر اس کی اٹھائی اس معاشرہ سے ہو جس کا شہنشاہ خود درجہ ۳ بد عنوان فئروں کی شکل میں سامنے آچکا ہے اور اس کا اصل مقصد اس پھر کو اس کے ہاتھوں میں ہو جو فائل کی سطح پر بڑے بڑے پرائیویٹ کمپنیز کے بھڑکتے ہوئے سرمایہ کاری کر رہی ہے اور اس طرح کوڑوں روپے ہضم کر کے فائل داخل و خر کر رہی ہے۔ تو خدا لاؤ اسو پیٹے کہ ایسے لوگوں کا لایا ہوا اسوشلزم یا کوئی بھی معاشرتی نظام انسان کے مال و جان اور اس کے حقوق میں مساوات قائم نہ کر سکے گا۔ ہرگز نہیں۔ سوشلزم کی بنیاد تو برقی کی بنیاد پر ہے جس میں نہ تو فلاحی اصلاح کی گنجائش ہے، نہ عوامی اُترت کی، اور نہ کسی کو تنقید اور نصیحت کی۔

مساوات یعنی مساوات حاصل نہیں ہوسکتی اس کے مقابل میں اسلام ہے جو ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرتا ہے جو ہر لحاظ اور عمل میں خدا کے سامنے برابر ہوتا ہے، آخرت کا عاقبہ اس کے دل میں رہا ہوا ہوتا ہے، ہر فرد کو دوسرے کا غم و غصہ اور ہر بلا سے روکنے کا پورا حق ہے، اور دعا میر کو بھی چاہیے تو لو اس سے دست کر سکتا ہے، دعا اگر اسلامی ظہر کے دوسرے گھرے پر کسی گھر کے بھوک و پیاس سے مر جانے کی خبر ملتا ہے تو اللہ کے سامنے جواب دہی کے تصور سے چھپنے لگتا ہے وہ ہر انسان کی بھوک و پیاس کو اپنی حاجت سمجھتا ہے اور جائزہ اپنا دے تو وہ قہر و گرد و مریں کو اپنی شام کا کھانا دیتا ہے اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے معاشرتی مسائل کی بنیاد مساوات پر نہیں بلکہ عزت پر رکھی، وہ معاشرتی ناہمواری کو جو ہر سے نہیں بلکہ ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر سے حل کرتا جاتا ہے۔ اسلام نے ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں خدا شدہ انسان کی قانع مثال ہے۔ سوشلزم کو ہم کلامی بدی اور مری طرف سوشلسٹوں کے طور پر جتھتے، اور ہر و ظلم کی

اس پر ایک ایسی عمارت اٹھائی گئی جو ضعفِ اندری میں دم توڑتی نظر آئے گی سپر "ٹائر" کی اس مادی بغیر پرتازہ پائلنگ ل بھی میں روکس کے سیکرٹری جنرل بننے میں نے بہم کر سیکرٹری کر روکس میں سرٹسٹ نظام ملنا کام ہو چکا ہے اور اس طرح تشہد شاہد میں اہل کادیکہ نمونہ سامنے آگیا۔۔۔ انفرن ہمارے پاس معاشی اور معاشرتی یہ ٹکٹ کے لئے اسلام حبیب نسو پھیا موجود ہے، مگر انکو کس اور حد انکو کس کو نہ تو ہم نے اسے کہا نہ پرکھا اور نہ کبھی آندا اور نہ تعزیت لکھیدا۔۔۔

بھون نہ دید نہ حقیقت کا افسانہ نہ دود

سوشلزم عیار لیڈروں کا دامِ قریب | ہماری اس بے علمی اور حقیقت سے بیخبری سے مجرورہ دود کے ان الوقت سیاست دانوں نے خوب فائدہ اٹھایا یا چارے سے غلام اسے اپنی ساری برادریوں کا تہ تیغ کران کے تیغے دوٹو کئے گئے اور اس حقیقت سے غافل ہو گئے کہ جو راجی کہیں گاہ تک پہنچا کر دی ہی ہوگی سے ہی میں مردم کر دیے گات بات نا شائستہ سی ہے مگر مثالِ خوب ہر سچل دیے گی کہ ہمارے علاقہ میں بچے کا تختہ کراتے وقت عوام بچے کو ادھر ادھر کی محول بھلیوں میں بہلایا جاتا ہے اور تختہ کا مین مو قعدہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں وہ دیکھو سونے کی تڑیا اندری ہے اور اچھی تیر سے قد زوں میں ہے بچہ شوق سے نگاہ اٹھا لے اور ادھر اپنے ہم کے ایک احمد سے مردم نہ تو ہمارے ہاں سوشلزم کی مثال اسی "سونے کی تڑیا" کی ہے جس سے عیار لیڈ خوب خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔۔۔ (رفوری مشق)

## کتاب المزارعت

(مزارعت کے احکام و مسائل)

**مزارعت کی چند صورتیں** | سوال :- ہمارے معاشرہ میں علاقائی سطح پر مزارعت کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض علاقوں میں مالک زمین کو تخم کھینٹی بڑی یا دوسرے اخراجات کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے مالک زمین پر یہ ذمہ داری عائد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مزارعت کا معاملہ ظاہر اورایت کی روش سے تین صورتوں میں جائز ہے :-

- (۱) زمین اور تخم ایک طرف سے ہو اور بیل و عمل و محنت دوسری طرف سے۔
- (۲) زمین ایک طرف سے اور عمل و لگانے و تخم دوسری طرف سے۔
- (۳) زمین، بیل اور تخم ایک طرف سے اور عمل و محنت دوسری طرف سے۔

ان چار تین صورتوں میں مزارعت کا معاملہ شرعاً جائز ہے۔

ابن ابی العلامۃ ابو الحسن احمد بن محمد البغدادی القندوزی : اذا كانت الارض والبذر لواحده والعمل والبقر لواحده جازت المزارعة وان كانت الارض لواحده والعمل والبقر والبذر لآخر جازت المزارعة وان كانت الارض والبذر والعمل والبقر لواحده والعمل لآخر جازت۔ (نشر القندوزی تہذیب المزارعت)

**فصل کی کٹائی کی ذمہ داری کا حکم** | سوال :- بعض علاقوں میں مالک زمین کسان بھی لگانے ہیں کہ فصل کے تیز ہونے پر کاشت کر صفائی کر کے مالک کے گھر پہنچائے گا کیا

لے قال العلامة علاؤ الدین اعصم سی رحمہ اللہ : (وکن) صحت (ولوکان الارض والبذر من نذیر والبقر والعمل للآخر) والارض لآخر والبق والبذر والعمل لآخر والبق والبذر والعمل لآخر۔ (الرد المحتار ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب المزارعت) ومثله فی التہذیب ج ۲ ص ۲۴۲ کتاب المزارعت۔

کسان و مزارعہ کیلئے ان شرائط کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** غابر اور ایتہ میں کبھی لاش نہ ہونے کے باوجود متاخرین علماء نے عرف کو نظر رکھتے ہوئے قاضی ابو یوسفؒ کی رائے کو اختیار کر کے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ کسان و مزارعہ پر فصل کاٹنے اور تیار کرنے کی ذمہ داری ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم فصل کو، ملک زمین کے گھر پہنچانے کی ذمہ داری ڈالنا ہی عام کتابوں میں نہیں ملتی البتہ اگر کسان بغیر احسان یا فریضہ سرانجام دے تو ایسا عمل طرفین کے باہمی تعلقات پر اچھے اثرات مرتب ہونے کا باعث بنتا ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین المصنفیؒ: (وضح اشتراط العمل بمكسار و دباس ونصف على الغنم وعند الثاني على الماعز وهو الاصح) وعليه الفتوى۔

داد ما المختار ج ۱ ص ۷۷۲ کتاب المزارعة ج ۱ ص ۱۰۰

**سوال :-** مالک زمین کی اجازت کے بغیر کسان فصل سے کوئی چیز بکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بعض چیسویں بوقت ضرورت گھرے جاسکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** مزارعت سے مراد اگر بٹائی کا نظام و مزارعت بالنصف وغیرہ ہو تو مالک زمین کا خشکار کے ساتھ شریک ہے اور شراکت میں بغیر اجازت شریک کے کوئی چیز بھی اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں سمجھا تاہم کسی مفویٰ چیز جس کی عرف میں اجازت ہو استعمال کرنے میں شرعی کوئی حرج نہیں، اور اگر مزارعت سے مراد اجارہ ہو تو تمام آمدنی کسان کی ہوتی ہے اس لیے مالک زمین سے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔

قلت قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (اقول) متحقق من هذا ان المصنف مصلحة اشتراط العمل على الماعز وانه مخرج في معنى للتبوير والتلفيق۔

(تنقيح، خامدينه ۲ ص ۳۰ کتاب المزارعة)

وهكذا في تبين العقائق ج ۱ ص ۱۵۵ کتاب المزارعة۔

لعادۃ الامام علی بن محمد الدقاقی، عن عمرو بن پشیر قال شہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع بمنی فسمعتہ یقول لا یصل الامر من ما انخبت شی الاما طابت بہ نفسه انتہی

(سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۵۳ رقم ۵۹ کتاب البیوع) ملہ  
 کا شتکار سے بطور ضمانت کچھ رقم رکھنا | سوال۔ اگر مالک زمین کا شتکار سے کچھ رقم بطور زر ضمانت لے لے گا تو مالک کے اس اقدام کی کیا حیثیت ہے؟

الجواب۔ مالک زمین کے لیے بطور اعتماد کوئی چیز رکھنے کے ہوا کے نظائر ہوں ہیں تاہم شرعی طور سے یہ زمین زمین شمار ہوگی جس سے سترہیں (مالک) مرہون سے استثناء کا حق نہیں رکھتا، مگر کچھ رقم بطور ضمانت رکھ کر مالک زمین اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے جس کا اسے شرعی حقیقت نہیں۔

لما قال العلامة قاضی خان، رواستاجریا طالیحیط لہ ثوبا واخذ من الخياط رهنا بالخياط جاز۔ انتہی (فتاویٰ قاضی خان علی هامش السنن ج ۲ ص ۵۹۵)

سوال۔ عمارت کی وفات پر اگر اولاد محترمہ مزارعت کو باقی رکھنا چاہتی ہو لیکن مالک زمین اس پر راضی نہ ہو تو کیا اس صورت میں مزارع کے ورثاء کو متوالے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

لے لہذا ذکر الشیخ وفی الیوم ابو عبد اللہ محمد بن عبد الخطیب: وعن ابی حنيفة الواقفی عن حماد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الا لاطلموا الا لاربح من مال امرئ لا یطیب نفسی منہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۵ باب الغصب والاداریۃ والفضل اثنانی) وَحُكْمُهُ فِی تَصْبِیْرِ الرَّایۃ ج ۲ ص ۱۶۹ کتاب الغصب۔

لے وفی الہندیۃ: رواستاجریا طالیحیط لہ ثوبا واخذ من الخياط رهنا بالخياط جاز۔ (فتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۲۵۵ الفصل الثالث فی بیوع الاولاد تہات ۱۸)

وَحُكْمُهُ فِی شَرْحِ مَجْلَمَةِ الْأَعْکَامِ لَشَيْخِ مَلِیْمِ رَسْمِ بِاز ص ۲۸ تحت ملاحظہ ۱۰

الجواب :- عاقدین میں سے کسی ایک کی وفات سے مزارعت کا معاہدہ ختم ہو جاتا ہے تاہم یہ فصل زمین میں موجود ہو تو اس کے پکے تک انتظار کرنا ہوگا، البتہ اگر مزارع کے وراثہ فصل کو چھوڑنا چاہتے ہوں یا چھوڑنا چاہتے ہوں تو ان کو اس کے خلاف یہ موجود نہیں کیا جاسکتا۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحنفیؒ، یخلف مالومات رب الأرض والزرع بفعل فان العمل فیہ جمیعاً علی العاقل أو وراثۃ؛ بقدر مدۃ العقد والعقد یوجب علی العاقل عملاً یمتدح الیہ فی انتہاء الذرع کامر ولو مات قبل لیز بطلت ولا شیء لک یہ تا مرنہ اللہ فی سہ طہاریم ۶ ص ۲۸۶ کتاب المزارعت ۱ ص

سوال :- ایک قدیم قبرستان میں پرنسپل سال قدیم قبرستان میں مزارعت کا حکم سے زائد مدت گزر گئی ہے اس میں قبریں بھی دکھائی نہیں دیتیں، تو کیا ایسے قبرستان سے دوسرے فائدہ مند مزارعت وغیرہ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- کسی قبرستان کی قدامت کے لیے مدت کا کوئی تعین نہیں ہے تاہم فقہاء کلام کی تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب قبریں اتنی پرانی ہوں کہ مردوں کے ابدان بظاہر اس سے متاثر نہ ہوتے ہوں تو اس صورت میں ایسے قبرستان کا دوسرے

لہ لما قال العلامة فخر الدین عثمان بن علی النزیلی الحنفیؒ، وبطل موت أحدہما لا رید اجارۃ وہی بطل موت أحد المتعاقدين اذا عقدہا لا نفسہما وقد بینا فی الاجارۃ وهذا علی اطلاقہ ہو جواب القیاس وفي الامتصاص ان اذا مات أحدہما وقد ثبت الزرع یبقی عقد الاجارۃ حتی یرتفع من ذلک الزرع ثم یبطل فی الباقی لان فی البقاء لعقد حتی یرتفع مراعاة الحقیق فیعمل العامل أو وراثۃ حتی یرتفع فاذ اقصی یقسم علی ما مشروط بالضرورة فی البقاء فبطل ولو مات رب الأرض قبل المزارع بعد ما کتب الأرض وغیر ذلک انما انتقضت المزارعۃ لانیس فی ذلک خلاف مان علی الزرع ولا شیء للعیل بمقابلۃ العمل انہی (تبيين المعانی ۶ ص ۸۶ کتاب المزارعۃ)۔  
ومثله فی البحر الرائق ۶ ص ۱۶۲ کتاب المزارعۃ۔

مقاصد کے لیے استعمال کناجز ہے اگر دوبارہ اس میں ترسہ دفن کئے جائیں تب بھی اسی میں کوئی حرج نہیں، اور اگر قبرستان ذاتی ہو تو اپنے حصے میں آبادی کرنا یا زراعت کے لیے استعمال کرنا بھی مضر نہیں ہے۔

لما قال العلامة فخر بن عثمان بن علی التلمیسی: ولو بلی المیت وصار ترابا جاز ذوق غیرہ فی قبرہ وزرعہ والینا وعلیہ۔ (تبيين الحقائق ج ۲ ص ۲۲۲ کتاب المزارعة) **افیون کی کاشت کا حکم** | اس سوال، - افیون کی کاشت کا شرعی نقطہ نظر سے کیا حکم ہے؟

**الجواب**، - افیون ایک ایسی چیز ہے جس سے بھر جانے میں خطرناک اور مہلک ترین نشیات (یعنی ضرر و غیرہ) تیار کی جاتی ہیں جس سے پوری دنیا تباہی اور بربادی کتبے پریمت میں ہے اور اس کے مضر محض ہونے پر پوری دنیا متفق ہے اسی لیے اس کی کاشت اور خرید و فروخت کے جواز کے کوئی خاص دلائل نہیں پائے جلتے بلکہ عام اقوال اس کی حرمت کے موید ہیں۔ تاہم اگر افیون کا استعمال دوائی تک محدود ہو یا تخم افیون (خشکاش) حاصل کرنا مقصود ہو تو پھر ان ضروریات کے مطابق محدود پیمانے پر اس کی کاشت کی گنجائش ہوتی جاتی ہے لیکن معاشرہ میں یہ نیت بہت کم پائی جاتی ہے۔

لما قال العلامة شمس الدین محمد بن عبد اللہ التمراشی: ویجوز لکل الحشیۃ والافیون لکن دون حرمة الخمر۔ (تذکرۃ الصالحین ص ۶۲۷) **کتاب الاشریۃ** |

ای قال العلامة ابن نجیم مصری: ولو بلی المیت وصار ترابا جاز ذوق غیرہ وزرعہ والینا وعلیہ۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب المزارعة) **وہمشلۃ فی المہندیۃ** | **کتاب المزارعة**۔  
 علامہ قال العلامة شیخ الاسلام ابوبکر بن علی: یجوز ذائق الحشیۃ والافیون ذوقہ لکن حواضر۔ (البحر حق النیرۃ ج ۲ ص ۲۰۰ کتاب الاشریۃ) **وہمشلۃ فی الفتاویٰ الکھلیۃ** ص ۲۰۰ کتاب الاشریۃ۔

تبا کو کی کاشت جائز ہے | سوال: یہ گریٹ یا سوار کے لیے جو تبا کو استعمال ہوتا ہے شرعی نقطہ نظر سے اس کی کاشت کا حکم کیا ہے؟

الجواب: بعض فرائد کے باوجود جدید تحقیق کا رد سے اگرچہ تبا کو کوئی کھجور کی پھل نہیں ہے بلکہ کسی تجویز پر مبنی یا عام ثابت نہیں جس کا وجہ سے اس کو بعض محققین شمار کر کے حرمت کی فہرست میں شمار کیا جائے، مگر یہ فقہاء کے احوال سے باہر است کا حکم معلوم ہوتا ہے، دریں حالی تبا کو کی کاشت اور خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة ابن عابدین (شروب الذخاں) فإنه لم ثبت إكراه ولا تغيير ولا اعتداء بل ثبت له منافع فهو المصل تمت قاعدة الأصرف في الأشياء ما باحة۔

رد المحتار ج ۲ - منک ۵۹ کتاب الاشربة - ۱۰

بھنگ کی کاشت کا حکم | سوال: بھنگ ایک نشہ آور دوا ہے جس کا مظاہر کوٹھ غائرہ نظر نہیں آتا کیا اس کی کاشت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بھنگ جو نشہ آور اشیاء کی فہرست میں شامل ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت اور مزارعت شرعاً ناجائز ہے۔

لما قال العلامة شمس الدین محمد بن عبد الله الترمذی: ويجوز أكل البنج والخبيثة والخنزیر لکن دون حرمۃ الخمر۔ (تنویر الايضاح ص ۶ رد المحتار ج ۲ ص ۵۷)

کتاب الاشربة - ۱۰

لما قال العلامة المفتی محمد کامل بن معطی الطرابلسی: وقد حقق المتأخرون من أهل مذہبنا الخبیثة انه (عرب الذخاں) ليس بخرأ واما فی تعطیه الکراهة و قد منان احسن۔ قيل فيه قول الا مجرد حبه لله و تختلف فی الذخاں والورع تركه۔ (القنات فی الکا طیبة منک ۲۸۹ کتاب الحکایة۔ مطبع مکم شوب الذخاں)۔  
لما قال العلامة شیخ الاسلام ابو بکر بن علی بن محمد الحداد یعنی: ولا يجوز أكل البنج والخبيثة والخنزیر وذلك حصلا محرما۔

الجوهرة النيرة ج ۲ منک ۲ کتاب الاشربة -

وَبُحِّلَ فِي الْفَتْوَى خَانِ إِلَى هَامِشِ الْبَهْدِيَّةِ ج ۲ منک ۳ کتاب الاشربة -



سوال :- اگر ملک میں رب الارض  
کا شتکار (مزارع) پر کھاد وغیرہ  
امور کی اشتراعت کا حکم  
بھی کاشتکار کی طرف سے ہو تو کیا ان امور کے اشتراط کی وجہ سے مزارعت فاسد ہوتی  
ہے یا نہیں؟

الجواب :- مزارعت میں جب تخم و بذر (مزارع کی طرف سے ہو تو کھاد وغیرہ امور  
کی اشتراعت علی المزارع کی وجہ سے مزارعت فاسد نہیں ہوتی بلکہ حریف فقہاء کے نزدیک  
صحیح ہوتی ہے اور فتویٰ بھی متاخرین فقہاء کے قول پر ہے۔

وفي الهندية : إذا اشترط رب الأرض والبذر من المزارع أو البذر  
قبل تقصد المصلحة عند المتقدي مدين ولا تقصد عند المتأخرين والفتوى  
على قول المتأخرين . كذا في جواهر الاختلاف .

الفتاوى الهندية ج ۵ ص ۲۵۷ کتاب مزارعة  
الباب الثالث في الشروع في المزارعة

ہدایہ کی ایک عبارت کی وضاحت  
سوال :- غنایہ مفتی صاحب ہدایہ کی اس عبارت  
”لا يجوز المزارعة والنساتان عند أبي حنيفة“  
کا کیا مطلب ہے ؟ کیا انھوں نے اہل البوہیہ کے بار مزارعت کی ہر اقسام پر ناجائز قرار دیا ہے ؟  
مزارعت کے ہوا پر دلالت کرتی ہیں۔

الجواب :- مزارعت کے مسئلہ کے بارے میں اہل البوہیہ کی طرف سے بھی اقوال منسوب  
ہیں اگر ان میں تقریباً حق سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اہل البوہیہ کا حق ان سے  
مستند مطلق عدم ہوا کا نہیں بلکہ اصل مقدم ہے کہ کوئی مالک زمین کاشتکار کو بھرتے سے ناجائز  
قائم نہ اٹھائے اور ان کی محنت کو شہ پرمانہ سمجھ کر مرہم نہ کرے اس طرح با بھی نارعات اور  
جھگڑوں سے حاضر دیکھ دھاتی ہو کیونکہ معاشرے میں جھگڑے ضروری ہیں ہوتے ہیں اور کسی طرح ان کے  
عزیمت پر عمل کر کے اپنی زمین کی غریب آدمی کو کاشت کیلئے مفت دیے۔ جسے علامہ انور شاہ صاحب  
کثیر فی نے حادی القدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ہذا ابو حنیفۃ ولہ یہ اشد النہی  
رفیع الباری ج ۳ ص ۲۵۷ کتاب المزارعت

سوال :- ہمارے گاؤں میں منع مکتوث تحصیل ضلع  
ایٹ آباد میں پینے کے صاف پانی کی سخت قلت ہے

ہماری خواتین کو یہ کوڑھ دور سے پانی لانا پڑتا ہے جب اسے ہی خالص پیرہ کر بیٹھتی ہیں  
پانی وافر مقدار میں نہ ملتا ہے بہر حال ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ گورنمنٹ سے ایک سکیم منظور کرانی  
اور گاؤں کو پانی سپلائی کرنے کے لیے باقاعدہ ٹینک تعمیر کرنے پائپ لائن بنانے کا شروع  
کر دیا، ساتھ والے گاؤں کے لوگوں نے ان کو سختی توڑ دی اور پائپ لائن جو اٹھارویں سال کا  
موقوف ہے کہ اس جنگل پر ہمارے حقوق زیادہ ہیں مسئلے ہم اس کو پانی آپ لوگوں کو نہیں دیں  
گئے جب کہ پانی وافر مقدار میں ہے دوسرے یہ کہ یہ پانی اس گاؤں والوں کے تھوپنے کے نام  
آٹھ ہے اور نہ ہی وہ اس اپنی زمینیں پر آب کرتے ہیں یہ لوگ صرف اور صرف ضد پر قائم ہیں۔  
جناب عالی! قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرما کہ میں اس مسئلے سے ڈھکیں،  
اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے قریب عطا فرمائے ؟

الجواب :- پانی، آگ اور گھاس سب مشترک اموال ہیں، کوئی بھی شخص کسی کو اس سے منع  
نہیں کر سکتا، تاہم جو اس پانی کے قریب ہو اولاً اس کا حق ہے اور جو اس سے دور ہو وہ  
دوسرے لوگ جہاں اس کی اعانت کے استعمال کر سکتے ہیں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں  
کو اس کے استعمال سے منع کرے۔ لہذا صورت مسنونہ کے مطابق سرکاری جنگل کو پانی آپ  
سب لوگوں کا مشترک پانی ہے ساتھ والے گاؤں کے لوگوں کا اس سے منع کرنا بے انصافی اور ناجائز  
ہے ان کو شرعاً یہ حق نہیں کہ وہ آپ لوگوں کو اس پانی کے استعمال سے منع کریں۔

ملحقہ الهندیہ : مادہ ۱۷۰ لیکن واحد من الناس فیہا حق الشفعة و سقی  
الارضی حتی ان من اداد ان یکرری نہول منھا فی الارض لہر یمنع من ذلک  
۔۔۔۔۔ والشافی ما زاد وریۃ النظام لہی حوت و سیحون و دجلۃ و الفرات  
لناس فیہ حق الشفعة علی الاطلاق و حق سقی الاراضی بان اعم واحد ارضاً  
میتة و کوئی منہ نہی استیہا ان کان لا یضر بالعامۃ ولا یكون نہولاً  
ملك احد نہا مباحۃ فی الاصل۔۔۔۔۔ والاصل فیہ تونہ علیہ استسلام  
الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء و التلاۃ و النار۔

(الہدایۃ ج ۳ ص ۴۸۲ مسائل الشرب)



وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ  
 بِاسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَانْهَ لِفَسْقِ

---

وَأَمَّا حَلَلْتُمْ  
 فَاصْطَلُوا

# کتاب الذبائح

دفع کرنے کے احکام و مسائل

دفع کے لیے اللہ کا نام لینا ہی کافی ہے | سوال : اگر ایک شخص کوئی جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کی بجائے دوسرے کلمات ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس حال ہونے میں تو کیا اس سے زحیم صلا ل ہو گیا ہے؟

الجواب :- ذبح کی نیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لینا کافی ہے جس کی تعلیم مذکورہ کلمات سے نہیں بلکہ برائی کلمات سے دفع کرنا جائز ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر والہوں - لافال، اعلیٰ التراتیج، (والشروطی التسمیۃ ہوان الذکوان النص عن سویہ العا وغیرہ) خلاصہ بقولہم اللہم غفرک لک لہ دعا و سوالی و خلقات الحمد لله و سبحانہ و تلوٰہ مرید، یہ تسمیۃ، الذمیر، (توضیحاً علی ہر رد القار و ہر مذکور کتاب الذبائح) کے معاون ذبح کے لیے تسمیہ کا حکم سوال :- مذبح کی نیت کے لیے اگر ذبح کے لیے اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص ذبح سے تھوڑا دور ہوا تو کیا اس کے لیے بھی ذبح کی طرت تسمیہ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس کے تسمیہ ترک کرنے سے مذبح پر کیا اثر پڑتا ہے؟

الجواب :- اگر معاون کی حیثیت اس درجہ کی ہو کہ ذبح کا کردار اس کے بغیر ممکن ہو نہ یا یہ تک کہ چھری یا خنجر ہی سے کرنا شروع کرے میں دونوں شریک کار ہوں تو ہر ایک کے لیے تسمیہ کہنا ضروری ہے چاہے ہر ایک مستقل ذبح شمار ہوگا۔

لا قال الامام علاؤ الدین علیہ السلام: وفیہا اراد التسمیۃ خو وضع یدہ مع ید انقصا لہ، قال شیخ الاسلام: لا یجوز یکن علی الحمد والسمیۃ، وان قال بسم اللہ انقصا الرحیم فہو جہل والشروط هو الذکوان النص الحمد علی ما قال ابن مسعود وجہ التسمیۃ..... و نونک سبحان اللہ والحمد للہ ولا اللہ الا اللہ یوجد التسمیۃ اجزء کان الامور بل ذکر اللہ علی وجہ التعظیم۔ (الجوہرۃ الشریۃ ج ۲ ص ۱۷۱) کتاب الذبائح

فی الذبیح وإعانة علو الذبیح بھی کل وجوباً قلو ترکھا احدھما وظن ان تسبیحاً احدھ  
تکفی حرمة، زاد المعاد، راجع مکتبۃ کتاب الانبیاء ص ۱۰۰

**سوال :-** شریعت مقدسہ میں ذبح فوق العقد کیا حکم ہے ؟  
**ذبح فوق العقد کا حکم** | اور اس سے جانور کی حلت و حرمت پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے ؟

**الجواب :-** ذبح میں اصل چیز محفوظ، مری اور دو رگوں کا کٹنا ضروری ہے جو عقد کے  
نیچے جمع ہوئے ہیں اس لیے تحت العقد ذبح کرنا زیادہ بہتر ہے۔ تاہم اگر ماہرین ذبح یہ  
کبھی کر کے اعتقاد عقد کے اور پرکشد جائے ہیں تو بلاشبہ جانور حلال ہے لیکن احتیاطاً ای میں  
ہے کہ ذبح تحت العقد ہو۔

لما قال العلامة بهاء الدین المروغینانی: والذبیح بین الحلق والغبة وفي الجائع  
الصغیر لا یأس بالذبیح فی الحلق کلمة وسطه واعلاه واسفله۔

والهدایة ج ۳ ص ۱۵۲ کتاب الذبائح ص ۱۰۰  
**سوال :-** اگر کسی جانور میں  
کسی جانور کا حرکت کرنا یا خون نکالنا باعث حلت ہے  
پائے جانے سون لیکن ذبح کرنے کے بعد اس سے خون نکل آئے یا وہ حرکت کرے  
تو کیا اس سے وہ جانور حلال تصور ہوگا یا نہیں ؟

**الجواب :-** جب کسی جانور میں خابری علامات حیات منظور ہوں لیکن بوقت ذبح

لما قال العلامة الشافعی رحمہ اللہ، رجل اراد ان یضی فوضع صاحب الشاة مع یدہ لقتلہ  
فی الذبیح واعانة علی الذبیح حتی ساروا یمامع الغصاب۔ قال الشیخ اکامام رحمہ اللہ  
تعالیٰ یجب علی کل واحد منھما التسمیة حتی لو ترک احدھما التسمیة لا یعمل الذبیحة۔  
(الفتاویٰ قاضی خان علی عاشر، الہندیہ ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب النبیۃ، فصل فی مساکین صفحہ

لما قال العلامة علاؤ الدین الحسینی رحمہ اللہ: وفاکاة (الاعتیاد) ذبیح بین الحلق  
والغبة بالفتح، الذبیح من العیدر ویدعوقہ الخلقوم) کلمہ وسعہ اذ اعلاه او  
اسفله وهو یجوز فی ذبح الخنازیر من ذرہ الحصار ج ۲ ص ۳۹ کتاب الذبائح  
وکتبہ فی العناية عن حامش فتح القدیر ج ۲ ص ۴۱۲ کتاب الذبائح۔

حرکت کرے یا اتنا نول نکلے جسے جتنا کہ زمانہ جانور سے نکلتا ہو تو اس کی زندگی کے لیے یہ علامت کافی ہے اور اس سے یہ جانور مطلق سمجھا جائے گا

لما نقل العلامة علاء الدین غصصی، ذیح شاة مریضۃ فتحرکت اوخرج الدم حلت واکالاً بان لحدیذ رجیانہ۔ قال ابن عابدین وقولہ اوخرج الدم اکما یخرج من الخی۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۳۳۳ کتاب الذبائح ص ۱۰)

بوقت ذبح جانور کا سر تھیں سے جدا کرنا مکروہ ہے | سوال :- ذبح کرتے وقت اگر اس کا گوشت مطلق اور مکمل شے کے قریب ہے تاہم جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کا سر کاٹنا بوجہ غیر ضروری تعذیب کے کراہت سے خالی نہیں ؟

الجواب :- ذبح کرنے وقت ذبح کا سر کٹ جانے سے ذبح بڑھ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا گوشت مطلق اور مکمل شے کے قریب ہے تاہم جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کا سر کاٹنا بوجہ غیر ضروری تعذیب کے کراہت سے خالی نہیں ۔

لما قال الامام ابو الحسن احمد بن محمد البغدادی، ومن بلغ بالسکین اللحم وقطع الرأس کونه ذلیک وتوکل ذیقتہ۔ (مختصر القدوری ص ۲۸ کتاب الذبائح ص ۲۰) | سوال :- اگر کسی جانور کا سر کسی مادہ میں بوجہ حادثہ سر کٹنے کے بعد جانور کا حکم | ترد سے جدا ہو جائے تو باقیماندہ بدن پر پھری پھر جس سے یہ جانور مطلق ہوگا یا نہیں ؟

لما قال العلامة فاضل بن عبد الرشید البخاری، وجہ ذیح شاة او بقرة وتحرکت بعد الذبح خرج منها دم مسفوح فحل وقتل ان تحرکت، ونمر یخرج الدم او خرج الدم ولم یخرج ... وفي شرح البطحای وغروہم الذ کاید علی الخویۃ اکاذی صفتان یخرج کما یندرج من الخی۔ (خلاصۃ الفتاوی ج ۴ ص ۳۳۳ کتاب الذبائح ص ۱۰)

وَمِنْهُ فِي الْفَتْاوی ابْنِ زَاوِلَةَ عَلِي هَامِشِ الْهَنْدِيَّةِ ج ۶ ص ۳۳۳ کتاب الذبائح ص ۱۰۔  
لما قال الامام عبد الله بن محمود بن مودود الموصلي وبكره ان يبلغ بالسکین النحر او يقطع الرأس وتوکل۔ (الاحتیاء علی تعیل المختار ج ۵ ص ۳۳۳ کتاب الذبائح ص ۱۰) وَمِنْهُ فِي الدِّمِ الْمُخْتَلَفِ عَنْ مَذْهَبِ الْمُتَأَخِّرِينَ ج ۶ ص ۳۳۳ کتاب الذبائح ص ۱۰۔

الجواب :- صورت مسکونہ کے مطابق سر کھٹنے کے بعد دھوئیں اگر باقی ہوں جن کو کھٹنے سے جانور حلال ہوتا ہو تو یہ جانور حلال ہوگا صرف پتھری پتھر یا کافی نہیں ۔

ما قال العلامة ابن البزاذ لکوردیؒ ، ولوا نخرج الذئب رأس الشاة وبعین حیة تحمل بالذبح بین اللبۃ والعیین وقیہ .... شاة قطع الذئب اودایمہ وہی حیۃ لا تذکی لغوات محل الذبح ۔ ( الفتاوی البراریۃ علی هامش المندیۃ ج ۶ ص ۳۵۵ کتاب الذبائح )

سوال :- اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے دانت یا ناخن وغیرہ سے ذبح کا حکم کہ حلال جانور قریب مرگ ہو اور پتھری وغیرہ پاس نہ ہونے کا وجہ سے جانور کے مردار جوٹنے کا خطرہ ہو تو کیا دانت ، ناخن یا کسی تیز دھار پتھر سے جانور کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کسی ہسکاکی حالت میں چاقو یا پتھری دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ناخن دانت یا تیز دھار پتھر وغیرہ سے جانور کا ذبح کرنا صحیح اور درست ہے بشرطیکہ ناخن اور دانت نکلے ہوئے ہوں ورنہ انگلیوں میں بڑھے ہوئے ناخن یا منہ کے دانتوں سے جانور ذبح کرنا جائز نہیں ، لیکن انسان کے قابل استعمال اجزاء ہونے کی وجہ سے نکلے ہوئے دانتوں یا ناخنوں سے جانور ذبح کرنا کراہت سے غلط نہیں ۔

ما قال العلامة ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانیؒ ، غفر من ذبح اذون او عظم اذ من متزوع ذبح بقر فانہم الدام واغوی الاذواج لم یکن باکملہ یا س ذکوة هذا الذبح ، وان ذبح بغير اذین غیر منزوع ذبحی حیۃ ۔ ( الجمع الصغیر ص ۳۸۶ کتاب الذبائح )

لہذا ذکر فی المندیۃ ، ولوا نخرج الذئب رأس الشاة وہی حیة تحمل بالذبح بین اللبۃ والعیین .... شاة قطع الذئب ( اور طبعاً وہی لا تذکی لغوات محل الذبح ۔ ( الفتاوی البراریۃ ج ۶ ص ۳۵۵ کتاب الذبائح )

لہذا قال العلامة برہان الدین المرغینانیؒ ، وجوز ذب اظفر والسن والقرن اذا کان منزوعاً حتی لا یكون باکملہ یا س اذ ان یکوہ هذا الذبح .... بغلا غیر المنزوع لانه یقتل باقتل فیکون فی معنی المنضقد ۔ ( الہدایۃ ج ۴ ص ۴۲ کتاب الذبائح )

وہی ص ۴۲ فی الذبح المختار عن ص ۶۱ مختار ج ۱ ص ۲۹ کتاب الذبائح ۔



مشینی ذبیحہ کا حکم [سوال :- آجکل مسیحا کی آلات سے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، شریعت مقدمہ میں مشینی ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟]

الجواب :- کسی جانور کو ذبح کرنے کے لیے شریعت مقدمہ سے چند شرائط رکھی ہیں :-  
(۱) ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا (۲) بوقت ذبح تسبیح پڑھنا (۳) تحت العقد ذبح کرنا۔  
لہذا اگر جدیدہ سائنسی آلات سے ذبح کر سقین مذکورہ شرائط موجود ہوں تو ذبیحہ حلال ہے۔  
اور اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر ذبیحہ حلال نہیں اور نہ اس کا کھانا جائز ہے۔

لما قال الامام ابو الحسن احمد بن محمد البغدادي اقدس سرہ جود ذبیحۃ المسلم  
وانکت فی حلال ولا حق کل ذبیحۃ لوتد والجموسی والوشنی والمحموم وان تحرك  
التسمیۃ عند اقل الذبیحۃ حیۃ لا تنق کل وان ترکہا ناسیاً اکل والذبیحۃ بین  
الحلق واللبۃ والعروق التي تقطع فی الزکاة ربعة الحلقوم والری واللوجان ۔

(مقدمہ افتدوری ص ۱۵۸ کتاب الذبائح ج ۱)  
خاص مواقع کے ذبح کا حکم [سوال :- بعض دفعہ خاص اسباب کی وجہ سے  
میں کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے، مثلاً بیمار کو جب  
سمتیابی ملے تو اس کے لیے جانور ذبح کیا جاتا ہے یا کسی اہم تقریب کے انعقاد پر  
بہمان فازی کے لیے جانور ذبح کیا جاتا ہے، تو کیا ان خاص اسباب کی وجہ سے اس کی  
حلت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟]

الجواب :- شریعت مقدمہ میں وہ ذبیح حرام ہے، تو غیر اللہ کے تقرب  
کے لیے ذبح کیا گیا ہو، مذکورہ بالا صورتوں میں غیر اللہ کا تقدس و تقرب نہیں بلکہ بشری  
میں نظر ہوتا ہے اس لیے ان ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال الامام عبد القدیر عمود بن مودود الموصلی والکافۃ الاختیاریۃ وہی الذبیح  
فی ملوۃ والیقۃ والاضطراریۃ وہی یخرج فی ای موضع اتفق وشروطها التسمیۃ ذکوت  
الذبیح مسلماً او کتاباً ۔ (اختیار تعلیل المختار ج ۵ ص ۵۰ کتاب الذبائح)  
وَمِنْهُ لَفِي كُنْزِ الدِّينِ قَائِلٌ صَلاَہُ کتاب الذبائح ۔

لما قال العلامة ابن عابدینؒ: (ولو لم يزل يخدم) وعلى هذا، فالتجديد عند وضع الجدار، ودر عرض عرض، وشفاء من لا شك في حله، لا لا تعقد منه، انصديق - (رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب النبیائے صالح)

**سوال :-** موجودہ دور کے عیسائیوں اور یہودیوں اہل کتاب کے ذبیحہ کا حکم کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کا کیا حکم ہے؟

**الجواب :-** شریعت مقدسہ میں ذابحہ کا مسلمان یا اہل کتاب ہونا ضروری ہے، ایسے عیسائی اور یہودی اگر اپنے مذہب کی بنیادی تعلیمات کی پردہ کی دعوت دہن تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ تمام موجودہ دور کی جدت پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ عیسائی اور یہودی ایسے عقائد و نظریات پر عمل پیرا ہیں جو ان کے مذہب کے بنیادی عقائد سے متضاد ہیں اس لیے اعتیاد اسی میں ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانے سے احتراز کیا جائے۔

لما قال العلامة ابوالمرکات عبد اللہ بن احمد نسفیؒ: حل ذبیحہ مسلم و کتابی۔ (کنز الدقائق ص ۱۶۲ کتاب النبیائے صالح)

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! کیا اہل تشیع کے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** علامہ محققین کے نزدیک موجودہ دور کے اہل تشیع تعصیب اور بغض و عناد کی وجہ سے اپنے عقائد کے تققد میں جو موجب کفر ہیں، ایسے کفریہ عقائد رکھتے

لما قال العلامة المفتی محمد کمال بن مصطفیٰ طرابلسیؒ: وعلى هذا ما تخرج من وضع الجدار، ودر عرض عرض، وشفاء من لا شك في حله، لا لا تعقد منه، انصديق - (فتاویٰ الکامیہ ص ۲۳۹ کتاب النبیائے صالح)

و مثلاً فی غمزہ یونان، انصاف شرح الاشیاء، والتفائیر المعنی، ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب النبیائے صالح، قال الشیخ ابو یحییٰ احمد بن محمد بغدادیؒ: وذبیحۃ المسلم وکندنی حلانہ - (مختصر فقہ ودی ص ۲۸۲ کتاب النبیائے صالح)

و مثلاً فی الاختیار تعلیل اختیار ج ۲ ص ۲۸۲ کتاب النبیائے صالح

کہ وہ ہے ان کے ذبیحہ کا حکم نہ تو یہی کاہن کرکھانے کے قابل نہیں ۔

لما قال العلامة مدھری عید الرشید لبخاری، الواقعی ان کا نام ہے الشیخ  
وینعنها فهو كافراً وان كان يفضل علی ابنی بکر و عمر رضی اللہ عنہما  
لا یکون کافراً بلکے مہبت دہج ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۳ کتاب لکھوہ)

کائے گوشت کی جلت کا حکم | سوال : بعض واعظین سے اکثر ایسی باتیں  
سننے میں آتی ہیں جو گائے کے گوشت سے  
فحرت و لات ہیں : کیا گائے کا گوشت کھانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : از روئے شرع گائے کی بیویات کی نہریت میں داخل ہے جو ہر کھانہ  
نہیں کھاتے اس لیے اس کی جلت میں کوئی تمک نہیں ختم کی کہ وہ کھاتے سے ازار نہ ہوتا ہے  
کہ گائے تو درکنار بکرا اس کے بیٹ میں زندہ بچے کو اگر ذبح کیا جائے تو وہ بھی حلال ہے ۔

لما قال العلامة بن عابدین : بقرة تعسر ولادتها فادخل ربها يده وذبح  
الولد حل وان جرحه في غير محل الذبح وان لم يقد ر على ذبحه حل وان  
قد رکا ۔ (رد المحتار ج ۹ ص ۳۲۳ کتاب الذبائح) لے

بجوری کیے گئے جانور کے گوشت کا حکم | سوال : پھر یہ کہنے لگے یا کسی منصوبہ  
بجوری کیے گئے جانور کے گوشت کا حکم | جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت  
کھا ناجائز ہے یا نہیں ؟

لما قال العلامة ملا علی نقاری : قلت : وهذا في حيض الرائضة الخاضعة في  
زمانها سحرية تصدق كغيرها بحاجة قضائهن سائر أهل سنة والجمعة فهم  
كفرة بالاجماع بلا نزاع ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۹ ص ۳۲۳ کتاب نفقہ)  
وہ مشکوٰۃ فی شرح الشفہ الاکبر ص ۳۲۳ لکھوہ لا تخیر المؤمن عن الايمان ۔

لے قال العلامة : لاستاذ محمد الشہید بطوری : ان بقرة تعسر ولادتها اولادها من  
صاحبها يده وذبح الولد حل اكله وان جرحها في غير موضع الذبح اذا كان كالبقرة وحل  
ذبحه بجل وان كان يقد ر كما يقد ر ۔ (البحر الرائق ج ۸ ص ۳۲۳ کتاب الذبائح)  
وہ مشکوٰۃ فی الفتاویٰ السعدیة ج ۵ ص ۳۲۳ کتاب الذبائح الباب الاول ۔

الجواب :- منزل جانوری بخت و حرمت کے احکام پر مرتبہ اور غصب شرع نہیں  
ہوئے بشرطیکہ ذبح مسلمان جو اذبح کے وقت ذبیحہ پر الشک نام لیا گیا ہو تاہم ساری  
اور غاصب پر مالک کو اس کی قیمت داکرنا واجب ہے۔

ما قال : لا تلحقه ابن البعوض انك قد جردت : غصب شاة وضعي بها : ان اخذت منك  
وضعت : نقصان لا يقع عن الاضحية وان ضمنه قيمته حية وقتل عنها فلا يلحقها  
صارت ملكا من وقت القصب : ان الفتاوى لغيرانية على : اعمش : السندية ج ۳ ص ۲۹۰  
كتاب الاضحية ۱۷

سوال :- جناب مفتی صاحب : خرگوش کا گوشت کھانا جائز  
نہ خرگوش حلال جانور ہے  
جواب :- شریعت مقدسہ نے خرگوش کو حلال جانور قرار دیا ہے ۔

ما قال العلامة النسخ تاشي رحمه الله ( رد ) حل ( جواب لزوم ) الذي  
ياكل الحب ( والادب ) ( والعقود ) : ربحوا ولا يصارحني صدر دامت ج ۳ ص ۲۳ کتاب النواحي  
توتے کی حالت و حرمت کا حکم  
سوال :- جناب مفتی صاحب : توتے کی حرمت و حرمت  
کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :- توتے کو عربی میں غراب کہا جاتا ہے ، فقہاء کرام کے اقوال سے  
لہ ما قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري : اذا غصب شاة وضعي بها لا يجوز  
صاحبها بالحيوان ان شاة اخذها ناقصة ويقضه النقصان ولا يجوز من الاضحية وان شاة  
صسه قيمتها حية فتصير لشاة ملكا للغاصب من وقت القصب يعني عند الشاة  
دخولهم الله استحصانا : ( خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۲۹۰ کتاب الاضحية )  
وَمِنْهُ فِي الْفَتْوَى ( السندية ج ۳ ص ۲۹۰ ) باب ضاع في النقصية عن الغنم .

لہ واخرجه الامام ابو عيسى الترمذي في سننه : عن هشام بن زيد قال سمعت ابا  
يعقوب القتيبي اربابا من اهل عمان قسوا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عطفها  
فادركتها فاحدسها فاتيتم بها ، يا طلحة فذبحها بمروءة فبقت معي فبخذها واوركها  
لما اني صلى الله عليه وسلم فاكله فاكلت كله قال قبله : ( جامع الترمذي ج ۲ ص ۲۸ )  
وَمِنْهُ فِي الْفَتْوَى ( السندية ج ۳ ص ۲۹۰ ) کتاب النواحي ( رد )

سلیم ہوتا ہے کہ اس کی شے نہیں ہیں (۱) معنی کوڑے ایسے ہوتے ہیں جو صرف مرد اور  
اور کبھی بیوی نہیں کھاتے ہیں، شراب (کوڑے) کا یہ قسم حرام ہے۔ (۲) دوسری قسم کے کوڑے  
وہ ہیں جو کھانے میں صرف دانے یا کیزہ ہیزہ یا استعمال کرتے ہیں، شراب نہیں کھاتے،  
ان کا کھانا حلال ہے۔ (۳) کوڑوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کی غورک حرام اور حلال ہے  
مکعب ہوتا ہے، یعنی مردار بھی کھاتے ہیں اور پاکیزہ ہیزہ بھی۔ (۴) قاضی ابو یوسف اگرچہ  
اس کی کڑمت کے قائل ہیں لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور نسوی آپ ہی  
کے قول پر ہے۔

لما قال العلامة خضر الدين عثمان بن علي الزيلعي، والغراب ثلاثة ألوان: يأكل  
الجيف فحسب فانه لا يؤكل ونوع يأكل الحب فقط فانه لا يؤكل ونوع يأكل الخيل  
وهو ينفذ يؤكل عند أبي حنيفة وهو العقق لانه كاللجاج وعن أبي يوسف  
رحمته الله انه يكره لانه غالب ما يؤكله البعير ولا يؤكل مصرع. انتهى

(تبيين الحقائق ج ۵ ص ۲۳۵ کتاب الذبائح ج ۱)

سوال :- جناب مفتی صاحب ہدیہ کا گوشت کھانا،  
ہدیہ کھانے کا حکم | اردو نے شریعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- اسلام میں ہر شے پر سے کھانا حرام ہے جو اپنی خوراک دشکار  
پیر چھوڑ کر کھانا ہو ہدیہ کا شہر چونکہ ایسے پرندوں میں نہیں ہوتا، جو پیر چھوڑ کر کھاتے  
ہیں اس لیے اس کے کھانے میں شرعاً کوئی قیاحت نہیں، تاہم بعض فقہاء کرام نے  
اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے اس لیے اعتنا ہی بہتر ہے۔

لما قال العلامة الأستاذ محمد اشعشع، بالطوری رحمہ اللہ، والغراب  
ثلاثة ألوان: نوع يأكل الجيف فحسب فانه لا يؤكل ونوع يأكل الحب فحسب  
فانه لا يؤكل ونوع يظلم بينهم وهو ينفذ يؤكل عند الامام وهو العقق لانه ياكل  
النداج وعن أبي يوسف انه يكره لانه غالب ما ياكله البعير ولا يؤكل مصرع.

(بحر الرائق ج ۲ ص ۲۸ کتاب الذبائح)

ومنه في مجمع لانهر شرح المستق لا ج ۲ ص ۲۸ کتاب الذبائح ج ۱

لما قال الامام شيرازي الاسلام ابو بكر بن علي بن محمد الحداد النعماني، وكذا الاياس  
 بالحق العقيق والهند هند والحمام والعصافير كان عامة اكلها الحب والثمار  
 راجحة النيرة ۲۸ ص ۲۹ كتاب الذبايح  
 وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله: ويكره الصمد والهند هند  
 (ص ۲۹ المختار ج ۲ ص ۳۹ كتاب الذبايح) له

مسئله ج ۱ نور چار باب کا شرعی حکم اسم سوال: کسی حیوان سے بد فعلی کرنے سے اس  
 فعل کی قیامت اور حرمت سے قطع نظر اس کے  
 گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: کسی سوال جانور سے ایسے مکروہ فعل کے کرنے سے اس کا گوشت یا دور  
 حرام نہیں ہوتا ہے تاہم ایسے حیوان کی موجودگی اس غیر نظری عمل کے تذکرہ اور یاد دہانی کا  
 ذریعہ ضرور ہے اس لیے فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت جلا یا  
 جائے تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ شناعیت دائمی نہ رہے تاہم کسی دور دراز علاقہ میں  
 لے جا کر فروخت کرنے سے بھی ایسے جانور کو دور کیا جاسکتا ہے۔

لما قال العلامة ابن الہمام: (والذی یروی: انہ تذبح البھیمة وتحرق  
 ذلک لتطبخ) مستند اور التحدث بہم (کلمہ اذیت قیتا ذی الفاعل بہ ویس: یوجب  
 واذ ذبحتم وہی مسا لا توکل ضمنی قیتہما۔ وان كانت مسا لا توکل اکتلت وضعی  
 عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لا توکل۔) (مختار الفتاویٰ شرح الہدایۃ ج ۵ ص ۴۵  
 کتاب الذبايح) لے

لما قال الامام ابو الیث الشریفی القتیہ: الکامل: وکلا یأس بالحق العقیق عند ابی  
 حنیفۃ وکذا الاياس بالهند هند۔ (الفتاویٰ للتوازل ص ۳۳ کتاب الذبايح)  
 و مسئلہ فی الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۱ کتاب الذبايح۔ الباب الثانی۔

لے قال العلامة ابن نجیم، والذی انہا تذبح البھیمة وتحرقہم فذلک لتطبخ البھیمة  
 بہ ویس یوجب قتلہا وان كانت الذبۃ مع الذبايح لیس لہا تذبح وتحرق لاذکرنا وان كانت  
 مع الذبايح تذبح وتحرق عند ابی حنیفۃ وکذا تحرق عند ابی یوسف۔ (مختار الفتاویٰ ج ۵ کتاب الذبايح)  
 و مسئلہ فی رد المحتار ج ۳ ص ۲۱ کتاب المستدیر، مطلب فی روطہ الذبايح

**پورب کے ذبح شدہ جانوروں کے گوشت کا حکم** | سوال: جناب مفتی صاحب! بلاؤ عرب میں بیوزی لینڈ، آسٹریلیا وغیرہ پورب ملک سے بندہ ڈبوں میں مرغی اور دیگر جانوروں کا گوشت آتا ہے اور ان ڈبوں پر یہ تحریر ہوتا ہے کہ حلال طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے، تو کیا ایسے گوشت کا استعمال کرنا جائز ہے؟

**الجواب:-** ایسے گوشت کے بارے میں اگر غالب گمان یہ ہو کہ اس کے ذابحین مسلمان ہیں اور انہوں نے اسلامی طریقہ سے ذبح کیا ہے تو فتویٰ کی تدو سے اس کا استعمال کرنا مخصص ہے مگر فتویٰ کی تدو سے اس مسئلہ میں عصر حاضر کی دیگر تبدیلیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے استعمال سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔

لما قال العلامة القوشاخي رحمه الله: **در كنزة الإحتیاء** ذبح اطلق والبقہ.....  
والدی وانور حای..... **در شروط الذابح** مسلماً حلاً لا تخرج الحرام..... **در شروط الذابح** التسمية  
هو الذكوالنفس عن شوب الدليل..... **تحریر بعد علی صدر المختار** (مختار بالذابح) **الذابح**  
**غیر فطری طریقہ کی پیداوار غیر ملکی گائے کا حکم** | سوال: بعض نسل کی گائوں کے بائیسے  
کا مادہ منورہ بزریم ٹیسٹ ٹیوب یا بذر بخوبی استعمال کیا جاتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا  
ہے ایسی گائے کو بزریمی یا غیر ملکی گائے کہا جاتا ہے۔ ایسی گائے کے گوشت کا استعمال  
کیا حکم ہے؟

**الجواب:-** حیوانات کا نسل مادہ سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ مادہ منورہ کا کوئی

سے دینی سہندیہ: **لاختیاریہ** فوقہا، الذبح فیما یدمج من الشاة..... **والذبح** هو  
قوی الذواح و مجملہ ما یجب للہ و العیین..... **منہا ان یکون مسلماً او کثیراً.....** **منہا**  
**امتدحیہ** حالۃ الزکاة عند..... **منہا ان یرید بہا التسمیۃ** عل الذبیۃ.....  
**منہا ان یرید بہا التسمیۃ** وقت الذبح..... **والذبح** (الذبح) **الذبح**.....  
کتاب الذبح..... **الذبح** (الذبح).....

و مثلاً فی السہادیۃ ج ۳ ص ۴۰۰ کتاب الذبح.....

اعتبار نہیں ہوتا، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بکری کے ساتھ کوئی درندہ چلتی کرے تو بچہ  
مائدہ کے تابع ہوگا، لہذا صورت مسئلہ کے مطابق برہمنی کی مذکورہ گائے کو ذبح کرنا اور اس سے  
انتفاع حاصل کرنا یعنی اس کا گوشت کھانا ناجائز ہے۔

لما قال العلامة الكاساني رحمه الله - فان كان متوليا من الوحش والانس فله عتق  
الام فان كانت هنية يجوز ولا فلا حتى ان اليقرة الاهلية اقدان عتقها ثور وحش  
فولدت ولدا فاذا يجوز ان يضمن به وان كانت بقرة وحشية والثور اهليا  
لغيره جزلان الاصل في الولد اكام لانه منفصل عن الام۔

ردائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹ کتاب النبیاح۔

**بوقت ذبح عید التسمیہ چھوڑنے کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص جانور ذبح کرتے  
وقت قصداً و عمداً بسم اللہ چھوڑ دے

تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

**الجواب :-** احناف کے ہاں ذبح کرتے وقت بسم اللہ محضاً و عمداً ترک کرنا  
ذبیحہ کے مرفوع ہونے کا سبب ہے لہذا بوقت ذبح عیداً بسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ  
ہو جائے جس کے کسی بھی قسم کا انتفاع جائز نہیں نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ دوسروں  
کو کھلا سکتا ہے۔

لما قال العلامة المرنغشتاوی رحمه الله - ان تولک لتسمیة عیداً لا یصح العتق  
ولو قضی القاضی بعوارضہ لا یقصد۔

(الهدایة علی صدر فتح القدیر ج ۸ کتاب الذبائح)۔

لما قال العلامة البکری صاحب الزیلع الاقرین حارة اهلیة لولدت من حارة وحشی لم  
یکون ودها ولولدت حارة وحشیة من حارة اهلی اکل ودها فان تولد ثانیاً لاهمه  
دون اہیہ - (احکام القرآن ج ۵ ص ۵۰۰ سورۃ النحل)  
کے تان علامہ ابن عابدینؒ، ولا یخذ ذبیحة من تعین تولک التسمیة مسلماً او کتاب  
لنص القرآن ولا تعقوا الاجماع - (رد المحتار ج ۴ ص ۲۹۹ کتاب الذبائح)  
ومثله فی الہدایة ج ۳ ص ۲۲۵ کتاب الذبائح۔





**خنزیر کی حرمت میں فلسفہ** | سوال :- جناب مفتی صاحب ! یہاں جاپان میں عموماً

خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض مسلمان جو کہ حرم دراز سے یہاں مقیم ہیں وہ بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے اور خنزیر کے گوشت میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا گوشت ایک ہی طرح کا ہوتا ہے، بلا خنزیر کا گوشت کائے کے گوشت سے نفیذ ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کا روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ اسلام میں خنزیر کا گوشت حرام قرار دینے کا کیا فلسفہ ہے ؟

**الجواب :-** اسلامی نقطہ نظر سے کسی چیز کی حلت اور حرمت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال فرمادیں وہ حلال ہوتی ہے اور جس کو حرام فرمادیں وہ حرام ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں کسی کو قیاس آرائی کی اجازت نہیں کہ وہ ادھر ادھر صوفی و کلامی مل کر کسی چیز پر حلال یا حرام ہونے کا حکم لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف حیوانات کی طرح گائے کو بھی حلال قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

تَمَیِّزَ الْأَرْوَاحِ مِنَ الطَّيْرِ وَالْحَيَّةِ الْفُتَيِّمِ وَالْخَنَازِيرِ فَتَنَبَّيْ قُلْ أَلَا تَحْكُمُ  
عَلَيْكُمْ أَمِ الْفُتَيِّمِ ..... وَوَيْلٌ لِلْبَشَرِ لِمَا تَعْبُرُ لِمَا كُنْتُمْ كُفْرًا تَعْبُرُونَ

(سورۃ اکلہ ۱۰۱، آیت ۷۰)

(ترجمہ) (خنزیر و مادہ یعنی بھیر میں دو قسم اور کبوتر میں دو قسم، آپ کے کہیں کہیں اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو۔۔۔ اور گائے میں دو قسم آپ کہیں کہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ مشہور تفسیر قرآن مجید اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں :-

تشریح : اضافة الانعام الى لحم..... اذ لم يذكرها وان شأنا ويقتضيه ذلك وانه تعالى لم يحرم شيئا من ذوات ولا شيعتها من اولادها بل كرها مخلوقة لبي اثم كلالا وكونها وحوادثها وغلطها وغلطها من وجوه المنافع : (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۰۷)

(ترجمہ) بھیر (مذہب) اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی اقسام کو بیان کیا ہے۔۔۔ جن کی کہ اور ان میں کئی کاروبار اور اسی طرح گائے بھی ایک نیک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اور ان کی اولاد میں۔۔۔ کئی کو بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ سارے کے سارے یعنی آدم کے کھانے کے واسطے یا برقرار رہنے اور دوسرے منافع کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ؟



ہی پرست کھانا ہے ۔

(۳) صاحبِ محزون اللہ وہ فساد گوشت خوک اور اس کی حرمت کی تیرہ وجوہ نقل کی تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جانور کا گوشت فطرتِ انسانی کے برخلاف ہے وہ کھیتے ہیں کہ وہ گوشت خوک موادِ غلطِ غلیظ است و صورتِ حرمیہ شدید و مدارجِ مزہم و دوا و الفیل و اوجاج الخاضع و قبا و قتل و زوالِ مروت و غیرت و حیثیت و باعثِ فحش است و اکثر سے از فرقِ غیرِ اسلامی، مگر راجی خورد و قیل از قومہ نور اسلام گوشت آن را در بازار راجی نروختند و بعد از اس در مذہب اسلام حرام و بیع آن ممنوع و عقوق گردید بسیار کثیف و بدہیئت است ۔  
(۱) حکام اسلام قتل کی نظر میں مکرم

(۴) سور کا گوشت ایک بیماری کا باعث بنتا ہے جو کما کھول کی ایک بیماری ہے اور اس کا نام ٹرکی آؤسس ہے جو کہ سحرانی آسب و ہوا میں بہت خطرناک ہے ۔  
باقی رہا سگہ گائے وغیرہ کا تو مولانا شریف علی نقی لکھنؤی اس بارے میں فرماتے ہیں ۔

(۱) یہ سارے جانور وہ اصل مزاجِ انسانی کے موافق اور سہجے و عقلِ المزاج ہوتے ہیں اس لیے حلال ٹھہرائے گئے ہیں اور ان جانوروں کو خدا تعالیٰ سننے بہیت لانعام فرمایا ہے اور اسی توافق و امتدادی کے سبب دنیا میں نریا و ترانہ میں جانوروں کا گوشت بخیر آدم استعمال کرتے ہیں، فطرتِ انسانی اس امر کی متفق ہے کہ جیسا کہ بنی آدم کی خوراک کا کچھ مقرر نباتات سے ہوتا ہے ایسا ہی کچھ حقد اس کے حیوانات سے ہوا اور اسی کی خوراک کے لیے حیوانات بھی وہ مقرر ہونے مناسب تھے جو اس کے مزاج کے موافق ہوں لہذا اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ۔

(۲) جبکہ انسان جائزِ جلال و جمال ہے تو اس کی خوراک میں بھی جلال و جمال دونوں کا ہونا مناسب تھا لہذا انسان کی خوراک کے لیے وہ جانور مقرر ہوتے ہیں جن میں جان و جلال ہر دو صفات موجود ہیں ۔  
(۱) حکام اسلام عقل کی نظر میں مکرم

مزید تفصیل کے لیے "جیاتِ نبیوان" از علامہ مدنی رحمہ اللہ کی طرف مراجعت کریں ۔  
مسلمان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم ہی کافی ہے ۔  
(۱) وہاں الرقی و امین

**سوال:** جناب مفتی صاحب! کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چونکہ کچھ کھانے کا حکم دیا گیا ہے اور سب پاک ہیں اس لیے کچھ کھانا بھی جائز ہے، جبکہ کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا کھانا درست نہیں، شریعت مطہرہ کے احکامات کی روشنی میں بتائیں کہ کچھ کھانا حلال ہے یا حرام؟

**الجواب:** احکامات کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے فقط پھلی حلال ہے، باقی سب حرام، لہذا کچھ شمشیری کھانا بھی حرام ہے۔

قال العلامة المرحوم تاج، ولا یوکل من حیوان العاء الا السمک.

والہدایۃ ج ۴ ص ۴۸ کتاب الذبائح

**سوال ۱۰:** بعض اوقات میرے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ شریعت مقدسہ نے جو شہداء و بچے گیدو وغیرہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے تو اس کا کیا وجہ ہے اور کسی فلسفہ کے تحت یہ درندے حرام قرار دیئے گئے ہیں؟

**الجواب:** ایک مسلمان کے لیے کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا اعتقاد کسی فلسفہ کے تحت نہیں ہونا چاہیے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے ماننا ضروری ہے اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بارے میں حلت و حرمت کا حکم بغیر کسی حکمت کے نہیں فرماتا۔

چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سارے درندے جانورین کی حرمت و فطرت میں بخوبی سے چھیٹنا اور مولت سے زخم پہنچانا اور جن میں سخت دل ہے سب حرام ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیے کے ہاتھ میں فرمایا ہے، اویا کل احد یعنی کیا بھیڑیے کو بھی کوئی انسان کھاتا ہے یعنی اس کو گردی نہیں کھاتا۔ وجہ حرمت ظاہر ہے کہ ان جانوروں کے کھانے سے انسان میں درندگی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی طبیعت اعتدال سے خارج ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں رحم نہیں ہوتا، اسی واسطے ہر شکار پر ہندو کے کھانے سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ (احکام اسلام قبل و بعد میں ص ۱۰۰ کتاب الاکل والشرب)



## کتاب الصيد (شکار کرنے کے احکام و مسائل)

**سوال :-** بعض علاقوں میں بھل یا پرندوں کے شکار جال سے شکار کرنا جائز ہے۔  
 کے لیے جو استعمال کیا جاتا ہے جس میں ٹھونڈے پرندوں کو بڑباغ دکھا کر پکڑا جاتا ہے، کیا یہ طریقہ دھوکہ دہی کے دائرہ میں ہو کہ شکار پر اس کا کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شکار قرآن و حدیث کی رو سے مباح ہے ایسے مباح امر کے حصول کے لیے کسی چیز کا اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں، جال سے شکار کرنا کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے فقہاء کی عام عبادتیں اس کے جو اثر پر دال ہیں۔

لما قال لا لامة قاضي خان: رجل اخفوف ارضه حفيوة فوق وقع فيها صيدا فجاء رجل واخذه قال انصيد يكون للأخذ وان كان صاحب الارض اتخذ تلك الحفيوة كاجن الصيد فهو احق بالصيد. (امتنان في قاضي خان علی ۷۷۱ من المندية ۳۵۹) کتاب الصيد والذبايح ۱۷

**سوال :-** بندوق یا غیل سے کیا بڑا شکار گرز مرغ نہ ملے ہو سکے تو اس کے کھنڈے کا کیا حکم ہے؟ اگر بندوق یا غیل کا گوشت سے شکار زخمی ہو کر مر جائے تو کیا یہ جرح ذبح کے لیے کافی ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** فقہاء کی بنیاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز خود بخود نہ ہو بلکہ زور

لما قال العلامة ابن البزاز المکوردی: مک نصب فسطاطاً باذن صید فی ارض رجل اور نکسر به جله فیها او وقع فیہ بحيث لا یقدر علی البزاج فاخذ انسان ونازعہ صاحب ان کان صاحب الارض بحيث لو مئد ید یصل الیه فھو ذابان بعید لا یصل الیہ و لو مئد فھو یلہخذ. (امتنان فی البزازیۃ علی ۷۷۱ من المندية ۳۵۹) کتاب الصيد والذبايح ۱۷  
 و مشکلی فی المندية ج ۵ ص ۳۱۸ الباب الثاني فی تملیات ما بہ انصيد الخ۔

سے شکار کو زخمی کرے سارہ وہ اس سے مر جائے تو یہ موقوفہ کے حکم میں ہو کہ حلال نہیں ،  
بندوق اور غلیل کی گولی خود جراح نہیں بلکہ عموماً جانور اس کے اندر پھنسیں سے ڈبی ہوتا  
ہے اس لیے اس کی حالت کے لیے یہ جرح کافی نہیں تاہم اگر حیوان میں کچھ حیات باقی ہو اور  
اس کو ذبح کر لیا جائے تو پھر کھانے میں کوئی حرج نہیں ۔

لما قال العلامة قاضی خاں : ولا یحسن صید البندقة والجبر والمغیر من الأعضاء  
وما أشبه ذلك وان حرق ذلك . رائی قاضی خاں عی ہامش البندیۃ فیہ  
کتاب الصيد والذباح ۱۷

سوال : مجروح شکار اگر چند لمبے زندہ رہ  
سکتا ہو یا اضطراری موت سے محفوظ ہو تو

اس کی حالت کے لیے زخمی ہونا ہی کافی ہے یا اس کا ذبح کرنا ضروری ہے ؟  
الجواب : مجروح شکار جب کچھ دیر زندہ ہو یا کم از کم اضطراری موت سے بچ  
سکتا ہو تو شرعاً ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ جرح ذبح اختیاری کے حکم میں ہے اور یہ  
اس وقت کا نام ہے جب تک ذبح اختیاری قابل عمل نہ ہو ۔

لما قال العلامة ابو بکر انکشاف : وقال اصحابنا رحمہم اللہ لو جرحه السهم والکعب  
فادخله کن لعمریاخذ ما حتی مات فان کان فی وقت الموت فیکفہ جرحه فلم یأخذ ما لعمریاخذ کل ان  
الذبح صار مقدوراً علیہ فخرج من ان یكون ذکاؤه . رد المحتار فی تشریح الشرائع ج ۱ ص ۱۸۱  
لے عن ابراہیم بن عدی بن عاتم : قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ریت نعیم فمیت فمیت  
فکل وان لم یترک فکل ولا یمنی من المعراض الا ما ذکرت . کتاب النہی (رد المحتار)  
وین الاوطار ج ۸ ص ۱۸۱ کتاب الصيد باب الشہ عن (نوی) بالینذوق وما فی معناہ :

وَمَنْ ذَكَرَ فِي ذِكْرِ الْخَطِّ وَالْخَطِّ ۶ مَسْكُ كِتَابُ الصَّيْدِ ۔

لے قال : العلامة علاؤ الدین المصنفی : ولا بد من ذبح صید مستأنس الا ذکاؤا اضطرار  
انما یصل الیہا عند الجرح ذکاؤا الاختیار وکتفی جرح (لحم) کثیر وغنم (قروش) نجس  
کصید (ادعذ) دجھہ کان تردی فی بئر أو نذا وصال حتی یوقلہ المصول علیہ مریداً  
ذکاؤہ حل . رد المحتار علی مکتوب المختار ج ۶ ص ۱۸۱ کتاب الذباح  
وَمَنْ ذَكَرَ فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ ج ۸ مَسْكُ كِتَابُ لُقِي بِأَخْر ۔

شکار کا کچھ ہوا عضو کھانا جائز نہیں | سوال : شکار کرنے کے وقت تیر یا کسی اور  
 ہر جگہ اور بعد میں وہ بے نور ذبح کر لیا جائے تو اسی کے ہوتے عضو کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- جب کسی زندہ جانور سے اس کا کوئی عضو آکر شکار سے کٹ کر الگ ہو  
 جائے تو اس جانور کے ذبح کرنے سے وہ عضو حلال نہیں ہوتا اس لیے اس الگ شدہ  
 عضو کو کھانا شرعاً درست نہیں۔

لما ذر العلامة ابو القاسم بن علی الحداد الرضویؒ قوله واذا رمی صیداً فقطع عضواً  
 منه أكل الصيد لما بينه وبين كل العضو انقطع عليه تسليماً ما بين من ألقى  
 ذموميت والعضو بهذا الصفة لان إيمان منه في حقيقة لقيام الحيوان  
 فيه۔ (الجوهرة النيرة ۲۴۲ ص ۲۴۲ کتاب الصيد)۔

دریاؤں میں موجود مچھلیوں کو پکنا جائز نہیں | سوال :- بعض دریاؤں میں  
 حکومت ان دریاؤں کو بطحہ زریعہ آبدی استعمال کرتی ہے اور ایسی مچھلیوں پر ان کو گولہ مار  
 مچھلی کا شکار کرنے کی اجازت دیتی ہے جو حکومت کو ایک خاص رقم ادا کرتے ہیں۔  
 عرف میں اس اجازت کو بھیک کہا جاتا ہے، کیا شرعاً اس طرح معاملے کو درست  
 ہے یا نہیں؟

الجواب :- ملکیت کے لیے جہاں فروخت دینے بطور سبب استعمال ہر قسم  
 اس میں یہ ضروری ہے کہ جو چیز فروخت کر کے مقصود ہو اس کی تسلیم بائع فروخت  
 کرنے والے کے دائرہ اختیار میں ہو اور یہاں کہیں فروخت کی ہوئی تھوڑے بائع۔

لما قال العلامة أكل الذین یمنعون عسود الباقی، قال دوان ری صیداً اذا قلع  
 بالرمی عضو من الصيد لما بینا ان الرمی مع البحر مبیع وقد وجد ولا یؤکل العضو  
 من حیث حیاته بعد الا بائع ذوات لہم مکن کلاً۔ (امتیاز شرح الہدایۃ علی  
 حاشی فتح القدیر ج ۹ ص ۲۴۲ کتاب الصيد)

وَمَثَلُهُ فِي الدَّاءِ الْخَمَارِ مَعَ رَدِّ الْمُخْتَارِ ۱۰ ص ۲۴۲ کتاب الصيد۔



شرعی کے حوالے کرنے سے قاصر ہو تو وہ ان پر بائع کا یہ معاملہ ناجائز ہو کر اس کے لیے یہ رقم لینا ناجائز ہے، اس لیے صورتِ مسوٰلہ میں حکومت کا یہ ٹھیکہ دہی معاملہ ایک بنیادِ معاملہ ہے، تاہم اگر ٹھیکہ دار محنت کرے اور پھیل کا شکار کر کے فروخت کرے تو شکار کرنے سے اس کی ملکیت ثابت ہو کر اس کی آمدنی اس کے لیے حلال ہوگی۔

لما قال العلامة برهان الدین المورغینا فی: «وکلایہ یجوز بیع السمک قبل ان یصلأ کانه باع ما کما یمکنه وکافی خطیوة اذا کان لایؤخذ الا بصید کانه غیر مقدور ان تسلیم۔ (المنہاج ج ۳ صفحہ ۵۵ کتاب الصيد) ۱۷

**شکاری گتے کے شکار کا حکم** | سوال ۱۰۔ ہر سے گاؤں میں لوگ شکار کے لیے گتے پالتے ہیں اور ان کو شکار کی تعلیم دیتے ہیں اور پھر ان سے شکار کھیتے ہیں۔ تو اگر وہ شکار کو پکڑ لے اور خود نہ کھائے بلکہ مالک کے پاس لے آئے لیکن وہ شکار راستہ ہی میں اُس کے منہ میں سر جائے تو کیا اس شکار کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ اسلام نے شکار کی غرض سے گتے پالنے اور اس کے ذریعہ شکار کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ اُس کو شکار کرنے کی تعلیم دی گئی ہو اور وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے لیکن خود اس سے نہ کھائے تو ایسے گتے کا شکار کیا ہو اجازتِ حلال ہے اگرچہ وہ جانور گتے کے منہ میں ہی ختم ہو جائے لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ مالک نے شکار پکڑنے کے لیے گتے پر قبضہ وقتِ اللہ کا کام لیا ہو، بدوین اس کے شکار حلال نہیں۔

قوله تعالى: «يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَهُمْ كُلُّ شَيْءٍ حَلَالٍ وَمَا عَنِدَهُمْ حَتَّىٰ يَأْتُوا بِحُكْمٍ» ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَهُمْ كُلُّ شَيْءٍ حَلَالٍ وَمَا عَنِدَهُمْ حَتَّىٰ يَأْتُوا بِحُكْمٍ﴾ - سورة المائدة آیت ۵

لما قال العلامة ابن نجيم ر (قوله والسمك قبل الصيد ای لہر صید سمکہ لکونہ باع ما کما یمکنه فیکون باطلاً اطلاقه قتل ما اذا کان فی خطیوة اذا کان لایؤخذ الا بصید لکونہ غیر مقدور ان تسلیم۔ (البحر الرائق ج ۲ صفحہ ۴۲ کتاب الصيد) ۱۸  
وَمُسْئِلَةٌ فی فتح القدیر ج ۲ صفحہ ۲ کتاب الصيد۔

**چیتے اور شیر کے ذریعے شکار کرنا** | سوال :- جناب مفتی صاحب! کیا چیتے اور شیر کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ متفق کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟

**الجواب :-** چونکہ یہ دونوں جانور بنی و زحل اور غورخواری کی وجہ سے تنہم کے قائل نہیں ہوتے اس لیے فقہاء مسلمان کے ذریعے شکار کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تاہم اگر یہ دونوں جانور تنہم یا فہم ہو کر شکار کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ طاعت کی بنا پر ان کے شکار کرنا جائز قرار دیا گیا تھا وہ منقور ہو چکا ہے۔

لما قال العلامة المحقق: فلا يجوز الصيد بذب وأسد لعدم قابليتهما للتعليم فافهم لا يعلف للغير الأسد لعلو هيمته والذب لخاسته. (الرد المحتار على صدر سہم المختار ج ۲ مسئلہ کتاب الصيد)

قال العلامة ابن عابدین: وحاصله البحث في استثناء الخنزير والاسد والذب وفي التعليل لان الشرط في ظاهر الرواية قبول التعليم فيحمل بكل معلم ولو خنزير. (رد المحتار ج ۲ مسئلہ کتاب الصيد) لے  
**سوال :-** جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں کچھ شو قیاء طور پر شکار کھیلنے کا حکم | لوگ بعض موذی جانوروں مثلاً گیڑ وغیرہ کا شکار شوقیاء طور پر کرتے ہیں اس سے ان لوگوں کا مقصود صرف کھیل تماشا ہوتا ہے، کیا شرعاً ایسا شکار جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** کسی بھی جانور کا شکار اس غرض سے کرنا چاہیے کہ اس سے کچھ نفع حاصل ہو صرف کھیل تماشا کے طور پر شکار کرنا جائز نہیں خصوصاً حرام جانور کا شکار کہ جس سے کوئی فائدہ نہ پہنچتا ہو مگر وہ جانور کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچاتا ہو تو پھر اسے مارنا جائز اور فیصلہ ہے۔  
لما قال العلامة وحسن المزجلی: ويكر الصيد لهما لانه حبس لقوله عليه السلام

لے قال العلامة وحسن المزجلی: واستثنى أبو يوسف عن ذلك الأسد الذئب لانهما لا يعلا فغريهما الأسد لعلو هيمته والذب لخاسته والحق بعضهم اعداء الخنازير والخنازير مستثنى. (الفقه الإسلامي وأدلته ج ۳ ص ۴۱۱ الفصل الثاني في الصيد)

لا تخذوا ثمنًا فيه الروح غرضاً ای ہدف نامن مثل عصفوراً ہبشاً عجم الی  
اللہ یوم القیامۃ یقربہ، اذ فلاناً قتلنی حبشاً ولعمری لانی منفعة .

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۶۹۹ الفصل الثانی فی الصید)۔

**تجارت کی غرض سے شکار کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب دارعلوم تھانہ !  
میں چند ساتھی اجتماعی طور پر دریائے سندھ میں کھیل کا  
شکار کرتے ہیں اور پھر اسے فروخت کر دیتے ہیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ شکار صرف  
کھانے کی حد تک جائز ہے نبی رت کے لیے شکار جائز نہیں۔ آنجناب سے گزارش ہے کہ  
قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیے کہ تجارت کی غرض سے شکار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟  
[الجواب :- اگرچہ بعض علماء کے ہاں شکار کو بطور پیشہ اعتقاد کرنا مکروہ ہے مگر  
رایع قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا صورتِ مند کے مطابق تجارت  
کے لیے شکار کرنا مباح ہے اس میں حرمت کا کوئی اثر نہیں۔]

لما قال العلامة المحقق : هو مباح الا المحرم في غير الحرم او لطلبه كما هو  
ظاهر او حرقه على ما في الاشياء قال المصنف وانما زاد تدبيراً له والا  
فالتحقيق عندی :باحة اتخاذ حرقه لانه نوع من الاکتساب وحل  
انواع الکتب فی الاباحۃ سواء علی المذهب الصمیح .

(الدرا المختار علی ص ۶۰۰ المختار ج ۶ ص ۶۰۰ کتاب الصید)۔

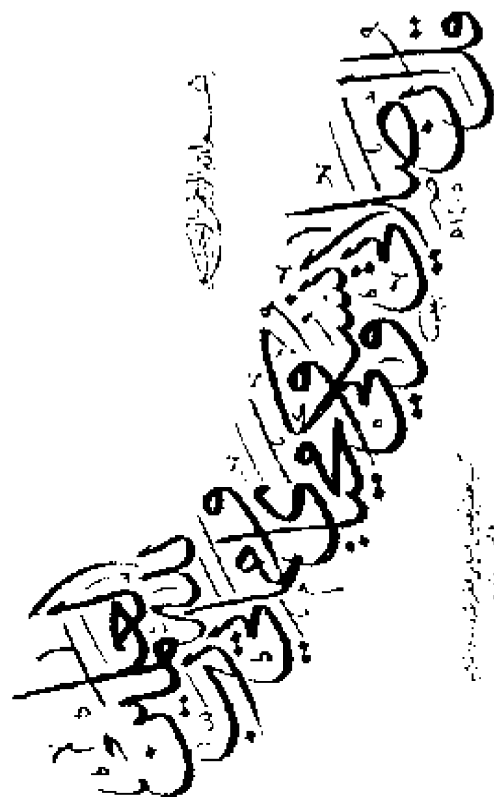
لما قال العلامة المحقق : هو مباح بخمسة عشر شرطاً ..... الا المحرم  
في غير الحرم او لطلبه كما هو ظاهر۔ قال العلامة ابن عابدین : في مجموع  
الفتاویٰ : ويكفر للشيء . (الدرا المختار علی صدرہ المختار ج ۶ ص ۶۰۰  
کتاب الصید)

لما قال العلامة ابن عابدین : وفي التتارخانیة قال ابو يوسف اذا  
طلب الصید فهو واجباً فلا یخیر فیہ واكرهه وان طلب منه  
ما یحتاج الیه من بیع او احام او حاجة اخرى فلا بأس .

(رد المختار ج ۶ ص ۶۰۰ کتاب الصید)







## کتاب الاضیحة

### دربانی کے احکام و مسائل

**نصاب قربانی کا معیار** | سوال :- قربانی کے وجوب کے لیے شریعت طہریہ میں تعین کیا گیا ہے ؟

**الجواب :-** اگر کوئی شخص اپنے حوالے سے ضروری اور فرض کے حدود میں ہو تو اسے قربانی کرنا لازم ہے ۔

لما قال العلامة جہ ہر بن عبد الرشید بخاری : قال ابو حنیفة الموسوی  
لما یاتدھم او یسادی مزیق درھم سونی مسکن والحداد والشیب ابی بلیس  
ومعاق نعیتم الذی محتاج الیہ وھذا اذا بقی لہ الی ان یتدبح الاضیحة ۔  
(خلاصۃ الفتاوی ج ۳ ص ۳۸ کتاب الاضیحة) ملے

**قربانی کے ایام کا حکم** | سوال :- قربانی کتنے دنوں تک کرنا جائز ہے ؟ نیز اس میں  
جدی کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

**الجواب :-** قرآن و سنت کی روشنی میں ایام النحر و قربانی کے دن یمن میں  
یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ تین دن ہیں ، تاہم پہلے دن (۱۰ ذی الحجہ) قربانی کرنا  
افضل ہے ۔

لما ذکر العلامة محمد بن الخوسری فی تفسیرہ : وعدتھا ثلاثة یام یوم النحر و یومنا

لہذا ذکر فی الیومین ینہ : اما شریعتاً وجوباً ، متھایسار ، وھو ما یعلق بلم وجوب ۔  
صدقة اعطون یتعلق بہ وجوب الزکوۃ .... والموسر علی انھما یتعمد ما یشاہدہم او غنوا  
وینار او تمس یبلغ ذلک سونی کتھ و متاع کتھ و مکتوبہ و غنمہ فی حاجتہ لئلا یتغنی  
عنھما ۔ (فتاویٰ دہلوی ، ج ۵ ص ۲۹۸ کتاب الاضیحة ، باب الاول فی تفسیرھما)  
وہم شہد فی رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۳ کتاب الاضیحة ۔





**شُرکاء قربانی کی تعداد** | اس سوال کے لئے ہمیں وغیرہ کی قربانی میں کتنے اشخاص شریک ہو سکتے ہیں؟

**الجواب** : اگر کئے ہمیں کی قربانی میں شرکاء سات حصوں کی حد مقرر ہے اس سے زائد حصوں کی گنجائش نہیں تاہم سات سے کم حصوں میں کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ : ولا يجوز بعد واحد ولا بقرة واحدة عن اكثر من سبعة ويصون ذلك من سبعة او اقل من ذلك۔ (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۵ ص ۵۵۸ کتاب الاضحية)

**شُرکاء قربانی کی نیت کا حکم** | اگر قربانی کے شرکاء کی نیت قربت کی حیثیت پر مختلف ہو، مثلاً بعض نے وجوب اور بعض نے نفل کی نیت

کی ہو تو کیا اس سے قربانی متاثر ہوگی یا نہیں؟

**الجواب** : شرعیات مقدسہ نے قربانی کے جائزہ کے لئے ہمیں وغیرہ میں شرکاء کو جائز قرار دینے سے بشرطیکہ سب کی نیت حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو اگرچہ مختلف انواع کی قربات ہوں لہذا متقین و صالحین کی قربانی صحیح ہے۔

لما قال العلامة ابو بکر بن مسعود الکاسانیؒ : ولو ارادوا القرية اكهمية او غيرها من اجزاءهم سواء كانت القرية واجبة او طوعاً او وجبت على البعض دون البعض وسواء انتفعت جهات القرية او اختلفت ربائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۵ کتاب الاضحية ص ۵۵۸

الحق علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاریؒ جو نقد پر بالبیع منع الزیادۃ للایمتنع التعمان حتی لو كانت الشركاء في يدنة او البقرة ثمانية لم يجرهم ولو كانوا اقل من ثمانية الا ان نصيب واحد منهم اقل من السبع كما يجوز ايضا۔ (خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۳۵۸ کتاب الاضحية) و مثلاً فی فتاویٰ احمدیہ ج ۵ ص ۲۸۲ الباب الثامن فیما يتعلق بالشركة فی الضحايا۔ علامہ قال العلامة محمد الشہر بالطبریؒ : تجوز عن سبعة بشرط قصد ذکری القرية وغلای الجہات فی الاضحية كالقرآن والتمعة والاضحية لاتحاد المقصود وهو القرية۔ (المجمل لرائق ج ۸ ص ۸۸ کتاب الاضحية)

و مثلاً فی الفتاویٰ السنہیہ ج ۲ ص ۲۲۰ الباب الثامن فیما يتعلق بالشركة فی الضحية



نما قبل العلامة بوهان الذين المرضية في، ولو اشترى بقرعة يردون بعضي  
بها عن نفسه فمما غرت فيه ستة معاً جازاً متعصاً... والاحسن ان يفعل  
ذلك قبل الشراء ليكون ائتمن عن الخلاف - والهداية ج ۶ ص ۲۸۱ كتاب الاضحية  
سؤال کیا صاحب نصاب نابالغ پر قربانی واجب ہے  
یا نہیں؟ اور وجوب کی ادائیگی باپ یا ولی اپنے مال سے  
کرے گا یا نابالغ کے مال سے کی جائے گی؟

الجواب - صاحب نصاب نابالغ پر شرعاً قربانی واجب ہے اور ادائیگی وجوب  
اس کے مال سے کی جائے گی۔

لما قال العلامة ابو بكر الكاساني: وأما البلوغ والعقل فبسا من شرائع الحيوة  
في قوانين حفيظة جواني يوسف... حتى تعجب لأضحوية في مال القسبي والجنون  
إذا كان موسرين - (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۶ ص ۲۸۱ كتاب الاضحية) -  
سؤال کیا میت کی حصہ داری سے دیگر شرکاء  
میت کے لیے قربانی کا حکم اس کی قربانی پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب - قربانی میں میت کی یا حصہ داری کے بدرجہہ والے کی شراکت شرعاً  
نقصان دہ نہیں بلکہ شرکاء کی قربانی درست اور صحیح ہے۔

ساقی العلامة لمصنفی، روان ص ۱۷۱ (حد السبعة) المستترکین فی البدنة

قال العلامة لمصنفی، رد المحتار ج ۶ ص ۲۸۱ (حد السبعة) المستترکین فی البدنة  
وقت الشراء الاشتراك محرم اشتعائاً وإلا فلا اشتعائاً كذا في (الاشترک) (قبل  
الشراء واجب - (رد المحتار ج ۶ ص ۲۸۱) (حد السبعة) المستترکین فی البدنة

ومسألة في الهندية ج ۶ ص ۲۸۱، باب الثامن فيما يتعلق به الشركة في الضحايا -  
على قال العلامة ابن عابدین، رد المحتار ج ۶ ص ۲۸۱ (حد السبعة) المستترکین فی البدنة  
المصنف ومثله المجنون - قال في المبدائع ما البلوغ والعقل فبسا من شرائع  
الوجوب في قوانين حفيظة جواني يوسف... حتى تعجب لأضحوية في مال القسبي والجنون  
إذا كان موسرين - (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۶ ص ۲۸۱ كتاب الاضحية)

حد السبعة المستترکین فی البدنة (حد السبعة) المستترکین فی البدنة (حد السبعة) المستترکین فی البدنة

رواق آل ابو ذئبة، مجموعته وعثو صمغ عن اسكل استحسانا لفقت الشربة من الكل۔ (الدر المختار علی صدره المختار ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب الاضحية ج ۱)

بلاعذر شرعی فشریانی چھوڑ دینا | سوال :- قربانی واجب ہونے کے باوجود ایام گزرجائیں تو پشیمانی کے احساس کے طور پر کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب :- قربانی واجب شرعی ہے بلاعذر ترک کرنا موجب گناہ ہے تاہم قربانی کے دن گزرنے کے بعد اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے لیکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے قبول کرے، اور اگر کوئی قربانی کو اپنے آپ پر خود واجب کرنے یا فقیر قربانی کے لیے جانور خریدے تو اس صورت میں تندرہ جانور کو صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

لما قال العلامة برهانی الدین امر غنیانی، ولو لم یضطر حتی مضت ایام النحر ان کان واجب علی نفسه او کان فقیرا وقد اشتری الاضحية تصدق به حیة و ان کان غنیاً تصدق بقیمته شاة اشتری ولو لم یشری لانها واجبة علی الغنی وتجب علی الفقیر بالشرع بقیمته۔ (المہدایہ ج ۳ ص ۳۳۳ کتاب الاضحية ج ۱) قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا | سوال :- ایک شخص نے قربانی کے لیے جانور خریدا، بعد ازاں بعض اس مال کی وجہ سے فروخت کرنا کر دوسرا کم قیمت والا جانور مل جائے تو کچھ رقم کا فائدہ ہوگا، تو کیا اس صورت میں اس

لما قال العلامة علاء الدین انکاسانی، ذال اشترک ببعده فی بدیعہ و احدھ قبل الذبح فروضی و رتمہ ان یذبح عن المیت جائز استحساناً۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۵ ص ۳۵۳ کتاب الاضحية ج ۱) ومثله فی خلاصة الفتاوی ج ۳ ص ۳۵۳ کتاب الاضحية ج ۱۔

سہ قال العلامة عبد القیوم مودود النوصلی، من مضت ولید الذبح فان حصار فقیرا وقد اشتری تصدق بها حیة وان کان غنیاً تصدق بقیمتها اشترها او لا۔

(دکھتیار تعلیل المختار ج ۵ ص ۵۵ کتاب الاضحية ج ۱)

ومثله فی الدر المختار علی صدره المختار ج ۲ ص ۳۲۳ کتاب الاضحية ج ۱۔

خریدنے سے ہوئے جانور کو فروخت کر کے دوسرا جانور خریدنا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** اگر قریباً لگے والے کو بیع والا غنی ہو اور اس پر قریباً واجب ہو تو ایسی حالت میں  
 خریدنے سے جانور متعین نہیں ہوتا اس لیے اس حال میں تبدیلی مرضع سے لیکن اگر قریباً  
 نفی ہو جو کہ خریدنے سے واجب ہو جائے ہے پھر اس میں تبدیلی مرضع نہیں ایسی وجہ  
 ہے کہ جہاں کہیں ایسی صورت میں نہ اس رقم بچے تو اس کا قصد کیا جائے گا، بلکہ فقہانے  
 صورت اولیٰ میں بھی زائد رقم کے تصدق کو اولیٰ قرار دیا ہے۔

لما قال العلامة خاھر بن عبد الرشید البھاری: وفي الاصل اشترى احمية  
 ثم باعها جازي فظاهر ان ولاية ولو اشترى مشنها وغني بها ان كانت احمية مثل  
 الاول او خيرا مشها جازي لا يلزمه شيء اخر وان كان دون الاول تصدق  
 بفضل احمية. خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۳۱ کتاب الاحمية۔

**قریبی کے جانور سے استغفار کا حکم**۔ سوال :- کیا قریب کے جانور سے دودھ لینا سواری  
 کیلئے استعمال کر کے استغفار لینا جائز ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** قریب کے جانور سے استغفار لینا شرعاً درست نہیں بلکہ اس کے دودھ کو ٹھنڈا  
 پانی سے خشک کیا جائے گا تاہم اگر دودھ باہل وغیرہ جاز اس سے استغفار لیا جائے تو بعینہ اس  
 جزاء کو یا اس کی قیمت کو ضرر میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔

لما قال العلامة ابن عابد بنج: وقوله يكره الاستغفار بلبانها فان كانت احمية  
 فربما ينفق ضررها بالاء البارود (لاحله وتصديق به۔ لودن مختار ج ۲ ص ۳۲۹ کتاب الاحمية)  
 لصود كوفي الهندية: وجعل اشترى شاة احمية ووجبهابسانه فوشدوعا اخر حكاه في مجمع  
 الاول في قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وان كانت احمية شاة او الاول في مجمع  
 الثانية فان تصدق بفضل احمية. (امثال الهندية ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الاحمية)۔  
 قال العلامة ابن البراء الكروبي: ويكره لبها وجزء من اقبل الذي يجوز وينتفع به ذات  
 فطه تصدق به..... وان في ضررها ابن عابد عليه تفرغ ضررها بالاء بارود فربما يلبان  
 ابن ردا وقرت ۱۴۱۲ النحر وان بعدت يلبها ويتصدق باللب وما اصاب من الفرس تصدق بمثل  
 قيمته وكذا الصوف۔ (امثال الهندية ج ۲ ص ۳۹۶ کتاب الاحمية)۔  
 ومثله في خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۳۲ کتاب الاحمية۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ | سوال ۱۔ شریعت مقدسہ میں قربانی کے گوشت کو حصہ داروں اور فقروں میں تقسیم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب۔ شریعت مقدسہ نے قربانی کے جانور میں حصہ داروں کو جائز رکھا ہے لہذا گوشت کو شرکاء و آلہ میں ایسے طریقے سے تقسیم کریں جس میں کسی کی حق تلفی کا امکان نہ ہو تاہم فقراء و صدقہ کے لیے وزن کرنا ضروری نہیں۔

تساواں العلاصہ فخر الدین حسن بن افرجانیؒ: سبعة حصوا بقرة و اقسوا لحیها و ذناج ذکان بیع بثلث اللحم و ذنا بثلث جاز و قدر الثلث القسمة فان اقسوا و اجزأ فی کل یحوزها اعتباراً بالبیع۔ (الف و فی تاضی خان علی ہامش الہندیۃ ج ۲ ص ۳۵) فصل فیما یجوز فی الضعایا... الخ (۱) لہ

قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا | سوال ۲۔ کیا قربانی کا سارا گوشت خورد کیا جاسکتا ہے یا تین حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے؟ اس کی تقسیم کے صحیح طریقہ کی وضاحت فرمائی جائے؟

الجواب۔ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرنا مندوب ہے۔ ایک حصہ فقروں پر تقسیم کیا جائے، دوسرا حصہ عزیز و اقرباء کو کھلایا جائے اور تیسرا حصہ اپنے لیے رکھ لیا جائے تاہم اگر سارا گوشت صدقہ کر دیا جائے یا بیٹے لیے ذخیرہ کر لیا جائے تو بھی مرضی ہے۔

ما قال العلامة ابوبکر الکاسانیؒ: ولا فضل ان یصدق بالثلث و یغذ الثلث ضمانة لاقربہ و صدقاً و بدخلاً للثلث۔ و لو صدق بالکل جاز و لو جسی بالکل بنفسہ جاز۔ (روایع معانی فی فروع الفقہ ج ۱ ص ۱۸۷)

لہ قال العلامة شمس الدین محمد بن عبداللہ المتراشیؒ: و یقسم اللحم و ذنا کل جزءاً۔ (تنویر الایضار علی صدرہ المختار ج ۲ ص ۳۸ کتاب الاضعیۃ)

و یؤخذ فی الذنا و الذی فی البزار ینہ علی ہامش الہندیۃ ج ۲ ص ۳۸ ان اربع فیما یجوز من الاضعیۃ۔

لہ قال العلامة ابن عابدینؒ: ولا فضل ان یتصدق بالثلث و یغذ الثلث ضمانة لاقربہ و صدقاً و بدخلاً للثلث و یتحب ان یأکل منها و لو جسی بالکل نہ جاز

و ان القربۃ فی الثلث و الصدق بالجمع تعویض۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸ کتاب الاضعیۃ)

و یؤخذ فی الہندیۃ ج ۲ ص ۳۵ ایاً بالحدس فیما یستحب من الاضعیۃ۔

میت کی طرف سے کی گئی قربانی کے گوشت کا حکم | سوال یہ کیا میت کی طرف  
کھا جا سکتا ہے یا صدقہ کرنا لازمی ہے ؟

الجواب : میت کی طرف سے ذبح شدہ قربانی کے جانور کا گوشت خورد کھانا اور  
دوسروں کو کھلانا جائز ہے بشرطیکہ قربانی میت کی وصیت سے نہ کی گئی ہو ورنہ وصیت  
کی صورت میں صدقہ کرنا لازمی ہے ۔

مما قال العلامة الفاضل خان : وبوضعی من میت من مال مسلم لغيره من ابدان  
وله ان یقال له ولا یتصدق به ولا یتصدق به زلفه لا یصلح من کانت ... وان صحی  
عن میت من مال میت ، بل میت یصدق بصدقة ولا یتصدق به من مال میت ولا یتصدق  
عن میت . (الفتاویٰ فی حقیقۃ علیہ متن) والحدود <sup>۳۵۲</sup> فیما یجوز فی الاغنیة ما یجوز  
نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم | سوال : نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا  
نذر کی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم کیا حکم ہے ؟ کیا قربانی مرنے والے سے  
خود کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب : نذر کا ہوئی قربانی کی قربت الی اللہ کا ذریعہ ہے لیکن ناذر اپنی قربانی کا گوشت  
نذر کا وجہ سے خود نہیں کھا سکتا بلکہ تمام گوشت خیرات میں تقسیم کرنا لازمی ہوگا ۔

مما قال العلامة الفاضل خان : وبوضعی اولو دعیہ صدق بصدقات یصلحها ولا یصلحها بصدقة بقیة  
ایضاً دلایا کل الناذر منها ان کل صدقة بقیة مکن . وفي حاشیة رد المحتار اعتبرت شرعاً  
وان ذبح لای کُل منها . (رد المحتار ج ۶ مسئلہ کتاب الاغنیة) ۳۵۳

لے قال العلامة ابن عابون : من علی عن الیت یصلح فی اغنیة نفسه من الصدقات وان کان زجر  
الیت ولکن لا یصلح ذلک صدقاً وان نذر ان کتاب الاغنیة یا من یصلحها وان کان  
رد المحتار ج ۳ : مسئلہ کتاب الاغنیة ) — وَمِثْلُهُ فِي غَلَاة غَدَاةِي ج ۳۵۳  
لے قال العلامة فوالقوی النریجی : وجبت بالنذر فیلس یصلح ان یکل منها شیئاً  
ولا یصلح غیره من الاغنیة وسواء کان نذراً غنیاً وفقیراً الا ان یصلحها الصدق ویس  
لمصلحت ان یکل صدقة ولا ان یطعم الا غنیاً . (تیسین الحدائق ج ۳ مسئلہ الاغنیة)  
وَمِثْلُهُ فِي الْبُحْدِ ج ۳۵۳ الباب الخاص فی اقامة النواجب ۔

جرم قربانی کا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا | سوال :- جرم قربانی یا اسکی قیمت مسجد مدرسہ یا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جرم قربانی از قبیل تطوعا متعہ ہے اس لیے بعینہ کھال کو مسجد مدرسہ یا رفاہ عامہ کے کاموں یا اخیار کو تملیک کرنا اور استعمال کرنا شرعاً مباح ہے البتہ کھال کی قیمت کا مصرف صرف فقراء و مساکین میں اس کے علاوہ دیگر امور میں استعمال کرنا ناجائز عمل ہے تاہم اگر بعینہ کھال کسی غنی کو تملیک بغیر توکیل و حیلہ کے حوالے کی جائے تو غنی کا اپنی طرف سے کھال کی قیمت مسجد مدرسہ اور رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرنے سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

ساقاں العلامة علاؤ الدین الحسکفی، ویتصدق بجلد رھا و یعمل منہ نحو غریبان و جواد و قریة و مسنة و دونہ راویینا لہ بما ینفع بہ باقیاً کم کما مر کہ تحت ہلات کلن لم ینیکدرا ہر دقان بیع اللعور و الجلد بہ) بہت بظلم و بدراہم یتصدق بہمنہ)۔ زاد اللہ الخیر علی صدرہ و الخیر لہ و مشکاة کتاب النعیمة) لہ  
سوال :- کیا صاحب تصائب صواب کو جرم قربانی دینا جائز ہے | امام مسجد یادگیر انجمن کو

جرم قربانی دینا یا خود استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب :- رائج اور مخفی یہ قول کی گرو سے جرم قربانی صدقات نافذہ کے ذریعے میں ہے اس لیے بعینہ جرم قربانی کو خود استعمال کرنا اور اپنی اولاد یا دیگر

لہ لاقول العلامة طاہر بن عبد الرشید الخاضی، و یجوز کانتفاع بحد ثمنیۃ والہدی والتمتع والتطوع بان یتخذہ فروا آذسا طاً و جواہراً و غریبالاولیہ ان یشترى بمستاع البیت کاغریبال و الخواب و الخف و لا یشترى بہ الخ لعلہ و اللعور و لا یاس بیعہ بالدر اہر یتصدقہا و لیس لہ ان ینبعہ بالدر اہر لیتفقہا علی نفسہ و یوزل ذلک یتصدق بہمنہ۔ (مغلاصۃ الفتاوی جرم مست ۳۲۲ کتاب التیمم و مئلۃ فی الفتاوی الجوازۃ علی ما عیش الہدیۃ جرم۔ اسناد فی الانتفاع بحد ثمنیۃ



اغنیاء کو دینا شرعاً درست ہے۔

لما قال العلامة علاؤ الدین الحنفی: (قوله يتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غریبال اجرب) وقربة سفرة ودلو راو یبدل بما ینفخ به یا قیاً۔  
(الدر المختار علی ص ۲۸۵ ج ۲ کتاب الاضعیة) ۱۷

قربانی کا گوشت اُترت میں دینا جائز نہیں | سوال :- اگر قربانی کا جانور دُک کر کھتے وقت اور صاف کھتے وقت کسی شخص سے مروی جائے اور پھر اس کو گوشت یا تجزہ ضعیفہ کی خدمت کے طور پر دیا جائے تو اس سے قربانی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

الجواب :- قربانی کی حقیقت حق تعالیٰ کی رضامندی کے لیے (واقعة لازم) خون بہانے تک محدود ہے تاہم ایسے مقدس فعل میں کسی قول یا خود غرضی کا شائبہ ہونا اس کے فلسفہ سے متصادم ہے اس لیے قربانی کے کسی جز کو ذاتی مقاصد کے لیے فروخت کرنا یا کسی کو حق خدمت میں دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔

لما قال العلامة شمس الدین محمد بن عبد اللہ القزاقی: (ولا یعطى اجر الجزاء منها) لانه کبیع۔ (تشریح لا یضاد علی ص ۲۸۵ ج ۲ کتاب الاضعیة) ۱۸  
داغدار جانور کی قربانی کا حکم | سوال :- داغدار جانور کی قربانی کے بابت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- داغ دار، دھبہ ایسے عیوب نہیں جو قربانی کو مستعین مانع ہوں لہذا داغدار

لما قال الامام غفرلہ الامام ابو بکر الخدیج (قوله يتصدق بجلدها) لانه جزاء منها وقوله او یعمل منه القس تعیل فی البیت) کا نسلع والجراب والغریبال ولا یس  
ان یخلفوا لنفسه۔ (الجوہرۃ الضعیفہ ۲۸۵ ج ۲ کتاب الاضعیة) ۱۹

و مثلاً فی البحر الرائق ۸ ج ۲ کتاب الاضعیة۔  
۲۰ قال العلامة علاؤ الدین ابو بکر مکاسنی: (ولا یعطى اجر الجزاء والذبح منها)۔ (ردائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۵ ج ۲ کتاب الاضعیة)  
و مثلاً فی الاختیار لتعلیل المختار ۵ ج ۲ کتاب الاضعیة۔

جانور کی قربانی صحیح اور درست ہے۔

لما قال العلامة طاهريين عبد الرشيد البخاري: والتي بها كئي والتي لا ينوبها  
 لبن من غير غلظة والتي لها ولد يجوز۔ (خلاصة الفتاوى ج ۳ ص ۲۲۱ کتاب النہیۃ) لہ  
 نکیل واسے جانور کی قربانی کا حکم | سوال: کسی جانور کی ناک میں نکل رہا ہو تو  
 سے قربانی پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب: قربانی کے جانور میں کسی عضو کا ٹکٹ سے زیادہ عجیب دار ہو یا قربانی  
 پر اثر انداز ہوتا ہے ٹکٹ یا ٹکٹ سے کم قربانی سے مانع نہیں، ہو مگر نکل ڈالنے سے  
 جانور کی ناک میں معمولی سا سوراخ ہو جائے جس سے قربانی پر کوئی کرا اثر نہیں پڑتا۔

ل قد کلاماً المجتہد ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني: وان قطع من الذنب  
 والاذن والالية الثلث او اقل اجزاء وان كان اكثر لم يجز۔ (الجامع الصغير کتاب النہیۃ)

سینگ کا ٹوٹ جانا مانع قربانی نہیں | سوال: اگر کسی جانور کے سینگ نہ  
 ہوں یا ٹوٹ جائیں تو اس کی قربانی کا  
 کیا حکم ہے؟

الجواب: شریعت مقدسہ نے قربانی کے جانور میں اس عجیب کو معیوب قرار دیا  
 ہے جو جانور کے منافع اور خوبصورتی میں رکاوٹ بنتا ہو، جتنا بچہ سینگ جانور کا ایسا  
 بجز نہیں جس کے نہ ہونے کی وجہ سے جانور کے منافع یا خوبصورتی میں فرق آتا ہو، لہذا  
 اس قسم کے جانور کی قربانی میں شرعاً کوئی حرج نہیں بشرطیکہ سینگ دماغ کی ہڈی

لہ قال العلامة ابن عابدین: تجوز الضحية بالمعيوب.... والتي لها كئي والتي  
 لان لها في الغنم۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۲۲۵ کتاب الاحقیقۃ)

وَمِنْهُ فِي الْبَهْدِيَةِ ج ۵ ص ۲۹ الباب الخامس في هل اقامة الواجب۔  
 لہ قال العلامة برهان الدين المروغيني: وان قطع من الذنب والاذن والية  
 الاثنية ظلت اداقن اجزاء وان كان اكثر لم يجز۔ (الهداية ج ۳ ص ۳۳۵ کتاب الاحقیقۃ)  
 غیر رضہ الورقة قاعتر قليل۔ (الهداية ج ۳ ص ۳۳۵ کتاب الاحقیقۃ)  
 وَمِنْهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَار ج ۶ ص ۲۲۴ کتاب الاحقیقۃ۔

مکتبہ نولٹا ہور۔

لہذا قال العلامة ابن عابدینؒ: (قوله و يضيء بالجوارح هي التي لا فرق لها  
خلفاء وكذا العظام التي ذهب قرنهما بالأكسوراد الى الموضع لهر يجزئ

رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الاضحية)۔

حامل جانور کی قربانی کا حکم | سوال :- اگر قربانی کے لیے خرید گیا جانور (گائے،  
بکری وغیرہ) حاملہ نسل لگے تو کیا اس کی قربانی جائز  
ہے یا اس کو تبدیل کیا جائے گا؟

الجواب :- شریعت مطہرہ میں عیب دار جانور کی قربانی صحیح نہیں لیکن محل کوئی  
ایسا عیب نہیں جو قربانی سے مانع بنے، تاہم چونکہ اس میں بلا ضرورت ایک دوسری  
جان کا ضیاع ہے اس لیے حاملہ کی قربانی کراہت سے خالی نہیں۔

لہذا قال العلامة جلال الدين الخوارزميؒ: (رجل له شاة حامل فلواد وجها  
تقارب الولادة يكره ذبحها لان فيه تضییعاً لما في بطنها من غير فائدة۔

الکافیة شرح الہدایة فی ذیل فہم القرآن ج ۸ ص ۸ کتاب الاضحية)۔

عقنبی مسئلہ جانور کی قربانی کا مسئلہ | سوال :- جناب مفتی صاحب! عقنبی مسئلہ  
جانور کی قربانی اگر حاملہ ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس جانور کے زریعہ مادہ ہونے کی تیز مشکل ہو اور دونوں کی علامت  
موجود ہوں تو چونکہ ایسے جانور کے گوشت کے اچھے اثرات مرتب نہیں ہوتے اس

لہذا قال العلامة ابو بکر الکاسانیؒ: (وتجوز الجوارح هي التي لا فرق لها  
وكذا أكسورة القرن ..... فان بلغ أكسور المشاش لا تجزئ المشاش

رؤس العظام۔ (ردائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۲ ص ۸ کتاب الاضحية)  
ومثل ذلك في الهداية ج ۸ ص ۸ کتاب الاضحية۔

مفتی علامہ المحقق محمد الشہید بطوریؒ، ویکرہ ذبح الشاة اذا تقارب  
ولادتها لان يضييع ما في بطنها۔ (ایضاً المرقا ج ۸ ص ۸ کتاب الاضحية)

ومثل ذلك في رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب الذبائح۔

ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

قال العلامة علاؤ الدین الحسینیؒ: وَلَا بِالْخَنَازِيرِ لِمَا لَا يَنْضَحُ

وَالدَّرْخَانُ عَلَى صَدْرِهِمَا الْخِتَارُ ج ۲ ص ۲۳۵ کتاب الاضحية (۱) علم

شخصی جانور کی قربانی کا حکم | سوال :- شریعت مقدسہ میں شخصی جانور کی قربانی  
یا نر ہے یا نہیں؟

الجواب :- جانور کے اخلاص سے اس کے گوشت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے  
ہیں اس لیے شخصی جانور کی قربانی نہ صرف جائز ہے بلکہ فہمائے مستحب کہا ہے۔

لما قال العلامة ابوبکر بن علیؒ: لَا تَذْأِدُ الْجَمْعُ: قَوْلُهُ يَجُوزُ أَنْ يَضْحَى..... وَالْخَنَازِيرُ

لَا تَذْأِدُ طَبِيبُ الْحَنَافِ غَيْرُ الْحَقَنِيِّ. قَالَ: بِوَحْيِنَا مَا ذَكَرْنَا فِي حُكْمِهِ الذَّبْحُ مَا ذَهَبَ

مِنْ شِمَتِهِ۔ (الجوهرة النيرة ج ۲ ص ۲۸۵ کتاب الاضحية) سہ

قربانی کیلئے جانور خرید کر موٹا کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ سے  
دو تین ماہ قبل قربانی کے لیے جانور خریدے اور

پھر اس کو خوب کھلا جائے کہ موٹا نہ کرے تو کیا اس شخص کو اس محل آفتاب ملے گا نہیں؟

الجواب :- قربانی کے لیے پہلے سے جانور خریدنا اور پھر اس کو خوب کھلا جائے کہ  
موٹا نہ کرنا مستحب اور پامعنی اجر و ثواب عمل ہے۔

لما قال العلامة تاج الدین احمد العثمانيؒ: (الجواب) قربانی کا جانور پہلے سے خریدنا

اور اس کو موٹا نہ کرنا مستحب ہے۔ اعرج (امداد الاحکام جلد ۵ ص ۱۱۱)

کتاب الصيد والذباح والاضحية

لہذا ذکر فی الہندیۃ: لَا تَجُوزُ التَّفْحِیۃُ بِالشَّاعِ الْخَنَازِیْرِ لِأَنَّهَا لَا يَنْضَحُ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۵۹۱ باب الخانی فی عمل اقامۃ النواجی)

لے لاورد فی الحدیث: عن جابر بن عبد اللہ قال: قال ذریع اللہی صلی اللہ علیہ وسلم: (لذبح

بکثیرین اقربین الخبی موحوشین۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۸۲ کتاب الاضحیۃ)

وَحِشَّةٌ فِی بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ فِی تَوْصِیۃِ الشَّرَائِعِ ج ۵ ص ۵ کتاب الاضحیۃ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کرنا | سوال :- اگر کوئی شخص بیمار ہے یا غیر

کے دن قربانی کرے تو یہ قربانی ہو جائے گی یا نہیں اور اس میں ثواب ہو تب تک یا نہیں؟  
الجواب :- درست ہے اور اس میں ثواب بھی ہو تب تک ہے اور اس کے گوشت کو  
حکم اپنی قربانی کے گوشت میں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۸۹) کتاب قربانی اور عقیقہ کے مسائل

قربانی کے جانور کے دانت دیکھنا | سوال :- ہمارے علاقے کے اکثر لوگ قربانی

مقرر دیکھتے ہیں اگر کسی جانور کے سامنے والے دو دانت نہ نکلے ہوں تو اس کو قربانی  
کے لیے نہیں خریدتے چاہے اس جانور کا عمر پوری ہی کیوں نہ ہو۔ تو کیا قربانی کرنے  
کے لیے جانور کے سامنے کے دو دانتوں کا نکل آنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت سے  
اس مسئلے کو بیان فرمایا جائے۔

الجواب :- علماء احناف کے نزدیک قربانی کے لیے جو جانور مقبول کہا جائے اس  
کی عمر نیکال رکھنا ضروری ہے دانتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لیے اگر کسی جانور کی عمر پوری  
ہو تو اس کی قربانی بلا شک و شبہ جائز ہے چاہے اس کے دانت نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں،  
چونکہ اس عمر میں عموماً جانوروں کے دانت نکل آتے ہیں اس لیے بطور علامت دیکھے جاتے  
ہیں۔ ویسے آجکل دھوکہ دہی کا عام روز ہے لوگ چند پیسوں کی خاطر کذب بیانی سے  
کہہ دیتے ہوتے کم عمر جانور کی عمر پوری بتاتے ہیں اس لیے دانتوں کا دیکھنا مناسب ہے۔  
لساقول العلامة المحقق مولانا محمد صبح الخندق دوسرے اشہر من

النضان ان كان بحيث لو خلط بالثنايا لا يمكن التمييز بين النضان والاشنة  
التي قضاها من الثلاثة والثنى هو ابن خمس من الابل وحولين  
من البقر والجاموس وحول من الشاة. والدراختار على صدره  
في المختار ۳۷۱، ۳۷۲ کتاب الاضحية

الحال الشیخ المفتی عبد الرحیم، عمر پوری ہوتی ضروری ہے، دانت کی علامت  
ہونا نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ ص ۸۵) کتاب الاضحية

**عورت کے متعلق مہر پر قربانی کا حکم** | سوال۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین مہر میں، اولاً سونا بشکل زیورات دیا ہے وہ اس کے علاوہ عورت کے پاس کوئی نقدی وغیرہ نہیں تو کیا عورت قربانی کرے گی یا نہیں؟ جبکہ اس کا شوہر اب اٹھ لڑائیں رہا کروہ خود قربانی کر سکتے؟

**الجواب۔** جب کسی کے پاس ہمارے تو اسو ناموجود ہو چاہے وہ زیر کی شکل میں ہو یا اینٹ کی شکل میں اور اس پر کوئی قرضہ وغیرہ نہ ہو تو یہ شخص صاحب نصاب ہے اس کے ذمے قربانی کرنا لازم ہے۔ لہذا عورت مسئلہ میں عورت کے ذمے قربانی کرنا واجب ہے وہ ہر صورت میں قربانی کرے گی، مگر عورت کی ذمہ داری اس کے شوہر پر لگائی ہوئی ہے۔

لَا قُلْ لِّلْعَالَمَةِ الْخَصْمُ، وَشَرُّهَا الْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَةُ وَنَيْبُ الدِّينِ يَتْلُو بِهٖ وَجُوبَ مَدَقَّةِ الْخَصْمِ كَمَا مَوْ - (لذا المختار من ممدود الجہاد) کتاب الاصلیہ ص ۱۰۸  
**گزشتہ سوالوں کی قربانی کا حکم** | سوال۔ اگر کسی شخص سے گزشتہ کئی سالوں کی قربانی ارہ گئی ہو اور وہ اس کی قضاء کرنا چاہے تو شرعاً اس کا کیا طریقہ ہوگا کہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے؟

**الجواب۔** گزشتہ سالوں کی رہ بیلنے والی قربانی کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ تینے سالوں کی قربانی رہ گئی ہو تو ہر سال کی قربانی کے بدلے اس کی قیمت نقداً و سائیں میں صدقہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت بھی مانگے۔

لَا قُلْ لِّلْعَالَمَةِ الْخَصْمُ، وَتَصَدَّقْ بِقِيَمَتِهَا غَنًى شَرَّهَا اَوْ لَتَعْلَقَهَا بِذَمَّتْهُ بِشْرَانِہٖ اُولَآئِ الْمُرَادُ بِالْقِيَمَةِ قِيَمَةُ شَاۓ تَحْوِیْ فِہٖ - (الذات من ممدود الجہاد) کتاب الاصلیہ ص ۱۰۸

ص ۱۰۸ اعلیٰ علامۃ متفق علیہ ترجمہ: یہ جو تین صاحب نصاب ہیں تو ان پر قربانی کرنا واجب کہنے سے ہے قربانی تو ان لوگوں کے پاس نہیں ہو تو شوہر کے پاس ہے تو قربانی کریں یا شوہر جو عورت کے پاس ہے تو ان کی طرف سے قربانی کریں تو ان صاحب قربانی اور جو ہمارے ذمے (یعنی غنی) ہے وہ اپنے کتاب الاصلیہ ص ۱۰۸ اعلیٰ علامۃ و ہبۃ الترویجی، و موزونۃ التبیحۃ حتیٰ یحصی وقتہا... و ما لایحی اذ اللہ یشرک ان فیہ فیتم صدق القیمۃ شَاۓ علی الصحیح - (الذات من ممدود الجہاد) کتاب الاصلیہ ص ۱۰۸  
کتاب الاصلیہ ص ۱۰۸ اعلیٰ علامۃ و ہبۃ الترویجی، و موزونۃ التبیحۃ حتیٰ یحصی وقتہا... و ما لایحی



**حقیقۃ کی مشروریّت کا فلسفہ** | سوال :- جناب مفتی صاحب! حقیقۃ کی مشروریّت تفصیلاً وضاحت فرمایا کر مشکور فرمائیے؟

الجواب :- اس کا م شروع کی مشروریّت میں بعض حکمتیں یہاں ہوتی ہیں حقیقۃ کی مشروریّت اور مادیوں کی رعایت کی بعض حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں، نفس مشروریّت کی حکمتوں اور مادیوں کو طرف فیلسوف اسلام حضرت شاد ولی القدر حضرت دہوی رحمہ اللہ اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ،  
وکان فیہ مصالیح کثیرہ واجتنبہ فی المصلحت الملبیۃ والمعدنیۃ والنفیۃ قابضاً انہی  
وہمز، جہا اور غلبہ انہی فیہا۔ راجعۃ اللہ الی لفقہ جہمست (۱)

(ترجمہ) حقیقۃ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کو تعلق مصالح نفسیہ مدنیہ اور طبیعت تھا، ان مصالح کی وجہ رسول اللہ نے اس کو بانی رکھا، خود بھی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی وصیت دلائی :-  
حقیقت کے فائدے سے متعلق حضرت شاہ صاحب جہا اور فرماتے ہیں :-

(۱) ایک فائدہ تو یہ ہے کہ معاشرہ میں بچے کا پیٹھ سے نسب کا شعور نہ کرانا ایک ضروری کام ہے تاکہ معاشرہ والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تہ ذلای تعلق کو پیش ہے اور کوئی شخص جسے تعلق ہو، بات نہ کہہ سکے اس کے تعارف کے لیے ایک صورت یہ بھی تھی کہ یہ شخص خود کو کسی چیز میں پکارتا ہے کہ میرے ہاں چھ پریدہ ہوا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات بالکل جھٹی، اس نے جب لوگوں کو حقیقت پر براہ جانے یا ان کے پاس کوشت بھیجا جائے تو اس کا وجہ سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص کے ہاں چھ یا پانچ پریدہ ہوا ہے۔

(۲) حقیقۃ کے فائدے سے ایک یہ بھی ہے کہ انسانی میں سخاوت کا مادہ پیدا ہوتا ہے، بخلاؤ کو بھی مدد دینا حقیقت سے بچنے کا ایک تدبیر ہے جو انسان کی خوبی شمار ہوتی ہے۔

**حقیقۃ کچھ مذکور اور کچھ فائدہ** حقیقۃ کے مذکورہ فائدے میں سے ایک یہ فائدہ یہ ہے کہ اس میں غلبہ برائی سے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ عیسائیوں کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر درد رنگ کے پانی میں اس کو رنگ دیا جاتا ہے جس کو یہ رنگ معمولی لائٹس کہتے ہیں اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے :-

فَجَعَلَهُ نَجَسًا وَرْمًا نَجَسٌ مِّنْ دَمٍ وَنَجَسٌ مِّنْ لَّدُنْ سَبَبٌ كَثُورٌ وَرْمُوۡرَةٌ اَبْضُوۡرًا اَبْیَۡتُہٗ  
ترجمہ ہم نے اس کو لگ بھگ قویٰ رنگ سے لگایا کیونکہ اس کا رنگ بہت ہلکا ہے اور ہم قویٰ رنگ کے پرستار ہیں :-



اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی نسبت طہارت اور پستی سے واضح کریں، مسلمانوں کے عام معاشرتی افعال میں ایسے طریقے ہونے چاہئیں جن سے طہارت اور پستی کا تعلق معلوم ہوتا ہو، نسبت دہرائے ہوئی یہ متعارف تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی جگہ ایک گونہ ذبح کیا تھا۔

علاوہ ازیں مشہور افعال میں سے حج بھی ہے جس میں ذبح کرنا اور بال منڈوانا جملہ ہے۔ تو عقیدہ کہ جس سے طہارت اور پستی کے ان متعارف افعال اور امور سے نسبت پیدا ہوتی ہے اس لیے مذہبی تعلق کے مظاہرہ کے لیے ایک عظیم صورت ہے۔ ایک اور اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اس میں تا بعد ازیں اور اعتقاد کا ایک نمونہ ہے کیونکہ بچے کی پیدائش پر اس عقیدہ سے ایسا ہی خواصہ کہ اس نے اپنا یہ بیٹا ہی اس کے قرباء میں پیش کیا جو اتباع اور فرمانبرداری کا معراج ہے۔ <sup>مذہب</sup> مذہب ماننا جو

عقیدہ کہ میں اس ایک نکتہ اور نذریہ میں ہے کہ انسان کو اپنا بچہ بڑا بناؤ ہو تو یہ بچہ کی پیدائش پر والدین کو بہت ہی خوشی ہوتی ہے اور مستقل کی امیدوں کی سوچ دھڑکے گھر کا ہر فرد خوشی کی وجہ سے لپٹے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا، ہر ایک کا دل فرحت و سرور سے طرب ہو جاتا ہے، اس کے لیے ضرور کہے کہ بطور تشکر کچھ تصدق ہموار و قصد حق کی بہترین صورت یہ قربانی یعنی عقیقہ ہے۔

والذ باخرف بشریۃ الشریعۃ از سید حبیبہ ۱۲۸۵ھ، ج ۱، اثبات شریعتہ الخ

عقیدہ کے فوائد میں سے اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ عقیقہ کا گوشت فقہ اور مساکین دوستوں اور رشتہ داروں کو پیش کر کے کھلانے سے طبعی طور پر ان کے دلوں سے وعائیں نکلیں گی جس سے بچہ کا مستقبل روشن ہوگا، عقیقہ فقراء اور مساکین دوست و حجاب کی دعاؤں کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تسبیح کے پیرائیت کا فلسفہ | یہ بات ثابت ہے کہ عقیقہ میں بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس کے متعلق فرماتے ہیں: اگر بچہ کی پیدائش کے وقت یہ ضروری قرار دیا جائے تو ممکن ہے کہ اس سے بچہ کے والدین کو تکلیف ہو کیونکہ اس وقت ایک تو گھر کے لوگ بچہ اور اس کی ماں کی فکر گیری میں مصروف اور مشغول ہوتے ہیں، ایسے وقت میں ان کو عقیقہ کا حکم کرنا ان کے لیے کس تکلیف کا باعث نہ ہے، علاوہ ازیں ایسے اوقات میں کبھی کبھار جانور طے میں بھی دشواری ہوتی ہے، فوراً لڑکی کی صورت میں پورا گھر ان تمام مشغلات سے دوچار ہوگا، اس لیے مسنون یہ رہا کہ عقیقہ ساتویں دن ہوتی ہے کے لیے ایک بختہ قابل اعتقاد ہے۔ (رحمۃ اللہ بالفقہ ج ۲ ص ۵۱۳)



# قربانی اور مسائل عید قربان

دارالعلوم خفایہ کے دسلافیادے ماہیت سرائحت میں لکھا کہ عام کے یہ قربانی اور مساکین عید قربان کے عنوان سے یہ خصوصیت شائع ہوئی تھا۔ فتاویٰ اور مسائل کے مناسبت سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

**قربانی اور قربان** قربانی اسلام کی ستر یا ساں جہات ہے اس کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ قربان عید میں کسی مرتبہ (آٹھ سو تلوں میں) خداوند کریم نے قربانی اور شغلات قربانی اس کی اہمیت اور حکمت و فلسفہ مختلف آیتوں میں اس شکل و صورت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کی تسلیت اور انکس کے لیے اسے دینی شمار اور امتیازی نشان قرار دیا ہے۔ اور خداوند ہی ہے۔

لَا يَكُنْ آمَنًا مَّا جَعَلْنَا حَنُوكًا لِّدَارِكُمْ وَاللَّهُ خَلَقَ مَا ذُقْتُمْ مِنْ بَيْضَتِهِ الْأَفْعَاةَ - سورة الحج (۱۳۱)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت کے لیے قربان مقرر کیا کہ وہ اللہ کے دیئے گئے مہینے میں قربان کرے۔

یہاں کہ نورانیت کی سب سے اہمیت ہے یہاں تک کہ سے مزید قریب کرنا قربانی و قربان ہے۔

اس کا یہ مفسر نے اس کی تفسیر کی ہے۔ در قرآن میں سورہ الحج (۱۳۱) فتح القدر لکھو کہ:

قربانی کی حکمت اور فوائد کے بارے میں قرآن اور تفسیر ہے۔

لَا يَكُنْ آمَنًا مَّا جَعَلْنَا حَنُوكًا لِّدَارِكُمْ وَاللَّهُ خَلَقَ مَا ذُقْتُمْ مِنْ بَيْضَتِهِ الْأَفْعَاةَ - سورة الحج (۱۳۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے قربان مقرر کیا کہ وہ اللہ کے دیئے گئے مہینے میں قربان کرے۔

سورہ المائدہ اور تفسیر کے بارے میں ہے۔

فَقُلْ لِي يَكُنْ عَمَلٌ - (سورہ المائدہ) اور ترجمہ: ایسا ہے کہ یہ عید قربان اور قربان

(۱) عید قربان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے۔

**قربانی اور قربان** عید قربان کے بارے میں ہے۔ در جامع الترمذی (۱۳۱) اور جامع البیہار (۱۳۱)

ترجمہ: عید قربان کے بارے میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور ہر بار قربانی کرتے رہے۔

(۲۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عید قربان کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور وہ جس کو شہید یا کسی دوسرے جانور کی قربانی کرتے۔ (مسند احمد و نسائی) ملے

(۲۲) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں کئی گھنٹوں تک کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری و ترمذی) بعد از اختلاف حدیث مشکوٰۃ میں لایا ہے (بخاری) ملے

(۲۳) بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے کھانے کی قربانی کی۔ ملے

(۲۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صاحب وسعت پر سال بھر میں ایک قربانی واجب ہے۔ (ابن ماجہ ۱۲۳۳) ملے

(۲۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کی وہ مجاہد میدان کے قریب دُعا ہے

(۲۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ (مسند احمد و نسائی) ملے

(۲۷) انہی میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید قربان کے دن ابن آدمؑ کو کوئی عمل قربانی نہ پڑا۔ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، قیامت کے دن قربانی کے جانور کے بیٹے، یاں، کھمبہ، یاں، حسنہ کو بھاری کر دیں گے، اس کے خول کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ان مقبولہ ہو جاتے ہیں۔ تو طیب نفس و دل کی خوشی سے قربانی کرتے ہو۔ (ترمذی ابن ماجہ) ملے

(۲۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے ہر مال کے بدلے تمہارے لیے نیک ہے۔ (مسند ابن ماجہ) ملے

سبحان اللہ کیا اچھا کلمہ ہے رحمت خداوندی کا کہ اتنی بڑی دولت مسکرا کر ہر مسلمان کو ملے کہ جسے ہر انسان کی شان تو ہے کہ قربانی اگر اس پر واجب نہ ہو تو بھی قربان اور نیکوں کا یہ خزانہ ہاتھ سے نہ جانے دے۔

شرائط و محجب قربانی | قربانی واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں۔

(۱) اسلام و غیر مسلم پر واجب نہیں؛ (۲) اقامت و مسافر پر واجب نہیں؛ (۳) عیت یعنی آزاد ہونا۔ (۴) عظام پر واجب نہیں؛ (۵) اس کے لیے مرد و بزرگ نہیں عورت و بچہ بھی واجب ہے؛ (۶) نابالغ بچہ و عورت واجب ہے نہ اس کی طرف سے اس کے ولی پر واجب ہے۔ گناہ کا عذر

المراد بقاء و بقاء الغنم لحدودہ (۱) تو خرگوش جتنی جو سالانہ اضافہ لگتا ہے کہ اس پر بیکڑہ واجب ہو اس پر  
بیکڑہ کے دن صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے چاہے وہ مالہ تجارت ہو یا نہ ہو اور چاہے اس پر  
پورا سال گذر چکا ہو یا نہ گذر ہو۔ (۲) ہشتی زبیر ہلے

**قربانی کے جانور** ذبہ لگانے، بکری کی تمام انواع (زر مادہ، نحوی، غیر نحوی) ایک قربانی ہو سکتے  
ہیں جنس انگوٹھے میں شائبہ اور بھیڑ و دینہ مکاری میں لگانے بھی نہیں وقت واجب  
میں سانس آدمی بھی شریک کر سکتے ہیں جبکہ کسی کاسہ تو ہی جسے کہہ نہ ہی اگر کسی لائے یا اونٹ میں  
سات یا اس سے کم آدمی شریک ہوئے تو سب کا قربانی درست ہے اور اگر آٹھ یا زیادہ ہوئے تو  
سب کی قربانی نہ ہوگی بلکہ

**جانور کی عمر** اونٹ پانچ سال کا لگاتے جنس دو سال کی بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر کی  
قربانی جائز نہیں، ہاں اگر کوئی یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا  
ہو تو چھ مہینے کی عمر لگاتے بھی قربانی درست ہے بلکہ

کانے اور اڑھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اگر ایک کوئی نہائی یا تھائی سے زیادہ کٹ گیا  
یا کڑم تھائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی رہے پیدائشی نہ ہوں تو قربانی درست نہیں۔ اتنا لاغر جس کی  
پٹیوں میں مفر نہ ہو یا ایسا لگتا جو تین پاؤں سے چل سکتا ہے چوتھا پاؤں لکھ نہیں سکتا یا اس  
سے چل نہیں سکتا اس کی قربانی درست نہیں۔ جس کے سامنے یا آدھے سے زیادہ دانت نہ ہوں  
اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کے پیدائشی پیٹنگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں مگر حریف عالم  
نہ ہوں یا خسی ہو اس کی قربانی درست ہے بلکہ

خسی جانور جس میں زو مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلا کہ بھرت عیظ چیز نہ کھاتا ہو  
یا جس کی ٹانگ کٹی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر جانور ٹریہ رنے کے بعد دیا کوئی ٹریہ  
پیدا ہو تو اس کے بد سے میں دوسرا جانور خریدے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب  
نہ ہو تو اس کے واسطے درست ہے کہ وہی قربانی کر دے بلکہ

**قربانی کے اوقات** قربانی کا وقت بقرہ یعنی دسویں ایام کی غدا و صبح صادق سے  
بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ چند دنوں میں بھی سب سے  
افضل ہے، بھر گیارہویں ایام بھر گیارہویں ایام کا درجہ ہے بلکہ

(۲) بقرہ کا نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں، ہاں دیہات یا قصبوں والے بچہ

نماز عین ہوتی ہو نماز فجر کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

(۲) ذات کو ذبح کرنا واجب نہیں شاید اندھیرے میں کوئی رنگ نہ دیکھے اور قربان درست نہ ہو۔

(۳) اگر بارہویں کے غروب آفتاب سے پہلے عید میں ہوں یا تو گھر میں تو قربانی کرنا واجب ہے۔

(۴) قربانی کو اپنے ہاتھ سے قربان کرنا اولیٰ ہے ورنہ کسی اور سے بھی کرانا جائز ہے۔

(۵) قربانی کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۶) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۷) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۸) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۹) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۰) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۱) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۲) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۳) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۴) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۵) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۶) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۷) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۸) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۱۹) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۰) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۱) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۲) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۳) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۴) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۵) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۶) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

(۲۷) قربان کے جانور کا نام پڑھنا واجب ہے ورنہ قربان باطل ہے۔

میں سے کھانا یا کھانا اور بائساب درست ہے جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔ رہشقی نیور۔  
**تکبیرات تشریف** | نوی ذی الحجہ کی فہرست تیرہویں کی عصر تک شہری نیت کو ہر نماز پر کھانا کے بعد جو  
 اجتماعیت تہجد کے ساتھ ادا کی گئی ہو ایک بار بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے اگر  
 زیادہ بار کہے تو افضل ہے اسے تکبیر تشریف کہتے ہیں جو یہ ہے: **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ**  
**وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**

**عید کی سنتیں** | اجماع سے بخانا، عقیق کرنا، اچھٹے سے اچھا لباس پہنا رہو بیسویں، سوہرہ گانا، جیڑ  
 ہر نوز شوہر لگانا۔ اس عید میں نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھانا چاہیے بلکہ افضل یہ ہے کہ  
 واپس آکر قربانی کسے اور اس کا گوشت کھائے اس عید میں عید گاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے یہ  
 تکبیر پڑھے **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**۔ عید گاہ میں وقت سے  
 پہلے جانا اور شروع صفوں میں بیٹھنے کی کوشش کرنا، واپس پر عید گاہ سے میں راستے سے کیا تھا  
 اس کی بجائے دوسرے راستے سے آنا بھی سنت ہے۔

**نماز عید کی نیت** | دو رکعت نماز عید الاثنیٰ مع چوبیس رکعت واجب کے بندگی اللہ تعالیٰ کی، تمت  
 عرف تہذیب تشریف کے، اچھے اس امام کے،

پہلا رکعت میں شانہ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے نام صاحب زمین بارخدا کبر کرکے مقتدی  
 کی اتر کر کہتے ہوئے کانوں تک اٹھ اٹھائیں یہی دو بار تک کہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اور تیسری تکریم کے  
 بعد ہاتھ بانٹھ لیں اور سب معمول امام صاحب کے ساتھ رکعت پڑھ کریں۔ دوسری رکعت میں سورۃ  
 فاتحہ اور قرأت کے بعد رکوع میں جانتے سے پہلے یمن یا برگیزات کہیں گے مقتدی صاحب سابق اتر کر  
 کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں یا جو حق یا اللہ اکبر کہ کر رکوع میں چلے جائیں۔

**نماز عید کے بعد خطبہ** | ہر سال ہے جس کو شہنا و احب ہے، کچھ لوگ خطبہ عظیم ہونے سے بے  
 خواہستہ عید گاہ سے پہلے جاتے ہیں غرض کہ عید گاہ کی عبادت و عید عظیم۔  
 تک اپنی جگہ نہ چھوڑیں

عن عبد اللہ بن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یذبح اویینحس  
 بالمصقول۔ (سنن النسائي ۴۰۰۰) مستجاب: مع الامام اغیثہ بالمصقول  
 عن انس عن ابي ذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکتبین املحین قرین و یجہما

بيده وليشي وكبير ووضع رجله على صاحبهما. (مجمع بخاري ج ٢ ص ٥٣٥)  
باب التكبيرات عند الذبوح — ثمن النساء ج ٢ ص ٢٢٢ باب أكثش كتاب الاضيحة  
عنه عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وحاض بسرق  
قبل أن تدخل حكة وهي تنكح فقال لعلني أكثش قالت نعم قال إن هذا امر  
كتبه الله علي بنات دم فأقضي ما يقضي الحاج غير أن لا تطوف بالبيت  
فلما كنا يمتنع آتيت بلحم بقري فقلت ما هذا قالوا حتى رسول الله صلى الله  
عليه وسلم عن أنزله بالقر. (مجمع بخاري ج ٢ ص ٢٢٢) باب الاضيحة المسافر والنساء  
عنه عن عائشة بن سليم قال كنا ونخوفنا عند النبي صلى الله عليه وسلم يعرفه  
فقال يا أيها الناس إن علي أهل بيت في كل عام ضحية وخبرة أشد وون  
ما الغيرة هي التي يمسحها الناس الرجبية -

راين ما ج ٢٢٢ باب الأضحية واجبة أم لا

عنه عن ابن هويبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل من كان له سعة ولم  
يفقر فلا يقرن مصلانا. (راين ما ج ٢٢٢ باب الأضحية واجبة أم لا)  
عنه عن زيد بن ارقم قال قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله  
ما هذه الأضحية قال ضحية إبيكم إبراهيم عليه السلام.

(مشكوة ج ١ ص ١٢٩ باب في الاضيحة. الفصل الثالث)

عنه عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما عمل إبراهيم أبدا من التبرع عسلا  
أحب إلى الله من وجل من هراقة دم وإنه يأتى يوم القيمة بقر وذئبها  
وطلائعها وأشعارها وإن الدم يقع من الله عز وجل بمكان قيل أين يقع الأرض  
فيلبوا بها نفس. (راين ما ج ٢٢٢ باب ثواب الاضيحة)

عنه عن زيد بن ارقم قال قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله  
ما هذه الأضحية قال ضحية إبيكم إبراهيم قالوا فما لنا بها يا رسول الله قال  
بكل شعرة حنة قالوا فالتصوف يا رسول الله قال شعرة من الصوف حنة.

(راين ما ج ٢٢٢)

عنه قال العلامة الكاساني بشرط وجوب قرباني الاسلام، الاقامة، حربية



ولا تجب على الصبي في ظاهر الرواية وكنت الافضل ان يفصل ذلك -

ريدائع الصنائع ج ٥ ص ٢٢٢ كتاب الاضحية )

ثم بهشتي زهير ص ٢٥ حصر مبررات

الله قال العلامة الزبيدي : (والاضحية من الابل والبقر والغنم) لان جواز التضحية بهذه الاشياء عرفت شرعا بانها على خلاف القياس فيقتصر عليها -

(تبيين الخائف ج ٦ ص ٢٢٢ كتاب الاضحية)

قال العلامة الكاساني : ويدخل في كل جنس نوعه والفكر والانتق  
منه الى قوله والمعز نوع من الغنم واجاموس نوع من البقر بدليل انه يضم  
ذلك الى الغنم والبقر في باب الزكوة - (ريدائع الصنائع ج ٥ ص ٢٢٢ كتاب الاضحية)  
قال العلامة الكاساني : ولا يجوز بيع واحد ولا فقرة واحدة عن اكثر من  
سبعة ويجوز ذلك عن سبعة - (ريدائع الصنائع ج ٥ ص ٢٢٢ كتاب الاضحية)

ثم لما في الهندية : فلا يجوز شئ مما ذكرنا من الابل والبقر والغنم عن  
الاضحية الا الشيء من كل جنس ولا يذبح من الضأن خاصة اذا كان عظيما  
الى قوله قالوا يذبح من الغنم ابن سنة اشهر والمشي ابن سنة ويجذع من  
البقر ابن سنة والثني منه ابن سنتين ويجذع من الابل ابن اربع سنين والثني  
ابن خمس - (الفتاوى الهندية ج ٥ ص ٢٩٢ ابواب الخاف)

ثم لما في الهندية : ولا تجوز العباد والعوزة البين عورها الى قوله ولم  
ذهب بعض هذه الاعضاء ردود بعض من اللاذات والالية والذنب والعين -

(الفتاوى الهندية ج ٥ ص ٢٩٢ ابواب الخاف)

وفي جامع ابنه : ١٥٠ ص ١ ذهب الثلث اذ اثنى جاز وان اكثر من الثلث  
لا يجوز وروي ابو يوسف رحمه الله انه ان كان ذهب الثلث لا يجوز وان كان  
اقل من ذلك جاز وقال ابو يوسف رحمه الله ذكرنا في حقيقته رحمه الله  
فقال قولي مثل ذلك - (الفتاوى الهندية ج ٥ ص ٢٩٢ ابواب الخاف كتاب الاضحية)  
قال العلامة القزويني : فلو مهذولة لم يجز الى قوله المهذولة التي لا تلح  
في عظمتها - (شرح تنوير الايصار على هامش الفتاوى ج ٢ كتاب الاضحية)

الله قال العلامة الترمذاني، ولا بالهفتي لأن لعمها لا ينبغي. رفرغ تويرا وبعاد  
على إمشي رد الحشاد ج ٥ ص ٢٢٨ كتاب الاضيئة

قال العلامة ابن عابد، والعرباء التي تسمى بثلاثة قوائم وتجا في المربع من  
الارض لا تعرف الاضيئة بها والامر بالثاني ج ٥ ص ٢٢٨ كتاب الاضيئة

قال المرغيناني، واما الخشاء وهي التي لا اسنان لها فحق ان يكون من ابناء يعقوب  
في الاثنان الكثرة والقلية وعنه ان يبقى ما يمكن للاختلاف به اجزا -

وهو تمان يفي بالجماد وهي التي لا قرب لها الاثنيان التي تعلق به مقصود  
وكذا مكسورة القرون لما قلنا والخصي لان محمدا طبيب. وانظر ج ٥ ص ٢٢٨ كتاب الاضيئة

نق المحكي، واشتواها سلمية يمتدب يعيب مانع من الضحية كان عليه  
ان يتبجم غيرها مقامه ان حسان غنيا وان كان فقيرا يجوز له ذلك لان

الوجوب على الفتي بالشرع يستدل بالاشارة -  
والله اعلم بالصواب

قال العلامة الكاشاني، فلا يجوز لاحد ان يضي قبل طلوع الفجر الثاني  
من اليوم الاول من ايام النحر - ويدل على صحتها كتاب الاضيئة

الله وايام النحر ثلاثة يوم الاضي وهو يوم النحر ذي الحجة النحر -  
ويدل على صحتها ج ٥ ص ٢٢٨ كتاب الاضيئة

علم والمتعب دبعها بالنهار ووب الليل لانه لم يكن لاستفاد العروق  
كذا في الجوهرية التفرقة - والتاوي الهندية ج ٥ ص ٢٩٩ كتاب الاضيئة

شك في الهندية، لو كان ما ذكر في اول الوقت ثم اقام في اخره يجب عليه -  
والنفا في الهندية ج ٥ ص ٢٩٩ كتاب الاضيئة - بالشرط المذكور

قال العلامة عاشر عبد الرشيد النجاشي، ولو جاز يوم الاضي ولا مال له شتم  
استفاد مائتي درهم ولا ذنوب عليه وجبت الاضيئة -

وخلاصة الفتاوى ج ٥ ص ٢٢٨ كتاب الاضيئة  
لا في الهندية، وهكذا الوضوء فغيرا في اول الوقت ثم ليسر

في اخره يجب عليه - والنفا في الهندية ج ٥ ص ٢٩٩ كتاب الاضيئة  
بسم الله الرحمن الرحيم

١٩ لما في الهندية : والا فضل ان يذبح اضحية بيده ، ان كان يحسن الذبح لان اللوقى في القرابات ان يتولى بنفسه وان كان لا يحسن الذبح فلا فضل ان يستعين بغيره ولكن ينبغي ان يشهد ما بنفسه .

( الفتاوى الهندية ج ٥ من كتاب الاضحية للبلخاس )

٢٠ من جابر قال ذبح النبي صلى الله عليه وسلم يوم النحر كبشين أحمرين أحمرين موجهين غلتا وجهها قال ( في وقت وجهي ) ( من ذكره في ٢٨ ) كتاب التيمم ( افضل لثمة )  
الله قال العلامة ابن عابد ، ولا يشترط ان يقول بلسانهم ما نوى بقلبه كما في الصلوة . ( رد المحتار ج ٥ من كتاب الامعية )

٢١ اذ اوجب شاة بعينها او اشتراها ليضحي بها فضحت ايام النحر قبل ان يذبحها تصدق بها حية ولا يأصل من لحمها الا انه انتقل الواجب من اراقة الدم الى التصديق وان لم يوجب ولم يشترط وهو موسر وقد مضت ايامها تصدق بقيمة شاة تجزى للاضحية .

( رد المحتار ج ٥ من كتاب الاضحية )

٢٢ قال العلامة الحنفى ، و يأصل من لحم الاضحية ويكيل غنياً ويدخر . نذير ان لا ينقص التصديق عن الثلث . ( رد المحتار ج ٥ من كتاب التيمم )  
الله قال العلامة طاهر بن عبد الله بن النجار ، بيعة فجعوا وارادوا ان يسموا اللحم بينهم فاقسموها وثلاثة ارباع . سموا بها فاقسموها . ( المحمديين )  
يستند الرأس والا كراع يجوز ان امر به جعلوا لا يجوز .

( خلاصة الفتاوى ج ٥ من كتاب الاضحية )

٢٣ ولا بأس بالدرهم ليتصدقها وليس له ان يبيعه بالدرهم لينفقها على نفسه ، وفعل ذلك يتصدق به الله . ( علامة الفتاوى ج ٥ من كتاب الاضحية )  
الله ويجوز الاحتجاج بحديث الاضحية والهدي والجمعة والتطوع بان يتخذ ضرراً او بساً او جراً او غير ذلك الا

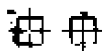
( خلاصة الفتاوى ج ٥ من كتاب الاضحية )

٢٤ لما في الهندية ، ولا يعمل بيع شحمها وطرفها ورأسها ومخونها

ووجها وشعرها ولبنها الذي عليه منها يعقها حتى لا يمكن (لانتفاع به) إلا  
 باستهلاك عينة من السلام والدنانير والمكولات والمشروبات، وإلا لا يعطى  
 آجوا الحين أو الزاوي منها - (الفتاوى الهندية ج ٥ مثل كتاب الاضيحة)  
 ٢٨ كما في الهندية، وأذ ذبحها تصدق بحلالها وفلان قد حاكها كذا في السراجية -  
 (الفتاوى الهندية ج ٥ مثل كتاب الاضيحة الباب السادس)  
 ٢٩ ثم قال العلامة طاهرون عبد الرشيد البزازي، سئل نصيب عن رجل  
 ضحك عن الميت قال لا تجرله والميت لهذا وفي الفتاوى إن كان بامر الميت  
 المختارته لا يقبض له، وقال في باب ليام إن ضحك بغير امره المختارته يتناول -  
 (خلاصة الفتاوى ج ٥ مثل كتاب الاضيحة)

ثم لما في الهندية، اما صفة فائقة وليست وما عده وما حينة فهو ان يقول  
 مرة واحدة الله أكبر الله أكبر لا اله الا الله والله أكبر الله أكبر والله الحمد.  
 واما شروطه فاقامة وصحة ومكتوبة وجماعة منبهة واما وقته فاوله  
 عقيب صلوة الفجر من يوم عرفة وآخوه في قول ابن يوسف ومعه  
 رجهما الله تعالى عقيب صلوة العصر من آخر أيام التشريق والفتوى حلى  
 قولهما - (الفتاوى الهندية ج ٥ مثل كتاب الاضيحة)

ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس احسن ثيابه  
 ويستحب اتخاذه والتطيب واستحب في هذا الفطرات يأكل قبل الخروج  
 الحلى الاكل قبل صلوة يوم النحر لا يكره لكن يستحب له ان لا يفعل ويستحب ان يكون  
 أول تناولهم من لحوم الأضاحي وكبير في الطريق في الأضحية جهرا -  
 وكيفية صليتها ان ينوي صلوة العيد بقلبه ويقول بلسانه صلى  
 صلوة العيد لله تعالى الخ (الفتاوى الهندية ج ٥ مثل كتاب الاضيحة)  
 ثم يكبر والتحية... ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات ان شاء الله يرفع يديه  
 للامام والقوم في كل منها ثم يكبر الامام والقوم تكبيرات الترانة ثلاثا ويرفع  
 يديه كما في الركعة الاولى - (طحاوي ج ٢٩ باب العيدين)





إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ

بثَلث أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً فِي

أَعْمَالِكُمْ فَضَعُوهَا حَيْثُ شِئْتُمْ

## کتاب الوصیۃ (وصیت کے احکام و مسائل)

وارث کے لیے وصیت کرتا باطل ہے | سوال :- ایک شخص نے اپنے کل مال کا وصیت ہوتے کے لیے کر دی جبکہ اس کی پرنیاں اور بہنیں بھی موجود ہیں، تو کیا یہ وصیت شرعاً درست اور نافذ ہوگی یا نہیں؟  
تفصیلاً جواب مطلوب ہے؟

الجواب :- وراثہ کے حقوق قانون وراثت کے مطابق متعین ہیں اور وصیت وراثہ کو وصیت کر کے اس میں کچھ کم کا کمی بیشی کا حق نہیں رکھتا جس وراثت کے لیے وصیت کی جائے، اس کا تحفیظ دوسرے وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگی اور اگر دیگر وراثہ اجازت زدہ ہیں تو وصیت کا اہم رہے گی تاہم وصیت وراثت و وصیت پر حتم کر کے اس میں کوئی فرق نہیں۔

قال العلامة السرخسائی: ولا تجوز الوارثۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَعْطٰی کلَّ ذیْ حَقٍّ حَقَّہٗ اَنْ لَا وَصِیَۃٌ لِّوَرِثَہٗ یَتَاَذٰی الْبَعْضُ بِالْاُخَرِ الْبَعْضُ فَفِیْ تَجْوِیْزِہٖ قَطْعِیَۃٌ لِّحُجْمٍ وَّلَا لَہٗ حِیْفٌ بِالْمَیْرَاثِ الَّذِیْ یُورِثُہٗ۔

والہدایۃ ج ۱ ص ۶۵ کتاب الوصایا)۔

نابالغ و لا دی شادیوں کرانے کیلئے وصیت کا حکم | سوال :- زیم نے اپنی نابالغ کیا وہ اپنی نابالغ اولاد کی شادی کے لیے اپنی جائیداد میں سے شرعاً کسی حصہ کی وصیت

لے عن عمرو بن عاصرجۃ خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ قد اعطی کلَّ ذی حَقٍّ حَقَّہٗ اَنْ لَا وَصِیَۃٌ لِّوَرِثَہٗ۔

(مسند السنن ج ۱ ص ۱۳۱ کتاب الوصایا باب بعد الوصیۃ لوارثہ)

کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- اوراد کو شادی یا کرنا والے کے ذمہ داری نہیں بلکہ یہ احسان کا معاملہ ہے زندگی میں تو باپ کو اپنی جائیداد میں تصرف کا مکمل اختیار حاصل ہے، لیکن مرنے کے بعد اولاد کے لیے دیے اضافی اخراجات کی وصیت کا اہم رہے گی۔

کہا قال علیہ الصلوٰۃ والسلام : **إِنَّ اللَّهَ أَخْلَى كُنْ ذِي حَقِّ حَقَّهُ أَوْ كَذُوصِيَّةٍ لِّوَارِثِ**

سنت النسائی ج ۲ ص ۱۲ کتاب الوصایا باب اربعہ کہ تو میرے طواعت (مسلطہ

وصیت مملوکہ جائیداد میں نافذ ہے | سوال :- مزید یہ کہ بچے یا بیٹی کو

بچے خا کہ بعض جائیداد متفرق جگہوں میں دے دیں تاہم وفات کے وقت اس کی ملکیت میں کچھ جائیداد ضرور رکھی، کیا ایسی حالت میں وصیت تمام جائیداد میں نافذ ہو گی جس میں بچے کو دی ہوئی جائیداد بھی شامل ہے یا صرف موت کے وقت مملوکہ جائیداد میں وصیت نافذ ہوگی؟

الجواب :- وصیت و تحقیق مرنے وقت نافذ ہوتی ہے اس لیے موت کے وقت جو جائیداد باقی ہو اس میں وصیت معتبر ہوگی، چونکہ موت سے قبل وصیت کرنے والا اپنی جملہ جائیداد میں مانگتا تصرفات کا حق رکھتا ہے اس لیے اسے وصیت سے کوئی یا غفلت یا غور کا حق بھی حاصل ہے، لہذا ایسے کو جو جائیداد زندگی میں دی ہو وہ اس کی ملکیت ہوگی البتہ باقیماندہ جائیداد سے یا چچا یا خسر موصیٰ کو دیا جائے گا۔

قال العلامة السجاولدی : **ثُمَّ تَنْفُذُ وَصَايَاهُ مِنْ ثَلَاثٍ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدِّينِ .**

مرقدۃ السراجی ص ۱۲۰ ج ۲

لے ناقل علامۃ السجاولدی رحمہ اللہ : **وَلَا تَجُوزُ وَرَاثَةُ نَفْوَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ**  
ان اللہ اعلم حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث۔

(ایضاً ایۃ جرم ص ۱۳۲ کتاب الوصایا)

کے بعد البندیۃ ثم تنفذ وصایاہ من ثلاث ما بقى بعد الدين۔  
(فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب الوصایا) و مثلاً فی اہواز فیہ علی ہامض الہندیۃ ج ۲ ص ۱۳۲





لے جائے گی یا نہیں، جبکہ محرم کی وصیت پر گواہوں کو سہو ہے؟  
 الجواب: اگر محرم کی وصیت کے بارے میں اس کے ورثہ دار قرار کرتے ہوں یا  
 اس پر گواہ موجود ہوں اور جائیداد متروکہ کے ثلث سے اس کی ادائیگی ممکن ہو تو اس  
 کی ادائیگی ضروری ہے۔

قال العلامة سجاوندی علیہ السلام: ومنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی  
 بعد الدین۔ (مقدمۃ السیر فی صلوٰۃ)

وصیت کی وجہ سے وارث حق میراث سے محروم نہیں ہوتا | اسوائے ایک صورت  
 (جو کہ لا اولیہ ہے) جس کو لا اولیہ ہے

وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری زندگی جائیداد اور مکان میرے دونوں دیہوں کے برابر  
 دیر کی جائے کیونکہ ان دونوں نے میری بیماری پر کمال خرچ کیا ہے اور ایک دہی میری  
 جمہوریت میں خرچ کر دیں گے اس لیے میرے کسی دوسرے اقارب کو میری جائیداد میں  
 کوئی حق حاصل نہیں، جبکہ اس کی وفات کے بعد اس کے دو چاند بچائے زندہ ہیں، تو کیا  
 شریعت ان دونوں کو محرم کی میراث میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: شریعت کے مطابق کفن و دفن پر جو خرچ ہو گا وہ ترکہ سے لیا جائے  
 گا اور باقی جائیداد کے ثلث سے وصیت پوری کی جائے گی اس لیے کہ ثلث سے زیادہ  
 وصیت کا شرف کوئی اعتبار نہیں اور بقیہ مال و زناہ پر تقسیم ہو گا۔ لہذا وصیت منقولہ میں  
 محرم کے دونوں دیہوں کو ثلث مال ملنے کے بعد باقی مال اس کے دونوں چاندوں  
 بچائیوں کا ہو گا۔

قال العلامة سجاوندی علیہ السلام: الثلث بقية الميراث حلقاً اربعة مرتبة الاول بعد الثلث بقية الميراث  
 من غير تدبير ولا تقدير۔۔۔ ثم منفذ وصایاہ من ثلث۔ بقى بعد الدین ثم تقسیم الباقي بين ورثہ  
 بالكتاب والشفعة والاجازۃ۔ (مقدمۃ السیر فی صلوٰۃ)

تتعلق علامۃ بن ابی ہاشم و تبرعات المریضین کا اہیۃ و اقصیٰ ثلث۔۔۔۔۔ من الثلث۔  
 والبنزاریۃ علی ہامش الحدیثۃ ج ۲ ص ۳۳۳ کتاب الوصایا

۲۔ قال بعد مۃ المریضیاتی: قول ولا تقویٰ ہما زاد علی الثلث لقول النبی علیہ السلام فی حدیث سعد  
 ابن وقیع عنہ: الثلث والثلث کثیر۔ (الہدایۃ ص ۳۳ کتاب الوصایا باب صفۃ الوصیۃ)

**وصیت صرف ثلث مال میں نافذ ہے** | سوال :- اگر کوئی شخص زندہ ہی اپنے مال کی وصیت کرے تو اس کی

وصیت کتنے مال میں نافذ ہوگی یا اگر اس کا جملہ مال وصیت کے مطابق خرچ کیا جائے گا؟

**الجواب :-** وصیت میت کے کل مال کے صرف ثلث میں جاری ہوگی یعنی میت کی وصیت کو اس کے ثلث مال سے پورا کیا جائے گا اور باقی ترک وراثہ میں تقسیم ہوگا۔

قال الشیخ سراج الدین محمد بن عبد الوہید : ثلث ثلث من دیونہ من جمیع ما بقی من ماله ثلث ثلث وصایا من ثلث ما بقی بعد الدیون الخ (نسراجی ص ۳) لہ

**وصیت سے رجوع صحیح ہے** | سوال :- اگر کوئی شخص کسی کے لیے اپنے مال میں مخصوص حصہ کی وصیت کرے اور اسے اسامیہ

پر تحریر بھی کر دے لیکن چند دن بعد وصیت کرنے والا کچھ ذاتی کار خیزی کی وجہ سے وصیت سے رجوع کر لیتا ہے تو کیا اس شخص کا وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے لہذا صورت مسئولہ میں جب وصیت کنندہ نے اپنے وصیت نامہ سے رجوع کر لیا تو بطل موت وہی کو کچھ نہیں ملے گا۔

قال العلامة المرعشی : ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیة فاذا صرح بالرجوع وقعد ما یدل علی الرجوع کما رجوعاً (زالہدایہ ج ۴ ص ۱۲۸ کتاب الوصایا،

باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذلك الخ) لہ

لہ وفي الہندیۃ اتم تنفذ وصایا من ثلث ما بقی بعد کفن والدین الا ان تجوز الورقۃ اکثر من ثلث الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۲۸ کتاب الفرائض

الباب الاول فی تعریفہا وقیامہا بتعلق بالتوکلہ) وثلثہ فی الہندیۃ ج ۴ حاشیہ کتاب الوصایا، باب فی صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذلك الخ

لہ وفي الہندیۃ : ویصح للموصی الرجوع عن الوصیۃ ثلث الرجوع قد یثبت صحیحاً وقد یثبت دلالة الخ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۱۲۸ کتاب الوصایا، الباب الاول فی تعریفہا بتعلق بالتوکلہ) وثلثہ فی فتاویٰ قاضی خان ج ۴ ص ۱۲۸ کتاب الوصایا فصل فیما ینبغی من رجوع عن الوصیۃ ج

غیر مسلم کو وصیت کرنے کا حکم | سوال :- ایک مسلمان اپنے ماں میں کسی غیر مسلم کے لئے وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو یہ وصیت کتنے مال میں جاری ہوگی؟

الجواب :- اسلام میں وصیت کا دائرہ وسیع ہے، مسلمان کے علاوہ غیر مسلم کے لیے بھی وصیت کرنا وصیت ہے اور اس کا اجر صرف ثلث مال میں ہوگا۔

قال العلامة النكاساني: اما كونه مسلمًا فليس بشرط حتى لو كان ذميًا فأوصى للمسلم أو ذميًا جائز۔ ربدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۱ کتاب الوصایا ۱۰۱

اثبات وصیت کے لیے شہادت ضروری ہے | سوال :- ایک آدمی نے یہ دعویٰ کیا کہ ظان شخص نے میرے لیے اپنے مال کی وصیت کی ہے جبکہ مرحوم کے ورثاء اس وصیت سے عکس میں گمراہی کے پاس گواہ موجود ہیں، تو کیا شرعاً دہشاء کا انکار مرحوم کی وصیت کو ختم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب :- جس طرح دیگر معاملات اور عقود کے اثبات کیلئے گواہوں کی گواہی موجب اثبات ہے بالکل اسی طرح وصیت بھی گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی اور اس سے ورثاء کے انکار کی مشروعاً کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

لما قال العلامة النكاساني: وذهب الزبيدي: وثبت الوصية بطرق الاثبات الشرعية كالشهادة والكتابة۔

{ الفقه الاسلامي وادلته ج ۸ ص ۲۶ }  
{ البحث في اثبات الوصية }

۱۔ قال العلامة المويناني: ويعتقد ان يومئذ المسلم لكافر والكافر مسلم فالاول فعولہ تعالیٰ لا یتھاکم اللہ عن الذین لھینا تلوکم فی الدین۔  
(الہدایۃ ج ۲ ص ۱۳۱ کتاب الوصایا)

موصیٰ لہ کا موصیٰ سے پہلے وفات پا جانے پر وصیت کا حکم اس سوال: جناب مفتی صاحب! اپنی زندگی میں ہی اپنے ایک دوست کے لیے ایک قطعوں راضی کا وصیت نامہ لکھا تھا مگر مرنے کے بعد یہ زمین تمہاری ہے، لیکن والد صاحب کا یہ وصیت نامہ ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا، اب میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد اللہ کے دوست کے بیٹے اسی قطعوں راضی کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا شرعاً ان کا یہ دعوٰی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- وصیت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ موصیٰ وصیت کرنے والے کی وفات تک زندہ ہو تب وہ وصیت کا اہل ہوگا ورنہ بصورت دیگر اگر موصیٰ نے وصیت کرنے والے کی زندگی میں ہی فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، اس لیے صورت مسئلہ میں وصیت کا مال وصیت کرنے والے کا حق ہے موصیٰ لہ کی اولاد کا دعوٰی مستحق و درست نہیں۔

قال العلامة الکامی رحمہ اللہ : وبطل بیعت الموصیٰ لہ قبل موت الموصیٰ لان العقد وقع لہ لا لغيرہ فلا يمكن ابقاء علی غيرة۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۹۲ کتاب الوصایا، فصل بطل الوصیۃ)۔  
**وصیٰ کو معزول کرنا جائز ہے** | سوال :- اگر کوئی شخص کسی کو وصی مقرر کرے اور پھر پندرہ دنوں کے بعد اس کو معزول کرے کسی اور کو وصی مقرر کرے تو کیا شرعاً اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ایک دفعہ کسی کو وصی مقرر کرنے کے بعد پھر اس کو معزول کر سکے؟

الجواب :- موصیٰ کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی کو وصی مقرر کرنے کے بعد

قال العلامة ذهب النجاشی : موت الموصیٰ لہ المعین قبل موت الموصیٰ تبطل بہ الوصیۃ باتفاق المذاهب الاربعة لان الوصیۃ عطیۃ و قد صادق المعلن میناً فلا تصح کالہبة للیت۔ (الفقہ الاسلامی رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۶)

وتمثلہ فی البحر الرائق ج ۸ ص ۲۵۳ کتاب الوصایا۔

پھر اس کو معزونی کر دے لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ موصی کو اس کی معزولی کی اطلاع ہو جائے۔

قال العلامة النكاساني: فالوصية تبطل بالنقص على الإبطال.... اما النقص فنحو ان يقول ابطلت الوصية التي اوصيتها لفلان او فسختها او نقضتها. ثم (بدائع: الصنائع ج ۲ ص ۳۹۳). كتاب الوصايا، فصل بيان ما تبطل به الوصية) ۱۔

مسوال ۱۰۔ اگر کوئی شخص کسی وصیت کی ملکیت کے لیے قبول کرنا ضروری ہے۔  
ایک مخصوص مال کی وصیت کر جائے تو کیا اس شخص کی معرفت وصیت سے موصی راس مخصوص مال کا مالک بن جائے گا یا اس کا قبول کرنا اس کے لیے ضروری ہے؟

الجواب :- وصیت ایک عقد ہے اور غنیہ کا اصول ہے کہ ہر عقد کی تکمیل کے لیے قبول کرنا ضروری ہوتا ہے، اس لیے صورت مسئلہ میں بھی موصی لے گا وصیت کو قبول کرنا لازمی امر ہے بدولت اس کے وہ اس چیز کا مالک نہیں بن سکتا، لیکن قبول کرنے میں واضح الفاظ کا کوئی ضروری نہیں نقص قبضہ میں لینا بھی کافی ہے۔

قال العلامة وهبة الزحيلي: حكم الوصية بمعنى الاثر المقتضي عن الشيء هو انتقال ملكية الموصى به الى الموصي له، ولكن لا بد من اقبول الموصى له بعد وفاة الموصي وبم تنزل الوصية بالاتفاق. (الفقه الاسلامي وادلته ج ۸ ص ۸۸) الوصية، وقت ثبوت كذا الوصية ب ۱۷

۱۔ قال العلامة وهبة الزحيلي، والوجه مبني على ان يكون صحيحاً او دالة فالرجوع انهم يحرم ما كان بلفظ صوره في الرجوع مثل قول الموصي رجعت عن وصيتي لفلان، او تركتها، او بطلتها، ونقضتها، او ب: وصيت به لفلان هو بورتق ونحوه۔

(الفقه الاسلامي وادلته ج ۸ ص ۸۸) المصنف الرابع، مبطلات الوصية  
۲۔ قال العلامة النكاساني، ويملك بدون القبول او بدون عدم الرد وقوع الياس عنه، ولم يوجد القبول منه ولا وقع الياس عن الرد مادام حيًا فلا يفتق۔  
بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۳۲ كتاب الوصايا، فصل في الوصية

ومثله في الهديۃ ج ۲ ص ۶۲ كتاب الوصايا، الباب الاول۔

**مبہم وصیت کا حکم** | سوال :- اگر کوئی شخص ان الفاظ سے وصیت کرے کہ میرے  
مال سے کچھ حصہ خدائی شخص کو دیدیا جائے مگر اس نے اس مال کی  
تعیین نہ کی ہو تو کیا وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد موصیٰ لے کو وہ مبہم مال  
دیا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب :-** شرعاً تو ایسی وصیت مسموع ہے البتہ انہما م کی وجہ سے وصیت کرنے  
والے کے اعتقاد کے بعد اس کا تعین ورنہ اس کو صواب پر موقوف نہ ہے کہ وہ موصیٰ لے  
کو جتنا چاہیں دے سکتے ہیں اتنا ہی اگر وصیت کرنے والے نے اپنی زندگی میں ہی  
اس مال کو متعین کر دیا ہو تو بعد الموت وہی مال دینا پڑے گا بشرطیکہ وہ مال میت کے  
کل ترکہ کے ثلث سے زیادہ نہ ہو۔

قال العلامة الشافعی رحمہ اللہ ، منها ما اذا وصی الرجل بجزء  
ماله او بصيب من ماله او بثلثة من ماله او ببعض او بشخص  
من ماله فان بيت في حياته شيئاً والا اعطى الورثة بعد موته  
ما شاء والآن هذا ، لاننا ظننا ان القليل والكثير فيهم ابيان فيه ما  
وام حيا ومن ورثته اذا مات لانهم قاشون مقامه ۔

( بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۵۹ کتاب الوصایا فصل شرائط الوصیۃ )  
**مجنون یا بخل اور نابالغ کی وصیت کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب ا  
لیے وصیت کر جائے تو کیا اس کے مرنے کے بعد موصیٰ لے اس مال کا ایک متصور ہو  
سکا یا نہیں؟

**الجواب :-** نابالغ اور مجنون جو نہ تعمرات کا حق نہیں رکھتے اس لیے شرعاً ان  
کی وصیت کا کچھ کوئی اعتبار نہیں رہتا مجنون کی وصیت سے موصیٰ لے اس مال کا مالک  
متصور نہ ہوگا۔

قال العلامة الشافعی رحمہ اللہ ، ومنها ان يكون من اهل التبوع في  
الوصیۃ بالمال وما يتحقق به لان الوصیۃ بذلك تبوع بايجابه بعد موته  
فلا بد من اهلیۃ التبوع فلا تصح من القبیح والمجنون لانهما یسا من

اهل التبوع كونه من النصارى فالت

البرقع والمعانع ط ۳۲۲ کتاب الوصایا، فصل فی الشرائط لم

پوتے کے لیے وصیت کا حکم | سوال :- اگر داد الودتے کے لیے اپنے بیٹوں کے برابر حصہ میراث کی وصیت کرے تو کیا اس کی وصیت

پوتے کو بیٹوں کے برابر حصہ میراث ملے گا یا نہیں؟

الجواب :- بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کے لیے وصیت کرنا اگرچہ صحیح ہے مگر یہ وصیت میت کے ثلث مال میں جاری ہوگی، ثلث مال سے زیادہ پوتے کو نہیں ملے گا۔ تاہم اگر ثلث مال اتنا ہو کہ بیٹوں کے حصے کے برابر بنتا ہو تو وصیت کے مطابق برابر حصے ملے گا، مثلاً مرحوم کے دو بیٹے اور ایک پوتا ہو تو مال کے تین حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک کو ملے گا۔

کتاب فی الہندیۃ، يعتبر كونه دارثا او غير وارث وقت الموت  
لا وقت الوصیۃ علی لوازمی لا غیہ وهو وارث شرعاً ولہ ابن حمت  
الوصیۃ لاخ ولواوصی للذنیہ ولہ ابن ثتم مات الا بن قبل  
موت الموصی بطلت الوصیۃ لاخ - الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶  
کتاب الوصایا - الباب الاول ۲

وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے | سوال :- اگر ایک شخص اپنے کسی دوست کے لیے کچھ مال کی وصیت کرے

لیکن مرنے سے پہلے اس کو خسور کر دے، تو کیا اسی شخص کی اپنی وصیت سے رجوع کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب :- وصیت چونکہ امر استعجابی ہے اس لیے اگر موصی وصیت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرے اور اپنی ماقبل وصیت کو باطل کر دے تو یہ اس کا شرعاً حق بنتا ہے اور اس رجوع سے وہ وصیت باطل ہو جائے گی، چاہے دیکر

لم فی الہندیۃ، ولا تصح الوصیۃ الا لمن یصح تبرعہ فلا تصح من الجہنم والمکاتب  
والنادون الخ - الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۹۲ کتاب الوصایا، الباب الاول



قولاً ہو یا مثلاً یا تحریراً۔

قال العلامة (س۶) فی الموسی حتی یصلک الرجوع عندنا ما دام حیاً لان الموجود قبل موته مجرد ایجاب وانه یحقق الرجوع فی مقد انفعاضه فصحی بالترجیح اولی۔ (رہنئہ العنائع ج ۳ ص ۳۷۵) کتاب الوصایا فصل صفۃ هذا المقدرہ۔

موسیٰ پر صرف قبضہ کرنا بھی کافی ہے | اس سوال جناب مفتی صاحب اوصیت کے الفاظ کہنا ضروری ہے یا کہ صرف موسیٰ پر قبضہ کر لینے سے موسیٰ لڑکے قبولیت پوری ہو جاتے گی؟

الجواب: قبول کرنا بھی اس کے الفاظ کہنے سے جس طرح قبول کرنا پورا ہوتا ہے تو اسی طرح دلالت و فعلاً جو قبول کرنے کو واضح کرتے ہوں سے بھی پورا ہوتا ہے الفاظ سے قبول کرنا ضروری نہیں۔

قال العلامة ملا والدين الحصکفی رحمہ اللہ۔ وفي البدائع وکنہا الايجاب والقبول وقال ذو الفقار لا یجاب فقط قلت والمسألة بالایجاب ما یعم العبرہ والدلالة بأن یموت الموسیٰ له بعد موت الموصیٰ بلا قبول۔

والدر المختار علی صدرہ المحتار ج ۳ ص ۳۷۵ کتاب الوصایا ص ۲۷

وصی کا موسیٰ کے انتقال کے بعد وصیت کو رد کرنا | اس سوال ایک صاحب نے کسی کو اپنا وصی بنایا اور اس نے

لحق قال العلامة النجفی: یبطل الوصیۃ باسباب اما من الموصیٰ کرجوعه عن الوصیۃ او ذوال اہلیتہ او مردقہ۔ راجعہ الاسلاوی والدلہ ج ۳ ص ۳۷۵ الجمع الرابع بمطلات الوصیۃ م

ویشلہ فی الہندیۃ ج ۳ ص ۳۷۵ کتاب الوصایا الباب الاول۔

لہ وفي الہندیۃ، ویشرط فی الوصیۃ القبول صریحاً ودلالة وذلک بان یموت الموصیٰ قبل الورد والقبول فیکون موته قبلاً فتقضى وراثتہ۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۳ ص ۳۷۵ کتاب الوصایا الباب الاول فی تفسیرہ)

قبول بھی کر لیا اور اس بات پر وصیت کرنے والے کی وفات تک قائم رہا، اب وہ موصی کی وفات کے بعد اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے، تو کیا وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** جب ایک آدمی کسی شخص کو وصی مقرر کرے اور وصیت کو قبول کرے اس پر وصیت کرنے والے کی وفات تک قائم رہے تو وصیت کرنے والے کے انتقال کے بعد وصی ہونے کی ذمہ داری کو پورا کرنا اس پر لازم ہوگا اور وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

قال العلامة محمد الطوری رحمہ اللہ: واذا اوصی الیہ قبل موتہ او بعدہ ثم رد ثم یخروج لان الموصی ما اوصی الا ان ینتسب علیہ من الاصل قائم ولا منشاء الخ۔ (المجملات ج ۲ ص ۵۸۲ کتاب الوصایا)۔

**بیٹے کی موجودگی میں بھائی کے لیے وصیت کرنا** | سوال :- ایک بھائی غریب امیر و مالدار ہے، دونوں بھائیوں کی اولاد بھی موجود ہے۔ اب اگر مالدار بھائی اپنے غریب بھائی کے لیے اپنے مال میں سے کچھ مخصوص رقم کی وصیت کرے تو کیا اپنی اولاد کے موجودگی میں بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** بھائی اگرچہ وارث ہے مگر اپنی اولاد یعنی بیٹوں کی موجودگی میں وہ بمنزلہ اجنبی کے ہے، چکر شریعت مطہرہ میں اجنبی کے لیے ایک تہائی مال تک کی وصیت جائز ہے۔ لہذا بیٹوں کی موجودگی میں غریب بھائی کے لیے وصیت کرنا صحیح ہے، البتہ اگر مخصوص مالی کل مال کے ایک تہائی سے تجاوز ہو تو وہ وراثہ کے اختیار میں ہوگا۔

وفی السہندیۃ: یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت التمسوت لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی کالخیر وھو وارث فتم والدلہ بن محبت الوصیۃ للاخ ولو اوصی بخیر ولہ ابن ثم مات کاین قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ۔ (افتاوی السہندیۃ ج ۶ ص ۲۸۲ کتاب الوصایا الباب الاول)

شیخ احمد کی طرف منسوب و معیت نامہ کی شرعی حیثیت | سوال کیا فرماتے ہیں علامہ دینی و متقیان

شرع متین اس مسئلہ میں کہ گذشتہ کافی مجرم سے پاک ہو ہند میں بار بار ایک و معیت نامہ شائع ہو رہا ہے میں کہ نسبت شیخ احمد خدام و فرزند رسول مقبول علیہ السلام کے نام سے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کا کئی ہے۔ یہ و معیت نامہ بصورت اشتہار مختلف عنوانات سے بار بار مختلف مضامین کے ساتھ شائع ہوتا رہا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ترغیب و ترہیب دے دے کہ اس کا تشہیر و اشاعت کی یقین کی گئی ہے۔ کیا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے؟ اور کیا ایک ایسے غیر یقینی طریقے سے فقہ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس کا منسوب کرنا جائز ہے؟ اس اشتہار و معیت نامہ کی شرعی حیثیت اور شرعاً اس کی اشاعت پر روشنی ڈالیں؟

الجواب :- مذکورہ و معیت نامہ شکل اعلان و اشتہار نصف مری سے مختلف اشعار و بلا میں بار بار چھپ رہا ہے اور اس کے مندرجات کے غیر شرعی ہونے کی وجہ سے علماء کرام نے بار بار اس کی تردید کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ان کے و معیت نامے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بلکہ ان کے مندرجات بالکل بیہودہ، غلط اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ چنانچہ آج سے کافی عرصہ قبل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ اس میں کھڑت کہاں کی سخت تردید کی۔ چنانچہ اس بار میں ان کا مضمون فتویٰ امداد الفتاویٰ جلد ۱ ص ۱۰۰ پر موجود ہے۔ مگر یہ مسلمانوں کی بدستی اور جہالت و تشہیر کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یقینی ثابت شرع اور قطعی اثباتات و تعلیمات و جو کہ شکل قرآن و سنت و سون و ضبط موجود ہیں ان کی تردید و اشاعت کی طرف تو قوی نہیں مگر دوسری طرف علماء کرام کے بار بار اعلانات اور دھماکوں کے باوجود ایک بے سرو پا اور بے ثبوت انسان نے ان کی تردید و اشاعت میں ایک دوسرے سے معیت دے کر دانستہ و نادانستہ وعیدات نبوی کے مصداق بن رہے ہیں ارشاد نبوی ہے :-

من کذب علی منہ حدثاً، فلیستوا مقعداً ومن الت ر (احادیث)  
ترجمہ: جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ یا نہ جانیں وہ اپنے لیے  
جہنم میں ٹھکانا بنائے گا

یہ اور اس کے علاوہ شمار فصوص و احادیث ہیں جن سے واضح ہو کہ سچے کد رسول کریمؐ اور مذہب کے نام غصوب ربط و پابسی پر بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے قلی نہیں کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ و اہل بیت کے تعلیمات و ارشادات کو رد و نفی اور جہل انزول کی دھیسے کلاڑیوں اور کھکھڑت باتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے مسلمانوں کے اسلاف نے قرآن و حدیث فقہی اصول و حدیث فقہی مسائل و ارجاع کے اصول سے غفلت نشان علوم و فنون مدنی کئے اور محدثین نے ایک ایک روایت کو شریعت و عقل، فہم و روایت، ان کا گد و بصیرت کی کسوٹی پر پرکھ کر صحیح و ضعیف کو ایک دوسرے جدا کر کے رکھ دیا اور معمولی قرائن کی وجہ سے بھی جو روایت کے خلاف شروع ہوئے پر وال متھے احادیث کو موضوع کہہ دیا۔ ایک طرف آئی حرم و احتیاطی و احتیاتی اور فنی بصیرت کی یہ کیفیت ہے اور دوسری طرف یہ چارے سادہ لوح مسلمان بھائی اپنی کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے ایک موضوع پر اصل اور من گھڑت و حقیقت نام کی اشاعت میں دن رات مصروف ہیں، حالانکہ معمولی توبہ اور عقل و دانش سے کاٹ لیا جائے تو اس کا خلاف اصل اور بے سند و دلیل ہوتا واضح ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ میں بات کا نہ کوئی سند ہے نہ دلیل ہے محض ایک فرضی نام سے غصوب کر دہا۔ ایسے معائن کی کیا حیثیت ہے جو ان ذہن شرع قرآن و سنت کی بنیاد پر تعلیمات کے خلاف ہیں۔ مثلاً ان مختلف النوع و حیثیت ناموں سے بعض منتخب باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) اس وصیت نامہ کی نسبت شیخ احمد خازم روضہ نبوی کی طرف کی جاتی ہے اور یہ ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے۔ حالانکہ آج تک شیخ احمد کے نام سے روضہ اقدس کا کوئی خادم نہیں گذرا۔ رب اور پھر تعجب ہے کہ یہ ایک ہی شخص نامی بڑی عمر یا جسے حج بھی یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ایک شخص کے علاوہ کس اور خادم روضہ نبوی یا عالم اسلام کے دیگر اکابر اولیاء و بزرگانِ دین اور جفا و مقررین کو خواب میں اس قسم کی وجہات و تہذیبیات اور وصیت ناموں نہیں کی گئی؟ (۲) اور اگر بالفرض یہ قصہ صحیح بھی ہوتا تو خود حسین الشریعین (رحمہ اللہ) اور عینہ منورہ میں اس کی شہرت زیادہ ہوتی چاہیے تھی اس لئے پوری دنیا سے مسلمانوں کی آمد و رفت اور رسل و رسائل کے باوجود وہاں اس وصیت نامے کا نام و نشان بھی نہیں اور اگر اس قصہ کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر سوچئے کہ بات یہ ہے کہ اگر وہ لوگ لوگ میرے جنہیں خواب دیکھنے والے تھے یہ قصہ سن لیا اور پھر کون وادیوں نے کن وسائل سے یہ واقعہ

ہندوستان تک پہنچا اور یہاں کسی فقر اور مستثنیٰ نے اسے تسنا اور بھرکس نے اس کے ارد گرد تمام مکے کو گولی میں اس کی اشاعت کی؟ ظاہر ہے کہ ایک ایسی روایت جس کا تہذیبی معنوی معنی ہے مستند احادیث و روایات و مسائل اور اس کی کوئی تاریخی حیثیت ہے، بعض ایک میں گفتگو اور تہذیبیہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جعلی یا موضوع روایت کی اشاعت و روایت نقصان اور اجاغا حرام ہے بلکہ بعض حدیثیں کے نزدیک تو کفر ہے۔

(۲) اس میں یہ مطلب ہے کہ ایک جہد سے دوسرے جہد تک ساتھ ساتھ جاری رہے جس میں سے کوئی بھی ایسا نادر نہ تھا۔ اور بعض وصیت ناموں کے مطابق سترہ لاکھ مسلمانوں کو گورے اور ان میں صرف سترہ آدمی صحیح مسلمان تھے۔

یہ مقصود بھی اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی ارشادات کے خلاف ہے اور خلافِ خداوندی ہے۔

وسعت دینی علیٰ لغوی۔ میری رعیت میرے منتخب پر غالب ہے۔  
نیز چار شاہد ہے کہ اس کے گورے دور میں بھی اکثر مسلمان تو بہرے کے اندر پڑھتے ہوئے مرتے ہیں جو غلام یا غیر ہونے کی علامت ہے۔

(۳) اسی طرح اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ تارک الطلوع کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں! یہ حکم خلافِ طورِ حدیث کے خلاف ہے، اور شاہدِ نبوی ہے: صلوا علی کل بزدخاج۔ یعنی ہر نیک اور بدکار مسلمان پر نماز جنازہ پڑھو۔

(۴) اس میں علاماتِ قیامت اور قرب قیامت کے ضمن میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا روایات و احادیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ملتا، مثلاً:-

(الف) ایک ستارہ آسمان پر طلوع ہوگا (ب) قرآن مجید کے حروف اڑ جائیں گے۔  
(۵) اس میں بعض ایسی چیزوں کا غرض و تعلیم ہے جن کا حرام اور بدعت قطعی، مناجات الٰہی، شریعت ثابت ہو چکا ہے، مثلاً:-

(الف) شخص شریعت کی شہادت کر بلا کے واسطے (ب) اور کبیر حضرت خاتونِ جنت کے واسطے (ج) اور ملائکہ حضرت خوش الاطمین کے واسطے۔

(۶) اسی طرح آجکل کے مروجہ مولود شریعت اور فوائدا یاں جو کہ تمام شریعت و عقل کے خلاف ہیں جیسا کہ اس وصیت نامہ کے بارے میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے اظہارِ الفاویٰ میں ہم شدہ

ہیں ان چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

(۴) اس میں بعض ایسی چیزیں ذکر ہیں جن سے (اللہ عز و جل) بہت ناگوار ہیں حضور خیر کائنات سرشار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو این و تھیر کا پہلو دکھاتا ہے اور حضور کی شان شفاعت گہری و جہت علیا یعنی اورتیو بیت و تعویذات بارگاہ خداوندی پر نمودار قلب ہے۔ مثلاً :-  
 ”جس نے اس وصیت نامہ کی تشہیر کی اس کی ادا اس کے پورے خاندان کی شفاعت کی جائے گی اور انہیں جنت میں ملگے دوائی جائے گی اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ جہنم کی رحمت سے محروم رہے گا“ گویا بعض ایک فرضی خواب کی وجہ سے مسلمانوں کی نجات و شفاعت کے لیے ایک ایسی شرط لازمی کر دی گئی ہے جس کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ امامیہ میں۔

گروا قتی ایمان کی تصدیق اور انسان کی مغفرت و شفاعت کے لیے اس وصیت نامہ کی تشہیر ضروری قرار دی جائے تو بلاشبہ کہ وہ کروڑوں سماں، علما و علماء، اہل اللہ اور بزرگان دنیا سب کے سب محروم شفاعت اور تھیر و تھیر کی گنجینہ جنہوں نے اس وصیت نامہ کی تشہیر نہیں کی اور یہ اب کر رہے ہیں۔ میں سن گھڑت اور بے مروتی و استکان کے زوکیاں پہنچ رہی ہے۔ ایک اور وصیت نامہ جو کہ مٹا نہ سے مشہور کیا گیا ہے اس میں سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔

(۱) اے شیخ احمد میں خدا نے تو میں سے بہت شرمندہ ہوں۔

(۲) اے میرے رب میں خداوند کریم اور فرشتوں کو منہ نہیں دکھا سکتا۔

(۳) اے شیخ احمد میرا است کو کہہ دے کہ تمہارا کہ دولت خداوند کریم سے بہت شرمندہ ہوں۔

(۴) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر اپنے خدا سے معافی چاہتا ہوں اے شیخ احمد تو بھی یہ

وصیت نامہ لوگوں پہنچا دے تاکہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔ (علامہ ابن عربی رحمہ اللہ)

علامہ کا فتویٰ بطور ہفت روزہ خدام الدین لاہور جلد ۱۵، شمارہ ۲۱۹۶۳ء

میں تم کے جملوں سے حضور طیر الصلوة والسلام کی شانیں آدمی شای شفاعت اور وجاہت و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے جو اسلام فرض آبروی اور عساکروں کی شانیں معزز ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فریضہ رسالت اللہ صلیع کا نوسہ واریوں کو بالکل راجح اور انتہائی سے تمام کمال سے ادا کر کے سبکدوش ہو گئے اور بارگاہ خداوندی سے تراجعت قدر پیشہ اور کاذب علی فی عبادہ کی کاذب علی تہذیب۔ نیزہ و غنائی ذکر لک۔ اور یہ حق و کمال اللہ مک تقدّم منہ ذلیک کو بتنا حق اور جو کہ بے شمار شب رات و اخلاص پارسایع اعدائین اور

روحہ طعنا میں کے مقام پر فائز ہوئے۔ اب امت کی بدکاری اور گمراہیوں نے کائنات کی خدا اور پھر  
 اور بائیس برس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہیں اور نہ ہماری یہ اعلیٰوں کا وہاں آپ پر سب جس کی  
 وہی سے معاذ اللہ! آج کو شرمندہ ہونا پڑے، وہ اپنے فریضہ سے بھی ہزار بار درج زیادہ بیجا نام  
 رشد و ہدایت خداوندی انسانیت تک پہنچا کر اپنے رفیقہ فیض سے باطن و وجود مزد ہو چکے ہیں۔  
 اس وسیت نامہ کی اشاعت کی طرف توجہ دیتے ہوئے لوگوں کو ان کو کھول کر دلوں پر  
 کے لالچ اور خوف و مشابہت کی دیر بادی سے ڈرایا دھمکیا جا رہا ہے۔ اور پھر تسنا ہے  
 کہہ کر کامیابی اور بربادی کے بعض فرضی افسانے کہتے ہیں، بیکہ نہ تو سنا ہے والا معلوم  
 اور نہ ہی سننے والا معلوم ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہرگز اس کے تمام مذہبات اور مضامین کو صحیح نہ سمجھنا چاہئے، البتہ یہ  
 باتیں قرآن و حدیث اور دین کی کتابوں میں سمجھی ہیں ان کے موافق ایک راہ پر چلنے اور دینی کریم کی  
 سنت کو مضبوطی سے قائم کر بڑی راہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، جسٹ اور بے اصل  
 باتوں کی نسبت متغور نہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا بہت بڑا بھاری گناہ ہے۔ اسلئے  
 اندرون شرع ایسے مضمون کی اشاعت کرنے والا سنت گنہگار ہوگا اگر کسی کو قصود ہی کو دین  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات، بشرات و منہیات کے بڑھنے دیکھتے اور انہیں  
 شائع کرنے کا شوق ہو تو یہ تمام تعلیمات احادیث شریفہ کی مست کتابوں میں موجود ہیں ان  
 کے پڑھنے دیکھنے اور شائع کرنے اور شائع کرنے سے ایسا فی جہدہ اور عشق نبوی کا ثبوت دیا  
 جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ انتم و احکم۔

**وسیت نامہ کی تحریر وارث کے حق میں نافذ نہیں** | سوال :- جناب مفتی صاحب!

کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے وفات سے تقریباً آٹھ سال قبل یعنی ۱۹/۱۲/۱۳۸۱ کو ایک اقرار نامہ  
 تحریر کیا جس میں انہوں نے اپنا ایکٹیو دسٹ مرلہ زمین کا پلاٹ اپنی بیٹی زری میمن کی بہن صاحبہا بہان  
 کے نام کیا تھا بعد میں ۲۳/۱۲/۱۳۸۱ کو انہوں نے ایک دوسرا اقرار نامہ تحریر کیا جس میں مذکور پلاٹ  
 دس مرلہ کا پلاٹ اپنی دوسری بیوی زری میمن والہ (م) اور اس کے بیٹے (میر حسن علی) کے نام  
 کے نام کیا۔ بعد ازاں ۲۱/۸/۱۳۸۲ کو میرے والد صاحب نے ایک وسیت نامہ تحریر کیا  
 جس میں بھی مذکورہ زمین اپنی دوسری بیوی کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں میر حسن علی

بھائی بنیں) کے نام کر دی، بعد ازاں اپنی وفات سے چند روز قبل یعنی ۱۲۴/۹۱ کو ایک اور وصیت نامہ تحریر کیا جس میں مجھے مذکورہ بالا زمین کا اعتبار و اس بنا کر ہدایت کا کچھ ہے کہ اسی زمین کو بیچ کر میری دوسری بیوی کے بچوں کے لیے بھائی بنیں، اہل بدیش اور تربیت پر صرف کرنا۔

جناب عالی! مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر آپ سے اتنا اس کے کہ قرآن و سنت کا روشنی میں ہماری رہنمائی کریں کہ مذکورہ بالا چار دستاویزات میں سے کسی پر عمل کیا جائے میں تو راضی ہوگی۔

الجواب:- صورت مشورہ دو مسئلوں پر محیط ہے۔

(۱) **ہبہ**، جو کہ وصیت یعنی وکیل مرلہ زمین کو ہبہ کیا ہے اور شریعت اسلامی میں ہبہ نافذ اعلیٰ ہے مگر اس کی تکمیل بعض پر موقوف ہے۔ اگر موصی ہبہ چیز پر قبضہ نہ کیا جائے تو عرف زمانہ سے کہتے یا تحریری اقرار نامہ سے ہبہ تام نہیں ہوتا، اور جب کسی شہدہ دار کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے اور وہ اس کے قبضہ میں دے دی جائے تو ہبہ اس سے رجوع کرنا شرعاً صحیح نہیں اور نہ واجب کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ لہذا اگر موصوف نے مذکورہ زمین اپنی دختر مسماۃ شاہجہان کے قبضہ میں دے دی تھی تو اب موصوف کو مالکۃ حقوق حاصل ہیں، والد کا ہبہ سے رجوع یا تنفی کا اسٹامپ کارڈ نہیں، اور اگر قبضہ میں نہیں دیا ہو تو والد کا کسی وقت بھی اپنے ہبہ سے رجوع کرنا صحیح ہے اور ہبہ کا اقرار نامہ بحق مسماۃ شاہجہان بنی نہ ناکارہ اور منسوخ تصور ہوگا۔

ناقل المرغینانی، **الہبہ عقد مشروع تصح بالایجاب والقبول والقبض**  
اما الإيجاب والقبول فلانہ عقد والعقد یعتقد بالإيجاب والقبول والتبضع لا بد منه  
لشیرت الملكاء۔ (المہدایۃ ج ۱ ص ۱۵۱ کتاب الہبہ)

ناقل المرغینانی، وان وہب ہبۃ لذی رحم محرم لم يرجع فیہا لوقوع الہبۃ  
لذا كانت الہبۃ لذی رحم محرم لم يرجع فیہا لان المقصود صلۃ الرحم وقد حصل۔  
(المہدایۃ ج ۱ ص ۲۸۷ کتاب الہبۃ باب ما یجوز رجوعہ)  
(۲) وصیت، باقی اسٹامپ کا تعلق وصیت کے ساتھ ہے، ثمریاً وصیت کے نفاذ کیلئے چند شرائط ہیں۔



و وصیت کا نفاذ مال کے صرف ایک تنہائی یعنی سہار میں ہوتا ہے ۔  
 دوسرے یہ کہ موصی کو اپنی مرضی کے لیے وصیت کی گئی ہو وہ اس کے مال کا وارث  
 نہ ہو اس لیے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا شرعاً جائز نہیں ۔  
 لہذا اسی بنا پر باقی میں اس مسئلہ پر اپنے ورثہ یعنی اولاد کے لیے وصیت کے ذریعے  
 میں آتے ہیں اس لیے نافذ العمل نہیں بلکہ اس میں حکم وراثہ کا حق وراثت ہے و شرعاً ان  
 ذین اقرار ناموں پر فعل کرنا جائز نہیں ۔ تاہم وصیت کے مطابق کسی منظرِ داد اپنے سوتیلے  
 بھائی بہنوں کا ان کے حصہ شرعی میں کھیل ہو گا ، اقرار نامہ کا کفالت مال متعین کی ہے جو ناکارہ  
 اہل غیر صحیح ہے ۔

لَا فِي الْهَدَايَةِ وَلَا يَحْتَوِيَنَّ مَا زَادَ عَلَى الثَّلَاثِ لَنُؤَلِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحَدِيثُ  
 سَعْدِ بْنِ أَبِي وقاصٍ الثَّلَاثُ وَالثَّلَاثُ كَثِيرٌ - اھ (وَضَاءُ وَلَا يَحْتَوِيَنَّ لَوَادَتِهِ لَنُؤَلِّهِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَعْطٰی كُلَّ ذٰی حَقٍّ حَقَّهُ لَا وَصِيَّةَ لِّلرَّاسِخِ : لم ۔

(الهدایۃ ج ۴ ص ۶۵۶-۶۵۷ کتاب الوصایا )

( واللہ اعلم و علمہ تام )





تَعْلَمُوا الْفَرَائِضَ  
وَعَلِّمُوا بِهَا النَّاسَ

## کتاب الفرائض

### (میراث کے احکام و مسائل)

قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا | سوال :- ایک شخص نے اپنے بھائی کو کسی عصب میں سے اس قاتل بھائی کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں، تو کیا قاتل کو مقتول بھائی کی میراث میں حصہ دیا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :- قصد عمدًا یا خطا ہر حالت میں قتل بہب مساہل ارشع ہے اس لیے صورت مذکورہ میں مقتول کی جائیداد اس کے دوسرے ورثاء کو دی جائے گی قاتل بھائی کے وجود کا اعتبار نہیں بلکہ بوجہ مانع یہ کالعدم رہے گا۔

قال العلامة لسببوا ندی: المانع من الامراث ان یقتل..... والقتل الذی یتعلق بہ وجوب التفصیص او النکاح۔ (المرآۃ فی المفاتیح)

دادا کی موجودگی میں چچا کی میراث سے محرومی کا حکم | سوال :- ایک شخص کے مرنے اور چھل کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں، تو مرنے والے کی میراث شرعاً کس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب :- بشرط صدق و ثبوت اگر دادا کی تعداد درست ہو تو بعد از اس کے حقوق مقدم علی الارث تمام جائیداد دادا کو بطور حصوبت دی جائے گی اور چچا چونکہ حصیر بعید ہے اسلئے وہ دادا کی موجودگی میں میراث سے محروم رہے گا۔ نقشہ ملاحظہ ہو۔

دادا  
رذائل ترکہ لا تقدر  
چچا  
محبوب

لعمدہ فی الہندیۃ، القتال بغیر حق لا یورث من المقتول شیئاً عندنا و اول قتله عمداً او خطاً و کذا لک قاتل ہونی معنی الخاطئ۔ و قتل القبیح و المجنون و المہتوق و المبرم و الموسوم یوجب حرمان المیراث لان الحرمان یشبہ بحد و قتل فحظورہ لہ

افتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۴۸۴ الباب الخاص فی الموانع

قال بعدد مائة السجود يعني : فما اصاب ثلثة احوال ثلث والتعصيب لبعض وثلث عند عدم الولد والابن وان سجد ... واجد الصبيح كان يستر عدم الاب  
( السراج ص ۱۰۰ باب معرفة الفروض )

**اختلاف دین مانع ارث ہے** | سوال :- اگر کوئی مسلمان عورت سے نکاح کر کے تزویج کی صورت میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں یا نہیں ؟

**الجواب :-** عورت سے اگرچہ نکاح جائز سے لیکن یہ یہاں یہی عقائد میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی میراث سے محروم رہیں گے کیونکہ اختلاف دین مانع ارث ہے۔

قال بعدد مائة السجود يعني : المانع من الارث اربعة ... واختلاف الدين بين  
ای اسلامًا وکفرًا۔ ( السراج ص ۱۰۰ فصل في الموانع )

**خاوند اور بہن میں جائیداد کی تقسیم کا حکم** | سوال :- ایک عورت نے میراث کے بعد بہن خاوند اور بہن میں جائیداد کی تقسیم کا حکم کیا ہے اور ایک بہن وارث چھوٹے ہیں بہن عصبیات کوئی نہیں، میراثی کر کے شریعت کی روشنی میں دونوں کا حصہ متعین فرمادیا ؟

**الجواب :-** اگر مرحوم کے دنیا میں خاوند اور ایک اہلی بہن کے علاوہ اور کوئی زندہ بہن نہ ہو تو کل جائیداد نصف خاوند کو اور باقی نصف بہن کو دیا جائے گا بشرط ملاخذا ہو۔

ص ۱۰۰  
نوع دوم (نہ)  
بہن

قال العلامة السجادی رحمه الله : وأما المزوج فعالتان النصف عند وفاة

منه وفي الهندية : فالأقرب العصبية ... ثم الاب ثم الجد اب الاب وهم ای عصبية کل من یس لهم منهم ... وإذا انفرد أحد ج مع لذل -  
( نفق وی السجدة ج ۱ ص ۱۰۰ باب الثالث فی العصبیات )

لہذا فی الہندیۃ : وختلاف الدین یضامع الامرات والمرد بعد اختلاف دین الاسلام  
واکثر۔ ( الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۱۰۰ باب الموانع )

ورلد لائٹ وائٹ سٹیل ۔ (انسراجی) ص ۶۰ باب معرفۃ لغویہ و مستحقہا  
 وقار ایضاً، و ما لا شواہت لاب و ام اسوال خمس لتصف لہو جہانہ  
 (المسری مثل فصل فی الف و) ص ۶

بچے کی موجودگی میں پوتے کی میراث سے محرومی  
 سوال :- ایک شخص کی وفات کے بعد اس کا ایک بیٹا زندہ ہے جسے ایک دوسرا بیٹا جو کہ اس کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا اب اس کے بیٹے زندہ ہیں تو کیا وراثت کی میراث میں سے مرحوم کے ایک بیٹے کی موجودگی میں فوت شدہ بیٹے کی اولاد کا کچھ حق بنتا ہے یا نہیں؟  
 الجواب :- چونکہ یہ قرینی نسب سے ہے اور پوتا اس سے بعید ہے، قرینی وارث کی موجودگی میں بعید کے وراثہ حق وراثت سے محروم رہتے ہیں اس لیے تمام جائیداد بچے کا حق ہے پوتے کو کچھ نہیں ملے گا تاہم اگر بیٹا دل کی خوشی سے اسے کچھ دے دے تو کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة السجاولی : اولہم بالنسب جزء الثبات ای البنون ثم بنوہم  
 (المسوی مثل باب العصب) ص ۶

حقیقی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی میراث سے محروم رہے گا  
 سوال :- ایک شخص کی وفات کے بعد اس کے دو بھائی، دو بیٹی بھائی، ایک بہن اور ایک بھائی بھائی رہ گئے ہیں، شریعت علیہم رک

لہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ (و انکم یصنف ما ترک اذ و احکم ان لم یکن لہن و لکن  
 (سورۃ النساء) (و ان امرئ غفلک لیس لک و کذا و لک انک فہا نصیب  
 ما ترک) (سورۃ النساء) ص ۶

لہ قال العلامة السجاولی : و اولاد الابین یعومون مقام اولاد الصلب عند عدم اولاد اصلب  
 فجميع ما ذکرنا لقولہ تعالیٰ یزویکم اللہ فی اولادکم و اسم الاولاد ینزل اولاد الابین  
 مع انہ... فان اجمیع اولاد الصلب و اولاد الابین فان کان فی اولاد اصلب ذکر فلا  
 شیء لاولاد الابین و کذا اولادنا و او مختلفین لان الحد لکل اولاد اصلب مستحق لجمع  
 المال باعتبار حقیقۃ الاسم۔ (المسوی مثل ص ۶۳) ص ۶۳

روشنی میں مرحوم کی جائیداد ان ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

**الجواب:-** بشرط محبت سوالی اگر مرحوم کے ورثاء میں دو متفق بھائی ایک ہیں اور ایک علقہ بھائی ہی میں اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا قریبی عقیدہ یا ذوق القروض نہ ہو تو بعد از ادا سے متوق منقذہ علی الارث مرحوم کی تمام جائیداد کے پانچ حصے کر کے ہر ایک حقیقی بھائی کو دو حصے (۲/۵) اور ایک حصہ (۱/۵) حقیقی ہیں کو دیا جائے گا اور ایسا ہی بھائیوں کی موجودگی میں علقہ بھائی حق وراثت سے محروم رہیں گے۔

قال بعد المذنب وجہ وندى. واعمال الخوذة. الاب و ام. .... ومع الاخذ لاب و ام  
لان كرم مثل حظ الانثيين بعد ان يجه عصية (استواهم في القرابة في الميت.  
(السراجي مثل فصل في النساء)

و ايضا لقوله عليه السلام: ان عيان مني انما ينوار ثوبه و يضيء به ذكركم كلاح

اب و ام خاشع مضطرب الا لابي اجماعا. (المراجع مثل باب العصبان) ل

بيٹے، بیٹی میں میراث کی تقسیم اور نواسی کا اس سے محروم ہونا اس سوال کا ایک جواب

ہے کہ ایک بیٹی اور ایک نواسی وارث چھوڑے ہیں شریعت ظہر کہ روشنی میں ان وارثوں میں مرحوم کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

**الجواب:-** حسب بیان سائل صورت مسودہ میں مرحوم کا ترکہ بعد از نواسے حقوق منقذہ علی الارث تین حصے کر کے ایک حصہ بیٹی کو اور دو حصے بیٹے کو ملیں گے اور نواسی چونکہ ذوی الارحام میں سے ہے لہذا عصبان کی موجودگی میں یہ میراث سے محروم رہے گی، نقشہ ملاحظہ ہو:-

بیٹا	بیٹی	نواسی
۲	۱	محروم

لے ذوق الهندية. بختان لا بوي و امنت لاب فانما لا لا حین قرض و رد و روشنی لا  
لاب فان كان منها اخوها عصيها فلها الباقي وهو الثلث المذكور مثل حظ الانثيين.

(الذوق الهندية ج ۶ ص ۳۵۳ ابواب الرابع في الحب)



قال العلامة سجاوندی: اما ایضا التصلب فاحول الثلث ..... مع الاین  
لنکر مثنی خفہ ان لکین، وهو یعصبون۔ (المراتب ص ۳۰۔ فصل فی النکاح)۔  
**سوال:** اگر ایک آدمی کے  
صرف والد ہی کیسے کی تمام جائیداد کا وارث ہونا  
مرنے کے بعد اس کے ورثہ  
یہ صرف اس کا والد باقی ہو تو از روئے شریعت مقدمہ برہوم کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا  
جائے گا؟

**الجواب:** بشرط مصیبت سوالی مرحوم کا تمام ترکہ بعد از اس کے ماوجب تقدیم  
علی الارث اس کے والد کو بطور مصیبت ملے گا۔

قال العلامة سجاوندی: اما ثلث فله احوال ثلث ..... (التصصیف الخ)  
وذلک عند عدم الوالد وولد الابن وان سفل۔ (المراتب ص ۳۰۔ باب معرفۃ الفروض)  
ویشاء والعصیۃ کل من يأخذ بما ائنتہ صحاب الفرائض وعند الافقار یصرنہ  
جميع. (المال: مقدمۃ السراجی ص ۳۰)۔

**سوال:** ایک  
عیالی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بہن کی میراث سے **عروسی** عورت زمرہ  
کے بعد ایک اخیانی بھائی اور ایک علاقائی بہن وارث چھڑے جبکہ ان کے علاوہ کوئی اور  
اور عصیر میں سے کوئی لگہ موجود نہیں ہے، تو مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

**الجواب:** صورت مسئلہ کے مطابق اگر واقعی مرحومہ کے ورثہ میں  
ایک اخیانی بھائی اور ایک علاقائی بہن کے علاوہ کوئی دوسرا قریبی حصہ یا ذوی الفروض  
زمرہ نہ ہو تو بعد از ادا حقوق مقدمہ علی الارث مرحومہ کی تمام جائیداد کا حقوق اس کا اخیانی بھائی

الح قال الله تبارک وتعالی: یؤمینکم ثم الله فیت. (المراتب ص ۳۰۔ باب فی الارث)  
خفہ ان لکین یہ اسوۃ انسا ریت ما  
تحو فی شہذیۃ، فاقرب العصبۃ ..... (نظر الاف: وہم ای العصبۃ کل من  
نس لہ سہام متعہ و یاخذ ما لقی من سہام ذوی الفروض و کما الف رد استی  
جميع النالی۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۲ ص ۳۰)۔ (باب فی الارث فی العصبۃ)





موت کے وقت زندہ تھے۔

قال اجماع السجانونی، اما لزویات فالتان الربیع للواحدة فصاعداً  
عند صدق الولد وولد الابن وان سفل، (السجانی مک فیصل فی اصحاب الخوض لم  
مجرم کا بچا ہنسی گھاٹ میں ہونا مرض الموت کے حکم میں نہیں | سوال: اگر  
کے الزام میں قید خانہ میں مجبوس ہو تو کیا اس کا اقربا اور جائیداد وغیرہ میں تصرفات مرض الموت  
کے حکم میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: جس شخص کو قتل کے الزام میں عدالت کی طرف سے سزا دے موت دیا گیا  
کا حکم ہو چکا ہو یا قتل کے جرم میں حوالات یا قید خانہ میں مجبوس ہو اس کی یہ حالت مرض الموت  
کے مانند نہیں سمجھی جائے گی اس کے تمام معاملات مثل وصیت کے جاری و ناذ ہوں گے  
البتہ جس وقت قید سے نکال کر قتل کی پھانسی دیئے جانے کی جگہ کی طرف روانہ کر دیا جائے تو  
قید خانہ سے نکالنے کے بعد بچا ہنسی ہونے تک بعضی دیر گئے گی و مرض الموت کے مانند  
ہوگا اس حالت میں اگر اس نے کوئی تصرف مثلاً اقرار وغیرہ کیا ہو تو وہ مرض الموت کے تصرفات  
کی طرح نافذ بل قبول ہے۔ اور اگر اس روز بچا ہنسی کی سزا کسی وجہ سے ملتوی ہو جائے یا اس  
کا حکم بالکل منسوخ ہو جائے تو قید خانہ سے نکل کر بچا ہنسی گھاٹ تک آنے کی حالت میں مرض الموت  
کے مانند نہ رہے گی میں مثل وصیت کے بھی جائے گا اور اس حالت میں جو تصرفات کئے  
تھے وہ جاری اور درست سمجھے جائیں گے۔

قال العلامة عالم بن علی الانصاری: ولو كان معصوماً او مجنوناً في حد أو قصاص  
او اقراراً في حد أو في حكم العيصم وقد ذكر محمد بن الفضل مسائل في حد أو في حكم العيصم  
على طريق الفلانة لا كونه صاحب قواش فانه قال: إذا أخذ من أجل القصاص أو العيصم ذمواً  
حكم المريض. (الفتاویٰ الشافعیہ ج ۳ ص ۴۰۷ کتاب الطلاق باب طلاق المريض)۔  
لے قولہ تعالیٰ: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حُكْمٌ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَاُولَئِكَ سَاءَ مَا يَحْكُمُ اللَّهُ بِهِمْ  
عَلَمٌ عَلَى الْمُنْهَكَةِ: واولا ید علی المخرج فقتل الی الحبس ادر جمع المہاند  
بعد المہاندۃ الی الصفت مسار فی حکم المصحیح کا مریض اذا برأ من  
موضہ۔ (الفتاویٰ الشافعیہ ج ۱ ص ۱۰۰ الباب الخاص فی  
طلاق المريض)

**طویل بیماری مرض الموت شمار ہوگی** | سوال ۱۰۔ اندر دئے شرع مرض الموت کے تعزقات لحد و دیں جس میں بسا اوقات میت کے قتلے قات موقوف سمجھے جاتے ہیں لیکن بعض بیماریاں سالوں تک مدتوں بھی چلی گئی ہیں ایسی متعد بیماری کو مرض الموت کہا جائے گا یا نہیں؟

**الجواب**۔ مرض الموت میں یہ ضروری نہیں کہ یہ چند دنوں تک محدود ہو بلکہ کبھی مرض الموت کی مدت طویل بھی ہو سکتی ہے، تاہم جو بیماری عموماً حیثیت اختیار کر جائے جیسا کہ آجکل دوران الدم ریفٹ پریش (ذیابیطس شوگر) یا امراض قلب میں مبتلا ہونے مرض الموت میں شمار کیا مشکل ہے، کیونکہ یہ بیماریاں اگرچہ قدیم طور پر موت کا سبب بن سکتی ہیں لیکن مدتوں تک محیط ہونے سے بھی خالی نہیں۔

قال العلامة ابن البنا رحمہ اللہ: ولو طال المرض وصد بحال لا يخاف عليه الموت كالفالج اوصار مدناً او يابس الشئ لا يصحون حكم المرض لا اذا تغير حاله عن ذلك ومات من ذلك التغير فافعل في حال التغير قتل ثلث. (افتا دہلی ج ۱ ص ۲۲۲)

**شرعی بیت المال نہ ہونے کی صورت میں میراث کا حکم** | سوال ۱۱۔ اگر کسی فوت شدہ مال بھی نہ ہونے کی صورت میں میراث کا حکم میت کے اقارب شرعی (ذوی الفروض، عصباء، ذوی الارحام) وراثہ میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو اور شرعی بیعت المال بھی نہ ہو تو اس کے ترکہ کا کیا کیا جائے گا، شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مطلوب ہے؟

**الجواب**۔ جب شرعی بیت المال موجود نہ ہو تو مشورہ صورت کے مطابق میراث

لصقال العلامة ابن نجيم، والمتعدد والقلوب والاشق والسلول ان تطول ذاك ولا يعرف منه الموت فحيثه من كل المال لانه اذا فادام العود صار من طبعه كالحی وخرج وبذلك لان المنافع من التضرع مرض الموت ومرض الموت لا يكون سبباً للموت غالباً وانما يكون سبباً للموت اذا كان بحيث يزداد حالاً فمما لا شك فيه كونه من آخر الموت۔ (المعبر الراجح ج ۸ ص ۲۵۸) قبل باب العتق في مرضه وانوصية بالعتق

کو ایک امین و امانت و ائوخص کے ہاتھ میں دے دیا جائے تاکہ وہ ایسے فقراء جن کا کوئی ہریت وغیرہ نہ ہو پھر اس طرح خرچ کرے کہ ان فقراء کا نفقہ، تداویٰ، کفن و غیرہ اس ترکہ سے پورا کرے۔

فان اعلامہ ان عابدین رحمہ اللہ، واما الرابع وانی الضوالیع مثل مالایکون لہ اناثا وان ثویلا، فممنہم وہ المیتوم، حوالہ فیصلہ الفقیراء الذین لا اولیاء لہم فیعلیٰ مشہ لغتہم واددیہم وکتشہم وعقل جنایتہم۔ (رد المحتار ۲۳ ص ۵۸)

مطلب فی بیان بیوت امانت و مصارفہا، قبل باب المصروف

میں جیات میں جائیداد کی تقسیم کا شرعی طریقہ | سوال :- ایک شخص کی ایک

بیک پوتی اور دو پوتے ہیں جن کا والد فوت ہو چکا ہے، اب یہ شخص زندگی میں ہی اپنی جائیداد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو یہ یعت معتبرہ کی روشنی میں اس کی صورت کس طرح ہونی چاہیے؟ کیا پوتوں اور پوتیوں کو بیٹوں اور بیٹیوں کے برابر حصہ دیا جائے گا اور اگر کوئی ان کو محروم رکھے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب :- زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد کی تقسیم درحقیقت مہرہ ہے جس میں مالک کو کُل اختیار ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جس طرح چاہے تقسیم کرے اور اولاد کا اس پر باقاعدہ قبضہ کرنے کے بعد وہی تقسیم نافذ ہے نہ مالک کسی وارث کو بڑا و بھیراٹ سے محروم کرنا سرسریا وقت ہے۔ البتہ فقہاء کرام سن تصریح کہ ہے کہ زندگی میں ہی اولاد میں جائیداد تقسیم کرنے والے کو ایسا طریقہ اپنانا چاہیے کہ اگر اس کی موت کے بعد اس کی جائیداد وراثت میں تقسیم کرنے کی نوبت آئے تو اسی طرح تقسیم ہوگی۔ لہذا مسئلہ صورت میں بھی اس شخص کو چاہیے کہ وہ کل جائیداد کے ۵۶ حصے کر کے ثمن کل جائیداد کا ۵۶/۱۰۰، بیوی کو اور ہر ایک بیٹے کو ۵۶/۱۰۰، بیٹی کو ۵۶/۱۰۰ اور بیٹی کو ۵۶/۱۰۰ حصے کے حساب سے تقسیم کرے۔ اور جہاں تک پوتوں اور پوتیوں کا تعلق ہے تو بہتر یہ ہے کہ دادا اپنی زندگی میں ہی ان کو کچھ دے دے تاکہ اس کے مرنے کے بعد قانونی تنازعات پیدا نہ ہو جائیں لیکن اگر دادا پوتوں اور پوتیوں کو کچھ نہ دینا چاہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

قال بعلامته اجت البعذر رحمہ اللہ انہ فی فی ہبۃ الایمان و بہمت  
التطہیث کاسمیت۔ الفتاویٰ البزازیۃ عن ہامش البہمدیۃ  
۶۳ ص ۲۲۴ کتاب النہیۃ - اجنس الثالث  
نفسہ ملاحظہ ہو۔

۵۶

بیو بیٹا بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی

سوال :- اگر کوئی شخص اپنے  
بذریعہ اعلان مافی نامہ بیٹے کو میراث سے محروم کرنا بیٹے سے ناراض ہو اور اسی  
ناراضگی کی وجہ سے اخبار وغیرہ میں بذریعہ اشتہار اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے  
اُسے عاق کرنے کا اعلان کر دے، تو کیا باپ کی وفات کے بعد عاق شدہ بیٹا میراث  
کا مستدار بن سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :- وراثت ایک اضطراری حق ہے کوئی شخص اپنی طرف سے اس حق کو  
رائی یا ختم نہیں کر سکتا، اس لیے باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا بھی میراث کا  
حقدار ہے تاہم اگر یہ شخص اپنی زندگی میں اپنی جملہ جائیداد اور منقولہ سرمایہ اپنے  
ورثاء میں تقسیم کر دے اور ان کو ہاتھ باندھا دے تو اس صورت میں باپ کے  
مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا حق ارث کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

قال بعلامتہ محمد ملاذ اللہ فی آفتاب حنی۔ لایستحق حبسہ فی نوبۃ تسلطہ لانتظام  
تکلیفۃ الرد المحتار ج ۱ ص ۳۵۵ سلب واقوۃ الفتویٰ کتاب رد عیوی (۱) ص ۱۰

۱۔ وکرا الامام محمد بن اسماعیل البخاری، عن ابیہ عن عبد الاسود عن  
ع. ثقیف قال اشتریت بريرة فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشتريها  
فان الولد احب اعنق۔ (المجامع الصمیم البخاری، ج ۲ ص ۹۹۵ کتاب الفرائض،  
باب الولد احب اعنق، ۴)

و مثلاً فی مسند الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب الفرائض۔

**کفار کے ہاں قیدیوں کی میراث کا حکم** | **اسوال :-** جناب مفتی صاحب میرا ایک بھائی کشمیر میں جہاد کے دوران انڈین فورس کے ہاتھوں قید ہو گیا ہے، اب دوسرے بھائی واندہ صاحب کے ترکہ کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو کیا قیدی بھائی کو میراث میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ اس کی رہائی کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔

**الجواب :-** جب کوئی مسلمان کفار کے ہاتھوں قید ہو جائے تو وہ تا وقت موت یا ارتداد عام مسلموں کی طرح میراث کا حقدار ہے، لہذا آپ کا وہ بھائی جو دشمن کی قید میں ہے باب کی میراث میں برابر کا حقدار ہے اس کی رہائی یا موت کی مصدقہ اطلاع تک اس کو حصہ محفوظ رکھا جائے۔

قال انید شریف الجوانی: حکم الاسلام حکیم سائو المسیمین فی المیراث  
ما فیہ یفارق دینہ فییرث ویورث منہ لان اسلام من اهل دار الاسلام  
ابن ماجہ ح ۱۔ (الشریفة ص ۲۰) فصل فی الاسلام۔  
**کشمیری کے مابین میراث کا حکم** | **اسوال :-** کیا کوئی شیعہ کسی سنی کے مال میں شرعاً شیعہ سنی کے مابین میراث کا حکم | میراث کا حقدار بن سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** شیعہ (روافض) کے مختلف گروہ ہیں جو شیعہ تفریق عقائد مشن  
اور ہیبت حضرت علیؑ اور قذف سیدہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کے قائل ہوں تو اختلاف دین  
کی وجہ سے شیعہ سنی کا وارث نہیں ہو سکتا البتہ ہوشیہ خانی نے ہوں تو صرف بدعت  
مائع وارث نہیں۔

قال العلامة لسجار دی رحمہ اللہ: والمانع من الارث الاسلامیة۔۔۔۔۔

۱۔ وفی الہندیۃ: وحکم الاسلامیر حکیم سائو المسیمین فی المیراث مالہ  
یفارق دینہ فان فارق دینہ فعلمہ حکم المیراث فان لم یعلم من ذمتہ  
وکامہا قد فلامرئہ فعلمہ حکم المفقود۔ (اشتاتوی الہندیۃ ص ۲۵۴)

باب الثامن فی المفقود والاسیر المذموم

ومشہد فی السوای ص ۳۸ فصل فی الاسلام۔ پور





بطریقہ ثانی تقسیم ہوگا۔

قال العلامة السيد شریف الجرجانی: وکسب المرتدة جمیعاً ای سوادا کسبتہ فی اسلامہا او فی ردّ قہا قبل اللہ فی ہذا الحرب لہم ثمنہا المسلمین بلا خلاف بین اصحابنا۔ (المشریعیۃ ص ۱۲۱ فصل فی المرتد) لے

بیجڑ سے کی میراث کی حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب: ایک بیجڑ جس کو میراث کی میراث بھی ہے اگر اس کا باپ مال یا کوئی اور شتوار مر جائے تو میراث میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟

الجواب :- اگر بیجڑات پر مردوں کے آثار موجود ہوں تو اسے مردوں جتنا حصہ ملے گا اور اگر مردوں کے آثار زیادہ ہوں تو مردوں جتنے حصے کا مقدار ہوگا، چونکہ صورت مشورہ میں اس بیجڑ سے کی دائرہ بھی آچکی ہے جو کمزوروں کی علامت ہے اس لیے اس کا حصہ میراث کمزوروں جتنا ہوگا۔

قال العلامة السيد شریف الجرجانی: فلا بد ان یزول لاشکال ظہور علانیۃ لانہ ان جامع بذکرہ او ثبتت لہ لحدیثہ او حکم کاستلام الرجن فہو ساجد۔ (المشریعیۃ ص ۱۲۵ فصل فی الخفی) لے

مرنے والے کا فرض نکل آنے پر تقسیم ترکہ کا عدم ہو جاتی ہے | سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میراث ظاہر حال تقریباً سال ملاشیاء میں رہا نبی وہ گاؤں والین آیا

لے دفع الہندیۃ: والمرتدة اذا ماتت قسم ماہا بین وثقہا علی قولہن: لہ تعاد سوادا لان کسب الاسلام وکسب الردۃ کلا لکسیر یمیر بصیر ثاعتہا۔

(الفتاویٰ الہندیۃ ج ۴ ص ۵۵۵ الباب السادس فی میراث اہل الکفر) ومثلہ فی السرنجی ص ۵۷ فصل فی المرتد۔

لے دفع الہندیۃ: فاذا بلغ الخفی وخرجت لحدیث: ووصل الی التار فہو ساجد۔ (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۴ ص ۵۵۵ الباب التاسع فی میراث الخفی) ومثلہ فی السرنجی ص ۶۵ فصل فی الخفی۔

قریباً ہم نے قرضے کو اس کی شادی کی، کچھ عرصہ بعد وہ سخت بیمار ہو گیا تو اس کا علقہ بھی قرضے کو کرکرا یا اور اسکی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا، بعد از وفات، بینک میں اس کے ۱۴ لاکھ روپے موجود تھے جو کہ بذریعہ عدالت ورثہ میں تقسیم کئے گئے، اس کے بعد اس کے نوٹے کافی قرضہ نکل کر آئے، تو کیا اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے ورثہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے یا نہیں یا اس قرضہ کو ادا کرنے کا میں ہی ذمہ دار ہوں؟

**الجواب:-** کسی کی وفات کے بعد اس کے جملہ مال سے اولاً چار حقوق منہا کئے جائیں گے اور پھر بقیہ مال ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

وفات الہندیہ، انشورکۃ تتعلق بها حقوق اربعة جہا ذالمیت ودفنہ والتدفن والوصیۃ والامیوات خبیذہ اور اولاً تجب ذلک وکفہ وعلی عتاج الیہ فی وفاتہ بالمعروف۔ (انشورکۃ الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الغرائض)

قال الشیخ السید شریف المرجانی: ثم تقضى ديونته من جميع ما بقى من ماله ای بنیاداً بقضاء ديونه من جميع ماله السابق بعد التجهيز والتكفين وهذا هو الخلاف فی الامریۃ۔ (انشورکۃ ج ۲ ص ۲۸۸ کتاب الغرائض)

اور اگر لایعنی ہو جو کہ وہی کی وجہ سے مرے ولے کا جملہ ترکہ اس کے ورثہ میں تقسیم ہو جائے تو تقسیم صحیح نہیں بلکہ اگر مرے قرضہ وغیرہ منہا کر کے بقیہ میراث کو ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ کافی جملۃ الاحکام، ذالمیر ذین عدا المیت بعد قبضۃ التکفۃ تنسخ انفسہ۔ قبل العلاجہ سببہم رحمہم<sup>۱</sup> تحت مادۃ سوا حکان الذین یحیطون بالتکفۃ اولاً اما الاول فظاهر لانہ یمتنع المراث فیمتنع التہمیر واما الثانی فتعلق حق الغریبہ بالتکفۃ شائعاً ولانہ انفسہ متعودۃ عن قبضۃ الدین لحق المیت۔

(شرح المجلدۃ ص ۱۶۱ الفصل السابع فی فسخ انفسہ واثباتها)

لہذا بشرط وصیت سوا حل صورتہ سوا میں بھی مرحوم بیٹے کے ذمہ قرض کی ادائیگی اس کے باپ کے ذمے نہیں بلکہ تقسیم وراثت کا عدم متصور ہو کر جملہ ترکہ سے قرضہ منہا کیا جائے گا اور بقیہ مال ورثہ میں تقسیم ہو گا، اس لیے مرحوم کے باپ کو شرمایہ حق حاصل ہے کہ وہ دیگر ورثہ ذین وقرض کی ادائیگی کرے چاہے ورثہ میں اس کی بیوہ ہو یا مانا ہو۔

ہوں۔

**رضا عمت موجب میراث رشتہ نہیں** | سوال :- کیا رضاعی بیٹے کو باپ کی میراث میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ مرزہ کے اس

رضاعی بیٹے کے علاوہ چچا زاد بھائی بھی ہیں؟

**الجواب :-** وراثت کے حقدار صرف رشتہ رشتہ بھائی ہیں لہذا مرحوم کی جملہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اس کے چچا زاد بھائیوں کو ملے گی رفاعی بیٹے کو اس کی میراث سے کوئی واسطہ نہیں۔

قال العلامة سراج الدین السجاوندی: ثم یقسم: یبائی ہیں وراثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع ائمتہ فیدہ: باصحیح ابی یزید: ہم الذین لہم صحابہ متدن: وقای کتاب اللہ تعالیٰ فی العقیبات من جهة النسب الخ: [انسوری: ج ۱ کتاب الفرائض: ص ۱۷۰]

**متبنی کو میراث دینے کا حکم** | سوال :- ایک شخص کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اس نے ایک دوست کے گھر پر اپنا بیٹا دیا، اس شخص کے عقیبت باپ اس کے بیٹے کی پرورش کی، تو کیا اس شخص کی وفات کے بعد یہ لڑکا اس کی میراث کا مالک منظور ہو گا یا نہیں؟

**الجواب :-** چونکہ مرزہ مرحوم کا عقیبتی نہیں بلکہ مرزہ بلا بیٹا ہے، اور کسی کو متبنی بنا کر کوئی سبب میراث رشتہ نہیں جس کی وجہ سے کوئی کسی کو وارث بن جلتے، اس لیے مرزہ کا مالک اس کے دیگر رشتہ داروں میں تقسیم ہو گا اور مرزہ کے کو بطور حق وراثت کچھ نہیں ملے گا البتہ اگر مرزہ نے اپنی زندگی میں تعلق اس کو کچھ دیا ہو تو وہ اس کا مالک ہے، اور مرحوم کا کوئی رشتہ دار اس میں وراثت کا دخل بھی نہیں کر سکتا۔

قال العلامة سراج الدین السجاوندی: العقیبات نسبیہ..... وہم ربوۃ صنف جزمیہ بیت وإصلہ وجوزایہ وجوز جدہ: انسوری: ج ۱ ص ۱۷۰ | **متبنی با عقیبتا** |

لہ قال: العلامة عبد اللہ بن المودود الموصی: ویستحق الذین یومون ویکاح ولا ی...

(الاختیار فی تعلیل الاختار ج ۲ ص ۱۷۰ کتاب الفرائض)

وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۳ کتاب الفرائض - الباب الاول -

لہ قال: العلامة الموصی: ویستحق الامرات بوجہ ہم ولکات وزاد :-

(الاختیار فی تعلیل الاختار ج ۲ ص ۱۷۰ کتاب الفرائض)

وَمَثَلُهُ فِي الْهِنْدِيَّةِ ج ۲ ص ۲۳ کتاب الفرائض - الباب الاول -

**سوتیلہ باب میراث سے محروم ہے** | سوال :- ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے  
اس کے ورثہ میں ایک بیوہ دو بیٹے اور  
ایک سوتیلہ باب موجود ہیں، محروم کی میراث ان میں کس طرح تقسیم ہوگی؟  
الجواب :- محقوق مقدمہ کی اولاد کے بعد باقی ماندہ مال محروم کی بیوہ اور دو بیٹوں  
میں تقسیم ہوگا۔ جبکہ سوتیلہ باب حق میراث سے محروم ہوگا اس لیے کہ دونوں کے درمیان  
موجب وارث کوئی رشتہ داری نہیں۔

۱۶ = ۲ × ۸		
بیٹا	بیٹا	بیوہ
۸/۱۶	۸/۱۶	۸/۱۶

قال العلامة الجاوندی، انصبات النسبة..... وهو إرث صانع جزء  
الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جدّه. (السراجی ص ۱۱۱) باب انصبات  
سوتیلہ بیٹے کی میراث کا حکم | سوال :- ایک شخص نے کسی بیوہ عورت سے شادی کی جبکہ  
بوقت نکاح اس عورت کا محروم شوہر سے ایک بیٹا  
بھی تھا جس نے اس آدمی کے گھر میں پرورش پائی اور وہ بھی اس کو اپنا بیٹا سمجھتا رہا، اب یہ  
آدمی فوت ہو گیا ہے تو کیا یہ دو سوتیلے بھائیوں کے ساتھ میراث میں شریک ہو  
گا یا نہیں؟ اور ہے کہ اسی آدمی کے یہ بھائی اس کی ماں و باپ اس عورت کے شوہر (محروم) سے ہیں؟  
الجواب :- چونکہ محروم اور اس کے سوتیلے بیٹے کے درمیان کوئی موجب میراث رشتہ  
نہیں اس لیے محروم کا نہ اس کے حقیقی بیٹوں کا ہے اور یہ دو کا میراث سے محروم رہے گا۔

قال العلامة الموصلي، ويستحق الامراء برحم ونكاح وولاد۔

والاعتبار بتعليل النصار جزء ۵ ص ۱۱۱ کتاب الفرائض ص ۱۱۱

لے قال العلامة الموصلي، ويستحق الذرث برحم ونكاح وولاد..... ثم أصله وهو اب  
والجد ثم جزء به ثم بنوهم الخ۔ (اعتبار بتعليل النصار جزء ۵ ص ۱۱۱ کتاب الفرائض)  
وتمت في الهندية جزء ۲ ص ۱۱۱ کتاب الفرائض، الباب الاول۔

لے وفق الهندية، ويستحق الذرث باحدى حصان ثلاث بالنسب وهو القرابة  
والحب وهو بنو جد والولاد۔ (اعتبار بتعليل النصار جزء ۲ ص ۱۱۱ کتاب الفرائض، الباب الاول)

دو بیویوں کی اولاد میں میراث کی تقسیم کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب! میرے والد صاحب نے دو عشاءوں کی عقیقہ، پہلی بیوی سے میرے علاوہ میری دو بہنیں بھی ہیں اور دوسری بیوی سے تین بیٹے ہیں جبکہ میری والدہ کا والد صاحب سے پہلے انتقال ہو گیا ہے اور کیا والد صاحب کا نگران کی سب اولاد میں بزر تقسیم ہوگا یا ہم حقیقی بہن بھائی کو کم اور دوسروں کو زیادہ ملے گا؟

الجواب :- میراث کی تقسیم میت کے ساتھ رشتے کی بنا پر ہوتی ہے بصورتِ مسنونہ میں چونکہ مرحوم کے ساتھ اس کی دونوں بیویوں کی اولاد کا حق بڑھ رہا ہے اس لیے آپ صاحب میں حصہ شرعی کے مطابق میراث تقسیم ہوگی یعنی ماں کے حصے کے علاوہ ماں کے دو حصے ایک بھائی اور دو بہنوں کو ملیں گے اور تین حصے دوسرے تین بھائیوں کو ملیں گے۔

			۸۰	۱۰	۸۸		
بیوہ	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

قال العلامة السجواني رحمه الله: العصابات النسيبة وهم اربعة اصناف جزاء الميت طالع وجدة ابية وحقه الاقرب فالاقرب بدرجة او بقرب الدرجة او لرحم بالميراث جزاء الميت اي البنون - (السجواني ص ۱۹ باب العصابات) ۱۰

مہر میں شوہر کا حصہ ارث | سوال :- ایک عورت کو شادی کے بعد کسی وجہ سے اس کے انتقال تک اس کا ہی مہر نہیں ملا جبکہ اس عورت کی کوئی اولاد بھی نہیں ہے صرف ایک باپ دو بھائی اور شوہر زندہ ہیں تو اب مہر کس کا حق ہے؟

الجواب :- یہی مہر بھی مرحومہ کے ترکہ میں شامل ہے اس لیے مرحومہ کے پڑا سوال

۱۰ قال العلامة السجواني رحمه الله: غصبة بنفسه وهو كل ذكر لا يد عمل في نسبه الى الميت انتفى واندرهم جزاء الميت وهو ينو -  
(الامتنان تعجيل الفاتحة ص ۹۲ فصل في العصابات)  
ومثلها في الهندية ص ۶۵ ابواب الثالث في العصابات -

کی طرح اس کے بہر کر رقم بھی شوہر اور باپ کے درمیان تقسیم ہو جائے یعنی اودھا مہر شوہر کو اور اودھا باپ کو ملے گا بھائی محروم نہ رہے۔

قال العلامة السجاوندی: اما في زوج لخالته ان التصف عند عدم الولد وولد الابن وان سقط والرابع مع الولد الخ۔ (السراج ملك باب معرفة القروض الخ) کسی وراثت کو محروم کرنا۔ مسوال: کیا کسی وارث کو حق وراثت سے محروم کرنا جائز ہے اگر نہیں تو محروم کرنے والے کا قصور نافذ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: کسی وارث کو حق وراثت سے محروم کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والا کٹنگار ہوگا تاہم جو تیسرا وہ کر چکا ہے یعنی اپنی زندگی میں اپنے ہر اموال خود وغیر خود کو دیگر ورثہ میں تقسیم کر دے۔ نافذ ہوگا اور اس کی موت کے بعد محروم ہونے والا وارث حق میراث کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

قال العلامة داہر بن عبد الرشید البخاری: ولو وهب جمع ما لا يملكه جاز في القصار وهو لا يرضى عن كحل في العيون۔ (خلاصة الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۸۵) تبی الفصل الثاني (۱۸۵)

سوال: بعض علاقوں میں یہ رواج بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے۔ اس کے باپ کے ترکہ میں بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا، کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الحال العلامة الموصلي: ثم تغني كونه۔۔۔ والرابع في فرضها وقرض الزوج والنصف في فرض الزوج۔ (الاشیاء بتعلیل الخ: ج ۵ ص ۹۲ کتاب الفرائض) ومثله في الهندية ج ۲ ص ۱۲۳ کتاب الفرائض: اباب الاول۔

ملے قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ: رجل وهب في صحنه كل المال للولد جاز في القصار ويكون آثافيا صانع۔ (فتاویٰ قاضیان عن حاشیاء الهندیہ ج ۳ ص ۲۹۹ فصل في الهبة الولد لو نكح)

ومثله في الهندية ج ۵ ص ۲۹ الباب السادس في الهبة للصغير۔

**الجواب :-** باپ کے مرنے کے بعد جس طرح بیٹے اس کی میراث میں ہارٹ کے لئے ارپا، اسی طرح بیٹا بھی ترکہ میں شرعاً مفقود ہیں اور یہ حق ان کو اسلام نے عطا کیا ہے۔ اس لیے انہیں اس شرعی حق سے محروم کرنا ناجائز و حرام ہے۔

قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري: «نودهب جميع ماله لایسہ جازاً فی القضاء وهو انقص عن عهد هکذا فی العیون۔ بعلامۃ الفتاوی ج ۲ ص ۲۸۰ کتاب الہیة قبل الفصل الاول»

**سوال :-** جس بچے کے نسب کی دلیل الزنا اور ولد المذعنہ کی میراث کا حکم

اور پھر میان بیوی کے مابین رشتہ ازدواج بھی ختم ہو جائے، اب سوال یہ ہے کہ میراث بچہ میراث کے تو اس کی میراث باپ کو ملے گی یا ماں اور اس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوگا؟

**الجواب :-** جس بچے کا نسب بذریعہ ماں باپ سے منقطع ہو جائے تو وہ ولد الزنا کی طرح ہے، اب چونکہ اس کا رشتہ نسب صرف ماں سے ثابت ہے اس لیے اس کی میراث بھی ماں اور اس کے رشتہ داروں کے گئے اور اب حق میراث سے محروم ہے۔

قال العلامة الموصلي: «وعصبة ولد ذی ولید المذعنۃ مولیٰ لصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ذیولہ قرابۃ امہ ویرثہم۔ والاقیانہ نہیں الحار ج ۲ ص ۲۸۰ کتاب الہیة»

سے قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ: «جس عصب قی صحتہ کل المال لولید جائز فی القضاء ویكون انما فیما صنع۔ الفتاوی تافہیحان علی ہامش الہندیہ ج ۲ ص ۲۸۰ فصل فی ہیۃ الولد لوسد»

وَبَشَّرْتُ فِي الْمَذْنُونَةِ ج ۲ ص ۳۹ الباب السادس في الہیۃ الصغیر۔  
سے قال العلامة لخصکفی: «وعصبة ولد الزنا وولد الذنۃ مولی الام۔ وہی ان ولید الذنۃ یرث من امہ یعنی از ذم۔۔۔ وولد الذنۃ یرث من امہ مبدوت از لا یورث۔ وان یغتصب مولیٰ ام من ولد الحار ج ۲ ص ۳۹ کتاب الفرائض وبقیہ فی امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۸۰ کتاب الفرائض۔»



**دور رشتہ والے کی میراث کا حکم** | سوال :- ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کے  
 اور تار میں ایک بیوہ سمیت کل ششہ و دو وارث مسمی  
 جمع گل جو کہ باپ کے رشتے سے بیچا زاد بھائی اور ماں کے رشتے سے سوتیلہ بھائی ہے  
 دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مسمی جمع گل کو مرحوم کی میراث میں کتنا حصہ ملے گا؟  
**الجواب :-** مرحوم کے ترکہ میں مسمی جمع گل کو دو حصے ملیں گے ایک اپنی بیوی بھائی  
 اس کے ناطے سے اور دوسرا خصوصیت کی وجہ سے اس لیے تقسیم میراث میں مرحوم  
 کی بیوہ کو (۱) حصہ ملے گا اور باقی مال جمعہ گل کا ہوگا بشرطیکہ کوئی اور وارث نہ ہو۔

بیوہ	۱/۴
جمعہ گل	۳/۴

**پنشن کی رقم میں میراث کا حکم** | سوال :- جناب مفتی صاحب! یہاں ایک آدمی  
 کا انتقال ہو گیا ہے جو کہ فوج میں ملازم تھا۔ سہ ماہی  
 اپنی پنشن بیوی کے نام پر اس عنوان سے کی گئی کہ میری وفات کے بعد میری پنشن میری بیوہ  
 کو دی جائے، اب اس کی وفات کے بعد اس کے دوسرے ورثہ اپنی پنشن میں وراثت کا دعویٰ  
 کرتے ہیں، تو کیا مرحوم کی بیوہ کے علاوہ دیگر ورثہ کو بھی پنشن میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟  
**الجواب :-** پنشن کا وظیفہ مال ملوکہ نہیں بلکہ کار کی طرف سے ایک عطیہ ہوتا ہے  
 بنا برائیں وجہ یہ وظیفہ تقسیم میراث سے مستثنیٰ ہوگا، مگر کار میں کو چاہے اور جتنا چاہے  
 سکتی ہے، صورت مسئلہ میں چونکہ مرحوم کے کاغذات، اس کی بیوہ کے نام ہیں اور سرکار  
 بھی اس پر راضی ہے اس لیے یہ پنشن صرف بیوہ کا ہی ہے۔

لا قال الشیخ اشرف علی الدخانوی: چونکہ میراث ملوکہ اموال میں جاری ہو قی ہے  
 اور یہ وظیفہ صحت تبرع و احسان سرکار کا ہے بدون قبضہ کے ملوک نہیں ہوتا لہذا آئندہ جو  
 وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی، مگر کار کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم  
 کر دے۔ الخ (امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۲۲ کتاب القراض)

میت کی جملہ ملوکہ اشیاء میں ارث جاری ہونے کا حکم | سوال :- جناب مفتی صاحب :-  
کیا میراث صرف میت کا جائیداد

میں جاری ہوگی یا گھر اور اس کے ساتھ رہا مان اور نقدی میں بھی جاری ہوگی ؟  
الجواب :- کسی کی ملکیت میں جو کچھ بھی ہو اس کے مرنے کے بعد وہ سب ترکہ  
شمار ہوتا ہے۔ چاہے مرجوم کی جائیداد ہو یا نقدی گھر وغیرہ اس کا مالک و مالکان ان سب اشیاء  
میں ارث جاری ہوگی اور ورثاء میں تقسیم ہوگی۔

قال الشیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید : قال عیادہ تارجم اللہ متعلق بتوکل علیہ  
حقوق اربعۃ۔

قال المحشی تحت لفظ التركة : و المراد من التركة ما تركه الميت خالیاً عن تعلق  
حق الغیر بعینہ وان كان حق الغیر متعلقاً بعینہ كالرضع والعبد الجانی والامشقری  
قبل القبض قال صاحبہ یقدم علی التعہید كما فی حال حیاتیۃ الغیر۔  
(الشریفۃ شرح اسرار من کتاب الفرائض)

سوال :- اگر کوئی شخص کی سنان سے لاپرواہ ہو اور  
مفقود الخیر کے ترکہ کی تقسیم کا حکم | ہر ممکن تدبیر سے تلاش کرے باوجود اس کا کہ پرستہ  
معلوم نہ ہو سکے تو اس کی جائیداد کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ کیا وہ اس کے  
ورثہ میں تقسیم کی جائے گی یا نہیں ؟

الجواب :- شریعت بتقدیر میں مفقود الخیر ۹۰ سال بعد زندہ اور اپنی جائیداد کا مالک  
ہوتا ہے اس لیے جب تک مفقود الخیر کی عمر ۹۰ سال نہ ہو جائے اور مسلمان حاکم اس کی  
موت کا فیصلہ نہ کر دے اس وقت تک اس کی جائیداد کو تقسیم نہیں کیا جائے گا جب  
مسلمان حاکم یا قاضی کی طرف سے اس کی موت کی تصدیق و فیصلہ ہو جائے تو اس وقت  
موجود ورثاء میں اس کی جملہ جائیداد بطور میراث تقسیم ہوگی اور فرست شدہ ورثہ

لے قال العلامة الزیلعی : والمراد من التركة ما تركه الميت خالیاً عن تعلق حق الغیر  
بعینہ الخ۔ (تیسریں الحقائق ج ۶ ص ۲۲۹ کتاب الفرائض)  
ومثله فی الہندیۃ ج ۶ ص ۲۲۹ کتاب الفرائض۔

فردم بولے۔

قال الشيخ سراج الدين محمد بن عبد الرشيد: استفتوت في مالہ خلی لا یرث منه احدٌ و هیئت فی مال غیرہ خلی لا یرث من احد و یوقوف مالہ خلی یصح موته او تمضی علیہ مدۃ۔ واختلف الروایات فی ثلاث المدۃ وبعد اسطر قال یفتهم ثلثون سنة وعلیه الفتاویٰ۔ عزیر اسرار<sup>۵۹</sup> کہ فقہ فی الفقہ علیہ عصبہ کی موجودگی میں ترکہ میں نواسیوں کے حصہ کا حکم | سوال :- ایک غارت فوت ہو تو اس میں نواسیوں کی بیٹیاں یا دو بھائی اور شوہر زندہ ہیں اب نواسیوں کو مال کی کس چیز میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ ان کی والدہ تالیف سے قبل ہی فوت ہو گئی ہے؟

الجواب :- نواسیوں کا شریعہ و امامان میں جو تہ ہے، عصبہ کی عدم موجودگی میں ان کو مال یا مال کی میراث میں حصہ ملے گا، سورت سنو کہ میں چونکہ مرچور کے رہنے والی ہیں جو اس کے عصبہ میں ہیں اس لیے اس کا جزو نہ کہ اس کے شوہر اور بھائیوں میں مقدمہ فقہ شریعی تقسیم ہوگا اور نواسیاں محروم ہوں گی۔

وفی الہندیۃ: وانما یورث ذوی الارحام اذ لم یکن احد من اصحاب الفرائض من یورث علیہ ولہ یکن عصبۃ عزیر افتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۵۷ باب: فیما شر فی ذوی الارحام (۱)۔

منہ فی الہندیۃ: قال مشائخنا: ما در مسئلۃ المستور علی حوت واحد ان الحق و یظہر حیاتی مالہ و ہیئت فی مال غیرہ خلی یفتہ من یسم احد لا یعیش اول مشن ثلاث۔ نمیدہ فلا تموت اقرباء واحد ذلک یعتبر میتاً فی مالہ

(افتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ص ۲۵۷)۔ باب الشافعی فی الفقہ و الاسیر: کہ مال لعلامہ طاہرین، عبدالرشید البخاری<sup>۶۰</sup>۔ ولا خلی لذوی الارحام مع عصبۃ اومع صاحب الفرائض الخ۔ خلاصۃ فتاویٰ ج ۵ ص ۲۵۷ جس آئندہ فی ذوی الارحام و اما النصف الرابع الخ۔

و مسئلۃ فی السراج باب ذوی الارحام ص ۲۵۷

ایجابی بھائی کی موجودگی میں علاقائی بھائی کا میراث سے محروم ہونا اسوال .. یہاں ہر  
 فوت ہو گیا ہے جس کے ورثہ میں تین بیٹیاں ایک ایجابی بہن اور بھائی ایک علاقائی بھائی  
 زندہ ہیں۔ تو کیا ایجابی بہن بھائی کی موجودگی میں سوتیلے یعنی باپ شریک بھائی کو میراث  
 میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب :- ایجابی بہن بھائی کی موجودگی میں علاقائی اور ایجابی بہن بھائی کی  
 میراث محروم ہوں گے، لہذا صورت مسئلہ میں مرحوم کے ترکہ اس کی تین بیٹیوں اور ایجابی  
 بہن بھائی میں تقسیم ہوگا اور سوتیلے بھائی محروم ہوگا۔ نقلہ درج ذیل ہے :-

بنت	بنت	بنت	اغلب وام	اغلب	نفت وام
$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{4}$	$\frac{1}{5}$	محروم	$\frac{1}{9}$

قال النعم سراج المدین محمد بن عبد الوہید، ان ذی القربین اولی من ذی قبلیۃ  
 واحدة ذکر اکان او نخی شولہ علیہ السلام ان اعیان بنی لآ یتوارثون بنی  
 اعلاۃ کلاخ لاب ۴۱ اذا صارت عصیۃ مع البنت وقت من تخرج لاب ۴۰  
 درناجی ص ۱۰۱ باب العصبات

میراث میں مطلقہ کے حصے کا حکم اسوال .. ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی  
 اعذت گذر جانے کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا  
 اب اس کی مطلقہ بیوی حجت میراث کا دعویٰ کرتی ہے، تو کیا اس کو سابقہ عقد کے ترکہ سے  
 حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب :- مطلقہ کو عدت گذر جانے کے بعد مطلقہ کے لیے ایجابی بہن  
 جاتی ہے اس لیے مطلقہ کو عدت گذر جانے کے بعد میراث میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ  
 بہن کے ورثہ کا تعلق ہے لہذا صورت مسئلہ میں مطلقہ کا دعویٰ ارشاد صحیح نہیں ہے۔  
 ولو البنت، ولو طلقها طلاقاً تاماً او تلاً ثلثاً مات وهو فی  
 بعدۃ نکاح عندنا توفیت ولو انقضت عدتها ثلث مات

لہر تشریح: (۱) فقہ دینی الہندیہ ج ۱، کتاب الطلاق، باب ۱، عنوان ۱، فی مطلق المریض، لہ  
بیوی کا کفن شوہر کے ذمہ ہے | سوال: اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس  
 کے ورثہ میں شوہر، بھائی اور باپ نہ ہو، تو  
 کیا اس عورت کا کفن اس کے مہر سے بنایا جائے گا یا اس کا جملہ خرچ شوہر پر واجب  
 کر دیا جائے گا؟

الجواب: چونکہ کفن عورت کا باس ہے اور باس شوہر کا ہے، لہذا شوہر کے ذمہ واجب  
 ہوتا ہے۔ لہذا جب عورت فوت ہو جائے تو اس کے کفن کا خرچ شوہر پر واجب کر دیا  
 جائے گا اس کے حق مہر سے منہ نہیں کیا جائے گا۔

قال العلامة (ص) : وان توفيت في الزوج والفقير على وجوب كنفه عليه  
 عند انشائه وان توفيت مالا خائبه ورجعه في البحر بانہ الظاهر لا ريب  
 في كنفها۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۱، باب صلوۃ الجنائز) لہ

اپنا حق میراث کسی دوسرے شخص دار پر فروخت کرنا | سوال: جناب مفتی صاحب  
 اہل بیت! ہمارے والد صاحب کا جنازہ  
 قبل انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کافی جائیداد ترک کر دی ہے، میں ایک غریب آدمی پر  
 کیا میں اپنا حق میراث اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک بھائی پر فروخت کر سکتا ہوں یا نہیں؟  
 جبکہ میرے علاوہ دوسرے ورثاء، امین جائیداد کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے؟

الجواب: آپ جو نیکو شخص والہ صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے ترکہ میں

لہ قال العلامة قاضی خان رحمہ اللہ : وان بانها یغیر سومی فقہات وحب فی  
 بعدة ورثت عند ان مات بعد انقضائها بعدة فان توفيت في  
 فتاوی قاضیان ج ۲ ص ۱۰۰ کتاب الطلاق، فصل في المعلقة التي توفيت  
 في معلقة في معلقة، ۲ ص ۱۰۰ کتاب الطلاق، باب طلاق المریض۔

لہ دہ الہندیہ، ومن لم یکن له مال فاکفن علی من یجب علیہ نفقة الا الزوج فاقوله عند علی  
 فی یوسف، بجب الکفر علی الزوج وان توفيت مالا وعلیہ نفقہ ھکذا فی فتاوی خان  
 (مختار الہندیہ ج ۱، الفصل ثالث فی الکفن)۔ (۱) فتاوی قاضیان مع رد المحتار ج ۱، باب طلاق، فصل في المعلقة

تھوٹرنگ کے حقدار ہیں اور وہ حصہ آپ کی ملکیت ہے اس لیے آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ اپنے حصہ کی جائیداد تقسیم سے قبل یا بعد اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک پر فروخت کر دیں۔  
 لما قال العلامة المرقيني في رحمه الله: ويجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه  
 وجب العوض ومن غير شريكه بغير إذنه۔

والله دایۃ ۲۷ ص ۵۸۸ کتاب الشریکۃ

**سوال :-** ایک شخص کی چار بیویاں چار بیویوں کا خاوند کے ترکہ میں حصہ منقسم تھیں اور اس کی وفات کے بعد چاروں زندہ ہیں تو کیا ہر ایک کو خاوند کے ترکہ سے اٹھواں حصہ ملے گا یا سب کا حصہ منقسم تھیں اٹھواں ہے جو ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا؟

**الجواب :-** اسلئے اولاد کی موجودگی میں بیوی کے لیے اٹھواں حصہ مقرر کیا ہے، چاہے کسی کی ایک بیوی ہو یا زیادہ، اور اگر اولاد نہ ہو تو ہم اٹھواں اس کیلئے مقرر ہے اس لیے صورت مسئلہ میں مرحوم کی کل جائیداد کا اٹھواں حصہ اس کی چار بیویوں بیواؤں میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی ترکہ مرحوم کی اولاد اور دوسرے ورثہ کو دیا جائے گا۔

فان العلامة السجادی: اما لزوجات فعالتان الربع للمواحد فعاد  
 عند عدم النون وولد الابن وان سفل والثن مع الولد وولد الابن وان  
 سفل۔ (انسراجی ص ۸۰ باب معرفة الغرض من لے

لے قال العلامة ابن الهمام رحمه الله: ان الشریکۃ اذا كانت بينهما من الابتداء  
 بان اشتريا حصة او ورثاها كانت كل حبة مشتركة بينهما فليبيع  
 كل منهما نصيبه شائعاً جائز من الشریک والاجنبی۔

(فتح القدیر ج ۶ ص ۵۸۸ کتاب الشریکۃ)  
 لے وفيما نهديۃ: والزوجة الربع عند عدمها والثن مع احدها والزوجات  
 وان واحدة يشترک في الربع والثن وعليه الاجماع۔  
 (التنوی الہندیۃ ج ۶ ص ۵۸۸ ابواب الشافی فی ذوی الغرض)  
 لے وفي شریکۃ فی الاختیار تعلیل الاختار ج ۵ ص ۵۸۸ کتاب الغرض۔

پہلے شوہر کا میراث میں حصہ نہیں ہے | سوال: کسی مطلقہ عورت نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور چند سال اس کے ساتھ

زندگی گزارنے کے بعد فوت ہو گئی اب اس کے ترکہ میں دونوں خاوندوں کا مال ہے: پہلا شوہر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے واسطے میرے بچے ۴۰ لاکھ مال ملنا چاہیے جبکہ اس عورت کے شوہر ثانی سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بھی ہیں، کیا ثانی پہلے خاوند کو عورت کے ترکہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب: حلاق دس عورت گزارنے کے بعد میاں بیوی کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اچھی ہو جاتے ہیں جبکہ میراث کے لیے رشتہ ارث ضروری ہے۔ عورت مسولہ میں جہاں تک عورت کے پہلے شوہر کے حق ہر کا تعلق ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہے اس میں سابقہ شوہر کا کوئی قطع نہیں بیٹے عورت کا جملہ ترکہ اس کے شوہر ثانی، تین بیٹیوں اور دو بیٹیوں میں تقسیم ہو گا۔

مرد سے ۲۲ = ۸ × ۲

شوہر اول	شوہر ثانی	بیٹی	بیٹا	بیٹی	بیٹا
۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲	۱/۲

وفي الهندية، مطلقها طلاقاً بائناً أو خلائاً لثمرات وهي في الفقة فكذا  
عندنا توريث، ولو انفقت عند ثلثها لثمرات لثروت، وهذا إذا طلقها من غير  
شواها قاساً إذا طلقها بشتواها فلا ميراث لها۔

(افتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۳۲۷) فیاب الخامس فی طلاق المیراثی

بھتیجیوں کی موجودگی میں بھتیجیاں میراث میں شریک نہیں ہوں گی | سوال: ایک شخص کے بعد

اس کے درشل میں صرف چھ بھتیجے اور چار بھتیجیاں زندہ ہیں، اب بھتیجیاں بچے کے ترکہ میں میراث کا مطالبہ کرتی ہیں، تو کہا ان کو شرعاً بچے کے ترکہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

الجواب:۔ عورت مسولہ میں مردوں کے بھتیجے ترکہ میں صرف اس کے بھتیجے مقدار ہیں اور بھتیجیوں کو بچے کے ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا وہ شرعاً مرد ہوں گی، مرد کا جملہ ترکہ چھ بھتیجیوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

قال العلامة السجاوندی: العصابات النسبية... ثم جزء آیه ای الاخوة  
ثم بنوهم وان سفلو ثم جزء جداء (السراجی ص ۱۱۱) باب العصابات (۱۱)

نکاح ثانی کرنے سے عورت کا حصہ میراث ختم نہیں ہوتا [فقہی مامیہ پر سے

والد صاحب شکر میں فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے نقد رقم کے علاوہ کچھ جائیداد  
بھی ترکہ میں چھوڑی ہے، والد صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی والد نے دوسرا  
نکاح کر لیا اب وہ والد صاحب کے جملہ ترکہ میں اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہیں، تو کیا  
شرعاً والدہ کا اس ترکہ میں حصہ جملہ ہے یا نہیں جبکہ انہوں نے نکاح ثانی بھی کر لیا ہے ؟  
الجواب: یہ میان بیوی کا رشتہ موجب ارث رشتہ ہے، خاوند کی وفات کے  
بعد وہ ترکہ میں حصہ شرعی کی مقدار ہے، حدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرنے سے میراث  
میں حصہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لیے آپ کی والدہ کا اپنے مرحوم خاوند کے ترکہ میں حصہ  
شرعی کا دعویٰ صحیح ہے جو کہ اس کو دینا چاہیے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِأَنْتَ كَرِيمٌ إِنَّكَ لَمِنْ الْمَرْسَلِينَ لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِأَنْتَ كَرِيمٌ إِنَّكَ لَمِنْ الْمَرْسَلِينَ لَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِأَنْتَ كَرِيمٌ إِنَّكَ لَمِنْ الْمَرْسَلِينَ

وَيُؤَيِّدُ (سورة النساء آیت ۱۱۱) (۱۱)

الحمد لله في الهدية: وباقى العصابات يتفرع بالميراث ذكويهم وبنو  
اخواتهم وهم اربعة ايضاً العم ذوات العم ذوات الابن ذوات الابن ذوات الابن  
الفتاوى الهنديه ج ۲ ص ۱۱۱

### الباب الثالث في العصابات

الحمد لله قال العلامة السجاوندی رحمه الله: اما الزوجات فعالتان  
المرجع للواحدة فصاحبة عهد الولد وولد الابن وان سفلو  
سفلو والتمن مع الولد وولد الابن وان سفلو.

(السراجی ص ۱۱۱) باب معرفة الفروض ومستعقبها

وَمِنْهُ فِي الْهَدِيَّةِ ج ۲ ص ۱۱۱ الباب الثاني في ذوى الفروض.



اولاد کی موجودگی میں والدین کا حصہ شرعی متاثر نہیں ہوتا | سوال کیا اولاد کو میراث میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ والدین کا معقول ذمیہ آمدنی بھی ہے اور اولاد کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں؟

الجواب :- ولایت کا رشتہ موجب ارث ہے اولاد کا وجود اس کے لیے مانع نہیں اور یہ والدین کے ذرائع آمدنی سے ان کا حصہ میراث متاثر ہوتا ہے اس لیے اولاد کی موجودگی میں بھی والدین کو ۲/۵ حصہ میراث ملے گا۔  
 لقوله تعالى: وَلِیٰلِیٰہُ مَا فِی الْاٰیٰتِ وَاجِدْ فِیْہِا الْکُتٰبَ مِنْہِا تِلْکَ الْاٰیٰتَ کَانَ لَہٗ وَکُلِّہِا۔ سورة النساء آیت ۸۱

حکومت کی طرف سے ملنے والی انداوی رقم میں میراث کا حکم | سوال کیا میراث اور شہر سیلاب میں ڈوب کر فوت ہو گیا ہے حکومت نے سیلاب میں مرنے والوں کی بیوائیں کو ۵۰/۵۰ ہزار روپے امداد کے طور پر دیئے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے چار مخصوص بچے ہیں اور اسی انداوی رقم کے علاوہ میرا گھر ان کا اور کوئی ذریعہ بھی نہیں اب میرا کسرا اس ۵۰ ہزار روپے میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کر رہی ہے تاکہ شرعاً حکومت کی طرف سے ملنے والی اس امدادی رقم میں میرے کسرا کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب :- صورت مسئولہ کے مطابق جو مال حکومت نے مرحوم کی بیوہ کو دیا ہے وہ حکومتی امداد ہے جو مرحوم کی بیوہ کے ساتھ مخصوص ہے اس میں میراث کے احکام جاری نہیں ہوں گے اس لیے کہ یہ مال مرحوم کا نہ کہ بیوہ کا ہے جبکہ میراث

لے قال العلامة البہاؤدینی: ہذا الباب..... وهو مدرس، وذلك مع الذين اؤتمنوا  
 وان سفل..... ما لا لا فاحوال ثلاث المدرس مع الوزير اودند الاجن وان سفل  
 (السراج ص ۱۱۲) باب معرفة الفروض ومستحقيها

وعلق في الهندية ۶۶ من كتاب الفرائض الباب الثاني في فدي الفروض۔

تذکرہ میں جاری ہوئی ہے۔

قال العلامة محمد الطوسى<sup>۲</sup> تحت قوله (بعد أمي تركت الميت) إيراد من التركة ما تركه الميت خاليا عن تعلق حق الغير بعينه -

راہِ بحوالہ الرائق ج ۱ ص ۲۸۹ کتاب المرافض ج ۱

**باب کی زندگی میں میراث کا دعویٰ کرنا** | سوال - ایک شخص اپنی زندگی میں اپنی ملکہ کی جائیداد کو فروخت کرنا چاہتا ہے مگر اس کا ایک بیٹا اسے جائیداد کو فروخت کرنے سے روک رہا ہے اور اپنے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا بیٹا باب کی زندگی میں اس سے اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :-** باب اپنی ملکہ جائیداد میں خود مختار ہے وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے کوئی بیٹا اس کو شرماء منہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی باب کی زندگی میں اس کی جائیداد میں اپنے حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قال العلامة صاحب من عبد الرشيد البخاري رحمہ اللہ، ولو وهب جميع ماله لابنه جاز في القصار وهو آخر نص من عملي - (رد المحتار الفتاوى ج ۱ ص ۲۴۹ کتاب النہیۃ، قبل الفصل الثاني) ۳

لعمدہ العلامة السکوتی وجہ الزحیل: المورد هو التركة ویسعی إیضا میراثا وارثا وهو ما یترکہ المورد من اموال او الحقوق التي یمکن رثتها عنه لحق القصاص وحس المبيع لاستيفاء الثمن وحس المهر هو لا استيفاء الدين - (الفقه الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۲۳۹)

الباب (السادس الميراث)

الحق العلامة قاضي خان<sup>۴</sup> ج ۱ ص ۱۷۰ وجہ في صحة كل المال للولد جاز في القضا ویكون آثما فيما صنع - (رد المحتار فیما ن علی هامش الہندیۃ ج ۱ ص ۲۴۹ فصل فی النہیۃ الوالد لولده)

وتمت فی الہندیۃ ج ۱ ص ۵۵ الباب السادس فی النہیۃ الصغیر -

**سوال :-** جناب مفتی صاحب! میرے والد صاحب کے کسی کے ساتھ کاروبار میں شریک تھے جس میں والد صاحب کے چار لاکھ روپے تھے، مشترکہ کاروبار بڑے اچھے طریقے سے چل رہا تھا کہ ایک بار والد صاحب کا انتقال ہو گیا، اب دس سال بعد ہم اس سرمایہ کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس چار لاکھ روپے کے ساتھ ۲ لاکھ منافع بھی ہو چکا ہے، تو کیا اب ہم تقسیم چار لاکھ کر دیں گے یا منافع کی رقم بھی شامل کرنی ہوگی؟

**الجواب :-** منافع جو کہ شرعاً اصل زر کا تابع ہوتا ہے، اس لیے منافع اور اصل رقم کو ملا کر تقسیم کیا جائے گا، یعنی آپ لوگ کل ۶ لاکھ روپے آپس تقسیم کریں گے۔

قال العلامة محمد الطوفان، تحت قوله ربيد آمن تركه الميت الميراث من التركة ما تركه الميت خالياً من تعلق حق الغير بعينه لفر

البحر الرائق ج ۸ ص ۳۸۹ کتاب الميراث

**سوال :-** اگر شہری قبر کے لیے جگہ کی قیمت میت کے ترکہ سے دی جائے گی، علاقوں میں قبر کے لیے جگہ قیمتاً ملتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ قبر کی قیمت کس مال سے ادا کی جائے گی، یعنی میت کے ترکہ سے واجب الادا ہوگی یا وراثت اس کے مال سے دی جائے گی؟

**الجواب :-** میت کے کفن و دفن یعنی تعمیر و تکفین پر آنے والے اخراجات میت کے ترکہ سے ادا کیے جائیں گے۔ لہذا جہاں قبر کی جگہ قیمتاً ملتی ہو تو اس کی قیمت میت کے ترکہ سے ادا کی جائے گی۔

وفى الهندية، التركة متعلق بها حقوق اربعة جهازا الميت ودفنه والدين والنوصية والميراث فبيد اولها بجهازه وكفنه وما

له قال العلامة فحبة الزبيل، الميراث هو التركة ويسمى ايضاً ميراثاً وهو تركه المورث من اموال او لحقوق التي يمكن ان يتركها عنه كحق النكاح وحسن ابيح لاشيئة النفس وحسن الميراثون لا يستفيدون الرهن، (الفقه الاسلامي وادلته ج ۸ ص ۲۳۹ الباب السادس من الميراث)

یحتاج الیہ فی دفعۃ بالمعروف۔ (الفتاویٰ ہندیہ ج ۶ ص ۲۸۱ الاول)  
کتاب الفرائض (۱۷)

سوال: بعض علاقوں میں قبر کھودنے کی مزدوری لی جاتی ہے، تو کیا قبر کھودنے والوں کی مزدوری میت کے ترکہ سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: میت کی تمہیز و تکفین پر قتنا بھی خرچہ آئے وہ اس کے ترکہ سے ہی ادا کیا جائے گا، تاہم اگر وراثہ اپنی طرف سے دینا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة السجاوندی، قال عند من دهمہ اللہ تعالیٰ تعلق بترکۃ الميت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ من غیر تمیزیہ تفسیراً (السراج ص ۲۱۰ کتاب الفرائض) (۱۸)

شہرہری جوی کے مال میں حصہ میراث سے محروم نہیں ہوتا | سوال: جناب مفتی صاحب اہماری

ہیں کہ اسکے شوہر نے شادی کے ایک سال بعد اپنے گھر سے نکال دیا لیکن علاقہ نہیں دی، چار پانچ سال کے بعد وہ ہمارے ہاں ہی فوت ہو گئی، اب اس کا شوہر ہماری بہن کے مال میں حصہ میراث کا مطالبہ کر رہا ہے، تو کیا شوہر جو میراث کے مال میں اس کا

لے قال العلامة السجاوندی، قال عند من دهمہ اللہ تعالیٰ تعلق بترکۃ الميت حقوق اربعة مرتبة الاول یبدأ بتکفینہ وتجهیزہ من غیر تمیزیہ تفسیراً تم تفسیر دیونہ من جمیع مالق من ماله الخ۔ (السراج ص ۲۱۰)

ومثلہ فی الفرائض علی هامش ہندیہ ج ۶ ص ۲۸۱ کتاب الفرائض الاول فی اصحاب الفرائض۔

لے وفق ہندیہ، التکلیف تعلق بها حقوق اربعة جہاز المیت ودفعۃ والتذین والوصیۃ والمیراث فیبدأ اولاً بجہازۃ وکفۃ وما یحتاج الیہ فی دفعۃ بالمعروف۔

(الفتاویٰ ہندیہ ج ۶ ص ۳۳۹ کتاب الفرائض الباب الاول)

ومثلہ فی البحر الرائق ج ۸ ص ۳۸۹ کتاب الفرائض۔

بعد بنتا ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ میراث کے حصص اضطراری ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اور ہر ایک موانع شرعی کے راقط نہیں ہوتے۔ لہذا صورت مشولہ کے مطابق جب شوہر نے بیوی کو طلاق نہیں دی ہے تو شوہر مرنے کے ناطے سے وہ بیوی کے ترکہ میں نصف یا ربع کا شرعاً حقدار ہے۔

لَقَوْلِهِ تَعَالَى وَكَفَّمْ نَصَبَتْ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ كُنَّ يَتِّمْنَ لَكُمْ وَلَكُمْ فَرَاثُ  
كَانَ لَكُمْ وَكَفَّمْ تَرَكَ (سورة النساء ۳۱)۔

**سوال**۔ محترم جناب مفتی صاحب: ہمارے بہن کے مال میں بہن اور بھائیوں کا حصہ ہیں کا انتقال ہو گیا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں صرف شوہر رہا، ہم چھ بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں، کیا مرحومہ کے ترکہ میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے یا نہیں؟

**الجواب**۔ جب کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس کی نہ کوئی اولاد ہو اور نہ باپ تو اس کے مال میں بہن و بھائی سب حصہ شرعی کے حقدار ہیں لہذا صورت مشولہ میں مرحومہ کا ترکہ اس کی مال، شوہر، بہن اور بھائیوں میں مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مرحومہ ۱۳۸۶ = ۷۸							
مال	شوہر	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن
$\frac{1}{8}$	$\frac{3}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$	$\frac{1}{8}$

والله اعلم بالصواب، فالنسبۃ ثلاثة انواع عصبۃ بنفسۃ وهو کل ذکر لا یدخل

لحمہ قال العلامة السیاحی رحمہ اللہ: اما للزوج ذواتان النصف عند علم الولد وولد الابن وان سفل والربع مع اولاد وولد الابن وان سفل۔

(انسراجح ص ۷۷) ب مع ذلک الفروض دست حقیقہا

و مثله فی البرزخیۃ عنی ہامش انہدیۃ ۱۵۳ کتاب انصار الفقہاء لا فی اصحاب فقہائنا۔

ف نسبتہ الی المیت انثیٰ وھما اربعۃ اصناف جزء المیت واصلہ وجزء اہیہ وجزء جدہ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۲۵۸ کتاب الفرائض) الباب الثالث فی العصبات ۱۰

ظالم باپ کا بیٹے کے ترکہ میں حصہ میراث کا حکم | سوال - ایک شخص بہت بڑا بیٹے پر بہت ظلم کرتے ہیں، اب اس کا بیٹا فوت ہو گیا ہے، تو کیا ایسے ظالم باپ کو بھی بیٹے کا میراث میں حصہ ملے گا؟

الجواب - میراث جیسے حصص شرعاً مقرر شدہ ہیں ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنا جائز نہیں اور نہ بدوین موانع شرعی کے یہ حصص ساقط ہو سکتے ہیں، اس لئے صورت مسئلہ کے مطابق باپ اپنے بیٹے کے مال میں حصہ شرعاً کا حقدار ہے، ظلم کو وجہ سے اس کا حق ساقط نہیں ہو سکتا۔

لَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَا تَوَدُّوْهُمۡ لِأَنَّهُمۡ أَكْفَرُوا۟ بِحُلۡلِ مَا جَبَاۤءَ عَنْكُمۡ لَشَدۡدِ

رسوۃ النساء پک آیت ص ۱۷۷

لے قال العلامة الجاودہی، اما العصبۃ بنفسہ فکل ذکور لا تدخل فی نسبہ الی المیت انثیٰ وھو اربعۃ اصناف جزء المیت واصلہ وجزء اہیہ وجزء جدہ - (السلحی ص ۱۷۷ باب العصبات)

لے اما فی الہندیۃ، اما الرجال فالاول الاب ذلہ ثلاثۃ اھوان الغرض بعض وھو السدس مع الابن وابن الابن وان سفل والتعصیب الخضر وذلک لا یغفل فیہ فہ جمیع المال یا نصوبیۃ وکذا اذا اجتمع مع ذی فرض نیس ہوند ولا ولعالات کنزوج وائم وجدة فیاخذ والعرضہ فرضہ فالباقی لاب بالانصوبۃ الخ - (الفتاویٰ الہندیۃ ج ۶ ص ۲۵۸ کتاب الفرائض، الباب الاول)

وَمِثْلُهُ فِی الْبَدَاوِیۃ علی ہامش الہندیۃ ج ۶ ص ۲۵۴ کتاب الفرائض۔ الاول فی اصحاب الفرائض۔

تا قریبان بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ کا حکم سوال :- ایک شخص کی بیوی ہانہ من ہے اور بلا دیر وقت شوہر سے جھگڑتی رہتی ہے اور اگر اسی حالت میں اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو کیا اس عورت کو شوہر کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں ؟

الجواب :- میراث میں حصص کا تعین منہاجب اللہ مقرر ہے جو کہ بدولت توابع شرعی کے کسی بھی صورت میں ساقط نہیں ہوتا، چاہے وارث فرما کر وار ہو یا تفریکان، اس لیے مذکورہ صورت میں بھی تافریکان بیوی کو شوہر کے مال میں جو چھایا، ٹھکان حصہ ملے گا۔  
 قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَوْعَلَّ ارْتَبَعُ مَعَهُ تَرْتَبُكُمْ اِنْ تَرْتَبُكُمْ وَلَكِنْ لَا تَكُنْ لَكُمْ  
 وَلَوْلَا فَلَهُمُ الْقِسْمُ (سورة النساء آیت ۷۷)۔

سوال :- اگر کوئی غیر مسلم پاکستان میں وفات پا جائے اور عربی ذمی کا وارث نہیں ہو سکتا، وہ یہاں کا شہری ہو اور اس کا باپ ہندوستانی میں تھا اور تو کیا یہ باپ اپنے بیٹے کی میراث میں حصہ شرعی کا حقدار ہو گا یا نہیں ؟

الجواب :- اختلاف دینی و دار الحرب اور دار الاسلام بھی مانع ارث ہے اس لیے صورت مسئلہ کے مطابق باپ اپنے بیٹے کی میراث میں حصہ کا حقدار نہیں ہو گا اور بیٹے کے کاغذ مال دار الاسلام پاکستان میں رہتے واسے اس کے ورثہ میں تقسیم ہو گا۔

قَالَ اهل الامامة محمد الطوسي: لا خلاف بين اصحابنا ان اكلنا الحرف لا يرث الذمي  
 سواء كان الحرف مستانفا في دارنا او في الغدب اهلنا اذ مقتضى يرث بعضهم  
 بعضهم (راجع حاشیہ ج ۸ صفحہ ۱۸۷ کتاب نفرائض)

۱۔ ما قول علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ، وفتی الزوجة الرابع  
 مع كل مؤبقة: لا مع الولد: وولد الابن فلها معهم الثلث لكل جار ولجدة  
 او كثر يثبتون في ذلک۔ راجع فی حاشیہ الهندیة ج ۲ ص ۲۵۳  
 كتاب نفرائض، كاون في اصحاب النفرائض  
 وفتی فی الهندیة ج ۲ صفحہ ۱۸۷ كتاب النفرائض الباب الاول۔





# قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف

۱۹۶۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران قومی آہلی پاکستان میں  
قسطِ سید سیدہ دو بیان اُٹھاتے ہیں یہ قومی آہلی نے  
بماقفاق دستورِ شریعتِ ادیانوں کو مخیر مسلمہ خدایہ



پیشکش

مُؤَثَّرُ الْمُصَنِّفِیْن

دارالعلوم خفانیہ، اکوڑہ بنگالہ مشرقی اور

مطبوعات دار الفکر الصنّیفین

# الاولی

جلد اول

## مشتمل علی الطحوی

و نحوہ

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب  
شیخ ای بیٹ مولانا عبدالرشید کمالی مدنی  
مولانا یحییٰ بن محمد بن عبدالمجید مدنی

دار الفکر

دار الفکر

دار الفکر

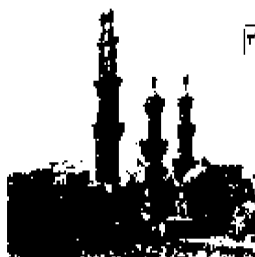
مؤسّس المصنّفین

دار الفکر

دار الفکر



مطبعات مکتبہ المصنفین ۳



# دارالعلوم حقایقہ جامعۃ الازہر ترمک

سین لفظ حضرت مولانا سید الحق مدنی مدظلہ العالی

ابیت مولانا مصطفیٰ غلام الرحمن

- حضرت علامہ مولانا سید الحق مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مولانا سید الحق مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مولانا سید الحق مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی
- حضرت علامہ مولانا سید الحق مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی مولانا سید محمد علی شاکر مدظلہ العالی



مکتبہ المصنفین دارالعلوم حقایقہ الکودونکات

پشاور پاکستان